تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا

یہہ چند بستیاں ہیں جن کے حالات ہم تم کو سناتے ہیں

نہ گورِ سکندر نہ ہے قبر دارا
مٹے ناموں کے نشاں کیسے کیسے

واقعاتِ مملکتِ بیجاپور

سنہ ۱۳۳۲ھ

این تاریخ ہمایون مشتمل است بر احوال خاندان شاہان بیجاپور

سنہ ۱۳۳۲ھ

مشتمل بر سہ حصص

سنہ ۱۳۲۳ فصلی

حصۂ اول جس میں سات فوٹو ہیں

گر اکسیر سرور و سور سازند
زخاکِ پاک بیجاپور سازند

مصنفہٴ

خاکسار بشیر الدین احمد (دہلوی) اوّل تعلقہ دار (کلکٹر)
ضلع رائچور ابقاہ اللہ عزّ وجلّ بالعافیۃ والسرور
ممالک محروسۂ سرکار عالی نظام
خلد اللہ ملکہ

سنہ ۱۹۱۵ء

طبع اول

بمطبع مفید عام آگرہ باہتمام محمد قادر علی خاں صوفی طبع شد

نذر
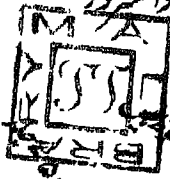
اس کتاب کے لیئے اس سے بڑھکر کوئی عزت نہیں ہوسکتی کہ

حضور اقدس اعلیٰ حضرت قدر قدرت بندگان عالی متعالی

مدظلہ العالی مظفر الممالک نظام الملک نظام الدولہ میر

عثمان علی خان بہادر فتح جنگ آصف جاہ سابع جی سی

اس۔ آئی شاہ دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ و افاض

علی العالمین برہ و احسانہ

اپنے نام نامی پر اس کا ڈیڈیکیشن منظور فرمائیں۔ یہ افتخار جو مرحمت شاہانہ سے میری تالیف کو حاصل ہوا ہے کہ اس ناچیز نذر کو خلعت قبول سے مشرف فرمایا میرے لئے ہمیشہ ہمیشہ سرمایۂ ناز رہے گا۔ میری محنت شاقہ کا صلہ پیش گاہ خداوندی کی اس ذرہ نوازی سے میری توقع اور حوصلہ سے بدرجہ ہا زاید مل گیا وکفی بہ فخراً

غبار راہ گشتم۔ سرمہ گشتم۔ توتیا گشتم

بہ چندیں رنگ گشتم تا بہ چشمت آشنا گشتم

میں نہایت ادب کے ساتھ "واقعات مملکت بیجاپور" کو حضور پرنور کے اسم گرامی سے معنون کرنے کی عزت حاصل کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ اس نام کی بدولت یہ کتاب بھی مقبول خاطر انام ہوگی۔

گزرانیدۂ نمک خوار جاں نثار

فدوی بشیر الدین احمد تعلقہ دار

فہرست مضامین حصۂ اوّل واقعات مملکت بیجاپور

تصاویر

خدا در انتظار حمد ما نیست　　محمد چشم براہِ ثنا نیست

خدا مدح آفرین مصطفےٰ بس　　محمد حامد حمد خدا بس

اَللّٰهُمَّ[1] مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

ادنیٰ کرے اعلیٰ کو تو ادنیٰ کو وہ اعلیٰ　　ہر امر پہ قادر ہے خداوند تعالیٰ

مقبول کرے یا نہ کرے مرضی ہے اُس کی　　تو عبد ہے معبود کو تسلیم بجا لا

رزاق ہے پہنچاتا ہے مخلوق کو روزی　　دے ہاتھ سے اپنے وہ ترے منہ میں نوالا

ہر ایک کو ہر چیز دی رتبے کے موافق　　درویش کو کمبل دیا منعم کو دوشالہ

زنّار برہمن کو دیا شیخ کو تسبیح　　مسجد دی مسلمانوں کو ہندو کو شوالا

رشتہ ہے وہی ایک اگر ذات کو دیکھو　　پڑھیئے تو ہے تسبیح جو جپئے تو ہے مالا

[1] اے خدا (سارے) ملک کے مالک تو (ہی) جس کو چاہے سلطنت دے اور تو (ہی) جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور تو (ہی) جسے چاہے عزت دے اور تو (ہی) جسے چاہے ذلت دے (ہر طرح کی خیر) و خوبی تیرے ہاتھ میں ہے بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۱۲

محتاج کو دے تاج کرے شاہ کو محتاج — شاہنشہ کونین ہے اللہ تعالیٰ
دے مالک وہ چاہے جسے جس سے وہ چاہے — ہے قبضۂ قدرت میں دو عالم کا قبالا
مردے کو کرے زندہ کرے زندے کو مردہ — احکام میں کون اُس کے ہے دم مارنے والا

حمد

"حمد و ثنا ہو تیری" کون و مکان والے — "پروردگار عالم" دونوں جہان والے
"اے رحم کرنے والے" ای عز و شان والے — جھکتے ہیں تیرے در پر سب آن بان والے
بے شک "رحیم تو ہے" رحمت نشان والے

"روز جزا کے مالک" خالق ہمارا تو ہی — سجدہ ہیں تجھ کو کرتے تیری ہی جستجو ہے
"امداد تجھ سے چاہیں" سب کا سہارا تو ہی — تیری ہی بارگاہ میں - یہ میری آرزو ہے
"رستہ دکھا دے سیدھا" او آسمان والے

"وہ راستہ" دکھا تو پروردگار عالم — جس پر چلا کئے ہیں پرہیزگار عالم
"دی جن کو تو نے نعمت" ای کردگار عالم — اور نام جن کا اب تک ہے یادگار عالم
تیری نظر میں ٹھہرے جو عز و شان والے

"غصہ ہے جن پہ تیرا" اے قادر یگانا — "یا بھٹکے راہ حق سے" یا خالق زمانا
عاجز حبیب کو تو ان کی "رہ نہ" رہ چلانا — کر رحم اتنا اس پر - او قادر توانا
"مقبول یہ دعا ہو" - اے آسمان والے

نعت

اے قلم تحریر کیا وصف پیمبر کر دیا — گویا اس مطلع کو رشک مہر انور کر دیا
میں تو اس قابل نہ تھا پر تو نے ای پروردگار — مجھ کو مداح شفیع روز محشر کر دیا
ای شہ امی لقب وہ مرتبہ تم کو ملا — سارے نبیوں کا تمھیں خالق نے افسر کر دیا
اُس کی قدرت ہے کہ دی اُس نے گدائی شاہ کو — اور گدا کو دم میں شاہِ ہفت کشور کر دیا

بھید قدرت کا نہیں ملتا ہے اس کی ائی نسیم
جس نے پیدا آگ کے اندر سمندر کر دیا

عرض حال

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ [1]

فطرتاً ہے مجھ کو شوق دید آثار کہن
قدرتاً ہے مجھ کو ذوق علم اسرار کہن

یادگار شوکت ماضی جہاں پاتا ہوں میں
جس طرح بنتا ہے اُس کو دیکھنے جاتا ہوں میں

خواہ مسجد خواہ منبر یا کہ ہو شاہی مکاں
نقش کہنہ میں ہیں ان کے سینکڑوں جذبے نہاں

مجھ کو اُجڑی بستیوں سے خاص دلچسپی سی ہے
اور باشندوں سے اُن کے خاص ہمدردی سی ہے

جب کسی ایسی جگہ پر میرا ہوتا ہے گزر
ہوتی ہے طاری عجب ایک بے خودی سی قلب پر

جب کوئی شاہی عمارت دیکھنے جاتا ہوں میں
ایک عجب عالم میں اپنے آپ کو پاتا ہوں میں

اس جگہ کچھ عیش کچھ عشرت کے ساماں دفن ہیں
اس جگہ پر کچھ مرادیں اور کچھ ارماں دفن ہیں

اس جگہ پر ہے مزار شوکت و شان غرور
اس جگہ مدفون ہیں اسباب امکان غرور

اس جگہ ہے بے کسی اور نامرادی سو رہی
قبر ہے یاں شوخی چشم فسوں پرداز کی

دب رہے ہیں کچھ جواہر غیر سفتہ اس جگہ
دفن ہیں کچھ غنچہ ہائے ناشگفتہ اس جگہ

تربتیں ہیں کچھ جنون فتنہ ساماں کی یہاں
چاک داماں کی یہاں چاک گریباں کی یہاں

ساقی توبہ شکن ہے اس جگہ آرام میں
شاہد نازک بدن ہے اس جگہ آرام میں

ذرہ ذرہ کہہ رہا ہے اپنی اپنی داستاں
لو سنو - افسانہ ہائے ریزہ ہائے استخواں

اس طرح کہتا ہے ایک ہڈی کا ٹکڑا بار بار
عالم فانی کا ہے مجھ میں تماشہ آشکار

چار سو عالم میں شہرہ تھا شجاعت کا مری
شان و شوکت کا مری اور جاہ و حشمت کا مری

---

[1] (اس میں) شک نہیں کہ عقل والوں کے لئے ان لوگوں کے حالات میں (بڑی) عبرت ہے۔

کتنے گھر ابتر کئے تھے میں نے اپنے ہاتھ سے — کتنے تن بے سر کئے تھے میں نے اپنے ہاتھ سے

میرے تیشے کی دمک سے مہر کی تابندگی — میرے خنجر کی چمک سے برق کو شرمندگی

زندگی میں مل سکی کافی نہ جب راحت مجھے — قبر کی تعمیر بعد از مرگ سونے کے لئے

حیف اب باقی نہیں اس قبر کا بھی کچھ نشاں — ڈھیر ہے مٹی کا اک اور بے کسی ہے نوحہ خواں

سرگزشت عالم فانی سنانے کے لئے
ہم ہیں باقی ٹھوکریں دنیا کی کھانے کے لئے

دوسرا ٹکڑا یہ کہتا ہے نہ پوچھو میرا حال — میں وہ ہوں تھی جس کے قبضے میں عنان ملک و مال

رشک فردوس بریں تھے میرے ایوان و مکاں — گلشن و بستاں تھے میرے غیرت باغ جناں

ختم تھی مجھ پر عدالت اور رعایا پروری — زیب دیتی تھی مجھے فرماں دہی و شاہنشہی

ربع مسکوں کے سبیل رزق کا میں تھا کفیل — ذات تھی میری غریبوں خستہ حالوں کی کفیل

جس طرح مردود تھے ظالم میرے دربار سے — داد پاتے تھے یونہیں مظلوم اس سرکار سے

تھا ہر اک دل دادہ کشتہ جس نگاہ ناز کا — اک کرشمہ تھا مری چشم فسوں پرداز کا

اب نہ وہ حسن و جوانی ہے نہ وہ شاہانہ شاں
تذکرے اپنے لئے عبرت ہیں زیب داستاں

ہم سے پوچھے کوئی ایسے اُجڑے ۔ ایوانوں کا حال — اِن کے بانی کون تھے اور کیا ہوا ان کا مآل

ذرہ ذرہ میں یہاں کے نطق کی تفسیر ہے — ریزہ ریزہ میں یہاں کے جوہر تقریر ہے

سنگریزے کام کرتے ہیں زبانوں کا یہاں — ہو رہا ہے ہر طرف ایام پیشیں کا بیاں

ہر قدم پر پاؤں کے نیچے جب آتی ہے زمیں — داستان حالت ماضی سناتی ہے زمیں

ہیں غرض یہ بستیاں صفحات تاریخ قدیم — ان کو ویرانہ نہ سمجھو ہیں یہاں قومیں مقیم

میں سمجھتا ہوں کہ اک افسانہ کہتا ہے کوئی — بھول کر بھی گر انھیں ویرانہ کہتا ہے کوئی

کوئی جام عبرت آموزی کا متوالا تو ہو
صاف آتی ہیں نظر ہاں دیکھنے والا تو ہو

۱۹۱۱ء میں خاکسار نے "تاریخ بیجانگر" لکھی جو راجگان بیجانگر کی زمان سلطنت کے کارنامے ۱۳۳۶ء سے لے کر ۱۶۲۰ء تک تھے۔ ملک دکن میں اس سلطنت کا دور دورہ تخمیناً ڈہائی صدی تک برابر رہا۔ باوجودیکہ ایک بہت بڑے حصۂ جنوبی ہند پر ان کی حکومت تھی اور ایسی عظمت وجبروت کی سلطنت کی کہ لاکھوں کی تعداد میں تو ان کے پاس لشکر تھا اور بے شمار دولت تھی اور ابھی ساڑھے تین سو برس پہلے ملک ہندوستان میں ان کا ڈنکا بجتا تھا لیکن آج کوئی ان کا نام بھی نہیں جانتا کہ وہ کون تھے اور کس کونے کھنڈرے میں پڑے ہیں۔ اُن کے دارالسلطنت کی حیثیت آج ایک چھوٹے سے چھوٹے گاؤں سے بھی بدتر ہی بلکہ یہہ کہا جائے تو کچھہ بیجا نہیں کہ جس کی اینٹ سے اینٹ بج گئی اور آج "ہمپی کے کھنڈروں کے" نام سے وہ زبان زد خاص وعام ہی۔ بیجانگر کی سلطنت کا مشہور وزیر رام راج تھا۔ جب چلینوٹی کی موت آتی ہی تو اُس کے پر نکل آتے ہیں رام راج کو ایسا عروج ہوگیا تھا کہ وہ مسلمان بادشاہوں کو خاطر تلے نہ لاتا تھا بلکہ اُن کا ہنسی ٹھٹا اڑاتا تھا چنانچہ احمدنگر سے واپس آتے ہوئے راجہ کی فوج بیہودہ غرور اور متکبرانہ کوتاہ اندیشی سے علی عادل شاہ کے امرا سے مسخرہ پن کرنے لگی لیکن مسلمانوں نے مصلحتِ وقت دیکھ کر طرح دی۔

راجگانِ بیجانگر کا پہلے یہہ قاعدہ تھا کہ وہ مسلمان بادشاہوں کے ایلچیوں کو بڑی تعظیم سے دربار میں بٹھاتے تھے لیکن رام راج نے اول تو دربار میں بلانا ہی چھوڑ دیا اور اگر بلاتا بھی تو بیٹھنے کی اجازت نہ دیتا۔ کبھی سوار ہوتا تو دور تک انھیں اپنی رکاب میں گھوڑے کے ساتھ چلاتا اور بہت دیر کے بعد سوار ہونے کی اجازت دیتا۔ اِس کو معلوم نہ تھا کہ مسلمان بڑے غیرت مند اور اپنی عزت کے خواہاں ہوتے ہیں وہ کسی وقت اپنی شرافت کے خیال کو فراموش نہیں کرتے وہ اپنے مال کا زیان اور جان کا نقصان گوارا کرتے ہیں پر ذلت سے جینے سے موت کو ترجیح دیتے ہیں۔ مسلمان رام راج کے بُرے برتاؤ کی تاب نہ لاسکے اور بگڑ بیٹھے۔ یہہ غرور خود رام راج کے لئے وبال جان ہوا اور تمام مسلمان بادشاہ برافروختہ ہوگئے۔ اسی زمانے میں پونٹ کنٹی نام ایک ولیسائی نے پورکل کے قلعہ میں جو عادل شاہ کی زیر حکومت اور رام راج کی

سرحد پر تھا بغاوت کی اس ویسیائی کا مکان قلعہ کے اندر تھا۔ اُس نے شادی کے بہانے
سے اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کی مہمانی کی اس حیلے سے بہت سے آدمی قلعہ میں
بلائے اور قلعہ کے محافظوں کو ملا کر تھانہ دار کو قتل کر کے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ عادل شاہ پیچ و تاب
کھا کر خاموش رہ گیا اکیلا کر کیا سکتا تھا علی عادل شاہ نے بمصداق مرتا کیا نہ کرتا رام راج کی سرکوبی
کا مصمم ارادہ کر لیا لیکن کشور خاں اور ابو تراب خاں شیرازی نے عرض کی کہ رام راج کی صولت
اور سطوت کا تن تنہا مقابلہ کرنا تو ناممکن ہے۔ بارہ کروڑ سے بیس کروڑ ہن سالانہ تو اُس کے
خزانے میں داخل ہوتے ہیں اور بے انتہا زمرد اور الماس کی اس کے ملک میں کانیں
ہیں فوج میں تین چار لاکھ سوار اور نو دس لاکھ پیادے رہتے ہیں اور رعایا ہم قوم ہیں۔ دریائے
کشنا سے کراس کماری تک وہی مالک ہے۔ سات بندرگاہیں اور متعدد قلعے اُس
کے قبضہ میں ہیں ع دو دل یک شود بشکند کوہ را۔ حسین نظام شاہ کو ملا لینا ضرور ہے۔
بادشاہ نے کشور خاں کو اختیار دیا کہ حسب اقتضائے وقت جو تدابیر مناسب ہوں کی جائیں
کشور خاں نے پہلے ابراہیم قطب شاہ کے پاس ایک قاصد بھیجا۔ ابراہیم پہلے ہی سے
بھرا بیٹھا تھا اُس نے فوراً اپنے وزیر مصطفیٰ خاں کو علی عادل شاہ سے بات پکی کرنے کو
بھیج دیا اور کہہ دیا کہ اگر واقعی ایسا ہے تو بسم اللہ میں ہر طرح تیار ہوں تم وہیں سے حسن نظام شاہ
کے پاس احمد نگر چلے جانا۔ اور وہاں بھی پخت و پز کر لینا۔ مصطفیٰ خاں جب عادل شاہ
کے حضور میں باریاب ہوا تو اُسے رام راج سے ایسا پُر دل دیکھا کہ وہ لڑائی پر تُلا ہوا تھا
یہاں سب ٹھیک ٹھاک کر کے سیدھا احمد نگر پہنچا اور کہا کہ ایک زمانہ وہ تھا کہ تمام ملک دکن پر
سلاطین بہمنیہ کی حکومت تھی اُس وقت سلطنت بیجانگر کسی شمار قطار میں نہ تھی اب اس
ملک میں کئی بادشاہ ہو گئے برخلاف اس کے بیجانگر میں وہی ایک راجہ ہے اور اُس کے
مقبوضات پہلے سے بہت زیادہ ہو گئے اور قوت روز افزوں ہے اس لئے نہایت ضرور
ہے کہ آپ سب اِن آپس کی نااتفاقیوں کو تہ کریں ورنہ اس زبردست دشمن کے چنگل سے بچنا
بالکل محال ہے۔ حسن نظام شاہ بھی اس خیال سے کہ علی عادل شاہ صرف رام راج کے
بھڑانے پر کودتا ہے اگر رام راج کی قوت توڑ دی جائے تو علی عادل شاہ کو گرا لینا کون سی بڑی

بات ہے فوراً متفق ہوگیا۔ لیکن رام راج کو نیچا دکھانا کچھ آسان کام نہ تھا یہ کسی ایک کے بس کا
نہ تھا اس لیئے مصطفیٰ خاں حکیم قاسم بیگ اور قاضی ملا عنایت علی کی صلاح سے یہ تجویز
ٹھیرائی کہ حسین نظام شاہ کی بہن چاند بی بی علی عادل شاہ کو منسوب کرکے پرگنہ شولاپور جو مابہ النزاع
ہے جہیز میں دے دیا جاوے اور علی عادل شاہ اپنی بہن ہدیہ سلطان شاہزادہ مرتضیٰ
ابن حسین نظام شاہ کو دے تاکہ فریقین میں رشتۂ اتحاد مستحکم ہوجائے اور تینوں بادشاہ
مل کر رام راج پر ٹوٹ پڑیں حسین نظام شاہ اس بات پر راضی ہوگیا مصطفیٰ خاں اور ملا صاحب
دونوں بیجاپور آئے اور علی عادل شاہ کو بھی راضی کرلیا اور بڑی دھوم دھام سے دُھری دُھری
شادیاں رچیں اور دونوں دُلہنیں ایک ہی تاریخ میں اپنے اپنے دولھاؤں کے ہاں پونہچ
گئیں اور شولاپور عادل شاہ کو مل گیا۔ علی برید بھی ان تینوں بادشاہوں کا شریک ہوگیا۔
یہ واقعہ ۹۷۱ھ کا ہے۔ غرض رام راج سے چھیڑ شروع ہوئی۔ علی عادل شاہ نے اپنا ایلچی
رام راج کے پاس بھیجا اور قلعہ جات رائچور۔ مدگل۔ اتیگری۔ ماکری کی واپسی کی خواہش کی
رام راج اس پیغام کے سنتے ہی غصے سے پھٹ پڑا اور ایلچی سے کہا کہ اگر تو ایلچی نہ ہوتا تو ابھی
تیرا سر اڑا دیتا اور اسی وقت سب مسلمان بادشاہوں کے ایلچیوں اور وکلاء کو جو وہاں
مقیم تھے بے عزتی سے نکلوا دیا ان لوگوں کا واپس ہونا تھا کہ حسین نظام شاہ۔ علی برید شاہ۔
ابراہیم قطب شاہ تینوں اپنے اپنے لشکر لے بیجاپور پونہچے حسین نظام شاہ کے رنج کے
باعث صرف برہان عماد شاہ اس لڑائی میں شریک نہ ہوا۔ چاروں بادشاہ بیجاپور پر ملے
اور از سر نو مشورت کے بعد ۲۰۔ جمادی الاول سنہ ۹۷۲ھ ۱۵۶۵ء کو دریائے کشنا کے کنارے
تالی کوٹہ پونہچے جو عادل شاہ کی عملداری میں تھا۔ رام راج کو جب یہ خبر ملی تو اس نے ذرا
بھی پروا نہ کی اور اپنے چھوٹے بھائی تیمراج کو پانسو ہاتھی تیس ہزار سوار اور ایک لاکھ پیدل
دے کر دریائے کشنا کے گھاٹوں کو روکنے کے لیئے روانہ کیا اور پھر ونکٹا دری اپنے منجھلے بھائی
کو اس سے المضاعف لشکر دے کر مدد کے لیئے بھیج دیا ان لوگوں نے آکر گھاٹ روک لیئے
پھر خود رام راج بھی تمام اطراف کے راجاؤں اور کرناٹک کے بڑے بڑے زمینداروں کو لے کر
آن پونہچا مسلمان کسی نہ کسی طرح دریا کے پار تو ہوگئے مگر رام راج کی فوج اس وقت

ایک لاکھ سوار اور نو لاکھ پیادے تھے جس میں بکثرت توپچی اور تیر انداز تھے اس لئے مسلمانوں کو ڈر تھا کہ اگر خدانخواستہ ہم ہارے تو پھر دکن میں ہمارا تخم باقی نہ رہے گا مسلمان چاہتے تھے کہ اگر رام راج اب بھی وہ قلعے جو اُس نے چھین لئے ہیں واپس کر دے اور آئندہ ہمارے معاملات میں دخل نہ دینے کا وعدہ کرے تو ہم پلٹ جائیں لیکن رام راج کی نگاہ میں مسلمانوں کی رتی برابر وقعت نہ تھی وہ ان کا مار لینا منہ کا نوالہ سمجھتا تھا اور اُسے پورا بھروسہ تھا کہ انھیں آن واحد میں چٹکی سے مسل دوں گا۔ اس واسطے اُس نے اس بات پر کان نہ دھرا اور جنگ چھڑ گئی مسلمانوں اور ہندوؤں کے لشکر کی صف آرائی حسب ذیل بالمقابلہ تھی :-

میمنہ - علی عادل شاہ - وِنکٹادری پچیس ہزار سوار دو لاکھ پیادے - پانچ سو ہاتھی -

میسرہ - علی برید شاہ و ابراہیم قطب شاہ - تیمراج بیس ہزار سوار دو لاکھ پیادے پانچ سو ہاتھی

قلب - حسین نظام شاہ - رام راج پینتیس ہزار سوار خاصہ دو ہزار سوار امدادی راجگان پانچ لاکھ پیادے ایک ہزار توپ دو ہزار ہاتھی -

رام راج نے حکم دیا کہ علی عادل شاہ اور ابراہیم قطب شاہ کو زندہ گرفتار کر کے لائیں اور انھیں مادام الحیواۃ آہنی پنجروں میں بند رکھا جائے اور حسین نظام شاہ کا سر کاٹ کر لائیں حسین نظام شاہ کے ساتھ دو سو بڑی توپیں تھیں اور دو سو ضرب زن یعنی چھوٹی توپیں اور دو سو زنبور تھے جو بڑی بھاری بندوقیں ہوتی ہیں اور اونٹوں پر سوار لئے رہتے ہیں - رام راج سنگاسن میں سوار تھا مصاحبین نے کہا کہ اس وقت آپ گھوڑے پر سوار ہو جائیں پالکی میں بیٹھنے کا موقع نہیں ہے مگر اُس نے جبیں بجبیں ہو کر کہا کہ یہ مسلے کیا میرے مقابلے پر آسکتے ہیں کوئی دم میں دیکھنا کہ نوک دم بھاگیں گے - رام راج اطلس سرخ اور زربفت کی شامیانہ میں اُتر کر کرسی مرصّع پر چار زانو ہو بیٹھا اور ہن اور جواہرات کے ڈھیر اپنے دونوں جانب لگا دئے اور ڈھالوں میں بھر بھر کر دینے لگا اور اپنی فوج کا خوب دل بڑھایا - رومی خاں نے ملک میداں میں پیسے بھر کے جو ایک فیر کی تو پانچ چھ ہزار ہندو کٹتے ہی ہاتھی اور گھوڑوں کا ستھراؤ ہو گیا - رام راج کی عمر اسّی سال سے متجاوز تھی یہ حال دیکھ کر جھٹ سنگاسن میں سوار ہو گیا اس معرکہ میں کہاروں کے قدم لڑکھڑانے لگے - ایک نظام شاہی فیل بان نے جو جواہرات سے جگمگاتی ہوئی پالکی دیکھی تو سنہیں پائی

پھر آیا ہاتھی کو اُس رُخ پر دیا یا - دیکھا تو پالکی میں رام راج تھا ۵

آب در کوزۂ و ما تشنہ دہاں می گردیم   یار در خانۂ و ما گرد جہاں می گردیم

ہاتھی کی سونڈ سے اُسے اوپر کھینچ لیا اور رومی خاں کے پاس لایا اور رومی خاں حسین نظام شاہ کے پاس لے گیا اُس نے فوراً اس کا سر قلم کروا دیا - اِس دن ایک لاکھ ہندو قتل ہوئے اور میدان جنگ کشتوں سے پٹ گیا - مسلمانوں کی فتح ہوئی اور آنا گندی تک مسلمانوں نے بھگوڑے لشکر کا پیچھا کیا - تغال خاں جو برہان عادل شاہ کا وزیر تھا احمد نگر کو خالی پاکر رام راج کی اشتعالک سے لوٹ رہا تھا اس لیے نظام شاہ نے رام راج کے سر میں بھُس بھروا کر اُس کے پاس بھجوا دیا - بیس دن تک مسلمان اپنے مجروحوں کی مرہم پٹی کرتے رہے بعد بیجانگر کی طرف چلے یہ شہر اس وقت نہایت آباد تھا - کوسوں تک اُس کی آبادی پھیلی ہوئی تھی - دکن میں اور کوئی شہر اتنا بڑا نہ تھا - صدہا مندر اور بت خانے اُس میں تھے جنھیں مسلمانوں نے لوٹ لاٹ کر توڑ پھوڑ دیا اور بازاروں اور دکانوں کو لوٹا اور مکانات کو کھود کھود کر دفینے نکالے اور کوڑا جمع کر کے مکانوں میں بھروا کر تمام شہر کو آگ لگا دی چنانچہ اب تک بھی وٹھل سوامی کے دیول کی دیواریں دھوئیں سے کالی ہیں - الغرض شہر بیجانگر کو ایسا تباہ کیا کہ پھر کبھی آباد نہ ہوا اور اب سوائی کھنڈروں کے کچھ باقی نہیں ہی - تاریخوں کی رو سے شہر بیجانگر کی بنا ۱۳۳۶ء م ۷۳۷ھ میں ہوئی - یہ شہر دریائے تنگ بھدرا کے دست راست یا جنوبی کنارے پر واقع ہے اور اطراف میں پہاڑیاں ہیں جن میں سے بعض ایک ایک ہزار فٹ بلند ہیں جو قلعہ بندی کے لیے قدرتی فصیلیں ہیں -

اس شہر کا محیط ساٹھ میل کا ہونا نکولو کونٹی نے پندرھویں عیسوی صدی کے شروع میں لکھا ہے شہر کے وسط میں یا سب سے اندرونی قلعہ میں راجہ کے محلات اور ٹکسال اور سنیا پتی کے مکانات ایک بلند پہاڑی پر تھے جن کے اب صرف کھنڈر باقی ہیں - اب جا جو کر صرف ایک فیل خانہ اور کنسرٹ ہال (تماشہ گاہ) درست حالت میں باقی ہیں -

اس شہر کی سات فصیلیں تھیں جن کا ذکر عبدالرزاق نے کیا ہی - ہاس پیٹ جو ان کھنڈروں سے سات میل ہے اب بھی اس شہر کا آٹھواں دروازہ کہلاتا ہی - بیجانگر کی جس قدر سرسبزی اور خوش حالی میں ترقی ہوئی اُسی قدر اُس کی قوت و شوکت میں بھی افزائش ہوئی - شاہان بہمنی

کے عہد میں گوکہ بارہا لڑائیاں ہوا کیں مگر طرفین سے کسی نے بہت ہی کم ایسا ہوا ہی کہ تنگ بھدرا یا کشنا سے آگے قدم بڑھایا ہو۔ لڑائیاں ہمیشہ اِن ہی دو دریاؤں کے بیچ میں ہوا کرتی ہیں جو ملک دوآبہ کہلاتا ہی۔ جب سلطنت بہمنی تباہ ہو گئی اور اُس کے جانشین مسلمان بادشاہوں میں روز بروز لڑائی اور جھگڑے رہنے لگے تو بیجانگر کو بہت جلد اچھی قوت حاصل ہو گئی اور دوابہ کا ملک درحقیقت بیجانگر کا ملک ہو گیا اور گو کہ قلعہ جات رائچور اور مدگل کو بیجاپور کے بادشاہ بار بار لیتے رہے مگر اُن پر اُن کا مدت تک قبضہ نہیں رہتا تھا۔ آخر کار رام راج نے حملے شروع کئے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کبھی تو اُسے ایک فریق اپنی طرف بلاتا اور کبھی دوسرا اور کبھی دونوں اُسے روپیہ دیتے اور مدد مانگتے تھے۔ ہندو راجاؤں کو صرف اتنی ہی طاقت نہ تھی کہ باوجود مسلمانوں کی بڑی بہادری اور قواعد دانی کے اُن کے مقابلے میں وہ اپنی حفاظت کریں بلکہ اُس سے بھی وہ کچھ بڑھ گئے تھے اور یہ حالت اُن کی کچھ عرصہ تک قایم رہی تھی اس کا سبب یہ معلوم ہوتا ہی کہ ان میں بگڑ کر پھر بن جانے کی بڑی طاقت تھی۔ اُن کے ملک کی آبادی بہت بڑی تھی جب کبھی اُن کو شکست ہوتی تو وہ میدان میں اور نئی بھیڑ بھاڑ اکٹھی کر لاتے تھے اور صرف اس کثرت ہی کے باعث وہ مسلمانوں کو ملک بدر کر دیا کرتے تھے۔

تالیکوٹہ کی لڑائی کے بعد جنوبی ہند کی ہندو حکومت بالکل تباہ ہو گئی اور اس قدیمی خاندان کے پس ماندہ پہلے تو پین کنڈہ پھر چندر گری کو ضلع ارکاٹ شمالی میں چلے گئے جہاں اُن کا دار الحکومت دو سو برس سے زائد قایم رہا مگر اس خاندان کی اس شاخ میں بہت ہی تھوڑا سا ملک باقی رہ گیا جتنے راجہ پہلے مطیع تھے وہ سب رام راج کی شکست کے بعد خود مختار بن گئے۔ میسور۔ مدوری اور تانجور میں جدا جدا ریاستیں قایم ہو گئیں اور بیجانگر کے گرد و نواح میں چھوٹے چھوٹے سرداروں اور زمینداروں نے ملک کو آپس میں بانٹ لیا۔ مسلمانوں کے لئے بھی بیجانگر کی تباہی کچھ مفید نہ ہوئی۔ اس کے بعد مسلمان بادشاہوں کے باہمی رشک و حسد سے کسی ایک کو بھی اپنے ملک بڑھانے کا حوصلہ نہ ہوا یہ سچ کہ کچھ عرصہ کے بعد گولکنڈہ اور بیجاپور دونوں نے بیجانگر کی عملداری کے ایک بہت بڑے حصے پر قبضہ کر لیا مگر اس کامل بربادی کے بعد جس قدر توقع کی جا سکتی تھی اُتنی وسعت

مسلمانوں کے مقبوضات میں نہ ہوئی - بیجانگر کی زبردست حکومت کے پڑوس میں ہونے سے
رقابت کا بازار گرم تھا اور مسلمان بادشاہ ہروقت چوکنا رہتے تھے جب یہ کھٹکا جاتا رہا تو وہ
خودسست پڑگئے اور اپنی تمام طاقت باہمی لڑائیوں میں صرف کرنے لگے کہ جس کی وجہ
سے تھوڑے ہی دنوں بعد دکن کی سب چھوٹی موٹی سلطنتیں بادشاہ دہلی کی بہ آسانی شکار ہوگئیں
اس میں شک نہیں کہ رام راج ایک بڑا لایق مدبر، صاحب الرائے اور مستقل مزاج پولیٹیشن تھا
کہ اُس نے راجگان بیجانگر کا راج چھین لیا اور خود راجہ بن گیا - اگر جنگ تالی کوٹہ میں رام راج
کو کامیابی ہوتی تو ضرور مسلمانوں کی حکومت کو وہ خاک میں ملا دیتا - رام راج کو جو آخر زمانے
میں غرور ہو جانے کی اصلی وجہ یہ تھی کہ وہ مسلمان بادشاہوں پر بالکل چھا گیا تھا اور اسی تکبر کی
بدولت وہ مسلمان بادشاہوں کو بالکل خاطر تلے نہ لاتا تھا اور ایک لشئہ ضعیف سمجھتا تھا
یہہ ظاہر ہے کہ جب ہی تو اُس نے باوجود اس سن کہولت کے اسّی برس کی عمر میں تالیکوٹے کی
جنگ میں فوج کی کمان اپنے ہاتھ میں لی جو اس امر کی بیّن دلیل ہو کہ وہ غایت درجہ کا جفاکش
اور غیر معمولی قوی کا آدمی تھا - بیجانگر کی خاندان کی اولاد آناگندی میں (جو بیجانگر کے پُرانے
اور اُجڑے ہوئے شہر کے پاس بستا ہی) سرکار عالی نظام کے علاقہ میں اب تک موجود ہے -
یہہ مقام سمستان آناگندی کے نام سے مشہور ہی اور اس وقت "سری منت سری رنگا دیو
رائکو نرپتی" اس سمستان کے راجہ اور ہماری گورنمنٹ کے بڑے جاگیردار ہیں جن کو متعدد
مواضع جاگیر ہیں اور علاقہ انگریزی سے بھی پانسو روپیہ ماہانہ پنشن پاتے ہیں - بیجانگر اور بیجاپور
میں جس طرح تجنیس خطی ہی اُسی طرح ان دونوں کا چولی دامن کا ساتھ بھی رہا ہی - آئے دن
ان میں کٹا چھنی رہی - بیجانگر کی تاریخ مکمل نہیں کہی جاسکتی جب تک کہ بیجاپور کی تاریخ لکھی نہ جائے
کیوں کہ خاندان عادل شاہیہ کی سلطنت بھی قریب قریب دوسو سال تک رہی جس میں نو بادشاہ
گزرے - ان کا کارنامے ایک جداگانہ کتاب چاہتے ہیں -

مذہبی ہادیوں کی زبانی سحر انگیز تقریروں کے بعد جو کسی قوم کے مردہ دلوں میں جوش پیدا
کرنے اور ہمت بڑھانے کا اگر کوئی عمدہ ذریعہ ہی تو وہ تاریخ ہی اور تاریخ بھی کون سی اُن کے
آبا و اجداد کی - اس لئے میں نے راجگانِ بیجانگر اور عادل شاہیہ دونوں خاندانوں کی

تاریخ لکھ کر اس سٹ کو مکمل کر دیا۔ کسی مقام کی تاریخ لکھنے کا بہترین طریقہ یہ ہی کہ مصنف خود بھی اُس مقام کو اچھی طرح دیکھ بھال ے ورنہ سنی سنائی باتوں پر لکھنا چنداں قابل وثوق نہیں ہے۔ ع - شنیدہ کے بود مانند دیدہ - بیجاپور کی عمارات کی شہرت ہر کس وناکس سے ایک عرصہ سے سنا کرتا تھا۔ دل میں شوق تھا کہ جاؤں اور دیکھوں مگر دنیا کا کارخانہ بتلا رہا ہی کہ انسان خود کچھ بھی نہیں کر سکتا وہ چاہتا ہی اور نہیں ہوتا اور جو نہیں چاہتا وہ زبردستی اُس کے سر منڈھا جاتا ہی۔ ورنہ ستانی بہ ستم می رسد۔ ہم کسی بات کا ارادہ کرتے ہیں اور ناکامیاب رہتے ہیں [۱] عَرَفْتُ رَبِّیْ بِفَسْخِ الْعَزَآئِمِ اور جب وقت آجاتا ہی تو وہی مشکل کام آساں ہو جاتا ہی ٥

مشکل ز توجہ تو آساں   آساں ز تغافل تو مشکل

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت انسان بایں کر و فر خود دست و پاشکستہ ہی اُس کی کنجی کسی دوسرے کے دست قدرت میں ہی [۲] فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ کوئی اور ہی ہی۔ وہ جس کل چاہتا ہی ہم کو اٹھاتا بٹھاتا ہی اور ہم دوسرے کے ارادے اور حکم کے تابع فرمان ہیں۔ ہر بات کے لئے ایک وقت مقرر ہی [۳] کُلُّ اٰتٍ مُّرْهُوْنٌ بِاَوْقَاتِهَا وہ اپنے وقت مقرر پر ہو کر رہے گا ٥

ہست دریں دائرہ بے قال و قیل   ایں ہمہ بر ہستی صانع دلیل

الغرض برسوں کی آرزو پوری ہوئی ۲۴ مارچ سنہ ۱۹۱۰ء کو سرزمین بیجاپور پر قدم رکھا۔ چار دن رہے سوائے پھرنے اور مقامات کی سیر کے کھانے پینے کی بھی سدھ نہ تھی اس اُجڑے ہوئے دیار کے چپے چپے کو نہایت غور اور نظر تعمق سے دیکھا۔ جتنے کتبات تھے اُن کو لکھا جو دقیق تھے اُن کو حل کیا۔ کتبات کے سُلجھانے میں میرے دوست مولوی محمد کمال الدین صاحب سوم تعلقدار کو بڑا کمال ہی وہ بال کی کھال نکال لیتے ہیں باپ سے بڑھ کر اُن کے فرزند رشید میاں سراج الدین سلمہ اللہ تعالیٰ ہیں ع - اگر پدر نتواند پسر تمام کند - تاریخ کے گرویدہ اور شائق تھے وہ نوٹ کرتے جاتے تھے - ہمارے ساتھ شمس الدین صاحب بانگی بطور گائیڈ کے تھے جن کا ذکر ہنری کوزنز صاحب نے

---

[۱] ارادوں کے پورا نہ ہونے سے میں نے اپنے رب کو پہچانا [۲] جو چاہتا ہے کر گزرتا ہی [۳] - ہر بات کے لئے ایک وقت مقرر ہی -

بھی اپنی کتاب میں کیا ہی یہہ صاحب بیجاپور کی زندہ تاریخ ہیں اور بیجاپور میوزیم کے مہتمم بھی ہیں۔
ان سے ہم کو ہر ہر مقام کے تاریخی حالات سمجھنے میں بے انتہا مدد ملی۔ علی الصباح مسافر بنگلے سے
نکلتے تھے اور بعد مغرب واپس آتے تھے رات کو جب بستر پر پڑتے تھے تو تھک کر چور ہو جاتے
تھے۔ بھلا چار دن میں کیا دیکھ سکتے تھے یہہ مقام ایسا ہی کہ چار ہفتے بھی یہاں ٹھیریں تو کچھ زیادہ
نہیں۔ ان مقامات کو دیکھ کر شاہان سلف کی عظمت و جبروت کا سکہ دل پر بیٹھ جاتا ہی اور بے اختیار
زبان سے نکل جاتا ہی کہ شاہان ہند پادشاہی نمی کنند گدائی میکنند۔ آج اس سلطنت کو مٹے (۲۲۸) برس کا زمانہ
ہوا۔ شہر بیجاپور بارہا لوٹا کھسوٹا گیا۔ قحط۔ طاعون (پلیگ) نے اس کو جڑ پیڑ سے ہلا دیا۔ زمانہ
کی ناقدردانی اور کس مپرسی کے ہاتھ سے بنی بنائی چیزیں بگڑ گئیں۔ غرض اس اُجڑے ہوئے
شہر کو بسانے والا تو کوئی بھی نہ تھا ہاں اُجاڑنے والے سب تھے باایں ہمہ بمقابلہ زمانہ ماسبق
کے ایک شمہ جو باقی رہ گیا ہے وہ بھی مصداق اس کا ہی کہ ؎

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم	کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

اگرچہ شہر بیجاپور اب جدھر دیکھو ویران ہی اور بجز چند عمارات کے جن کو برٹش گورنمنٹ نے
سنبھال لیا ہی جہاں دیکھو سوائے ویرانے اور کھنڈروں کے کچھ نظر نہیں آتا۔ ناگ پھنی نے
اپنی حکومت چوطرف پھیلا رکھی ہی جدھر دیکھو ٹوٹے پھوٹے مکان اور منتشر اور پراگندہ پتھروں
کے سوائے کچھ نظر نہیں آتا۔ مگر اس ویرانہ پر بھی ہزار آبادیاں صدقے کی تھیں ؎

اگر فردوس بر روئے زمین ست	ہمیں ست و ہمیں ست و ہمیں ست

اللہ تعالیٰ فرماتا ہی [لہ] اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً مسلمان
بادشاہ اور ہندو راجہ آپس میں لڑ بھڑ کر کٹ مرے۔ خود تباہ ہوئے اور دوسروں کو بھی تباہ کیا۔
رہے نام اللہ کا۔ اب تو یہ حالت ہو رہی [لہ] فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى
عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ۔ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ۔

لہ۔ بادشاہ جب کسی شہر کو بزور فتح کر کے اُس میں داخل ہوا کرتے ہیں۔ تو (اُن کا دستور ہی کہ) اُس کو خراب اور
وہاں کے لوگوں کو ذلیل کر دیا کرتے ہیں [لہ] غرض کتنی بستیاں کہ ہم نے اُن کو ہلاک کر مارا اور وہ نافرمان تھیں۔ اس اب وہ
(ایسی اُجڑی پڑی ہیں۔ کہ اُن کی دیواریں) اپنی چھتوں پر گر پڑی ہیں اور کتنے (کنوئیں) بے کار پڑے ہیں اور کتنے پکے
پکے محل ویران پڑے ہیں پس اے اہل بصیرت عبرت پکڑو۔ ۱۲۔

سلطان محمد جنت آشیانی کا گول گنبد (جسے بولی گنبد بھی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اُس میں ایک نہایت حیرت خیز طریقے سے آواز گونجتی ہے اور آہستہ سے آہستہ بات دہرائی جاتی ہے) سربفلک کھڑا ہے۔ اتنا وسیع اور عالی شان گنبد آج ہندوستان میں تو یقیناً نہیں ہے اور روے زمین پر بھی سوائے سینٹ پال کے گرجا کے جو لندن میں ہے کوئی اس کا جواب نہیں۔ ابراہیم روضہ کو دیکھئے کیسی نفاست سے بنایا گیا ہے کہ ساری صناعی کا اس پر خاتمہ ہو گیا ہے۔ ایک ایک پتھر وہاں کا سونے میں تولنے کے قابل ہے یہ وہ عمارت ہے جس پر ایک لاکھ اُنسٹھ ہزار ہن خرچ ہوا اور اس طرح کی بیسوں عمارتیں اور محلات اور پُر فضا باغات تھے جو زمین کے برابر ہو گئے۔ پانی جس کی آج بیجاپور میں تراہ تراہ پڑی ہوئی ہے اس افراط سے تھا کہ شہر میں ہر جگہ ریل پیل تھی اُس وقت کے بنائے ہوئے خزانے۔ نل۔ حوض۔ چشموں نہروں کے نشانات جا بجا اب تک موجود ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آب شیریں کی کس قدر بہتات تھی مگر بنا بنایا سارا کھیل بگڑ گیا اب کون تھا جو لاکھوں روپیہ لگا کر درست کرتا برٹش گورنمنٹ نے بڑی مشکل سے اب جا بجا آہنی نل دوڑا دیے ہیں جس سے خدا خدا کرکے وہ تکلیف ایک حد تک رفع ہو گئی۔ اِن عمارات کے بانیوں کا کہیں پتہ نہیں۔ نہ اُن کے وافر و معمور خزانے ہیں نہ اُن کے سکّہ کا کہیں پتہ ہے۔ آج اُن کی آل اولاد ڈھونڈھنے سے بھی نہیں مل سکتی۔ دنیا کا یہی قاعدہ ہے[۱] وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ سچی اور اصلی اور ابدی بادشاہت صرف اللہ تعالیٰ جل شانہٗ وعم نوالہٗ کی ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی[۲] لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ۔ جس وقت ہم سلطان محمد اور سلطان ابراہیم کی قبروں پر کھڑے ہوتے ہیں تو عالم بے خودی طاری ہو جاتا ہے اتنے اتنے بڑے اولوالعزم بادشاہ یوں خاک میں مل گئے تو بتلائیے کہ ما و شما کس شمار قطار میں ہیں! ؎

گفتی کہ کجا رفتند ایں تاجوراں اینک
زیشاں شکم خاک ست آبستن جاویداں

---

[۱] اور یہ اتفاقات وقت ہیں جو ہمارے حکم سے نوبت بہ نوبت (سب) لوگوں کو پیش آتے رہتے ہیں۔

[۲] ۔ آج کس کی حکومت ہے (تو سب مارے ہیبت کے خاموش رہیں گے اور خود بارگاہ خداوندی سے ندا ہوگی کہ حکومت) اکیلے اللہ ہی کی ہے جو بڑا زبردست ہے۔

کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ وَّیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّکَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ

کل سوے گور غریباں جو ہوا میرا گزر ہو گیا پیش نظر عالم ہو کا منظر
اپنی روداد سناتے تھے لحد کے کتبے ایک افسانۂ عبرت تھے وہ خاموش کھنڈر

جن کے پرچم تھے فتحمندی و نصرت کی دلیل جن کی شمشیر سے اقبال کے جھڑتے تھے ثمر
جن کی سطوت سے دلیروں کے تھے پتّے پانی جن کی ہیبت سے لرز جاتے تھے شیروں کے جگر
جن کے قبضہ میں بر و بحر کی سلطانی تھی جن کی چوکھٹ پہ جبیں رکھتے تھے کسریٰ قیصر
ناز تھا جن پہ جہاں گیری و فتّاحی کو جن کی آواز پہ جھکتے تھے سلاطین کے سر
جن کی عظمت کا جہاں بھر میں بجا تھا ڈنکا جن کا سکّہ تھا رواں دہر میں کشور کشور
تھے جڑے تاج میں اور تخت میں جن کے الماس اور سر چتر کھلے رہتے تھے زریں چھتر
جن کے ایوان تھے سر تا بفلک رفعت میں زیب و زینت میں دلہن سے بھی کہیں بڑھ چڑھ کر
ماند تھی محفل جم بزم طرب سے جن کے شمع محفل تھے جہاں اہل خرد اہل نظر
جن کے دروازے سے دولت کا نشاں ملتا تھا کسی گنتی میں نہ تھے سیم و زر و لعل و گہر
مستمندوں کے لئے وقف تھی جن کی دولت ایک توجہ میں سنور جاتے تھے بگڑے ہوئے گھر
فکر تھی جن کی رسا جن کا ارادہ تھا صمیم تھی ظفر اُن سے قریں اور نصیبا یاور

جن کی یہ آن تھی یہ شان تھی یہ شوکت تھی جن کی تمکین سے تھی بزم جہاں زیر و زبر
حیف صد حیف وہ تھے گور غریباں کے مکیں دفن تھے خاک میں اور خاک تھی اُن کے اوپر
اُن کے قبروں پہ جو گنبد تھے شکستہ تھے بہت اینٹ مٹی سے تو چونے سے جدا تھا پتھر
بوم تھے گنبد شاہی کے نگہبانوں میں بے کسی مرثیہ خواں تھی لحد شاہاں پر

یہ سماں دیکھ و مرا درد سے جی بھر آیا اور وہیں بیٹھ گیا خاک پہ میں تیورا کر

۵؎ جتنی مخلوقات (روئے) زمین پر ہیں سب فنا ہو جانے والی ہیں (صرف) تمھارے پروردگار کی ذات باقی رہ جائے گی جو بڑی عظمت والی اور بزرگ (ذات) ہے۔

"وقت" سے میں نے کہا پھر کہ یہ سارے کرتوت   ذات والا ہی کے ہیں جو مجھے آتے ہیں نظر
آپ کے دستِ تصرف نے بسایا ہے یہ شہر   آپ ہی کی ہے عنایت جو یہ آباد ہیں گھر
آپ کا سایہ بھی اک چھاؤں ہے ڈھلتی پھرتی   بات کی بات میں پھر جاتی ہے حضرت کی نظر
ازرہِ لطف کچھ اس رمز سے کیجے آگاہ   آپ کی طینتِ منحوس میں کیوں ہے یہ اثر

"وقت" نے کچھ نہ دیا میرے سوالوں کا جواب   اس کے نزدیک تھیں باتیں مری سب لُو پُچر
ایک پرواز میں چھپنت وہ ہوا نظروں سے   اور میں رہ گیا ششدر کفِ حسرت مل کر

اس سے کچھ اور بڑھی جب مری بے تابیٔ دل   اتفاقاً رُخِ شہرت پہ پڑی جا کے نظر
میں نے "شہرت" سے کہا پھر کہ تیرا دنیا میں   نام رٹتا ہے بصد شوق ہر ایک فردِ بشر
زندگی بخش ہے ہر سانس ترا مردوں کو   روح پرور ہے تری ایک توجہ کی نظر
ہے تری راہِ طلب سب سے الگ سب سے جدا   تجھ کو پاتے ہیں ترے نام پہ سر کٹوا کر
تجھ سے سلجھے گا مرا عقدۂ مالاینحل   تجھ سے طے ہوگی میری منزلِ دشوار گزر

کیا یہ سب تیرے فدائی ہیں جو یاں سوتے ہیں   چین کی نیند نہیں کچھ جنہیں دنیا کی خبر
یہ غلط ہے تو بتا اصل حقیقت کیا ہے   کس کے ہاتھوں ہوئے یہ شیر فگن زیر و زبر

بن پڑا اس کا نہ "شہرت" سے بھی افسوس جواب   شرم سے رنج سے چپ ہو گئی سب کچھ سن کر
دفعتہً شدتِ اندوہ سے کھینچی اک آہ   "وقت" کی طرح سے لی وقت کی اس نے بھی ڈگر

پھر وہی گنبدِ ویراں تھے وہی میں تنہا   پھر وہی میرا جنوں پھر وہی وحشت کا اثر

محو تھا میں اسی دھن میں کہ یہ دیکھا میں نے   مسکراتی ہوئی پھرتی ہے "فنا" قبروں پر

جس کے تیور سے ٹپکتا ہی غرور و نخوت — قدم اُٹھتا ہی بڑے ناز سے بل کھا کھا کر

سامنے آکے کہا اُس سے بھی میں نے کہ "فنا" — تو ہی بتلا مجھے اس حال کی شاید ہو خبر
کس نے اِس شہر خموشاں کی بنا ڈالی ہی — خاک پر کس نے بکھیرے ہیں یہ اعلیٰ گوہر

سُن کے یہ بات "فنا" مجھ سے ہوئی یوں گویا — کیا ہوا پڑ گئے کیوں تیری سمجھ پر پتھر
کس میں قدرت ہی کرے گلشن عالم تاراج — کس کی طاقت ہی کرے نظم جہاں زیر و زبر
کس کی ہستی ہی جو کہلائے خداوند جہاں — ہاں مگر ایک "خداوند" "خدائے اکبر"
اُس کو زیبا ہی شہنشاہی کونین کہ وہ — ایسا بے مثل ہی جس کا نہیں کوئی ہمسر
اُس کی توحید کے گاتے ہیں ترانے شب و روز — فرش سے عرش تلک حور و ملک جن و بشر
ذرہ ذرہ سے عیاں شان خدائے یکتا — قطرہ قطرہ پہ رواں حکم خدائے برتر
جس کو چاہے اُسے دنیا میں سرافراز کرے — جس کو چاہے اُسے ذلت سے کرے خوار و بتر
جس کو چاہے اُسے دے سلطنت و تاج و سپر — جس کو چاہے وہ کرے خاک نشیں خاک بسر
ہی بقا ایک اُسی ذات مقدس کو فقط — اور سب کے لئے ہی منزل فانی کا سفر
تاج والے ہی رہیں گے نہ یہاں باج گزار — چل سکے گی نہ حکومت نہ یہاں زور نہ زر
اُس کی قدرت کا یہ ادنیٰ سا کرشمہ ہی کہ میں — تاج شاہی پہ لگاتی ہوں ہمیشہ ٹھوکر
خود "فنا" ہوں مگر اوروں کو فنا کرتی ہوں — مجھ سے چھوٹے گا نہ دنیا میں کوئی فرد بشر
کاہ سے کوہ تلک جزو سے لے کر کل تک — سب پہ چلتا ہی عمل میرا یہ فرمان قدر
میں نے ہی "شہر خموشاں کی بنا ڈالی ہی" — میرے ہی زیر اثر تو ہیں یہ سب گنبد و در

بیجاپور کے مشہور اور معزز اصحاب سے خاکسار کو ملنے کی عزت حاصل ہوئی اُن سے بہت سی بکار آمد باتیں معلوم ہوئیں جتنی کتابیں مطبوعہ تھیں وہ تو بہ آسانی مل گئیں مگر مشکل تھی تو قلمی بے بہا ذخیرہ کی تھی وہ بھی احباب صادق اور ہمدردان قوم کی توجہ سے دستیاب ہو گیا۔ میں نے نہ صرف بیجاپور دیکھا بلکہ حسن اتفاق سے بہ تعلق ملازمت برسوں اِن تاریخی مقامات پر

رہا ہوں اور دورے میں ہر ہر جگہ کو اچھی طرح دیکھا ہی اور اُن مقامات میں سے جن کا تذکرہ
اس تاریخ میں جا بجا آیا ہی - میرے چشم دید یہ ہیں :-
بیجاپور - اورنگ آباد - دولت آباد - خلد آباد - احمد نگر - شولا پور - گولکنڈہ - گلبرگہ -
بیدر - اودگیر - نلدرگ - پرینڈہ - اوسہ - وبارور - ادھونی - بلھاری - کرنول - رائچور -
ضلع رائچور میں - ملیاباد - گبور - الپور (عالم پور) پراگٹور - مدگل - کنک گیری - بیجانگر -
آنا گندی - ہوس پیٹ -
اگرچہ ان بادشاہوں کا اب صفحۂ دنیا پر پتہ نہیں ہی اور موت نے اُن کو خاک میں ملا دیا
مگر پھر بھی اُن کے کارنامے اَنْ مٹ ہیں - اُن کی سلطنت کے حالات زباں زد خلایق ہیں ؏

زندہ است نام فرخ نوشیرواں بعدل
گرچہ بسے گزشت کہ نوشیرواں نماند

اور تا قیام دنیا ان کا نام موت کے تباہ کُن ہاتھوں کے مٹائے بھی نہ مٹ سکے گا - آیندہ
آنے والی نسلیں اُن کی سلطنت کے اِن واقعات کو پڑھیں گی اور ہمیشہ ہمیشہ اپنے اسلاف
کی اولو العزمی پر فخر کریں گی ؎

جو نامور تھے فقط اُن کا نام باقی ہی — نہ جم جہاں میں باقی نہ جام باقی ہی

میں نے اس کتاب کی تدوین میں کتب ذیل سے امداد لی ہی جن کے قابل مصنفین کا شکریہ ادا
کرنا میرا فرض ہی -
تاریخ فرشتہ -
بساتین السلاطین - جس کو مرزا ابراہیم زبیری نے ایک قدیم فارسی نسخہ سے جو سید اسمعیل
عرف شاہزادہ صاحب خطیب ملا کھا نقل کر کے حیدر آباد میں چھپوائی ہی -
تحفۃ الملوک - مصنفہ مولینا رفیع الدین شیرازی سنہ ۱۰۱۷ھ قلمی -
تاریخ سلطان تیمور گورگانی مصنفہ ابو محمد نور اللہ ابن قاضی سید علی محمد الحسینی متوطن امتیاز گڑھ
عرف ادھونی صوبۂ دارالظفر بیجاپور سنہ ۱۲۶۲ھ قلمی -
تاریخ دکن جلد سوم حصہ اول سلسلۂ آصفیہ مولوی شمس العلماء مولوی سید علی صاحب بلگرامی ۱۸۹۷ء

(۶) تاریخ رشید الدین خانی سنہ ۱۲۸۲ھ

(۷) روضۃ الاقطاب المعروف بہ مظہر آصفی مصنفہ محمد رونق علی صاحب صدر مدرس خلد آباد سنہ ۱۳۳۶ھ

(۸) محبوب الوطن تذکرہ سلاطین دکن مصنفہ مولوی عبد الجبار خاں صاحب صدر مدرس مدرسہ اعزہ حیدرآباد سنہ ۱۳۲۸ھ -

(۹) گنجینہ سروری المعروف بہ گنج تاریخ مصنفہ غلام محمد سرور لاہوری مطبع نول کشور سنہ ۱۳۰۶ھ م سنہ ۱۸۸۹ء

(۱۰) تاریخ بیجانگر مصنفہ احقر

(۱۱) تاریخ قندہار مصنفہ مولوی امیر حمزہ صاحب سنہ ۱۹۰۳ء

(۱۲) گزیٹیر ممالک محروسہ سرکار عالی مرتبہ جناب مولوی مرزا مہدی خاں صاحب کوکب -

(۱۳) گزیٹیر ضلع رائچور مرتبہ نواب لیاقت جنگ بہادر سابق اول تعلقہ دار ضلع رائچور سنہ ۱۳۱۲ف -

(۱۴) گزیٹیر ضلع گلبرگہ شریف مرتبہ نواب فرامرز جنگ بہادر سابق اول تعلقہ دار سنہ ۱۳۲۲ھ -

(۱۵) آثار السلف بابتہ عمارات گلبرگہ مرتبہ نواب صاحب موصوف -

(۱۶) تذکرہ اولیاے رائچور مرتبہ سید روشن علی صاحب سنہ ۱۳۱۴ھ -

(۱۷) روضۃ الاولیاے بیجاپور ایضاً ایضاً

(۱۸) ارمغان سلطانی المعروف بہ سیر گلبرگہ مرتبہ مولوی محمد سلطان صاحب سنہ ۱۹۰۲ء -

(۱۹) تاریخ بیدر مرتبہ مولوی محمد سلطان صاحب (۲۰) مختار الاخبار (تاریخ بیدر) مرتبہ مولوی سید اسد اللہ صاحب عرف میر نواب اول تعلقہ دار

(۲۱) وقائع ورنگل - ایضاً سنہ ۱۳۲۶ھ (۲۲) مرآت الاشباہ مرتبہ جناب حکیم احسن اللہ خاں صاحب دہلوی سنہ ۱۲۹۴ھ

(۲۳) ارژنگ بیجاپور (قلمی)

(۲۴) قلمی نسخہ کتبات کا مرتبہ مسٹر احمدی ڈسٹرکٹ انجینیر بیجاپور -

(۲۵) روشن تاریخ ادھونی مرتبہ میر یاور علی صاحب سنہ ۱۹۱۰ء - وغیرہ - وغیرہ -

(انگریزی کتابیں)

(۱) فارگاٹن امپائر (۲) سکیچ آف ڈائی نسٹیز آف سدرن انڈیا سنہ ۱۸۸۳ء ہر دو مصنفہ رابرٹ سیول -

(۳) نور ٹوبی فارگاٹن امپائر (سورج نارائن راؤ) سنہ ۱۹۰۵ء -

گیٹیڈ ٹو بیجاپور (ہنری کوزنس) ۱۹۰۵ء۔
گیٹیڈ ٹو بیدر (نواب فرامز جنگ بہادر) ۱۸۹۴ء۔
تاریخ ہند (مارسڈن) آکسفرڈ سٹوڈنٹس ہسٹری آف انڈیا (ونسنٹ سمتھ) ۱۹۱۱ء۔
حیدر علی و ٹیپو سلطان (بیورنگ) ۱۸۹۳ء۔ ہسٹری آف انڈیا (ٹامسن) ۱۹۱۲ء۔
نوبل کوئین۔ کرنل میڈوز ٹیلر۔ انڈین ہسٹری (ڈیوڈ سنکلیر) ۱۹۱۲ء۔
ہسٹری آف مائی لیف ایضاً۔ ہسٹری آف انڈیا (سری ہملوٹا دیوی (۱۹۱۱ء وغیرہ وغیرہ)
میں نے بہت سی کتابیں تاریخ کی دیکھ ڈالیں۔ مگر میں دیکھتا ہوں تو کسی کتاب میں کتبوں کا پتہ نہیں ہے حالانکہ یہ ایک بہت ضروری امر تھا۔ کتبوں کا پڑھنا کچھ آسان کام نہیں ہے۔ اول تو خط ثلث اور طغری کی پیچیدگیاں چکر میں ڈال دیتی ہیں پھر بعض جگہ بلند مقامات پر نصب ہیں نگاہ کام نہیں کرتی اور بہت سی جگہ امتداد زمانے سے حروف مٹ گئے ہیں بہرحال میں نے بہت کوشش اور دنوں کی محنت سے ایک حد تک ان تمام کتبوں کو پڑھ لیا اور اس کتاب میں ان کو درج کردیا۔

اس کتاب کی تدوین میں دفاتر اضلاع رائچور و گلبرگہ و عثمان آباد کی امثلہ گزیٹیر اور مقامی تحصیل دار صاحبوں سے بھی امداد لی گئی ہے۔

تاریخ کی اتنی مبسوط کتاب لکھنا کچھ آسان کام نہ تھا قریب قریب ایک برس کی لگاتار محنت کا یہ نتیجہ ہے۔ بیجاپور کے کتبوں کے متعلق مسٹر احمدی ڈسٹرکٹ انجینیر بیجاپور کی قلمی کتاب یہ حسن اتفاق سے مل گئی لیکن پھر بھی میں نے ہر ہر مقام پر جاکر مقابلہ کیا اور جہاں کہیں اختلاف نکلا درست کرلیا۔ گلبرگہ کے بیشتر کتبے نواب فرامز جنگ بہادر کے رسالہ آثار السلف سے نقل کئے گئے ہیں۔ رائچور کا کوئی کتبہ کسی کتاب میں موجود نہ تھا حالانکہ یہاں بھی بہت سارے کتبے ہیں۔ نواب فرامز جنگ بہادر یہاں کے چند کتبے بھی ضبط تحریر میں لائے مگر افسوس ہے کہ وہ زیادہ تر غلط تھے۔ کم سواد منشیوں نے اُن کی نقل غلط سلط کی جو عربی نہیں جانتے تھے اور بہت سے کتبے چھوڑ بھی دئیے۔ میں نے تمامی کتبوں کو خود جاکر دیکھا۔ سیڑھیاں لگا کر اوپر چڑھا۔ چربے اتارے کئی کئی دن تک اُن کے حل میں مصروف رہا جس کا نتیجہ یہ بیش بہا ذخیرہ ہے۔ مولوی فقیر احمد صاحب ایک ذی استعداد بزرگ ہیں اُن کو کتبوں کے پڑھنے میں اچھا ملکہ ہے اُن سے مجھے

بے انتہا مدد ملی اگر وہ میرے ساتھ ساتھ نہ پھرتے اور زحمت شاقہ نہ اٹھاتے تو اکیلے میرے بس کا یہ کام نہ تھا۔ اِن کے خاص شکریہ کے بعد بھی ان کی امداد کے احسان سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتا۔ زین الدین صاحب محاسب لوکل فنڈ خاص بیجاپور کے باشندے ہیں وہ دو مرتبہ میری خاطر سے بیجاپور گئے۔ کئی قلمی کتابیں لائے بہت سا بہترین مواد اُنھوں نے مجھے دیا اور تشنہ معاملات پر بہت کچھ روشنی ڈالی۔ زین الدین صاحب کی کوشش سے میرے کل شکوک رفع ہو گئے اور اُن کی امداد کا میں تہ دل سے ممنون ہوں۔ کتاب کی تسوید اور تبئیض دونوں منشی سیف الدین اہل کار ضلع اور ونکٹ راؤ صاحب وکیل کا حصہ ہے۔ ادھر مسودہ ہوا نہیں کہ اُنھوں نے صاف کردیا۔ پس یہ دونوں صاحب میرے پورے مددگار تھے اور میں جس طرح اپنی اور تصنیفات میں اِن کی امداد کا معترف رہا ہوں اس مرتبہ بھی شکر گزاری کے ساتھ اُن کا ذکر کرتا ہوں۔

میں نے بیجاپور اور رائچور کے تمام مشہور مقامات اور بعض بعض کتبوں کے فوٹو بھی لے لئے ہیں۔ رائچور۔ مدگل کے قلعے کے نقشے بھی بنوائے ہیں۔ بیجاپور کے شہر کا ایک بہت پرانا نقشہ زین الدین صاحب نے مجھے بڑی تلاش سے لاکر دیا ہے۔ میرا دل یہی چاہتا ہے کہ اِن سب کے بلاک بنواکر چھپواؤں مگر ڈر یہی تو اِس بات کا کہ کتاب کی قیمت بڑھ جائے گی اور ایسے شائقین کم ہیں جو دس پانچ روپیہ کتاب پر خرچ کرنا پسند کریں نتیجہ یہ ہوگا کہ کتاب اینڈ رہ جائے گی۔ اگر میں مشہور مقامات کے فوٹو نہ دوں تو یہ کتاب قالب بے جان رہے گی غرض دونوں طرف میرے لئے مشکل کا سامنا ہے۔ اس لئے میں نے صرف ضروری اور مشہور مقامات کے فوٹو اس میں دیئے ہیں باقی کو بادل ناخواستہ نظر انداز کیا۔

میں نے اس کتاب میں جیسی کچھ عرق ریزی کی ہے وہ ناظرین کو اس کتاب کے ملاحظہ سے معلوم ہوجائے گا۔ مجھے اِس کتاب سے کوئی مالی منفعت حاصل کرنا مقصود نہیں ہے مگر ہر شخص اپنی طبیعت سے ناچار ہے مجھے ہمیشہ سے کتب سیر اور تاریخ سے گہری دلچسپی رہی ہے۔ اسلاف کے کارناموں کو میں نہایت گراں بہا دستور العمل سمجھتا ہوں اور واقعی اُن کی سرگزشت بھی کچھ عجیب مرقعۂ عبرت ہوتی ہے۔ اس تاریخ میں بیجاپور اور رائچور ہی زیادہ معرکہ کے مقام رہے ہیں۔ رائچور کے ضلع میں بار بار میرا آنا میں سمجھتا ہوں کہ اسی غرض سے تھا کہ میں یہاں کے حالات

لکھوں اور اسلاف کی یادگار کو از سر نو زندہ کروں۔ میرا ایقان قلب یہہ ہی کہ سلاطین اور بزرگان
دین ہی کا یہ تصرف ہی کہ جب جب میں رائچور پر آیا بہ افضال آلٰہی میرا مرتبہ بڑھتا ہی گیا ؎
خاکساری سے ملا ہی خاص یہ عزوشرف   مرتبہ افزوں ہوا توقیر دونی ہو گئی
خدا کا شکر ہی کہ یہہ ناچیز خدمت میرے ہاتھ سے انجام پائی۔ میں اپنی کم مائگی کا معترف ہوں
لیکن اپنی بساط بھر میں نے اس کتاب کو دلچسپ اور دلکش بنانے میں کوئی دقیقہ اٹھا
نہیں رکھا۔ وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَیْہِ التُّکْلَانُ تاریخ بیجانگر چھپتے ہی ٹھکانے لگ گئی
اب ایک نسخہ بھی اُس کا باقی نہیں۔ یہ کتاب اُس سے بدرجہا بہتر ہی میں اُمید کرتا ہوں
کہ اس کی بھی قدر ضرور ہو گی اور اگر ناظرین نے اسے پسند کیا اور جس کے ہاتھ میں کتاب گئی
وہ اسے پڑھ کر خوش ہو گیا تو میں نے اپنی محنت کا صلہ پایا ؎ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ
تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ

جان میں جان ہی جب تک تو کر ایسا کوئی کام   خاک میں خاک جو مل جائے تو کچھ یاد رہے

مقام رائچور دکن
اگست ۱۹۱۴ء

المذنب المفتقر الی اللّٰہ الصمد
بشیر الدین احمد

؎ مجھ کو توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہی اُسی پر میں نے بھروسہ کیا ہی اور اُسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں ۱۲
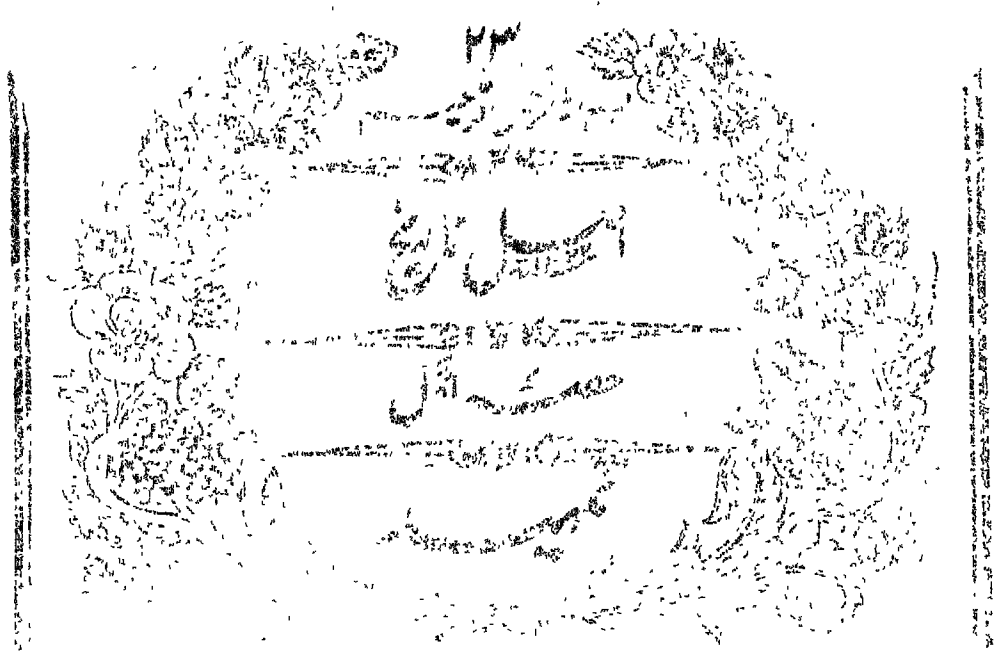
بسم اللہ الرحمن الرحیم

اصل تاریخ ۱۳۳۲ھ

حصۂ اوّل

تمہید

اِذْ قَالَ يُوسُفُ لِاَبِيهِ يٰاَبَتِ اِنِّي رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِي سٰجِدِينَ ۝ قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰى اِخْوَتِكَ فَيَكِيدُوا لَكَ كَيْدًا ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۝ وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ؗ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّي حَقًّا ؕ

خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھئے احوال
کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے

خاندان عادل شاہی کے ابتدائی حالات ۸۵۵ھ ۱۴۸۱ء

سنہ ۱۴۸۱ء میں سلطان مراد بادشاہ ٹرکی کی وفات کے بعد اُس کا فرزند اکبر سلطان محمد حسب وصیت تخت نشین ہوا اُس زمانے میں اُس ملک میں یہہ رواج تھا کہ بادشاہ وقت کی وفات پر تمامی اولاد ذرینۂ شاہی کو بہ استثنائے ولی عہد کے تہ تیغ کر دیتے تھے۔ سلطان محمد کا ایک چھوٹا بھائی یوسف تھا

لہ ایک وقت تھا کہ یوسفؑ نے اپنے باپ (یعقوبؑ سے) کہا کہ ابّا جان میں نے گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو (خواب میں) دیکھا ہے کیا دیکھتا ہوں کہ یہہ سب مجھ کو سجدہ کر رہے ہیں (یعقوبؑ نے) کہا بیٹا کہیں اپنے خواب کو اپنے بھائیوں سے نہ کہہ بیٹھنا کہ (وہ سُن پائیں گے تو) تجھ کو (کسی نہ کسی آفت میں) پھنسانے کی تدبیر کرنے لگیں گے اس میں شک نہیں کہ شیطان آدمی کا کھلا دشمن ہے اور اپنے والدین کو تخت پر اونچا بٹھایا اور سب (یوسف کی تعظیم کے لئے) اُن کے آگے سجدے میں گر پڑے اور یوسفؑ نے (اپنا خواب یاد کر کے اپنے والد سے) عرض کیا کہ ابّا جان وہ جو میں نے پہلے خواب دیکھا تھا یہہ اُس کی تعبیر ہے میرے پروردگار نے (آج) اُس (خواب) کو سچ کر دکھایا۔

جو بہ اعتبار حسن و جمال کے یوسف ثانی تھا۔ سلطان محمد اپنے چھوٹے بھائی کو بے حد چاہتا
تھا اور کبھی اپنے سے جدا نہ کرتا تھا لیکن امرائے سلطنت نے خلوت میں سلطان محمد کو منع کیا کہ
اس طرح اپنے بھائی سے جو دعوی دار سلطنت ہی محبت رکھنا گویا آستین میں سانپ پالنا ہی اور
یہ بات نہایت نامناسب ہی۔ سلطان محمد اپنے چھوٹے بھائی کو بہت عزیز رکھتا تھا اور نہیں
چاہتا تھا کہ اُس کا چھوٹا بھائی بڑے بھائی کے ہاتھ سے مارا جائے لیکن مشیران سلطنت نے
کچھ ایسا نشیب و فراز سمجھایا اور ایسا دباؤ ڈالا کہ محمد بالکل مجبور ہو گیا اور کہا کہ اس امر میں دو بڑی مشکلات
ہیں اول تو قتل ناحق دوسرے یہہ کہ اس صدمے سے میری ماں کا کلیجہ پھٹ جائے گا اس لئے جب
تم لوگ مجھے مجبور کرتے ہو تو بہتر یہی ہی کہ تم ہی اس قضیئہ نامرضیہ کو میری والدہ کے سامنے پیش
کرو میں کہاں سے پتھر کا کلیجہ لاؤں جو یہہ بات اپنے برادر بیجان ہزبر کے واسطے اور کسی کے سامنے
بھی نہیں خاص اپنی والدہ ماجدہ کے سامنے منہ سے نکالوں۔ چنانچہ امرائے سلطنت یوسف
کی ضعیف والدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ادھر اُدھر کی باتیں کر کے اپنے مطلب پر آئے
یوسف کی ماں اِس گفتگو کو سن کر کلیجہ تھام کر بیٹھ گئی بھلا ایسی کون سی ماں ہو گی جو آگے دے کے اپنے
جگر گوشہ کو بلا قصور و خطا کے ذبح کروا دے لیکن وہ عورت نہایت فریبہ تھی تاڑ گئی کہ میں لاکھ بھی انکار
کروں مگر جب کہ یہ سب اُس غریب کی جان لینے پر تلے ہوئے ہیں تو بھلا کب ٹلنے والے ہیں جو اُن کے
منہ سے نکلا ہی پیچ کھیت کرکے رہیں گے۔ یہہ سن کر تھوڑی دیر غوطہ میں گئی اور کچھ دل میں سوچ کر کہا کہ
اچھا خیر جو تم سب کی صلاح ہی وہی میری بھی ہی ع صلاح ما ہمہ آنست کان صلاح شماست
مگر خیر مجھ خستہ جاں کو کم سے کم آج ایک شب کی مہلت تو دو کہ میں اپنے بچے کو چھاتی سے لگا کر ذرا
اپنا کلیجہ تو ٹھنڈا کر لوں کل صبح تو تمھارے حوالے کر ہی دوں گی پھر جو تمھارا دل چاہے سو کرو یا میں خود
اپنی چھاتی پر پتھر رکھ کر رات کو ہی اُس کا کام تمام کر دوں گی۔ اِن لوگوں نے جب دیکھا کہ کام بن گیا
تو ایک رات کی مہلت کون سی بڑی بات تھی راضی ہو کر چلتے ہوئے۔ یوسف کی ماں نے نہایت
فرزانگی سے دل میں سوچا کہ مترس از بلائے کہ شب درمیاں۔ قضائے کردگار حُسن اتفاق سے
ساوہ کا ایک تاجر خواجہ عماد الدین گرجستانی قسطنطنیہ سے مال و اسباب تجارت لونڈی و غلام
ترکی سے کر بیجاپور میں ٹھیرا ہوا تھا۔ یوسف کی ماں جو بڑی دانش مند اور مستقل مزاج تھی وہ عورتوں

کی طرح گھبرائیں گی نہ جزع فزع کی بلکہ بہت سوچ سمجھ کر یہ تدبیر نکالی کہ اس تاجر کے پاس ایک لڑکا ہو بہو یوسف کی شکل و شمائل اور اسی سن و سال کا تھا اُس نے راتوں رات تاجر کو بلا اُس لڑکے کو خرید لیا بعد جھٹ اپنے بچے کو تاجر کو دے دیا اور بہت کچھ زر و جواہر دے کر اپنے بچے کی نگہداشت اور پرورش کی تاکید اکید کردی اور کہہ دیا کہ تم راتوں رات چھپا تے شہر سے اپنے وطن کو فوراً چلے جاؤ یوسف کی ماں نے غلام نو خرید کو اپنے گھر میں اس طرح داخل کرلیا کہ کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہوئی - آدھی رات کے وقت اس بے چارے کو زہر دے کر مار ڈالا - زہر کے سبب سے غلام کا سارا رنگ ایسا نیلا پڑ گیا کہ چہرہ تمیز نہ ہوتا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ گلا دبا کر مار ڈالا بہر حال کچھ بھی ہوا اُس غریب کا کام تمام ہو گیا - آدھی رات کے بعد محل میں رونا پٹینا پڑ گیا کہ شاہزادہ یوسف کا لیکایک انتقال ہو گیا صبح سویرے سارے لوگ جمع ہوئے - شاہانہ تزک و احتشام سے مراسم تجہیز و تکفین ادا ہوئے - سوداگر کو نعمت غیر مترقبہ ہاتھ لگی راتوں رات نکل کھڑا ہوا کب نکل گیا کسی کو خبر بھی نہ ہوئی ساوہ پہونچ کر دونوں رہنے سہنے لگے شاہزادے کی عمر اس وقت صرف سات برس کی تھی - سوداگر کو یوسف کی بے انتہا محبت ہو گئی اور وہ اُس کو علو مرتبت کے موافق تعلیم و تربیت کرنے لگا - ایک سال بعد یوسف کی ماں نے یوسف کی دایہ کو مع اور چند لوگوں کے ساوہ بھیج دیا دایہ تو وہیں رہ گئی باقی لوگ خبر خیریت لے کر واپس چلے آئے اور اس طرح ہر سال قسطنطنیہ سے قاصد و پیغام بر شاہزادے کی خیر خبر لینے کو آیا جایا کرتے تھے لیکن یہ کیسے ممکن تھا کہ اتنی بڑی بات دبی رہتی شدہ شدہ یہ خبر پھوٹی کہ شہر ساوہ میں فلاں تاجر کے ہاں کوئی شاہزادہ چھپا ہوا ہے - حاکم ساوہ جو ایک طماع شخص تھا اس خبر کے سنتے ہی اُس کے منہ میں پانی بھر آیا طرح طرح سے سوداگر کو ستانے اور دبانے لگا - عماد الدین نے جب دیکھا کہ یہ راز طشت از بام ہوا چاہتا ہے اور یہاں دشمنوں میں رہنا سخت خطرناک ہی مرتا کیا نہ کرتا ساوہ کو چھوڑ چھاڑ ایک دوسرے قصبہ قم میں چلا گیا - قضائے کردگار ع دشمن اگر قویست نگہباں قوی ترست - تھوڑے عرصے کے بعد حاکم ساوہ نے داعی اجل کو لبیک کہا دشمن صفحۂ دنیا سے مٹ گیا - جسے اللہ رکھے اُسے کون چکھے عماد الدین نے پھر ساوہ کو لوٹنا چاہا کہ میدان خالی تھا لیکن یوسف کے خواب میں حضرت خواجہ خضر نے آکر بشارت دی کہ ای

یوسف ساوہ کو کہاں جاتا ہی - ہندوستان جنت نشان کی طرف جا کہ تیرا شجر مراد وہیں بار آور ہوگا اور وہاں تھوڑی سی تکلیف اُٹھانے کے بعد بہ افضال آلہی راحت ہی راحت ملے گی اور آگے چل کر تاج شاہی تیرے زیب سر ہوگا" یوسف نے عمادالدین سے تو اس خواب کا کچھ ذکر نہیں کیا کہ خواب کی باتوں کا کیا بھروسہ لیکن عمادالدین سے اُس نے ہندوستان چلنے پر ایسا اصرار کیا کہ اُسے ماننا ہی پڑا اور سنہ ۸۶۴ھ (سنہ ۶۰-۱۴۵۹ع) میں ہندوستان کا رُخ کیا اور سیدھے بندر دابل کو پہونچے اور وہاں کئی برس حالت کس مپرسی میں پڑے رہے - ایک دن یوسف سیر و شکار کے لئے لب دریا نکل گیا تشنگی غالب ہوئی کیا دیکھتا ہی کہ وہی بزرگ جن کو پہلے خواب میں دیکھا تھا ایک جام آب شیرین لیئے ہوئے تشریف لائے اور کہا کہ "لے پی لے" اور پھر فرمایا کہ "جو خواب تو نے پہلے دیکھا تھا وہ رویاے صادقہ ہی کچھ اندیشہ نہ کر اور خدا کی ذات سے فضل و کرم کے اُمیدوار رہ - دیر آید درست آید" - یوسف پانی پینے لگا کہ اتنے میں وہ بزرگ نظروں سے غائب ہوگئے ؎

رفتم کہ خار از پا کشم محمل نہاں گشت از نظر | یک لحظہ غافل گشتم و صد سالہ راہم دور شد

یوسف اس مژدۂ جاں بخش سے مارے خوشی کے جامہ میں نہ سمایا اور خواجہ عمادالدین یوسف کو لے کر جانب بیدر روانہ ہوا - اِن دِنوں بیدر میں ملک التجار خواجہ علاءالدین محمود گیلانی جو آگے چل کر خواجہ جہاں اور خواجہ گاواں کے نام سے مشہور ہوا سلطنت بہمنیہ کا وزیر اعظم تھا - خواجہ عمادالدین اور خواجہ علاءالدین دونوں ہم وطن تھے اور ان کے آپس میں بڑی گاڑھی دوستی تھی اس رابطۂ سابقہ کے لحاظ سے بیدر میں بھی گہری تعلقات پیدا ہوگئے - ایک دن خواجہ جہاں نے یوسف کو جو نہایت وجیہ اور حسین اور خوش سیرت اور نیکو خصلت تھا دیکھا اور اس کی نوجوانی اور لیاقت کا گہرا نقش اُس کے دل پر ہوا اور خواجہ جہاں نے کہا کہ اس لڑکے کو تم نے بیکار کیوں بٹھا رکھا ہی بہتر یہہ ہی کہ اسے بادشاہی جیلوں کے جرگے میں شریک کرا دو کہ موقع اچھا ہی یہہ اپنی وجاہت ظاہری اور جوہر ذاتی سے بہت جلد ترقی کرے گا اور تھوڑے ہی دنوں میں دیکھنا کہ کہاں پہنچتا ہی - علاءالدین نے پہلے تو کچھ پس و پیش کیا لیکن پھر راضی ہوگیا چنانچہ یوسف سلطان محمد بہمنی کے جیلہ ہاے خاص بادشاہی میں شامل ہوگیا - خواجہ جہاں

اسے مثل اپنے فرزند کے چاہنے لگا کہ وہ بڑا مردم شناس تھا۔

بالائے سرش زہوشمندی　　　می تافت ستارۂ بلندی

چنانچہ تھوڑے ہی عرصے میں اپنی ذاتی وجاہت اور قابلیت کی بدولت امرائے عظام اور سرلشکران کرام میں داخل ہوگیا اور اپنے بخت رسا اور تقدیر کی مساعدت سے کچھ دن نہ گزرنے پائے تھے کہ یوسف عادل خاں اور پھر مجلس رفیع اور آگے چل کر ملک الشرق کے خطابات سے سرفراز ہوا اور ۸۹۵ھ میں بیجاپور کی طرف بغرض فرمان روائی روانہ ہوا۔ (۸۹۰ھ)

یوسف کی نسبت ایک دوسری روایت رفیع الدین شیرازی سے منقول ہے کہ ۹۶۸ھ میں وہ بغرض تجارت ولایت سے قبضۂ گوگی ملک دکن میں کہ جہاں یوسف عادل شاہ کا مقبرہ ہے (جو اب تعلقہ شاہ پور ضلع گلبرگہ میں ہے) مقبرے پر سو حفاظ اور لنگر اور خدام مقرر تھے ان حفاظ میں حافظ شمس الدین خضری نامی ایک شخص جن کی عمر نوے برس سے متجاوز تھی تھے۔ یہ شخص بڑا سیاح اور یوسف عادل شاہ کا ملازم قدیم تھا اور اس وجہ سے مقبرہ کے حفاظ میں شریک تھا وہ یوسف عادل شاہ کی داستان یوں بیان کرتا تھا کہ وہ حسن بیگ کی سلطنت کے زمانے میں دیار بکر میں تھا کہ انھیں دنوں امرائے جہاں شاہی کی مخالفت کی خبر مشہور ہوئی کہ آپس میں لڑ بھڑ کر کٹ مر رہے ہیں حسن بیگ نے موقع پا کر ادھر کا رخ کیا اور تبریز کو پہنچا ہی تھا کہ جہاں شاہ کا انتقال ہوگیا۔ حسن بیگ تمام مملکت آذربایجان ۔ خراساں عراقین ۔ فارس و کرمان پر مستولی ہوگیا اور اپنی طرف سے حکام کو ہر ہر صوبے میں مقرر کیا اسی طرح اپنے بھانجے احمد بیگ کو ساوہ کا گورنر مقرر کیا۔ احمد بیگ نے ساوہ میں ایک لڑکی سے شادی کرلی جس سے اولاد بھی ہوئی ۔ احمد بیگ کے انتقال کے بعد اُس کا بڑا لڑکا محمود بیگ ساوہ کا گورنر مقرر ہوا لیکن ایک ہنگامہ میں مارا گیا اُس کا مارا جانا تھا کہ اُس کے اہل و عیال تتر بتر ہوگئے ۔ محمود بیگ کا بڑا لڑکا یوسف بیگ عالم صغر سنی میں اصفہان میں تھا وہاں بھی لوگوں نے چین سے نہ بیٹھنے دیا تو شیراز آیا اور پانچ سال تک وہاں رہا اس عرصے میں سن رشد کو پہونچا لیکن دشمن ہاتھ دھو کے پیچھے پڑے تھے وہاں سے بھی بھاگا اور ہندوستان آیا اور لاڑ کی مسجد میں تھا کہ ایک بزرگ نورانی چہرہ خواب میں آئے اور چند روٹیاں گرما گرم یوسف کے ہاتھ میں دیں اور فرمایا کہ "جا تیری روٹی ملک دکن میں اُتری ہے" ہدایت غیبی کے موافق یوسف بندر جرون میں پونہچا

دیکھا کہ وہاں ایک تاجر خواجہ زین العابدین سہنائی نامی سلطان محمود بہمنی کی طرف سے آیا ہوا مال و
اسباب فروخت کر رہا ہے اور بیدر کی مشہور چیزیں گھوڑے اور ترکی غلام لے کر کشتی میں بار کر کے جانے
والا ہے کہ اس اثنا میں یہ بھی جا پونہچا چوں کہ یوسف نہایت شکیل اور خوب صورت جوان تھا
اور بہت قوی ہیکل تھا خواجہ زین العابدین نے اُسے بخوشی اپنے ساتھ کشتی میں سوار کر لیا اور
اس طرح بیدر پونہچ کر چند سے مقام کیا لیکن تقدیر کی ابھی گردش تھی کوئی صورت فلاح کی نظر
نہ آئی ناچار وطن کی طرف معاودت کی اور اُسی لاڑ کی مسجد میں ٹھیرا ہوا تھا کہ پھر وہی بزرگ خواب
میں آئے اور فرمایا کہ "ہم نے تجھے ملک دکن کو بھجوایا تھا تو کیوں بے صبری کر کے واپس چلا آیا
پھر وہیں جا تیری تقدیر وہیں چمکے گی۔ بہر حال کشش آب و دانہ پھر دکن میں لائی اور بیدر میں وہی فروکش
ہوا جہاں کے پہلے تھا۔ اِن دونوں بیانوں میں پہلا ہی بیان زیادہ تر صدق معلوم ہوتا ہے۔
کہ بیجاپور میں تمامی شاہی عمارتوں پر ہلال کی علامت موجود ہے جو خاص کر سلاطین ترک کا نشان
ہے۔ ایران و فارس سے کوئی تعلق پایا نہیں جاتا۔

یوسف کی بہادری اور شہ زوری کی بہت سی کہانیاں مشہور ہیں چنانچہ ایک معرکہ
میں اُس کا اور دہلی کے ایک مشہور اور نام آور پہلوان کا مقابلہ بیدر میں سلطان محمد بہمنی کے
سامنے ہوا جس میں میدان یوسف کے ہی ہاتھ رہا۔ یوسف اسم بامسمیٰ تھا ؎

تر ا دیدہ و یوسف را شنیدہ　　　شنیدہ کے بود مانند دیدہ

وہ نہایت شکیل سڈول اور خوب رو جوان تھا اس کے علاوہ نہایت فراخ دل۔ عالی حوصلہ
اور جری بھی تھا۔ اس میں شک نہیں کہ بلدۂ بیدر میں وہ ایک نامور اور مشہور ہر دل عزیز شخص تھا
اور دربار شاہی میں اُس کی عزت اور توقیر روز افزوں تھی۔ اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب اور مناصب
جلیلہ سے وہ سرفراز ہوتا چلا گیا۔ دن دونی رات چوگنی ترقی تھی۔ یہ تو دنیا کا قاعدہ ہے کہ جب کسی
زمانہ موافق ہوتا ہے اور وہ شخص عروج اور ترقی کے مدارج پر ہوتا ہے تو بغض و حسد کی وجہ سے بہت
سے لوگ دشمن ہو جاتے ہیں اور مخالفین ہر طرح در پے آزار ہو جاتے ہیں۔ انہیں دنوں میں جب
کہ یوسف کا نیّر اقبال چودہویں رات کے چاند کی طرح چمک رہا تھا ملک تلنگانہ میں بغاوت ہوئی
اور یار لوگوں نے بادشاہ سے جڑ دی کہ اِس مہم عظیم کے سر کرنے کے لئے یوسف سے بہتر کوئی شخص

ملنا ناممکن ہے - وہاں دیر کیا تھی بادشاہ نے یوسف کو حکم دیا یوسف کب ٹلنے والا تھا فوراً ایک
جرّار لشکر لے کر یلغار پہنچا - اُس زمانے میں نہ ریل تھی نہ تار نہ جلد جلد خبر آنے کا کوئی ذریعہ تھا -
یوسف کو جاکر ایک عرصہ ہوگیا مگر کچھ خبر نہ ملی بادشاہ بھی یوسف کے سکوت سے متردد تھا
کہ آخر ہوا کیا جو اُلٹ کر خبر تک نہ دی کیا زمین پھٹ گئی اور وہ سما گیا یا آسمان اُسے نگل گیا -
مصاحبین کو ریشہ دوانی کا اچھا موقعہ ملا اُنھوں نے عرض کی کہ جہاں پناہ! یہہ خموشی بھید سے
خالی نہیں - دال میں ضرور کچھ کالا ہے - اِن ہی حضرات نے بادشاہ کے کان بھرے کہ خداوند
عالم اُس نے تو ملک تلنگانہ جب ہی فتح کرلیا اور چین سے اُس ملک کا خود مختار مالک بن بیٹھا
ہے اور رنگ رلیاں منا رہا ہے - لیکن اصل بات یہ تھی کہ دشمنوں نے یہ چالاکی کی کہ یوسف کا کوئی
معروضہ بادشاہ تک پہونچنے ہی نہ دیا جو آیا راستہ میں ہی سے اُڑا لیا - ان سب دشمنوں میں
یوسف کا بھی صرف ایک سچا خیر خواہ حسین آقا نامی تھا اُس نے دل کڑا کرکے عرض کی کہ
یوسف تو ایسا نمک حرام نہیں ضرور اس میں کچھ نہ کچھ بھید ہے ع خموشی معنی دارد کہ در گفتن
نمی آید - بہتر یہہ ہے کہ بڑے آقا کو روانہ کیا جائے تاکہ وہ جاکر چشم دید حالات آکر پیش گاہ
خسروی میں عرض کریں - بڑے آقا یوسف کی تلاش میں گئے مگر اُن کو خدا جانے کیا معرکہ پیش آیا
کہ اُنھوں نے بھی کچھ دنوں تک خبر نہ دی ع ہر کہ در کان نمک رفت نمک شد - اب کیا تھا
مخالفین کو اور زور ہوا اور بادشاہ کے دل میں خوب اُلٹی سیدھی جمانے لگے - بادشاہ نے
جب دیکھا کہ معاملہ بے ڈھنگا ہے حسین آقا کو حکم دیا کہ تم خود جاکر یوسف کو لے آؤ بڑے آقا کو
یوسف نے وہیں چھوڑا اور خود مع حسین آقا کے واپس آیا - یوسف کے آنے کی خبر سنکر بادشاہ
نے بہ نفس نفیس تھوڑی دور خود پیش قدمی فرمائی اور جب معلوم ہوا کہ یوسف نے کیا کچھ جان
پر کھیل کر سرکش و باغی اقوام تلنگانہ کی سرکوبی کی اور مطیع کیا تو بادشاہ ایسا خوش ہوا کہ یوسف
کو مواضع سنجن - گوڑہ - کاپخی - کاستر - مع بنگلارہ کی جاگیر مرحمت فرمائی - بڑے آقا کو خطاب
دو سجان قلی" سے سرفراز ہوئے اور اضلاع ملک کرناٹک میں رہنے کا حکم ہوا - اس سرفرازی
پر تھوڑے دن گزرنے نہ پائے تھے کہ یوسف کو عادل خاں کا خطاب دے کر ضلع بیجاپور کا
گورنر مقرر کیا - سلطان محمد کی سلطنت کا آخری وقت سلاطین خاندان بہمنیہ کے زوال کا زمانہ

تھا اور اُس کی وفات پر فسادات اور خانہ جنگیاں سلطنت بیدر میں شروع ہوگئیں۔ جب یوسف نے یہ حال سنا کہ ہر شخص خودمختار ہوگیا تو اُس نے بھی ایک جرّار لشکر ترک اور مغلوں کا جمع کیا اور جب اپنی جگہ قدم جما لئے تو بہ تدریج دارالسلطنت بیدر سے قطع تعلق کرتا گیا اور آخرکار ۸۹۶ھ / ۱۴۸۹ء میں اُس نے بمصداق [1] اَلسَّیْفُ لِمَنْ ضَرَبَ وَالْمُلْکُ لِمَنْ غَلَبَ کھلے خزانے اپنی خودمختار بادشاہت کا اعلان کیا اور مساجد میں اپنے نام کا خطبہ پڑھوانا شروع کیا اور عادل خاں کو عادل شاہ سے بدل دیا۔ اس بادشاہ کو ساوی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اُس نے ساوہ میں نشوونما پائی تھی اور بعض سوائی بھی کہتے ہیں کہ سوا کے معنی اُردو میں ایک اور اُس کے اوپر پاؤ کے ہیں چوں کہ یوسف امراے محمد شاہی میں سب سے شوکت اور ملکیت میں بڑھا ہوا تھا اور سب میں ممتاز اور سربرآوردہ تھا اور ملک و جاگیرات بھی اُس کے قبضے میں سب سے زاید تھے اور اس طرح اپنے اقران و امثال میں ہر اعتبار سے سوایا تھا۔

---

[1] تلوار مارنے کی اور ملک اُس کا جو زبردست ہو۔ جس کی لاٹھی اُس کی بھینس۔

پہلا باب

یوسف عادل شاہ سادی ۱۴۸۹ء تا ۱۵۱۵ء

۱۵۱۰ء

دکن از ارم رونما خواستست — کہ از عدل عادلشہ آراستست
زعدلش چناں گشت آہو دلیر — کہ چوں مردمک رفت در چشم شیر
زہے عدل پرورشہ بیہمال — کہ گرگم کند بچۂ خود غزال
کند در بن ناخن شیر نی — اگر بگزرد از نیستانش پلی
درخشندہ خورشید عدلش چناں — کہ شد آب زنجیر نوشیرواں
پناہ جہاں گشت ایں تاج و تخت — ز روے زمیں فتنہ بربست رخت
اگر حاجت افتد بخواب گراں — تواں یافت در دیدۂ پاسباں

قاسم برید، تیمم راج وغیرہ کا یوسف عادل شاہ سے مقابلہ

تخت نشینی کے بعد یوسف عادل شاہ کو چین سے بیٹھنا نصیب نہ ہوا۔ قاسم برید نے سلطان محمود کو لیا بے اختیار محض کر رکھا تھا کہ درحقیقت خود ہی سلطنت بہمنیہ کا بادشاہ تھا۔ جب اُس کو یوسف کے بادشاہ ہو جانے کی خبر ملی تو بہت پیچ و تاب کھایا اور آتش حسد بھڑکنے لگی۔ بیجانگر کا راجہ بھی بیدر کے بادشاہ کی طرح تیمم راج کی مٹھی میں تھا۔ قاسم برید نے اُسے اُبھارا اور ملک دوآبہ رائچور اور مدگل دینے کی طمع دلائی اور اسی طرح بہادر گیلانی کو جو بندر گوآ اور تمام ملک کوکن پر مستولی تھا سلطنت عادل شاہی پر یورش کرنے کے لئے برانگیختہ کیا اندھا کیا چاہے دو آنکھیں تیمم راج ایک بڑے لشکر کے ساتھ دریائے تنگبھدرا کے پار اُتر آیا اور تمام ملک کو تباہ اور برباد کرتا ہوا قلعہ رائچور اور مدگل پر قابض ہو گیا اور یہہ دونوں مقامات مسلمانوں کے قبضے سے نکل کر راجۂ بیجانگر کے تحت حکومت چلے گئے۔ بہادر گیلانی قلعۂ

حاکم کھنڈی کو دبا بیٹھا - بادشاہ کو جب خبر ہوئی تو اُس نے قلعہ رائچور اور مدگل سے دست بردار ہو کر حکمت عملی سے تیم راج سے صلح کر لی اور اس طرح سر دست یہہ بلا ٹلی - قلعہ حاکم کھنڈی پر تو قبضہ نہ ہو سکا مگر بہادر گیلانی کو اپنے ملک سے نکال باہر کیا اور قاسم برید جس نے یہہ سارا شر و فساد برپا کیا تھا اُس کی گوشمالی کو آٹھ ہزار سوار کہ جس میں اکثر مغل اور ترک تھے لے کر بیدر کی طرف چلا - قاسم برید نے جب خبر پائی تو ملک احمد نظام شاہ بحری سے نہایت عجز والحاح سے مدد چاہی - احمد نظام شاہ مع خواجہ جہاں دکن حاکم قلعہ پرینڈہ کے بیدر کی طرف چلا - قاسم برید سلطان محمود شاہ بہمنی کو ساتھ لے کر شہر سے نکلا اور احمد نظام شاہ اور خواجہ جہاں نے بیدر سے پانچ کوس آگے بڑھ کر یوسف عادل شاہ سے مقابلہ کیا اور بڑی بھاری لڑائی ہوئی جس میں برید کے لشکر کو ہزیمت فاش ہوئی - یوسف شاہ نے اس فتح کے بعد احمد نظام شاہ کی خبر لینے کا ارادہ کیا - غضنفر بیگ برادر رضاعی یوسف عادل شاہ نے عرض کی کہ اس میں احمد نظام شاہ کا کیا قصور ہے وہ خود تھوڑی آیا تھا یہہ ساری کرتوت تو قاسم برید کی تھی ع اے باد صبا این ہمہ آوردۂ تست - اس طرح آپس میں لڑنے سے سوائے نقصان طرفین کے کچھ فائدہ نہیں ہے بہتر یہ ہے کہ آپس میں صلح کر لی جائے پس دونوں طرف سے لوگوں نے بیچ میں پڑ کر مصالحت کرا دی اور یوسف عادل شاہ بیجاپور واپس آیا -

یوسف عادل شاہ اور راے بیجانگر کی جنگ رائچور پر ۸۹۸ھ ۱۴۹۲ع

یوسف عادل شاہ کے دل میں رائچور اور مدگل کا نکل جانا ایک خار تھا جو کھٹک رہا تھا راے بیجانگر سے انتقام لینے کی غرض سے ۸۹۸ھ ۱۴۹۳ع میں رائچور کی طرف روانہ ہوا راستے میں دس روز تک سیر و شکار و جشن ہاے شاہی مناتا ہوا منزل بہ منزل چلا جاتا تھا ؎

شکار افگن و سرخوش و شاد کام ہمی کرد منزل بہ منزل خرام

اسی طرح کوچ در کوچ ساحل رود کرشنا پر پہنچ کر ایک بڑا بھاری کیمپ آراستہ کیا ؎

جہان پر سراپردہ و بارگاہ گذشتہ سر خرگہ از اوج ماہ

زبس خیمہ و خرگہ و سائبان زمیں گرد از آسماں رونہاں ؎

جشن طرب اور اکل شرب اور گلعذاران سیم اندام و شمشاد قدان سبز فام کی صحبت میں عیش اڑانے لگا

نازک بدناں سرو قامت | در شوخی دلبری قیامت
ہر یک رقصے بہ خوش نگاری | سرو سمن و گل بہاری

غرض رات دن یہی مشغلہ رہا ؎

خوش آں شہ کہ ایں بزم عشرت نہاد | جہاں را مے و ساغر از دل بداد
گل و لالہ را تا بود بود رنگ | زماں را شتاب و زمیں را درنگ
رخش باد تابندہ چوں آفتاب | ز تاج کی و تخت افراسیاب
مدام از مے لعل فرما ندھی | ہمینا دکس جام خسرو تہی

اوستاد حسین قزوینی جو قانون بجانے میں بے نظیر تھا اُس نے یہہ شعر گایا ؎

بوے پیراہن یوسف ز جہاں گم شدہ بود | عاقبت سر ز گریباں تو بیروں آورد

بادشاہ کو اس کا ساز اور گانا از حد پسند آیا اور چھ ہزار ہن انعام عطا کیا اسی طرح کئی دن عید رات شب برات میں گذرے کہ بادشاہ کا مزاج تپ ولرزہ اور کھانسی سے ناساز ہوا اور برابر دو مہینے تک برآمد نہیں ہوا کام سلطنت کا غضنفر بیگ آغا کرتا تھا یہاں تک کہ بادشاہ کے مرنے کی خبر پھیل گئی تیمراج کی مراد برآئی۔ ۸۹۵ھ میں بیس ہزار سوار و پیادہ اور بیس ہزار زنجیر فیل لے کر رایچور آن پونہچا۔ اس خبر سے لشکر عادل شاہی میں ایک ہلچل مچ گئی بیمار بادشاہ کی صحت عاجل کے لئے مضطربانہ دعائیں مانگیں خدا کا شکر ہے کہ دعا قبول ہوئی اور بادشاہ کا مزاج روبہ اصلاح ہوا۔ بادشاہ نے اپنی صحت کے شکریہ میں بیس ہزار ہن علما اور فضلا اور سادات مدینہ و کربلا و نجف اشرف کو جو لشکر میں موجود تھے تقسیم کئے اور بیس ہزار ہن عبداللہ ہروی کو دئے جو کہ یوسف عادل شاہ کے ساتھ ولایت سے آیا تھا اور حکم دیا کہ ساوہ میں جاکر ایک مسجد بنوائی جائے اور ایک بڑا مینار بنا کر شہر میں آب رسانی کا انتظام کیا جائے۔ چنانچہ اب وہ مسجد "مسجد غریباں" کے نام سے موجود ہے۔ جب تیمراج کے آنے کی خبر گوش مبارک میں پونہچی تو بادشاہ نے اپنی فوج کا داخلہ دیکھا ؎

شہنشاہ دیں دار صاحب قراں | خدیو فلک قدر گیتی ستاں
بفرمود تا برنشیند سپاہ | درآید بآئیں سوے عرصہ گاہ

بہ آراستہ یکسر اسپ و سوار — ہمہ با سلاح آنچہ آید بکار

آٹھ ہزار سوار دو اسپہ و سہ اسپہ اور چالیس ہاتھی ملاحظہ سے گزرے - دریا پار ہوکر آگے بڑھ کے لشکر کا میدان دیکھ بھال کر خندق کھُدوائی اور اپنا لشکر ہندوؤں کی فوج سے تھوڑے فاصلہ پر ڈال دیا اور بارہ روز تک چپ چاپ وہیں پڑے رہے آخر کار بماہ رجب ہفتہ کے دن ۹۵۰ھ دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا - اور اوائل جنگ میں عادل شاہ کے فوج کے پانسو بہادر کام آئے اور پیچھے اُن کے قدم اُکھڑ گئے اور بدنظمی پھیل گئی - اس وقت بادشاہ اور غضنفر آقا سوار ہوکر ایک طرف کھڑے تھے بادشاہ نے کہا نقارہ بجاؤ نقارہ کی آواز سنتے ہی پہلے میرزا جہانگیر قمی پانسو سوار لے کر حاضر ہوا اور اسی کے ساتھ داؤد خاں سات سو نفر جوانان عجمی اور راجپوت لایا - بادشاہ تردد میں تھا کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے کہ یکایک سو پچاس بہادر نودبک سلاحدار آن پہنچا اور عرض کی کہ میں دشمنوں کے نرغے میں گھر گیا تھا چنانچہ میرے ہتیار اور گھوڑا بھی اُنھوں نے چھین لیا میں حیران و پریشان چاروں طرف دوڑ رہا تھا کہ حسن اتفاق سے ایک سوار گھوڑے پر سے گر پڑا میں جھٹ اُس کے گھوڑے پر سوار ہوکر اقدام مبارک میں حاضر ہوا - دشمنوں کا یہ حال ہے کہ اُنھوں نے اپنی جگہ سمجھ لیا ہے کہ فتح ہوگئی اور فوج کھسوٹ اور لوٹ مار میں لگے ہوئے ہیں ادھر سے بالکل غافل ہیں یہ موقع بہت اچھا ہے اگر ہم اس وقت اُن پر جا پڑیں تو کچھ عجب نہیں کہ میدان ہمارے ہاتھ رہے - بادشاہ کو یہ صلاح پسند آئی اور اسی وقت تین ہزار پانسو چیدہ مرد کارزار کے ساتھ دشمن پر جھپٹ پڑا ع

روان شد سوئے لشکر کینہ خواہ — بہ نیروے اقبال و عون الٰہ

بادشاہی فوج ایسی اچانک آن گری کہ ہیمراج کی فوج کو سنبھلنے نہ دیا تاہم وہ سات آٹھ ہزار سوار اور بہت سے پیدل اور تین سو ہاتھی لے کر مقابلہ کو آیا - یوسف کی فوج نے قلب لشکر پر اس زور کا حملہ کیا کہ چھکے چھوڑا دیئے ع

بہ چرخ بر داد خاک معرکہ — بر آب داده آب حیات آتش سناں

بپیکاں چو چشم درحرم دل گرفتہ جا — حربہ چو عقل قید سر ساختہ مکاں

گہ تیر ہمچو غمزہ کہ دل دارد ربائے | گہ نیزہ ہمچو قامت جاناں رواں ستاں
بر کشتگان معرکہ بر رسم تعزیت | چشم زرہ چو دیدۂ عشاق جاں فشاں

مسلمانوں کی کھلی فتح ہوئی ہندو چالیس ہاتھی ہزار گھوڑے اور تین[1] لاکھ ہن اور بہت سے جواہرات اور مال و متاع چھوڑ کر بھاگے[5]

چہ پر توست کہ اقبال در جہاں افگند | چہ غلغل ست کہ دولت بر آسماں افگند
چہ منت ست کہ در گردن زمین و زماں | طلوع مراتب شاہنشہ جہاں افگند

ہیم راج نوجوان راجہ بیجانگر کو لے کر بھاگا لیکن بیچارے رائے زادے کو تیر کا ایسا کاری زخم لگا تھا کہ راستہ ہی میں ختم ہو گیا۔ ہیم راج نے میدان خالی پایا اور خود مالک بن بیٹھا لیکن بعض امراو رؤسا نے اس غاصبانہ کارروائی کی مخالفت کی اور باہمی جنگ وجدال ہونے لگا مثل مشہور ہے کہ دو کی لڑائی تیسرے کی بھلائی کچھ عرصے تک یوسف عادل شاہ کو ان مخمصوں سے نجات ملی۔ اس طرح ملک دوآبہ قلعۂ رائچور اور مدگل پھر مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا۔

ترویج مذہب شیعہ اور اس پر عام ناراضی اور مذہبی جنگ

اب جو تھوڑے دنوں سکون رہا اور دشمنوں سے مہلت ملی تو بادشاہ اندرونی انتظام مملکت کی طرف متوجہ ہوا اور چونکہ اُس کا مذہب شیعہ تھا جس کی تعلیم اُس نے ملک فارس میں پائی تھی اُس نے اُس کی ترویج میں کوشش کی لیکن دکن کے تمام باشندے امراو اعیان سب سنی المذہب تھے اس وجہ سے اُنھوں نے شیعہ عقائد کی ترویج میں بڑی مخالفت کی اور چاروں طرف مخالفت کی آگ بھڑک اُٹھی لیکن یوسف عادل شاہ نے ۹۰۸ھ میں بروز جمعہ مسجد قلعۂ ارک میں نقیب خاں مشہدی سے اذان دلوائی اور کلمۂ اَشْهَدُ اَنَّ عَلِیًّا وَلِیُّ اللّٰہ پڑھوایا اور خطیب نے منبر پر چڑھ کر اسامی صحابہ کبار ساقط کر کے ائمۂ اثنا عشر علیہ السلام کے نام کا خطبہ پڑھا۔ عین الملک اور دوسرے امرائے عظام دلاور خاں حبشی اور حیدر سیستانی وغیرہ نہایت مکدر ہوئے اور بلا اداے نماز کے مسجد سے چلے گئے اور چو طرف خطوط دوڑائے جس پر سلطان محمود بہمنی اور امیر برید نے بہ شراکت احمد نظام شاہ احمد نگر و قطب شاہ گولکنڈہ چاروں نے مل کر ایک مذہبی جنگ بہ حمایت عقیدۂ سنت و الجماعت شروع کی اور ایک بہت بڑی فوج سے کر

بیجا پور آن پونچے۔ بے چارہ یوسف شاہ اکیلا تھا ان چاروں کی مجتمعہ قوت کا کیا مقابلہ کر سکتا تھا ناچار ملک خاندیس کی طرف نکل گیا اور اپنے دوست عماد الملک کے پاس چلا گیا۔ عماد الملک نے یوسف شاہ کو بڑی لعن طعن کی اور کہا کہ یہہ کیا خبط سوار ہوا تھا کہ بیٹھے بٹھائے تم نے امامیہ مذہب کی ترویج میں اپنی تمام سنّی رعایا سے بُرائی مول لی اور یہاں تک زیادتی کی کہ جبراً اہل تشیّع کے عقائد کی ترویج دی اب مناسب یہہ ہے کہ تم اپنی اس ناشائستہ حرکت سے توبہ کرو اور ساتھ ہی ساتھ عماد الملک نے محمود شاہ بہمنی کو بھی لکھ دیا کہ یوسف شاہ نے مذہب تشیّع کی ترویج کا خیال بالکل چھوڑ دیا ہے اب کبھی ایسا نہ ہوگا آپ اپنا لشکر بیجاپور سے واپس لے جائیے۔ محمود شاہ نے ایسا ہی کیا اور یوسف شاہ دارالسلطنت میں امن وامان سے داخل ہوا لیکن اُسے کچھ ایسا غلو تھا کہ باوجود وعدے وعید کے پھر بھی وہ شعیت کو فروغ دینے سے باز نہ رہا۔

یوسف عادل شاہ کی بیماری اور موت سنہ ۹۱۶ھ ۱۵۱۰ء۔

سنہ ۹۱۵ھ مطابق یکم مارچ سنہ ۱۵۱۰ء میں جو یوسف عادل شاہ کی سلطنت کا آخری زمانہ تھا خبر ملی کہ عیسائیوں نے بندر گوآ پر حملہ کیا اور قلعہ دار کو غافل پاکر بہت سے مسلمانوں کو مار ڈالا جوں ہی یہہ خبر عادل شاہ کو پونہچی وہ تین ہزار منتخب فوج مغلوں اور دکھنیوں کی لے کر یلغار صرف پانچ دن میں گوآ پونہچ گیا اور قلعہ کو فتح کر کے بہت سے پرتگالیوں کو تہ تیغ کیا کچھ تھوڑے سے بچ کر جہازوں میں بیٹھ کر سمندر کی راہ سے بھاگ گئے۔ بائیس سال دو ماہ مسلسل نہایت عزم واستقلال سے سلطنت کرنے کے بعد بادشاہ مرض سوء القنیہ[۱] میں مبتلا ہوا چونکہ مرض روز بروز اشتداد پر تھا اُس نے سمجھ لیا تھا کہ اب چند روز کی ہوا کھا رہا ہے بادشاہ نے اپنے بیٹے اسمعیل کو طلب کیا اور اُس کو ولی عہد مقرر کر کے اپنے سامنے ہی تخت نشین کر کے مسند نشینی کی رسوم بھی ادا کرا دیں اور ملک کے کاروبار سے دست کش ہو گیا۔ اسمعیل شاہ کم سن اور نابالغ تھا۔ یوسف شاہ نے امور سلطنت کمال خاں دکھنی وزیر اعظم کے تفویض کئے اور وصیت کی کہ مجھے قصبہ گوگی میں جو یوسف شاہ کو سرکار بیدر سے جاگیر عطا ہوا تھا پائین مزار

[۱] ۔ یہہ مرض مقدمہ ہے استسقاء کا ۔۱۲

حضرت شاہ چندہ حسینی دفن کرنا- یوسف شاہ کے انتقال کے متعلق مختلف روایات ہیں کوئی ۹۱۳ھ کہتا ہی تو کوئی ۹۱۶ھ اور کوئی ۹۲۵ھ لیکن تاریخ فرشتہ میں سنہ وفات ۹۱۶ھ ۱۵۱۰ء درج ہی اور یہی صحیح بھی ہی - تاریخ وفات "بگفتا نماندہ شہنشاہ عادل" ۹۱۶ھ اور "جا در بہشت" ۹۲۵ھ ہی وقت انتقال سن شریف پچھتر سال کا تھا-

یوسف عادل شاہ کی بیوی پونجی خاتون اور اولاد کے حالات

یوسف عادل شاہ کا گزر اتفاق سے حوالی پرگنہ اندلاپور پر ہوا خبر ملی کہ مکنٹ راؤ مرہٹہ اور اُس کا بھائی جو محمود شاہ بہمنی کے امراء تھے لشکر کے آنے کی خبر سن کر رعایا سمیت بھاگ کر پہاڑوں میں جا چھپے ہیں یوسف شاہ نے فوراً دو ہزار سوار اور پانچ ہزار پیدل اُن کی گرفتاری کو بھیجے لیکن اُن دونوں نے اطاعت قبول نہ کی اور مقابلے پر تل گئے لڑائی ہوئی جس میں اُن کا مال و اسباب لوٹا گیا عیال و اطفال قید کر لئے گئے من جملہ عورتوں کے مکنٹ راؤ کی بہن جو نہایت زیرک اور عاقلہ اور بہت حسینہ اور جمیلہ بھی اور جس کی عمر سولھا سال کی تھی وہ بھی پکڑی گئی - بادشاہ نے اُسے مسلمان کر کے نکاح کر لیا اور پونجی خاتون نام رکھا اُس کے بطن سے چار بچے پیدا ہوئے ایک شہزادہ اسمٰعیل اور تین لڑکیاں ایک مریم سلطان منکوحہ برہان نظام شاہ دوسری خدیجہ سلطان زوجہ شیخ علاؤالدین عماد الملک براری تیسری بی بی ستی جس کی شادی احمد شاہ پسر سلطان محمود بہمنی سے ۹۰۳ھ میں بحالت صغر سنی بمقام گلبرگہ ہوئی تھی-

یوسف عادل شاہ کے اشعار

یوسف عادل شاہ شاعر بھی تھا اور ذیل کے اشعار اُسی کے ہیں -

غزل

تا بارِ غم عشق کشد قافلۂ ما — گلہا شگفد ہر طرف از مرحلۂ ما

با آں کہ بجاں با تو نکردیم بخیلی — پیش از دگراں ہر چہ کردی گلۂ ما

بتخانہ طلب آمدہ بر بارۂ عشقت — رفتیم کہ شد ہادی رہ آبلۂ ما

ما مسئلہ فقہ ندانیم چہ یوسف

آسان شدہ از عشق نہاں مسئلۂ ما

دیگر

گر فارسی بدرد دل ناتوان من | کو می برد برگ کسان رشک جان من
درد دل خود از نگنم کار مشکل ست | ظاہر کہ می کند بتو درد نہان من
آن کہ صدر اہم بجفا آزمودہ | تیغی کشیدہ بہر امتحان من
گل رسیدہ است بگوش تو قصہ ام | بلبل نخواند وقت سحر داستان من
گویا کہ بلبلان چمن نقل کردہ اند | حرفی ز بی وفائی گل از زبان من
یوسف بزاری دل من گوش کس نکرد | کو بخت آن کہ گوش کند نکتہ دان من

ایضاً

مرا ز بادہ جامی فراغ یعنی چہ | سبو سبو و خم و خم ایاغ یعنی چہ

رباعی

دوشینہ بر آستان یار از سر درد | می مالیدم سر و دو دست و دو رخ زرد
بر حلقۂ در دست زدم گفت چرا | بیہودہ بود کوفتن آہن سرد

ولہ

ای آمدہ دیدن رخت وقت صبوح | آثار ہزار گونہ اسباب فتوح
انوار نکوئی از رخت می تابد | زان روست کہ رویت شدہ آئینۂ روح

ولہ

آن کس کہ علم بہ نیکنامی افراشت | در مزرع دہر تخم نیکوئی کاشت
نیکو ناماں زندہ جاوید انند | مرد آن کہ بمرد و نام نیکو بگذاشت

یوسف عادل شاہ کا کیرکٹر یوسف عادل شاہ بڑا جہاں دیدہ اور تجربہ کار روزگار تھا۔ سخاوت و حلم میں شہرۂ آفاق تھا۔ شجیع اور معدلت گستر اور عدل پرور تھا۔ خط نستعلیق خوب لکھتا تھا۔ علم عروض میں واقفیت تامہ رکھتا تھا۔ فن موسیقی کا بڑا شوقین اور خود ماہر کامل تھا۔ طنبورہ اور عود خوب بجاتا تھا۔ علماء فضلا اور اہل فن کا بڑا قدردان تھا۔ ایران و توران عربستان اور روم دور دراز مقامات سے ذی علم اور شجیع لوگوں کو لکھ لکھ کر بلاتا تھا۔ اور اس طرح قابل لوگوں کا مجمع

اُس کے گرد رہتا تھا۔ ہمیشہ اُس کی مجالس میں قدما کے اشعار پڑھے جاتے تھے اور بعض اوقات خود بھی اشعار کہتا تھا۔ گو عیش و عشرت کا دلدادہ تھا مگر امور سلطنت اور ملک گیری سے ایک منٹ غافل نہ تھا۔ عدل امانت و دیانت کی داد دیتا تھا جس کی وجہ سے تمام عہدہ دار اس طرف متوجہ تھے۔ صورت شکل میں نہایت وجیہ اور خوب صورت اور قوی ہیکل تھا۔ باوجود پیری اور ریش سفید کے لوگ دور دور سے اُس کے حسن و جمال اور رُخ زیبا کو دیکھنے آتے تھے اور جب سواری برآمد ہوتی تھی تو راستہ پر لوگوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ دیکھنے کو کھڑے ہو جاتے تھے۔

رباعی

ای رہزن کاروان زہد و پرہیز | بدعت نہ دوستی خصم آمیز
در کوے تو از ہجوم نظارگیاں | نی جاے نشاد نست و نی راہ گریز

یوسف عادل شاہ کے عہد کی تعمیرات

قلعۂ بیجاپور جسے ارک کہتے ہیں ۹۱۸ھ م (۱۳-۱۵۱۲ء) میں یوسف عادل شاہ ہی نے بنوایا تھا اور کہا جاتا ہی اور اس سال کے لحاظ سے یوسف عادل شاہ ۱۵۱۰ء کے بعد شاید ۹۲۵ھ تک زندہ رہنا پایا جاتا ہی جو مطابق ۲۰-۱۵۱۹ء کے ہوتا ہی۔ قلعہ کی دیواروں پر ایک کتبہ بڑے سفید سنگی تختہ پر کندہ ہی جس میں سنہ ہجری ۹۲۰ھ یعنی ۱۵-۱۵۱۴ء کسی عمارت کی جو اِس زمانہ میں بنائی گئی تھی تاریخ درج ہی لیکن کتبہ بخط طغریٰ مایقریٰ نہیں ہی دوسرے کتبے اس قرب و جوار میں ابراہیم اول کے عہد کے ہیں۔ دکھنی عید گاہ جو علی عادل شاہ کے زمانے میں اندرون حصار آگئی (جو اوپری برج کے قریب ہے جسے کثرت استعمال سے سب اُپلی برج کہتے ہیں) یوسف شاہ کے وقت کی بنی ہوئی کہی جاتی ہی لیکن اُس پر جو کتبہ ہی وہ صاف بتلا رہا ہی کہ ملک خواجہ کے عہد میں ۹۴۵ھ میں بزمانِ سلطنت ابراہیم بنی ہے۔ ممکن ہی کہ دوبارہ ترمیم ہو کر یہہ کتبہ لگا دیا گیا ہو۔ ایک بہت مختصر اور کہنہ مسجد جو بالعموم یوسف کی پرانی جامع مسجد کے نام سے مشہور ہی اور جو مہتر محل سے تھوڑی دور جانب مشرق سڑک سے ذرا ہٹ کر واقع ہی اُس کے کتبے سے معلوم ہوتا ہی کہ یہہ مسجد سلطان محمد شاہ ابن سلطان محمد بہمنی کے عہد میں تعمیر ہوئی تھی اور اُس کے اخراجات تعمیر بزمانہ

احسن خان نائب غلیبت عادل خانی ۹۱۸ھ م ۱۲-۱۵۱۳ء ہوئے ہیں - اس کتبے میں کہیں فر کر عادل شاہیوں کا نہیں ہی - اگر یوسف شاہ کا انتقال ۱۵۱۰ء میں ہوا تو یہہ مسجد اسمعیل شاہ کے کم سنی کے زمانے میں بنی ہوگی جب کہ کمال خاں باغی قاسم برید سے سازش کر رہا تھا اور یہہ وہ زمانہ تھا کہ سلاطین بہمنیہ کا دباؤ مملکت بیجاپور پر اُس کے وزیر کے سبب سے تھا - تورہ کے پاس ایک نہر بھی اسی کی بنوائی ہوئی ہی جو بٹ باولی سے نکال کر قلعے میں لائی گئی ہی جو اتنی بڑی ہی کہ ایک قد آور آدمی مع اسلحہ کے اُس میں سے گزر سکتا ہی لیکن استداد زمانہ سے اب ٹوٹ پھوٹ کر کچھ باقی نہیں رہا-

گلبرگہ میں بھی شیخ محمد سراج جنیدی کا روضہ اور مینار اسی کے بنائے ہوئے ہیں-

یوسف کے پیشتر بیجاپور کوئی مشہور مقام نہ تھا سب سے قدیم اور معتبر وہ کتبہ ہی جو داخلی دروازہ قلعہ پر ایک سنگین تختی اور ستونوں پر بزبان کنٹری ہی - یہ ستون ٹوٹے پھوٹے پتھر بچا کھچا حصہ اُن مندروں کا ہی جو کہ قدیم زمانے میں اِس مقام پر یا قرب وجوار میں موجود تھے - مسلمانوں نے بھی غالباً ان مندروں کو شکستہ حالت ہی میں پایا ہوگا - جب تو اِن کے ستون اور کڑیاں اور مال مسالہ قلعہ کے دروازوں نشست گاہ جوانان اور مساجد میں لگا دئے گئے اسی طرح مسلمانوں نے گجرات وغیرہ دوسرے ممالک میں بھی اپنی عہد حکومت میں کیا - چنانچہ یہہ کہنہ مسجد بھی جو قلعہ کے دروازے سے سو گز کے فاصلے پر ہی تمام وکمال دیولوں کے پتھروں سے بنی ہوئی ہے اور برآمدہ تو بالکل مندر کا منڈپ جیسے کا ویسا اُٹھا کر رکھ دیا ہی - اِس مسجد سے ملا ہوا جو مندر ہوگا وہ ضرور گرا دیا گیا ہوگا - بڑا کتبہ جو اچھی طرح کندہ کیا ہوا ہی اور جو اندرونی دروازہ قلعہ کے بائیں طرف پائیں میں ہی وہ مغربی چلوکیا خاندان کے راجہ بھوانیکا ملا یا سومیسورا کے زمانے کا ہی جس میں سکے ۹۹۶ (۷۴-۱۰۷۵ء) منقوش ہی - اس کتبے سے واضح ہی کہ بیجاپور اُس زمانے میں ٹرڈسے واڑی نامی ضلع میں شامل تھا جو مقام اب بھی اُسی کے نام سے دریائے بھیما کے جنوبی کنارے پر واقع ہی اور بیجاپور سے شمال رُخ پر بہ فاصلہ ۳۷ میل واقع ہی - اُس کے زمانے کے راجہ کا نام ڈنڈانایک لکھا یا تھا - اس پتھر پر سری سویم بھو سد جیشور دیوتا کے نام کا مندر بمقام ویجایاپور التعمیر کرنے اور تین سو مشٹر زمین بہ مقام

موضع بجن ہلّی انعام دینا درج ہی - موضع بجن ہلّی پرگنہ کنوڑ میں شامل تھا - مسٹر فلیٹ کا خیال ہی کہ یہہ مقامات حال کے نقشہ کے کنور اور بسنل ہیں جو علی الترتیب شہر بیجاپور سے ۱۷ اور ۱۸ میل ہیں اس کتبے کی آخری چند سطریں بعد میں بعہد وکرماجیت ششم کے مستزاد کی گئی ہیں - اس کی رو سے شہر وبجاپور گیارھویں صدی عیسوی میں مغربی چالوکیا خاندان کے مقبوضات میں تھا اور بعض اُن زمان مابعد کے کتبوں سے جو چھا ٹاک کے کھمبوں پر کندہ ہیں واضح ہی کہ بقیہ نصف بارھویں صدی اور اوائل تیرھویں صدی میں بیجاپور یادو خاندان میں چلا گیا - قریب سنہ ۱۲۹۴ع ملک کافور سپہ سالار سلطان علاء الدین کے حملے کے زمانہ میں بیجاپور مسلمانوں کے قبضے میں آگیا چنانچہ ایک کتبہ اسی مسجد کی گچّی پر جو مندر توڑ کر بنائی گئی ہی موجود ہی کہ ملک کریم الدین نے بالائی حصہ اس مسجد کا سنہ ۷۲۴ھ (سنہ ۱۳۲۰ع) میں تعمیر کیا اور اب اس مسجد کا نام مسجد رائکاں ہی اور اس کے ستون سوم پر یہہ کتبہ ہی -

"ملک ملوک الشرق کریم الدولہ - والدین دام نیک ریباسوکھتار (بڑھئی) این مسجد را بست چہار نیمن زمین در زیر بھور انعام باد"

یہہ کریم الدین ملک کافور کا لڑکا تھا اور بیجاپور میں بطور گورنر رہتا تھا - خاندان چلوکیا کے کتبے سے صاف ظاہر ہی کہ پہلے اس شہر کا نام وبجایا پورا تھا جس کے معنی بلدۃ الظفر کے ہیں وجہ تسمیہ اس کی غالباً یہہ ہی کہ اُس زمانے میں کچھ فتوحات حاصل ہوئی تھیں اور جب سے اب تک سواے تھوڑے فصل کے یہی نام مسلمانوں کے عہد تک رہا ہی یعنی بیجاپور - درمیان میں تھوڑے دنوں تک ابراہیم ثانی کے زمانے میں سنہ ۱۶۰۳ع میں اس کا نام ودّیاپور رہا اور سلطان محمد نے محمد پور رکھ دیا - ابراہیم روضہ کے پاس ایک دیوار پر ایک کتبہ بخط ناگری موجود ہی جو بعہد سلطان محمد نصب ہوا اُس میں بیجاپور کا نام ودّیاپور درج ہی یعنی "بلدۃ العلم" ممکن ہی کہ مصنف کتبہ نے بطور احترام یہہ نام اختراع کیا ہو -

یوسف عادل شاہ کی افواج اور دیگر حالات - -

فوج کی تعداد بارہ ہزار اشخاص اور چودہ ہزار ہاتھی تھے چند مشہور عمارات کی تاریخیں واقفیت عامہ کے لحاظ سے یہاں درج کی جاتی ہیں -

(۱) بنائے قلعۂ پرینڈہ ضلع عثمان آباد ریاست حیدرآباد دکن باہتمام خواجہ جہاں سنہ ۸۹۱ھ

(۲)- قلعۂ بلگاؤں باہتمام اسد خاں لاری سنہ ۸۹۱ھ -

(۳) قلعۂ کمرح 〃 سنہ ۸۹۳ھ -

(۴) قلعۂ شولاپور بحکم ماصاحبہ باہتمام خواجہ جہاں سنہ ۸۸۸ھ -

(۵) قلعۂ احمد نگر باہتمام احمد نظام شاہ بحری سنہ ۸۷۵ھ -

(۶) قلعۂ بیدر باہتمام احمد شاہ بہمنی سنہ ۸۰۳ھ -

(۷) قلعۂ بیجاپور باہتمام یوسف عادل شاہ سنہ ۹۱۹ھ -

(۸) بنائے موضع فتح پور 〃 سنہ ۹۱۹ھ -

(۹) فرح محل 〃 سنہ ۹۲۱ھ -

(۱۰) مسجد نزدیک انند محل تیار کردہ خواجہ جہاں سنہ ۸۹۴ھ -

دوسرا باب

اسمعیل عادل شاہ

سنہ ۱۵۱۰ء تا ۱۵۳۴ء

بائین رستم فریدوں و جم | بایوان شاہنشہی زد علم
برآمد سرِ سروراں بر سریر | کہ بر آسماں آفتاب منیر
برسم کیاں تاج و تخت مہی | برآراست با کاخ شاہنشہی

اسمعیل عادل شاہ کی تخت نشینی اور کمال خاں کی ریجنسی

اسمعیل عادل شاہ کی عمر تخت نشینی کے وقت بارہ تیرہ سال کی تھی اور جیسا ہم لکھ چکے ہیں کمال خاں دکھنی کو ریجنٹ بنایا گیا کمال خاں کو داراب جردی بھی کہتے ہیں یہ شخص قدیم نمک پروردہ اور تجربہ کار و خیرخواہ اس خاندان کا تھا - کمال خاں نہایت دل سوزی اور خیر خواہی سے کام کرنے لگا اور اطراف کے روساء امیر برید و نظام شاہ قطب شاہ عماد شاہ سے بھی صفائی کرلی کسی قسم کا خرخشہ باقی نہ رہا اور تھوڑے ہی دنوں میں سلطنت عادل شاہیہ کو اپنے حُسنِ انتظام سے مراتب اعلیٰ پر پہنچا دیا - کمال خاں سنّی تھا لیکن یوسف شاہ کے عہد میں بہ مقتضائے اطاعت و فرماں برداری چار و ناچار سکوت کرنا پڑتا تھا مگر دل سے سخت کارہ تھا اب کہ خود اختیار کلی میسر آ گیا اُس نے اپنے عقیدے کی بڑے اہتمام سے ترویج دی - چوں کہ بندر گوآ بوجہ عیسائیوں کے دست برد کے ہمیشہ معرض خطر میں رہتا تھا اُنھیں جب موقع ملتا تھا چھین جھپٹ کر لیتے تھے کمال خاں نے کمال دور اندیشی کی کہ عیسائیوں سے صلح کرلی اور قلعہ گوآ دوامًا اُن کو اس شرط پر دے دیا کہ پرگنات اور قریات متصلہ پر کسی قسم کی دست اندازی نہ کریں اور جب سے اب تک بندر گوآ پر پرتگالیوں ہی کا تسلط ہے - بادشاہ تو کم سن تھا کمال خاں ہی سارے نظم و نسق کا مالک و مختار تھا اُس نے آگے چل کر ایسے پاؤں جما لئے کہ کل شاہی اختیارات پر بہ تدریج حاوی

ہوگیا اور دراصل خود بادشاہت کرنے لگا اور تمامی زرخیز جاگیرات مستحقین سے چھین چھین کر اپنے متوسلین کو دے دیں اور اس طرح اپنے عزیز و قریب اور دوستوں کو بڑی بڑی جلیلہ خدمات پر مامور کر دیا۔ جب سب ٹھیک ٹھاک ہوگیا اور کسی طرف سے اندیشہ نہ رہا تو طمع دنیا نے اُسے ایسا اندھا کر دیا کہ در پردہ خفیہ طور پر امیر برید سے اسمٰعیل شاہ کے معزول یا مکحول کرنے کی سازش کرنے لگا اور یہاں تک بر سر پرخاش ہوا کہ بیچارے اسمٰعیل شاہ کو مع خاتونوں کے محل میں مقید کر سخت پہرہ بندی کر کے کمال خاں نے شہر شولاپور پر چڑھائی کر دی اور تین مہینے کے محاصرہ کے بعد فتح کر لیا اُدھر علی برید نے اپنے بادشاہ کو نظر بند کیا اور گلبرگہ وغیرہ پر لشکر کشی کر کے چند مقامات کو فتح کر بیدر واپس چلا گیا۔ شولاپور سے واپس آنے کے بعد کمال خاں کی بلند پروازی کا کیا پوچھنا تھا اب کچھ کھٹکا نہ تھا اُس نے اپنے بادشاہ وقت ہونے کے اعلان کرنے کا مصمم ارادہ کر کے منجّموں کو بلوا کر کہا کہ کوئی ساعت نیک تخت نشینی کی مقرر کریں منجموں کو کیا کسی کو بھی یہ بات منظور نہ تھی مجبوراً ٹالنے کے لئے کہا کہ ابھی پندرہ دن نحس اور آپ پر بہت بھاری ہیں چند روزے تامل کیجیے سولھویں دن مع الخیر جو کچھ کریں گے راست آئے گا اور کمال خاں کو جتلا دیا کہ اِس عرصہ میں آپ بہت ہوشیار رہیں خدا جانے کیا آفت آنے والی ہے۔ کمال خاں ایسا ڈر گیا کہ جھٹ اپنے بیٹے صفدر خاں کو کاروبار سلطنت سپرد کر کے خود قلعہ ارک کے اندر ایک مستحکم محل میں تن تنہا جا بیٹھا کہ کسی طرح یہ پندھرواڑا بخیر و خوبی کٹ جائے۔ لیکن تقدیر کے سامنے کہیں تدبیر چل سکتی ہے ایک محل میں نہیں ہزار پردوں میں چھپو۔ ہوتا وہی ہے جو مقدر میں ہوتا ہے ؎

گر بگیری چو سکندر ہمہ دوراں را | ور بہ جن و ملک و انس دہی فرماں را
گر بہ کیواں ببری کنگرہ ایواں را | ور نشانی بدر خویش دو صد درباں را

آں چناں مرگ بیاید کہ تو حیراں باشی

پونجی خاتون کی سازش سے کمال خاں کا قتل اور ایک بھاری جدال و قتال کے بعد اسمٰعیل عادل شاہ کا خود مختار بادشاہ ہونا۔

اسمٰعیل شاہ کی ماں پونجی خاتون بے خبر نہ تھی اُسے کمال خاں کی چالاکیوں اور جال بچھانے کی اچھی طرح خبر تھی۔ پونجی خاتون نے اپنی عزیز دل شکستہ

آغا کو جو اسمعیل عادل شاہ کی چچی تھی ہمراہ لیا اپنے ایک بھروسے کے نمک پروردہ اور جاں نثار
غلام اسمعیل نامی کو گانٹھا اُسے بلا کر حقوق نعمت کی یاد دلائی اور کہا کہ آخر سب کو ایک دن مرنا ہے
لیکن کیا اچھی وہ موت ہے کہ تو اپنے حق نمک سے ادا ہو اور اپنے مالک پر اپنی جان نثار کرے کہ
اس میں دنیا اور دین دونوں کی بھلائی ہے اگر تو اس نمک حرام دشمنی کا کام تمام کردے تو دو حال سے
خالی نہیں اگر تو بچ گیا تو تیری قدر و منزلت بے حد و شمار کی جائے گی اور اگر کام آیا تو عاقبت میں
سرخ رو ہوگا اور دنیا میں تیرا نام رہ جائے گا۔ غلام نے کمر ہمت چست کی اور اپنے مالک پر
جان نثار کرنے کو بالکل آمادہ ہوگیا اور کہا کہ اگر اس تن نحیف سے کوئی خدمت اپنے مالک کی ہو جائے
اور گو کہ میری جان بھی جائے مگر میں حاضر ہوں کہ حق نمک سے ادا ہوں۔ پونجی خاتون نے
کہا کہ کمال خاں تک تیرا پونہچنا بہت مشکل ہے کہ وہ امن وامان کی جگہ جا بیٹھا ہے کہ جہاں پرندہ پر
نہیں مار سکتا لیکن خیر میں کسی نہ کسی تدبیر سے تجھے وہاں پونہچوا دوں گی پھر آگے تیری ہمت اور مردانگی رہی
پونجی خاتون نے کیا تدبیر کی کہ کمال خاں نے جو ایک دایہ کو محلات کی خیر خیریت لانے کے
لئے متعین کیا تھا اُسے ہموار کر لیا اور اُس کے ذریعہ سے کمال خاں کو کہلوایا کہ کاکا مکہ معظمہ
کو جا رہا ہے اور اُس کی آرزو یہ ہے کہ جانے سے پہلے حضرت کی زیارت سے مشرف ہو۔ نہیں
معلوم کہ اتنے دور دراز سفر سے زندہ پھرے یا نہ پھرے اِس واسطے آپ کے قدم مبارک دیکھنا
چاہتا ہے آپ اُسے پان کا بیڑہ دے کر رخصت کردیں۔ کمال خاں نے جب سنا کہ پونجی خاتون
نے کاکا کو بھجوایا ہے تو وہ اُس کے دام میں آگیا اور کاکا کو اجازت باریابی کی دی۔ کاکا حاضر خدمت
ہوا۔ کمال خاں نے جیسا کہ امرا کا قاعدہ ہوتا ہے۔ فرط نوازش سے ہاتھ بڑھا کر پان کا بیڑا کاکا کو دیا۔
کاکا بیڑا لینے کو آگے وار جھکا اور کمال پھرتی سے اپنے کمر سے خنجر نکال چشم زدن میں کمال خاں
کے پیٹ میں گھونپ دیا۔ ضرب ایسی کاری تھی کہ معًا انتڑیاں نکل پڑیں اور کمال خاں وہیں
ٹھنڈا ہوگیا۔ کمال خاں کا شور وفغاں سن کر حوالی موالی اسی وقت دوڑ پڑے اور پات
کرتے کاکا کے ٹکڑے اڑا دیئے۔ کمال خاں کی بیوی بڑی عقیلہ اور دانش مند تھی دوسرا کوئی
ہوتا تو چھکے چھوٹ جاتے۔ کمال خاں کی خبر سن کر وہ بے محابا زنان خانہ سے باہر نکل
آئی مگر پھر سنبھل گئی اور نہایت استقلال سے اپنے بیٹے صفدر خاں کو روکا کہ وہ بھی باپ کے

پاس چلا تھا اور چاہتا تھا کہ اس واقعہ سے سب کو مطلع کرے لیکن اُس کی ماں نے کہا کہ ارے
نادان رونے پیٹنے اور چلاّنے سے کیا ہوتا ہی پہلے توان موزیوں کا بندوبست تو کر۔ فوج کو اپنے
باپ کے جانب سے حکم دے کہ اسمعیل اور اُس کی ماں کو فوراً قید کریں۔ اب اُدھر کا حال سنئے
کہ کاکا کو جا کر بہت دیر ہوگئی اس سے پونجی خاتون اور بھی پریشان ہوگئی کہ خدا جانے کیا اُفتاد
پڑی جو اتنی دیر لگی ضرور دال میں کچھ کالا ہی شاید وار خالی گیا اُس نے اپنے بیٹے اسمعیل کو دم
دلاسا دیا کہ تو کیوں گھبراتا ہی دیکھ تو خدا کیا کرتا ہی ذرا دم توے۔ پونجی خاتون نے اپنے محل کے
تمام لوگوں کو بلا کر پکاّ کیا کہ خبردار جو تم ڈگمگاے تم کو اپنے بادشاہ کی طرف داری دم آخر تک
کرنی چاہیئے جہاں اُس کا پسینہ گرے تم کو چاہیئے کہ اپنا خون بہاؤ نمک حلالی کے یہی معنی
ہیں کہ اپنے بادشاہ کی سلامتی چاہو اور اپنی جاں نثاری اور وفاداری میں ثابت قدم رہو
جس میں دین دنیا دونوں کا فائدہ ہی اور لوگوں کو بہت کچھ سرفرازی انعام واکرام وعطاے
جاگیرات وغیرہ کا وعدہ دے کر سب کو مضبوط کیا۔ لیکن پھر بھی بعض نمک حرام کچےّ دل
کے کمال خاں کے غضب کے ڈر سے کانپ گئے اُدھر سے ٹوٹ کر جھٹ صفدر خاں سے
جا ملے کہ خدا جانے اونٹ کس کروٹ بیٹھے ہم مفت میں اپنی جان کیوں گنوائیں۔ صفدر خاں
نے فوراً فوج کو جمع کرلیا کہ دراصل وہی بادشاہ تھا۔ اسمعیل بیچارہ کس شمار قطار میں تھا۔
جس کی لاٹھی اُس کی بھینس۔ فوج کو جمع کر بادشاہ کے محل پر چڑھائی کردی پہلا اور دوسرا
دروازہ توڑ کر جبراً اندر گھسا۔ محل پر بھی جو طرف فوج چڑھی ہوئی تھی چاروں طرف سے
صفدر خاں کی فوج پر تیر اور تفنگ کا مینہ برسنے لگا اور پونجی خاتوں اور دلشاد آغا
بھی بہ نفس نفیس مردانے لباس میں مسلح ہوکر باہر نکل آئیں ہاتھ میں تلوار اور سینے پر ڈھال
لگی ہوئی تھی اور اپنی فوج کی ہمت اور جرأت بڑھانے لگیں کہ بہادروں بازی جانے نہ پائے
جب تک ہم میں سے ایک شخص بھی زندہ ہی۔ اس نمک حرام کو گھسنے نہ دینا یہی وقت تم
لوگوں کی بہادری اور نام آوری حاصل کرنے کا ہی۔ حق نمک ادا کرو۔ صفدر خاں اور محل
کی فوجوں کا تو مقابلہ ہو ہی رہا تھا مگر یہہ خبر سن کر شہر کے دوسرے امراے جاں نثار معہ
اپنے حوالی موالی کے مدد کو آن پونہچے اور رسے ڈال ڈال کر محل کی دیواروں پر چڑھ گئے اد

سب نے مالک کے ساتھ اپنی جان کھپا دی۔ کمال خاں کی فوج کو اس بات کی ڈھارس بندھی ہوئی تھی کہ کمال خاں زندہ ہے چنانچہ یہہ بڑی چالاکی کی گئی کہ محل کے محاذی کھڑکی میں کمال خاں کے مردے کو ٹیکا لگا کر بٹھا دیا کہ زخمی تو ہوا ہے مگر اب تک زندہ ہے۔ کمال خاں کی طرف دار فوج کے پاس بندوقیں تھیں اور محل والے بیچارے نہتے اُن کا کیا مقابلہ کر سکتے تھے اور ضرور کمال خاں ہی کی فوج کامیاب ہوتی مگر مشیت ایزدی اس کے خلاف تھی ایک واقعہ کچھ ایسا برمحل ہوگیا کہ آن واحد میں بازی پلٹ گئی۔ زنانہ محل کی خاص طور پر محافظت کی جا رہی تھی اور تمامی محصورین کی فوج اُسی طرف اُمڈی ہوئی تھی اور جان توڑ کر مقابلہ کر رہے تھے اور تیر برسا رہے تھے لیکن پھر بھی صفدر خاں دلیری کے جوہر دکھاتا ہوا گھُس ہی پڑا۔ اس وقت گھمسان لڑائی ہو رہی تھی اور قریب تھا کہ صفدر خاں بازی لے جائے کہ صفدر خاں کی پیشانی پر ایک تیر ایسا لگا کہ وہ لڑکھڑا کر فصیل کو ٹیکا دے کر بیٹھ گیا۔ محصورین کو عمدہ موقع ملا اور ایک بڑا پتھر فصیل پر سے ایسا لڑھکایا کہ صفدر خاں چکنا چور ہو گیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسمعیل ہی نے خود پتھر لڑھکایا لیکن یقیناً یہہ کام کسی اور کا تھا ورنہ کیسے ممکن تھا کہ اسمعیل جیسا کمسن لڑکا ایسے خطرے کے مقام پر غیر محفوظ طور پر فصیل پر کھڑا رہتا۔ صفدر خاں کا مرنا تھا کہ لشکر میں ہُلّڑ مچ گئی اور سب کے ساتھ سر پر پاؤں رکھ ایسے بھاگے کہ توبہ بھلی محل کی فوج نے اُن کا پیچھا نہ چھوڑا اور رگیدتے ہوئے کمال خاں کے محل تک جا پہنچے جب کہیں وہاں جا کر اُن کو معلوم ہوا کہ کمال خاں تو مر گیا۔ جوں ہی اسمعیل دوبارہ با اختیار ہوا اُس نے اپنے جاں نثاروں کو جنھوں نے اپنی جان ہتیلی پر دھر کر اپنے بادشاہ کا ساتھ دیا تھا سرفراز کیا خصوصاً خسرو آقالاری کو جو سب سے بڑا خیر خواہ تھا اسد خاں لاری کا خطاب اور بلگاؤں (بلگام) جاگیر دی۔ بادشاہ نے دکھنیوں اور حبشیوں کو ایک دم نکال باہر کیا اور اُن کی جگہہ مغلوں کو بھرتی کیا۔ مغل بڑے جری اور قادر تیر انداز اور نیزہ باز تھے جن کے وجود سے سلطنت کو بڑا استحکام ہوا۔ اسمعیل شاہ اپنے باپ کے مذہب شیعی کا مقلّد تھا اور بمصداق اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِھِمْ حکما لوگ شیعہ بنائے گئے۔

قاسم برید اور دوسرے بادشاہوں کی چڑھائی بیجاپور پر ۹۲۰ھ۔

جب اسمٰعیل شاہ ٹھکانے سے بیٹھ گیا اور اپنی چھوٹی سی سلطنت کو ٹھیک ٹھاک کر چکا تب اُس نے اپنے ہم عصر اور ہمسایہ حکومتوں کی طرف رخ کیا اور اپنی محدود و مختصر سلطنت کو وسعت دینے کا خیال کیا اُس نے سب سے پہلے قاسم برید کی خبر لی اور اُس کے مقبوضات پر چڑھائی کی اور جو ملک اُس نے دبالیا تھا واپس لے لیا۔ قاسم برید نے اس معاملے سے پیچ وتاب کھایا لیکن اکیلا کیا تاب لاسکتا تھا اُس نے برہان نظام شاہ احمد نگر سلطان قلی قطب شاہ علاءالدین عماد الملک سے مدد طلب کی۔ ان سب نے مل کر بیجاپور کی سلطنت پر چڑھائی کی اور تمام ملک میں لوٹ مار کرتے ہوئے بلا کسی مزاحمت کے شہر بیجاپور دارالسلطنت سے تین کوس ورے تک جا پہنچے۔ اسمٰعیل شاہ نے جب دیکھا کہ یہ لوگ سر پر چڑھ آئے تو بارہ ہزار سواروں سے ان کا مقابلہ کیا اور بیخ و بن سے اُن سب کو اکھاڑ پھینکا۔ امیر برید تو شکست کھا کر نکل بھاگا لیکن سلطان محمود جو اس جنگ میں گھوڑے سے جدا ہو کر مجروح ہو گیا تھا وہ مع اپنے بیٹے احمد شاہ کے گرفتار ہو گیا ان دونوں کو بادشاہ عزت و احترام سے شہر میں لایا اور اُن کے زخموں کی مرہم پٹی کرائی اور بے انتہا مراعات سے پیش آکر بیش قرار تحفے اور تحائف بھی دیئے۔

گلبرگہ میں بی بی ستی کی شادی شاہزادہ احمد شاہ ولد محمود شاہ بہمنی سے

جب کہ سلطان محمود کو صحت کلی ہو گئی تو اُس نے عادل شاہ کی ہمشیرہ بی بی ستی کی جو پہلے ہی سنہ ۹۰۳ھ میں بحالت شیرخواری شاہزادہ احمد شاہ سے منسوب ہو چکی تھی رخصتی کی درخواست کی جس کو عادل شاہ نے بالراس والعین منظور کیا کہ اس رشتہ داری کی بدولت آئے دن کا پاپ کٹا اور ہمیشہ کا لڑائی جھگڑا مٹا اور دونوں طرف شادی کی تیاریاں ہونے لگیں اور شہر گلبرگہ میں یہ تقریب ہمایوں ادا ہوئی اور دو ماہ تک برابر جشن شاہانہ ہوتے رہے اس تقریب سے فارغ ہوتے ہی سلطان محمود کو بہت کچھ پیشکش اور نذرانہ اور نقدی و سامان دے کر پانچ ہزار سواران مغل کا بدرقہ اعزازی ہمراہ رکاب کر کے دارالخلافت بیدر کو روانہ کر دیا۔ اسمٰعیل عادل شاہ نے جو بے نظیر سلوک اپنے محسنین کے ساتھ کیا اس سے تمام لوگ بے انتہا مسرور اور خوش ہوئے۔

رایان بیجانگر اور اسمعیل عادل شاہ کی ایک عظیم الشان لڑائی رائچور پر ۱۵۲۰ء

رائچور پر جو لڑائی ہوئی اُس کے واقعات نیونز نے بہت شرح و بسط سے لکھے ہیں۔ اُسی کا خلاصہ ہم یہاں لکھ دیتے ہیں۔ کشن دیو رائے نے عادل شاہ سے جنگ کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا تھا۔ اُس نے ٹھان لیا تھا کہ جس طرح بن پڑے قلعہ رائچور کو فتح کر کے چھوڑوں گا کیوں کہ یہی مقام ہنود اور مسلمانوں کی سلطنت میں ہمیشہ مابہ النزاع رہا ہے اسی ارادے سے وہ بہت بڑا لشکر جمع کر کے بیجانگر سے بہ ماہ فروری یا مارچ جب کہ بارش کا موسم نہیں ہوتا شمالی و مشرقی جانب روانہ ہوا اُس زمانے میں گرمی پڑ رہی تھی اور ریگڑ[۵۱] کی زمینیں جو رستے میں واقع تھیں سب خشک تھیں اس وجہ سے افواج توپوں اور ساماں حرب کے لئے طی مسافت میں آسانی تھی۔ ہمراہیان لشکر اور فوج ملا کر دس لاکھ آدمی تھے خالص فوج سات لاکھ چھتیس[۴۲] ہزار اور پانسو پچاس ہاتھی تھے۔ راجہ فوج کو گیارہ حصّوں پر تقسیم کر کے روانہ ہوا اور باقی فوج رائچور پہنچتے پہنچتے رستے میں آن ملی۔ راجہ نے قلعہ رائچور کے مشرقی جانب فوج ڈال دی اور محاصرہ کر لیا۔ چند روز کے بعد خبر ملی کہ عادل شاہ بیجاپور سے ایک لاکھ چالیس ہزار سوار اور پیدل لے کر جنوبی ساحل رود کرشنا پر آن پہنچا ہے۔ دریا پر پہنچ کر بادشاہ نے اپنی فوج کو چند دن آرام دیا اور پھر عبور کر کے رائچور سے نو میل پرے اور دریا سے (۵) میل آگے بڑھ کر ٹھیر گیا اور وہاں اپنے کیمپ کے اطراف میں ایک خندق کھدوائی۔ ۱۹ مئی ۱۵۲۰ء روز شنبہ کو جنگ شروع ہو گئی۔ کشن دیو رائے نے اپنی ساری فوج کو آگے بڑھا کر حملہ کیا۔ یہ حملہ اس زور و شور کا تھا کہ مسلمان ایسے پس پا ہوئے کہ پیچھے ہٹ کر خندق میں پناہ گزیں ہوئے۔ بادشاہ نے اپنے لشکر کو ایک وسیع میدان میں دور تک پھیلا دیا تھا اور سمجھا تھا کہ راجہ کی فوج ہی پھیلی پڑی ہوگی بادشاہ کو معلوم تھا کہ قلب لشکر کم زور ہے اس لئے توپوں سے جو پہلے ہی سے اکٹھی کر رکھی تھیں گولہ باری شروع کر دی۔ ہندوؤں کا

۵۱۔ کالی زمین کو ریگڑ کہتے ہیں ۵۲ آرڈ ینینس نقشہ میں رائچور سے (۱۳) میل کے فاصلے پر جانب شمال مشرق دریا کے کنارے کنارے اس خندق کی علامتیں بتلائی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی زمانے میں یہاں لشکر ٹھیرا ہوگا کیمپ کا خط دریا کے طول کے متوازی واقع ہے۔ باقی مغربی۔ جنوبی اور مشرقی رخ قریب ایک ایک میل کے لمبے ہیں یہ مقام رود ہائے بھیما اور کرشنا کے سنگم سے ذرا ہی نیچے ہے اور اسٹیشن ریلوے کرشنا سے دو میل جانب مغرب ہے ۱۲۔

لشکر ایک ہی جگہہ اکھٹّا تھا توپوں کی مار سے ایسا ستھراؤ ہوا کہ ہنود کا لشکر تاب نہ لا کر پیچھے ہٹنے
لگا۔ ان کے ہٹتے ہی مسلمانوں کے لشکر نے دھاوا کیا۔ پیچھے ہٹنا ہی تھا کہ لشکر میں ایک
بھاگڑ پڑ گئی ڈیڑھ میل تک ہندوؤں کا لشکر آگے آگے بھاگ رہا تھا اور مسلمانوں کی فوج اُن کا
پیچھا کئے ہوئے بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ راجہ خود دوسرے حصّے کی کمان پر تھا۔ یہ حالت دیکھ کر
اُس کو بالکل نا امیدی ہو گئی اُس نے اپنی فوج کو ہمّت دلائی اپنی امرا کو اکھٹّا کیا اور چوں کہ
راجہ بڑا بہادر اور مستقل مزاج تھا اُس نے جواں مردی سے موت کا سامنا کرنے کا مصمم ارادہ کر
راجہ خود گھوڑے پر سوار ہو گیا اور باقی ماندہ فوج کو اکھٹّا کر کے بڑھایا اور اس زور کا حملہ کیا
اور قتل عام شروع کیا کہ مسلمانوں کی فوج کے پاؤں اُکھڑ گئے اور ایسا دبایا کہ ہٹتے ہٹتے
دریا کے پیٹے میں پہونچ گئے۔ اِس مقام پر ایک خوفناک قتل عام ہوا اور مسلمانوں کا سارا
لشکر بھاگ نکلا اور ہندوؤں کی ایسی فتح ہوئی کہ راجہ نے دریا کے پار پہونچ کر شاہی کیمپ کو
گھیر لیا۔ بادشاہ اسدخاں کی امداد سے ایک ہاتھی پر سوار ہو کر اپنی جان بچا کر بھاگا۔ ادھر تو
مسلمانوں کا لشکر پسپا ہو کر دریا کے پیٹے میں آ گیا اُدھر صلابت خاں جو شاہی فوج کا ایک
سردار تھا اُس نے ہندوؤں پر حملہ کر دیا۔ اُس کے پاس پانسو پرتگالی بطور باڈی گارڈ کے
تھے ان کو لے کر وہ ہندوؤں کی فوج میں جو بڑھتی چلی جا رہی تھی جا گھسا اور بہت کچھ کرشمے اپنی
بہادری کے دکھلائے کہ جن کی یادگار ہمیشہ قایم رہے گی۔ صلابت خاں بڑھتے بڑھتے
راجہ کے خیمہ گاہ کے پاس پونہچ گیا اور قریب تھا کہ راجہ تک پہونچ جائے۔ سوء اتفاق
سے صلابت خاں کا گھوڑا مارا گیا مگر وہ اُسی وقت دوسرے گھوڑے پر سوار ہو کر آگے
بڑھا لیکن اس چھوٹے سے لشکر کو ہندوؤں کی فوج نے گھیر کر نیست و نابود کر دیا۔
صلابت خان دوبارہ گھوڑے پر سے گرا اور پکڑ لیا گیا۔ اس لڑائی میں لوٹ کا مال بے حد
ملا اور ہندوؤں کو ایسی فتح ہوئی کہ سالہا سال تک مسلمانوں کے دلوں میں راجہ کشن دیو رائے
اور اُس کی بہادر فوج کی دہشت بیٹھی رہی اور سلطان کو ایسا دہلا کا بیٹھا کہ پھر کشن دیو رای کی
زندگی بھر بیجانگر کی طرف رُخ کرنے کی ہمت نہ پڑی کشن رای اپنی اِس فتح یابی سے پھول گیا
اور فوراً رایچور پونہچا اور تھوڑے ہی عرصے میں بہ سرکردگی کرسٹو واوڈی فگریڈیو پرتگالیوں

کی مدد سے قلعہ کو فتح کرلیا - پرتگالیوں نے توڑے دار بندوقوں سے چن چن کر قلعے والوں کو مارا اور قلعے کے حصار کے پتھروں کو گرا دیا - قلعہ کا گورنر قتل ہوجانے سے مسلمان گھبرا گئے اور اطاعت قبول کرلی -

جنگ کی صحیح تاریخ اگرچہ تیونر نے جنگ رائچور ماہ مئی ۱۵۲۲ء کی چاند رات کو ہونا لکھا ہے لیکن سال میں اس سے غلطی ہوئی ہے صحیح سال ۱۵۲۰ء ہے - وقائع نگار نے لکھا ہے کہ کشن رای جمعہ کے دن جنگ شروع کرنے والا تھا لیکن چوں کہ وہ دن منحوس تھا اس لیے حسب مشورت اپنے صلاح کاروں کے ہفتہ کے دن جنگ شروع ہوئی اور وہی ماہ ہلالی کا غرہ تھا قبل اس کے کہ ہم ماہ و تاریخ سے بحث کریں پہلے ہم کو لڑائی کا صحیح صحیح سال معلوم کرنا چاہیے - سیاح پیز نے بیان کیا ہے کہ اس کی موجودگی میں بیجانگر میں دو بڑے تہوار ہوئے جن کو اس نے خود دیکھا ہے اور ان میں کرسٹوواڈ ڈی فگاریڈو بھی موجود تھا - اس نے ان تہواروں کی تاریخ بالکل صاف لکھی ہے اس میں تہوار دھانومی[51] نو دن کا تھا اور دوسرا تہوار نئے سال کا شروع دن تھا - پیز نے لکھا ہے کہ دھانومی ۱۲ ستمبر کو شروع ہوئی اور دوسرا[52] تہوار ۱۲ - اکتوبر کو ہوا - پیز نے رائچور کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ شہر راجہ بیجانگر کے قبضے میں تھا اور اس پر بہت سی لڑائیاں ہوئیں اور راجہ نے رائچور کو عادل شاہ سے لے لیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وقائع نگار ان تہواروں میں جو رائچور کی فتح کے بعد ہوئے ہیں موجود تھا - دھانومی کا تہوار اس ملک میں آسوین کی پہلی کو ہوتا ہے اور سال اس زمانے میں کاتک کی پہلی کو شروع ہوا اور دونوں تہوار اوائل ماہ میں ہونا بیان کئے جاتے ہیں - حساب سے معلوم ہوتا ہے کہ کشن رای کے عہد میں پہلی آسوین اور پہلی کارتک ۱۲ ستمبر اور ۱۲ اکتوبر کے مطابق پڑی - ہم نے کشن رای کی سلطنت کے زمانے کا حساب کیا تو سوائے ۱۵۲۰ء کے اور کوئی سال اس سے مطابقت نہیں رکھتا -

۱۵۲۱ء میں دھانومی ۲ ستمبر کو اور سال تو پہلی اکتوبر کو ہوا ہے اور ۱۵۲۲ء میں یہ تہوار ۲۰ ستمبر اور

---

[51] - یہ تہوار ۱۲ ستمبر کو شروع ہوتا ہے اور نو دن تک رہتا ہے - وقائع پیز صفحہ ۲۶۳ [52] شروع ماہ اکتوبر میں اس مہینے کے گیارہ دن گزر جانے کے بعد ان لوگوں کا سال شروع ہوتا ہے اور یہی سال نو کا دن ہوتا ہے - ہندو اس مہینے کے نئے چاند کے دن سال شروع کرتے ہیں اور ان کے مہینوں کا حساب چاند سے چاند کو ہوتا ہے وقائع پیز ۲۸۱ - ۱۲ -

۲۰ اکتوبر کو ہوئے ہیں اِس سے ظاہر ہی کہ پیز ۱۵۲۰ء کے تہواروں میں موجود تھا اور اس لئے جنگ رائچور کا اُسی سال میں ماہ ستمبر کے پیشتر ہونا ضروری امر ہی - واقعۂ ذیل سے اور زیادہ توضیح ہمارے خیال کی ہوتی ہی - راجہ بیجانگر نے اِن تہواروں کے دیکھنے کے لئے کرسٹووائو کو بلوایا تھا اور بہت تعظیم و تکریم سے پیش آیا - راجہ نے اپنے پاس ایک بلند چبوترے پر اُس کو اور اُس کے ہمراہیوں کو بٹھلایا کہ تماشا اچھی طرح دکھلائی دے - کرسٹووائو نے چوں کہ محاصرۂ رائچور میں راجہ کی بے انتہا مدد کی تھی اور اسی کی امداد سے جلد کامیابی ہوگئی ورنہ یہہ لڑائی مہینوں کا طول کھینچتی اِس وجہ سے راجہ اُس کا ازحد ممنوں تھا اور انھیں تعلقات سے اُسے مدعو بھی کیا تھا -

اب دیکھنا چاہیے کہ دوسرے پرتگالی مورخین نے رائچور کی لڑائی کا کس سال میں ہونا لکھا ہی اور وہ نیونز کے بیان سے مطابق ہی یا نہیں - اس سوال کا تصفیہ اُس تاریخ پر منحصر ہی جب کہ پرتگالیوں نے بندر گوآ کے محاذی برّاعظم سالسٹ بانڈا اور بارڈس کے خطّوں پر قبضہ کیا تھا - یہہ یقینی بات ہی کہ خشکی کے مقامات پر پرتگالیوں کا قبضہ کشن رای کے اشارے سے فتح رائچور کے چند دنوں بعد اُس زمانے میں ہوا جب کہ سیکویرا گورنر جنرل بحر احمر کی طرف چلا گیا تھا اور ڈی ملو گوآ کا گورنر تھا - سیکویرا بحر احمر کو ۱۳ فروری ۱۵۲۰ء میں روانہ ہوا اور ۹ - فروری ۱۵۲۱ء کو واپس آیا - کیپٹن ہیڈ سیاح ۱۵۲۹ء میں ہندوستان میں تھا اور اِس لئے اُس کا بیان زیادہ تر اعتبار کے قابل ہی - وہ لکھتا ہی کہ سیکویرا بحر احمر کو گیا ہوا تھا اُس کے غیاب میں راجۂ بیجانگر اور عادل شاہ سے لڑائی ہوئی جس میں بادشاہ شکست پاکر بھاگا اور ہندوؤں نے رائچور اور دوسرے مقامات فتح کر لئے - اِس وجہ سے گوآ کے قریب خشکی میں متعدد [۵۱] تھانہ داریاں عدم نگرانی کی حالت میں پڑی تھیں - راجۂ بیجانگر کی سلطنت خود وسیع تھی اُس کو اِن کی پروانہ تھی وہ صرف یہہ چاہتا تھا کہ گوآ میں جو گھوڑے درآمد کئے جاتے ہیں وہ سب اُسی کو ملیں اور عادل شاہ کو ایک بھی نہ دیا جائے - اُس نے ڈی ملو کو کہلا بھیجا کہ عادل شاہ سے اُس نے بالگاؤں اور اُس کے ساتھ سمندر تک کا علاقہ چھین لیا ہی جس میں متعدد تھانہ داریاں واقع ہیں جن کا محاصل

---

۵۱ - اُس زمانے میں سلطنت کے چھوٹے حصّے تھانہ داریوں پر منقسم تھے - جیسے فی زمانا تعلقات اور پرگنہ جات ہیں - ۱۲ -

پانچ لاکھ طلائی پرڈاؤ (ایک سکّہ ہی) سے زیادہ ہی۔ ہم وہ بادشاہ پرتگال کو صرف اس شرط پر دیتے ہیں
کہ تمام گھوڑے جو گوآ میں آتے ہیں ہم کو دئیے جائیں۔ اس بنا پر دس دن کے اندر ان تھانہ داریوں
پرمع جزیرہ سالسٹ کے پرتگالیوں کا قبضہ ہوگیا۔ سیّاح کوریا جو ہندوستان میں ۱۵۱۲ء یا ۱۵۱۴ء میں
آیا تھا بیان کرتا ہی کہ سیکویرا گوآ سے بحر احمر کو جنوری ۱۵۲۰ء میں گیا اور اُس زمانے میں بیجانگر اور بیجاپور
کے درمیان لڑائی چھڑی ہوئی تھی جس کے ختم کے بعد راجہ بیجانگر نے ڈی ملو کو (جو گورنر جنرل کے
چلے جانے سے گورنری کے عہدے پر مامور تھا) مقامات خشکی محاذی گوآ کے متعلق پیغام بھیجا تھا
کوریا نے صاف طور پر اس واقعہ کا سال نہیں بتلایا لیکن اُس کے وقایع جو ۱۸۶۰ء میں چھپے ہیں
اُن پر ۱۵۲۱ء لکھا ہی۔ لیکن یہ سال صریح غلط ہی کیوں کہ مئی ۱۵۲۱ء میں سیکویرا کہیں نہیں گیا
تھا اس لئے یہ سال غلط ہی۔ مئی ۱۵۲۲ء میں سیکویرا گورنر جنرل ہی نہ تھا بلکہ مینزس تھا جس نے
ولیسرائے کی خدمت کا جائزہ سیکویرا سے ۲۲ جنوری ۱۵۲۳ء کو لیا ہی اُسی دن سیکویرا پرتگال
کو روانہ ہوا۔ بیروس نے سیکویرا کی روانگی ۱۳ فروری ۱۵۲۰ء کو لکھی ہی اور یہ کہ اُس کے غیاب
میں ڈی ملو گوآ کا گورنر تھا۔ ڈی ملو نے برّ اعظم گوآ پر جنگ رائچور کے بعد قبضہ کیا اور اُس زمانے
میں سیکویرا بحر احمر میں تھا۔ اُس نے جنگ رائچور کے حالات کو نیونز ہی سے نقل کیا ہی اس لئے
اُس سے بحث فضول ہی۔ البتہ بیروس نے بطور خود کچھ واقعات بتلائے ہیں ان میں ٹھیک
ٹھیک زمانہ بھی بتلایا ہی۔ "رائچور کی جنگ کے بعد عادل شاہ اور راجہ کی ناچاقی لامحالہ بڑھ گئی
تھی اور اسی وجہ سے ڈی ملو نے برّ اعظم پر قبضہ کرلیا" دو کی لڑائی میں تیسرے کا فائدہ۔ سیکویرا
ان دنوں بحر احمر میں تھا۔ بیروس لکھتا ہی کہ سیکویرا نے بحر احمر سے واپس آتے ہی پہلے ملک
کا انتظام کیا خصوصاً برّ اعظم کا جس پر ڈی ملو نے قبضہ کرلیا تھا۔ اس کے بعد وہ کوچین چلا
گیا اور وہاں سے ڈیو گیا جہاں وہ ۹ فروری ۱۵۲۱ء کو پہنچا۔ اور ایک دوسری جگہ بھی
بیروس نے لکھا ہی کہ سیکویرا کے غیاب میں ڈی ملو نے برّ اعظم پر قبضہ کیا۔ فاریا ایک
فرانسیسی مورّخ نے جس کی کتاب ان واقعات کے ایک صدی بعد چھپی تھی لکھا ہی کہ سیکویرا
فروری ۱۵۲۰ء سے فروری ۱۵۲۱ء تک گوآ سے غیر حاضر تھا اس زمانے میں راجہ بیجانگر نے
پینتیس ہزار سوار سات لاکھ تینتیس ہزار پیدل اور پانسو چھیاسی ہاتھیوں کا لشکر میدان اور

پہاڑوں میں پھیلا دیا - ہر ہاتھی پر عماری میں چار چار آدمی سوار ہوتے تھے - بارہ ہزار تو صرف سقّے تھے - اور سامان اس قدر کثرت سے تھا کہ بیس ہزار سے زیادہ تو صرف طوائف ہی تھیں - ڈمی سوزا نے لکھا ہی کہ جب عادل شاہ کو شکست ہوئی تو کشن رای نے اس شرط پر صلح کرنی منظور کی کہ عادل شاہ آکر اُس کے قدم بوس ہو - اِن دونوں کے جھگڑوں میں پرتگالیوں کو اچھا موقع ملا اور اُنھوں نے مختلف بحری مقامات پر قبضہ کرلیا - یہی حال اسورایو اور نفیٹا سیّاحوں نے بھی لکھا ہی - تاریخ فرشتہ میں لکھا ہی کہ جنگ رائچور سنہ ۹۲۷ھ م ۱۲ دسمبر سنہ ۱۵۲۰ء لغایۃ یکم دسمبر سنہ ۱۵۲۱ء میں ہوئی - فرشتہ نے بھی وہی واقعات لکھے ہیں جو ہم اوپر لکھ آئے ہیں البتہ اس امر میں اختلاف ہی کہ دوسرے مورخین نے تو یہ لکھا ہی کہ رائچور مسلمانوں کے قبضے میں تھا لیکن فرشتہ لڑائی چھیڑنے کا سبب یہ لکھتا ہی کہ عادل شاہ نے یہ لڑائی مدگل اور رائچور راجۂ بیجانگر کے قبضے سے نکالنے کے واسطے کی تھی - اس سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ مقامات اُس زمانے میں ہندوؤں کے قبضے میں تھے لیکن یہ روایت اس وجہ سے صحیح نہیں ہی کہ فرشتہ نے سالہا سال کے بعد اِن واقعات کو لکھا ہی - جنگ رائچور کی صحیح تاریخ میں نیوننر کو مغالطہ ہوا ہی کیوں کہ وہ منجّم نہ تھا - اس تفصیل سے معلوم ہوا ہوگا کہ نیوننر نے جو سال جنگ رائچور کا بیان کیا ہی اُس میں دو برس کی غلطی ہوئی ہی اور صحیح تاریخ میں بھی اختلاف ہی - ماہِ مئی میں غرہ کو ہفتے کے دن جنگ کا ہونا پایا جاتا ہی - کشن رای تو جمعہ کے روز طیّار تھا لیکن وہ دن منحوس ہونے سے ہفتہ قرار پایا، ۱۷ مئی سنہ ۱۵۲۰ء کو جمادی الاخریٰ کا غرہ پنجشنبہ کی صبح ہونا بیان کیا ہی لیکن حقیقت میں ہفتے کے دن ہوا ہی - اس حساب سے صحیح تاریخ اس جنگ کی ۱۹ مئی سنہ ۱۵۲۰ء قرار پاتی ہی -

تعداد افواج جنگِ رائچور

فوج کی تعداد حسب بیان نیوننر سات لاکھ تین ہزار پیدل بتیس ہزار چھ سو سوار پانسو اکیاون ہاتھی تھے - ہمراہیان لشکر سوداگر اور بہت سے آدمی جو رائچور کے قریب پہونچتے پہونچتے مل گئے اِس کے سوا تھے - یہ تعداد ایسی خطیر ہی کہ ہم کو اس کی صداقت میں پس و پیش ہوتا ہی - ہر شخص کو اختیار ہی کہ اِس بارے میں اپنی رائے قایم کرے اتنا کہنا البتہ ضرور ہی کہ اُس زمانے میں بادشاہاں اور راجگانِ ہند کا دستور تھا کہ ہمیشہ بہت بڑی فوج رکھتے تھے اور اس میں شک نہیں کہ کشن رای کی طاقت ایسی بڑھی ہوئی تھی کہ وہ بہت بڑا لشکر فراہم

کر سکتا تھا چنانچہ پیز لکھتا ہے کہ وقت ضرورت وہ بیس لاکھ فوج جمع کر سکتا تھا لیکن یہ دوسری بات ہے کہ رائچور کی لڑائی میں فی الحقیقت کتنی فوج تھی۔ اُس زمانے کی حکومت کا طرز اور تھا تمام مملکت صوبوں میں منقسم تھی ہر صوبے دار کا فرض تھا کہ وہ ایک مقررہ تعداد فوج کی موجود رکھے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ لڑائی اہم تھی اور راجہ نے اپنی تمام قوت اس میں صرف کر دی ہوگی اس بات کا ثبوت کہ بادشاہان و راجگان ہند اتنی بڑی فوج رکھتے تھے مختلف ذرائع سے ہوتا ہے۔ بیروس لکھتا ہے کہ راجہ بیجانگر کا تمول بے انتہا تھا۔ اسکاٹ صاحب نے اپنی "تاریخ دکن" کی جلد دوم میں اورنگ زیب کے زمانے کے بُندیلہ سردار دلپت رای کے روزنامچے سنہ ۱۶۹۰ء کے حوالے سے لکھا ہے کہ راجہ بیجانگر کی فوج کی تعداد تیس ہزار سوار اور دس لاکھ پیدل اور دولت بے شمار تھی۔ کانٹی جو ہندوستان میں اس لڑائی سے ایک صدی پیشتر آیا تھا لکھتا ہے کہ بیجانگر کا لشکر دس لاکھ سے اوپر تھا۔ عبد الرزاق نے سنہ ۱۴۴۲ء میں لکھا ہے کہ یہاں کی لشکر کی تعداد گیارہ لاکھ اور ایک ہزار ہاتھی تھے۔ نکیٹین نے اس کے بیس برس بعد لکھا ہے کہ گلبرگہ سے جو فوج ہندوؤں پر چڑھ کر آئی تھی اُس کی تعداد نو لاکھ پیدل ایک لاکھ نوّے ہزار سوار اور پانسو چھیتر ہاتھی تھے علاوہ اُمرا کی فوج کے بادشاہ کی وہ فوج جو ہر وقت جنگ کے لئے طیار رہتی تھی تین لاکھ تھی۔ بادشاہ جب کبھی شکار کو نکلتا تھا تو اُس کے ساتھ دس ہزار سوار پانچ لاکھ پیدل اور دو سو ہاتھی رہتے تھے۔ صرف ملک التجار کے پاس دو لاکھ فوج تھی۔ پچھلے زمانہ میں سکندر اعظم نے جو ۳۲۶ء قبل مسیح تھا مگدھ کے لشکر کی تعداد یونانیوں نے چھ لاکھ پیدل تیس ہزار سوار اور نو ہزار ہاتھی لکھی ہے۔ لارڈ اجرٹن نے لکھا ہے کہ ۱۱۹۲ء میں ہندوؤں کی جو فوج شمالی ہند میں مسلمان حملہ کرنے والوں کے مقابلے کے لئے اکٹھی کی گئی تھی کم سے کم اس کی تعداد تین لاکھ سوار تین ہزار ہاتھی اور ایک بڑی تعداد پیدلوں کی تھی۔ سنہ ۱۵۵۹ء میں ایک مغل ایلچی کی پیشوائی کو پچاس ہزار سوار بھیجے گئے اور دو لاکھ پیدل فوج اُس کے ملاحظہ میں آئی تھی۔ فرشتہ کی روایت کے حوالے سے ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ ۱۳۴۷ء میں محمد تغلق بادشاہ دہلی نے تین لاکھ ستر ہزار فوج فارس پر چڑھائی کرنے کے لئے جمع کی تھی اور جب کبھی بادشاہ کا ارادہ کسی ملک کو تاخت و تاراج کرنے کا ہوتا تھا تو اس آسانی سے فوراً لشکر اکٹھا ہو جاتا تھا گویا کہ کہیں شکار کو جا رہے ہیں لشکر جمع کرنے کے بعد

بادشاہ اُس علاقے میں پونچ کر تمام باشندوں کا قتل عام کر دیتا تھا۔ یہ وجہ تھی کہ جب کبھی شکار کو بھی نکلتے تھے تو اس قدر جم غفیر لشکر کا ساتھ رہتا تھا۔ شہاب الدین نے بیان کیا ہی کہ محمد تغلق کے لشکر میں نو لاکھ سوار تھے اور نیونیز نے لکھا ہی کہ بادشاہ نے جب بالاگھاٹ پر چڑہائی کی تو اُس کے ساتھ آٹھ لاکھ سوار تھے۔ سترھویں صدی میں فاریا سوزا نے لکھا ہی کہ بہاور بادشاہ کھمبایت کے پاس ۱۵۳۴ء میں ایک لاکھ سوار چار لاکھ پندرہ ہزار پیدل اور چھ سو ہاتھی تھے۔ حال کے زمانے میں بھی ۱۷۶۲ء میں مرہٹوں کے پاس ایک لاکھ سواروں کا لشکر تھا۔ نیونیز نے بیجانگر کے حالات میں لکھا ہی کہ یہ سلطنت دو سو حصوں میں امرا پر منقسم تھی اُن میں سے گیارہ فرمانرواؤں کو لشکر رکھنا لازمی تھا اور اُن کی افواج کی تعداد اُنیس ہزار سوار ایک لاکھ اکھتّر ہزار سات سو پیدل اور چھ سو تیس ہاتھی تھے۔ کیپٹن ہیڈا (جو کشن رای کی سلطنت کے اختتام سے تھوڑے ہی دن پہلے ہندوستان میں آیا تھا) بھی اِن باتوں کی تصدیق کرتا ہی کہ سلطنت بیجانگر میں پیدلوں کی تعداد بے شمار تھی ملک بہت وسیع اور آبادی گنجان تھی راجہ دس لاکھ سے بیس لاکھ تک فوج اکھٹی کر سکتا تھا۔ راجہ اپنے ذاتی صرفہ سے ایک لاکھ سوار اور چار ہزار ہاتھی رکھتا تھا۔ اِن تمام روایات پر غور کرنے کے بعد اتنا تو ضرور معلوم ہوتا ہی کہ راجہ بیجانگر کے پاس کثیر التعداد فوج تھی اور وقت ضرورت وہ اس سے بھی زیادہ اکھٹی کر سکتا تھا غالبًا اتنی بڑی فوج سب کی سب باقاعدہ یا مسلح نہ ہوگی بلکہ اس میں عام دیہاتی بھی شریک ہونگے اس باقیات الصالحات کی یادگار اب بھی حیدرآباد دکن دارالسلطنت سرکار عالی نظام میں ہر سال محرم میں لنگر کے دن دیکھی جاسکتی ہی جہاں باقاعدہ اور بے قاعدہ فوج کی ایک بہت

لے۔ ہر سال ۵ محرم کو بلدۂ حیدرآباد میں اعلیٰحضرت حضور نظام دام اقبالہم کا لنگر نکلا کرتا ہی اُس کی مختصر کیفیت لکھی جاتی ہی۔ ۱۵۹۲ء میں سلطان قلی قطب شاہ کا صاحبزادہ شہزادہ عبداللہ حیدرآباد سے گولکنڈہ گیا۔ شہزادے کے ساتھ بہت سے امرا اور ہمراہیان تھے۔ شہر کے دروازے سے نکل کر ابھی تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ شہزادہ جس ہاتھی پر سوار تھا وہ بدل گیا اور لوگوں پر حملہ کرنے لگا۔ امرا اور دوسرے لوگ جان بچا کر بھاگے اور ہاتھی ایک دم جنگل کی طرف چلا اور آناً فاناً شہزادہ اور ہاتھی دونوں نظر سے غائب ہو گئے۔ جب یہ خبر وحشت اثر محلات میں پہنچی تو ایک کہرام مچ گیا۔ شہزادے کی والدہ ازحد پریشان ہوئیں اور اُنھوں نے اُسی وقت منّت مانی کہ اگر شہزادہ

بڑی تعداد سرِ راہ گزرتی ہے - سوار پیدل عرب - روہیل - حبشی - راٹھور - سکھ اور مختلف اقوام کے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۶ - صحیح سلامت واپس آجائے گا تو میں ایک سونے کی زنجیر (اتنی موٹی کہ جس سے ہاتھی کو باندھتے ہیں اور اُس کو لنگر کہتے ہیں) چڑھاؤں گی - بہ فضلِ الٰہی شہزادہ اُسی ہاتھی پر سوار بخیریت تمام آگیا - بیگم صاحبہ نے اُسی وقت تمام شہر کے سناروں کو جمع کرایا اور اپنی منت کی زنجیر بنوائی اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے شہزادے کو ایسی بڑی مصیبت سے بال بال بچا لیا تھا جلوس کے ساتھ درگاہِ حسینی علم پر جا کر چڑھا دی - اس کے بعد وہ زنجیر ٹکڑے ٹکڑے کر کے غربا میں تقسیم کر دی گئی - اُس وقت سے اب تک یہی طریقہ جاری ہے اور ہر سال رئیس وقت کی سلامتی کے لئے لنگر نکالا جاتا ہے - یہ تقریب اب ایک قسم کی شاہی دعوت ہو گئی ہے جس میں امن جاب مدار المہام بہادر سرکار عالی رزیڈنٹ صاحب بہادر اور تمامی صاحبان انگریز حیدرآباد و فوجی سرداران (مع لیڈیاں) حیدرآباد - سکندرآباد - بلارم - اسوال ذی ملکیڑی مدعو کئے جاتے ہیں اور ریاست کے بڑے بڑے یوروپین اور ہندوستانی عہدے دار بھی شریک ہوتے ہیں - اِن سب کو ایک بڑا بھاری بریکفسٹ اور رفرشمنٹ دیا جاتا ہے - یہ سب مہمان مدار المہام سرکار عالی کی بارہ دری میں جمع ہوتے ہیں اس دن عام تعطیل ہوتی ہے اور تمامی باشندگان شہر عورت و مرد مثل عید کے لباسِ فاخرہ پہن کر نکلتے ہیں - دکانوں اور بالاخانوں پر آدمیوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگے رہتے ہیں صرف ایک ایک دکان - کوٹھے اور بنگلوں کے لئے جو سرِ راہ واقع ہیں - پچاس پچاس اور سو سو روپیے کرایہ پر تماشہ دیکھنے کو دئے جاتے ہیں - آدمیوں کی وہ کثرت ہوتی ہے کہ الامان - تل دھرنے کو جگہ نہیں رہتی کھوے سے کھوا چھلتا ہے - سویرے سے لوگ اپنی اپنی جگہ سنبھال لیتے ہیں ورنہ دو بجے کے بعد تو پھر رستہ بھی نہیں مل سکتا - دن ڈھلے فوج نکلنی شروع ہوتی ہے اور سب مدار المہام سرکار عالی کے ملاحظہ سے آہستہ آہستہ گزرتی ہے جس کا سلسلہ مغرب تک تمام ہوتا ہے سب سے اول کوتوال شہر ہاتھی پر عماری میں سوار ہو کر اپنی جمعیت پولیس درواہل و سواران و پیدل لے کر نکلتا ہے - اُس کے بعد اطراف بلدہ کی پولیس ہوتی ہے پھر مختلف علاقوں کی پیدل اور سوار جمعیت بے قاعدہ و باقاعدہ سواران مندوزئی و قائم خانی - عرب - روہیل - سندھی - بلوچ - راٹھور - سکھ - جمعیت لین - جمعیت میسرم و رسالہ جوش یادی گارڈ اعلیٰ حضرت - افواج باقاعدہ گول کنڈہ بریگیڈ سوار و پیدل - امپیریل سروس ٹروپس جمعیت صرف خاص و علاقہ پائیگاہ - امیر کبیر سر خورشید جاہ بہادر و نواب سر آسمان جاہ بہادر و نواب سر وقار الامرا بہادر و پیشکاری و سانڈنی سوار - بائیسکل سوار - خچروں - گھوڑوں - اور بیلوں کے توپ خانے - افواج علاقہ

لوگ بہت سے ملازم ہیں ہر ہر علاقے کی فوج اپنے اپنے جمعداروں اور سرکردوں کے ساتھ آتی ہے۔ پائگاہ اور جاگیرات کی افواج اِس کے علاوہ ہیں جن کے سررشتہ اور آوردہ جدا جدا ہیں یہی طریقہ افواج فراہم کرنے کا پہلے بھی جاری تھا۔

جنگ رایچور کا حال تاریخ فرشتہ سے

تاریخ مذکور میں جو حال رایچور کی لڑائی کا لکھا ہے وہ نہایت دلچسپ ہے کیوں کہ مسلمانوں کے طرف سے جنگ کا شروع ہونا لکھا ہے جب سلطان اسمٰعیل عادل شاہ کو راجۂ بیجانگر کی طیّاریوں کی خبر مل گئی تو وہ ایک بہت بڑا لشکر لے کر مدگل اور رایچور کو رای بیجانگر کے قبضے سے لینے کے لئے سات ہزار سوار لے کر بڑھا اور دریائے کرشنا کے کنارے پر مقیم ہوا اور وہاں پونچتے پونچتے دوسرے بہت سے امرا کی افواج بھی آن ملیں کل تعداد فوج کی کم سے کم پچاس ہزار سوار چھے لاکھ پیدل سے متجاوز تھی۔ بادشاہ ابھی چند روز توقف کرتا کیوں کہ دریا کی سب کشتیاں رای کے علاقے میں تھیں لیکن اب جب کہ بادشاہ آن پونچا تھا اور اُس کے خیام لگ چکے تھے تو تامل کرنا یا واپس چلا جانا بڑی سبکی کی بات تھی اس لئے کشتیوں کی تیاری شروع کر دی گئی۔ بادشاہ کے پونچنے کے چند دنوں بعد بادشاہ اپنے خیمے میں آرام فرما رہا تھا کہ اُس نے قنات کے باہر اپنے ندیموں میں سے ایک شخص کو یہہ شعر پڑھتے ہوئے سنا ؎

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۔ نواب غالب جنگ بہادر۔ عوب علاقہ نواب سلطان نواز جنگ بہادر دبرق جنگ بہادر و مسلّم جنگ بہادر وغیرہ۔ اس کے بعد اعلیٰحضرت کی سواری کے خاصے کے گھوڑے جو نہایت عمدگی سے سجے ہوئے ہوتے ہیں جن پر مغرق زین پوش زردبانات کے رہتے ہیں اور انواع و اقسام کے طلائی و نقرئی ساز و سامان اور زیورات سے آراستہ ہوتے ہیں۔ جب ایک علاقے کی جمعیت ختم ہوجاتی ہے تو دوسرے علاقے کا جمعدار یا افسر یا سرکردہ ہاتھی یا گھوڑے پر جیسا اُس کا مرتبہ ہو سوار ہو کر آتا ہے اور ہر ہر علاقے کے نشانات جدا جدا ہیں۔ بان چھوٹتے جاتے ہیں۔ بینڈ بجتے جاتے ہیں۔ عرب جمعیت کا بینڈ بہت مشہور اور دلکش ہے وہ لوگ القوزہ اور مشک نما ایک باجہ بین اور پونگی کی طرح کا بجاتے ہیں جسے Bagpipe کہتے ہیں۔ تمام فوج چوک سے شمس الامرا کا بازار۔ نخاص۔ پیشکار صاحب کی ڈیوڑھی پر سے گزر کر چومحلہ مبارک کے سامنے اعلیٰحضرت کے ملاحظہ کے بعد چار مینار سے پرے جا کر متفرق ہو جاتی ہے یہہ سلسلہ برابر چھ سات گھنٹے جاری رہتا ہے اور اس کا بیس پچیس ہزار فوج سے کم کا

خیز در کاسۂ زر آبِ طربناک انداز پیشتر از آن دم کہ شود کاسہ بسر خاک انداز

بادشاہ اِس شعر کے سنتے ہی جوش میں آگیا اور اپنے مصاحبین کو بلا کر ایک جشن میں مصروف ہوا جب بہت دیر تک محفلِ رقص و سرود اور بادہ نوشی کی برپا رہی تو بادشاہ نے بحالت سرشاری ارکانِ دولت سے پوچھا کہ ٹوکروں[۱] کے طیار ہو جانے میں کیا دیر ہی؟ اُنھوں نے عرض کیا کہ تین سو ٹوکرے طیار ہو چکے ہیں باقی چند روز میں طیار ہو جائیں گے - بادشاہ نے ارادہ کیا کہ دریا کے پار ہو کر حملہ کریں - شراب کے نشے میں بادشاہ نے دریا سے فوراً عبور کرنے کی دل میں ٹھان لی اور ایک ہاتھی پر سوار ہو کر دریا کے کنارے پونہچا لیکن کسی کو کانوں کان بادشاہ کے ارادے کی خبر نہ ہوئی لوگ سمجھے کہ بادشاہ سیر و تفرّج کو برآمد ہوا ہو لیکن یکایک حکم دیا کہ فوراً لوگ ہاتھیوں پر سوار ہو جائیں اور گھوڑوں کو ٹوکروں میں جو طیار ہیں پار کریں - امرا نے بادشاہ کی بے سوچے سمجھے جلد بازی کی حرکت سے پس و پیش کیا اور عرض و معروض کی لیکن بادشاہ نے کچھ جواب نہ دیا اور اپنا ہاتھی ایک دم آب تہ میں ڈال دیا - لوگ حیران ہو گئے کہ بادشاہ نے یہ کیا کیا - بادشاہ دیکھتے دیکھتے پار ہو گیا پھر کیا تھا جان نثاران سلطنت بھی چالیس ہاتھیوں پر سوار ہو کر آناً فاناً پار ہو گئے اور ٹوکروں پر جتنی فوج اور گھوڑے چڑھ سکتے تھے وہ پھیروں میں اُتار دئے - چوں کہ بادشاہ کو جنگ کرنے پر اصرار تھا مغل ایک دل ہو کر تازی گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور صفحۂ جدال آراستہ کرنے لگے سب ملا کر اسلام کا لشکر صرف دس ہزار تھا اِدھر طیاری ہو رہی تھی کہ سامنے ہندوؤں کی فوج جس میں اسّی ہزار سوار اور دو لاکھ پیدل سے کم نہ تھے آن پونہچی اب بادشاہ کی سلامتی کے لالے پڑ گئے موقع بہت ٹیڑھا تھا لیکن بادشاہ کو اصرار تھا کہ لڑائی ہو پر ہونا چار بادشاہ کے بہادروں نے ایک جان ہو کر کچھ ایسی دلیری اور بہادری

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۸ - اندازہ نہیں کیا جاتا اس پر سے پہلے زمانے کی شان و شوکت اور کثرتِ افواج کا اندازہ ہو سکتا ہی اور یہیں کی فوج ایسی ہی کہ جو قدیم زمانے کے لباس ہتیاروں اور وضع قطع کا ایک نمونہ ہی -

[۱] دکن میں اب تک بجائے کشتیوں کے بڑے بڑے ٹوکرے ڈالے جاتے ہیں جو چھاؤ کے ہوتے ہیں اور اُن پر چمڑا منڈھا ہوا ہوتا ہی یہ ٹوکرے کشتیوں کا کام دیتے ہیں مگر خطرناک ضرور ہیں - ذرا سی ٹکّر یا اونچ نیچ میں اِن کا ڈوب جانا کوئی بات نہیں ۱۲

سے مقابلہ کیا کہ دشمن کے ایک ہزار آدمی قتل کر ڈالے جس میں سنگت سپہ سالار فوج بیجانگر مارا گیا لیکن آخر کہاں تک تاب مقاومت نہ لا سکے گولہ باری بندوقوں کی بوچھاڑ۔ تیر اور ہوائی بانوں نے گھبرا دیا۔ بادشاہ کے لشکر میں بھی پندرہ سو آدمی مارے گئے اور لشکر آدھیا گیا جو بچے تھے وہ جان بچا کر بھاگے اور دریا میں بے محابا گھوڑے ڈال دیئے۔ بادشاہ کے ساتھ ہاتھی پر خواصی میں ترسوں بہادر اور ابراہیم بیگ تھے اُنھوں نے بھی ہاتھی دریا میں ڈال دیا مگر دریا اس قدر طغیانی پر تھا کہ سوائے بادشاہ کے ہاتھی اور سات سواروں کے سب کے سب ڈوب گئے ایک بھی زندہ نہ بچا۔ بادشاہ کی مستعجلانہ حرکت کا یہ خمیازہ تھا کہ ساری فوج غارت ہوئی بادشاہ کی جان جو بچ گئی وہ بھی غنیمت۔ بادشاہ کو سخت ندامت ہوئی اُس نے قسم کھائی کہ جب تک اس شکست کا انتقام نہ لوں گا شراب کو ہاتھ نہ لگاؤں گا لیکن اب پچھتانے سے کیا ہو سکتا تھا۔ بادشاہ نے پھر کمر ہمت باندھی اور دوبارا فوج کی تیاری میں مصروف ہوا مرزا جہانگیر تو اس لڑائی میں مارا گیا تھا بادشاہ نے اسد خاں لاری سے مشورہ کیا کہ بحالت موجودہ کونسا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے جو کامیابی ہو۔ اسد خاں نے عرض کیا کہ چوں کہ ہماری فوج کا بے انتہا نقصان ہوا ہی اور لشکر میں دل شکستگی پھیل گئی ہی فی الحال بیجاپور پلٹ چلنا ہی ٹھیک ہی۔ بادشاہ نے بھی اس رائے کو مان لیا اور واپس چلا گیا۔ اسد خاں کو بادشاہ نے سپہ سالاری کی معزز خدمت اور بہت سی جاگیریں عطا کیں اور اُسے اپنا بڑا مشیر و صلاح کار مقرر کیا۔

واقعات کا مقابلہ نیونز اور فرشتہ دونوں کے حالات کو مقابلہ کرنے سے اس امر میں کوئی شک نہیں رہتا کہ دونوں ایک ہی واقعہ کو بیان کرتے ہیں۔ اس لڑائی کی ابتدا کس کی طرف سے ہوئی اس بارے میں مختلف بیانات ہیں۔

فرشتہ لکھتا ہی کہ جب بادشاہ دریا کے کنارے پہنچ گیا تو اُس نے دیکھا کہ دوسرے کنارے پر ہندوؤں کا لشکر پڑا ہوا ہی۔ چند دن توقف کرکے بادشاہ تھوڑی سی فوج کے ساتھ دریا پار اُتر گیا لیکن شکست کھا کر واپس آیا۔

نیونز لکھتا ہی کہ کشن رائے کو جب بادشاہ کے دریائے کرشنا تک آجانے کی خبر ملی تو وہ رائچور میں تھا جو دریا سے (۱۲) میل کے فاصلے پر ہی۔ یہ سنتے ہی وہاں سے چل پڑا اور

دریا ابھی (۹) میل باقی تھا کہ وہاں لڑائی ہوئی جس میں مسلمانوں کا لشکر پسپا ہوا تاہم دونوں بیانوں
کو اجمالاً دیکھا جائے تو بہت سی باتوں میں متفق ہیں جس سے یہ نتیجہ بہ آسانی نکلتا ہی کہ ان میں سے
کس کی روایت صحیح اور قابل اعتبار ہی لیکن جب اس بات کو مدنظر رکھا جائے کہ نیونزنے تو
لڑائی کے پندرہ برس بعد واقعات قلمبند کئے ہیں اور لڑائی میں پرتگالی بھی موجود تھے اور ممکن
ہی کہ نیونز نے ان میں سے بعض لوگوں کی زبان سے لڑائی کے واقعات سُنے ہوں تو ان
وجوہ سے بہ مقابلہ فرشتہ کے نیونز کے بیان پر زیادہ بھروسا کیا جاسکتا ہی کیوں کہ فرشتہ نے
اس واقعے کے ساٹھ برس بعد اپنی تاریخ لکھی ہی اور پھر اُس میں باتیں خلاف قیاس بھی ہیں۔ نیونز
نے ایسے واقعات لکھے ہیں کہ جن کے دیکھنے سے ضرور یہ خیال ہوتا ہی کہ یا تو وہ خود جنگ
میں موجود تھا اور چشم دید حالات لکھ رہا ہی یا کم سے کم اُس نے ایسے لوگوں سے سُن کر لکھا ہی جو
وہاں موجود تھے۔ چنانچہ نیونز نے قلعۂ رائچور اور لشکر کے حالات میں لکھا ہی کہ لشکر میں اس کثرت
سے سامان تھا کہ جس چیز کی ضرورت ہو بے تکلّف ملتی تھی۔ لشکر میں صنّاع اور ہر قسم کے پیشہ ور
اور دستکار اس طرح اطمینان سے اپنا اپنا کام کرتے تھے جیسے کوئی اپنے شہر میں بیٹھ کر کرتا ہی
حتّٰی کہ جوہریوں کی دکانیں بھی تھیں جن میں ہر قسم کے جواہرات فروخت کے لئے موجود تھے۔ یہ
حالات دیکھ کر اوپری آدمی کبھی یہ خیال نہیں کرسکتا تھا کہ اُس لشکر کا کیمپ تھا جو جنگ پر
جارہا تھا بلکہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک آباد اور خوش حال شہر بسا ہوا ہی۔ تاشوں۔ باجوں۔
نرسنگوں اور لوگوں کا ایسا شور وغل تھا کہ کان پڑی آواز نہیں سُنائی دیتی تھی لوگ اشاروں سے
باتیں کرتے تھے۔ اِس بلا کے شور وغل سے چڑیاں گھبرا کر آدمیوں کے سروں پر گر گر پڑتی تھیں۔
ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اب آسمان پھٹ پڑے گا۔ یہ ایسے واقعات ہیں جو دیکھنے والا ہی لکھ سکتا
ہی۔ راجہ بیجانگر نے جب رائچور کو فتح کیا تو راجہ نے سٹو واڈ کی طرف دیکھ کر سر ہلایا اور کہا کہ دیکھو
ایک خیرخواہ متنفس سے بھی کیسے کیسے بڑے بڑے کام ہوسکتے ہیں اور جب قلعے والوں نے
شکست کھائی اور کرشن دیورای فتح پاکر شہر میں داخل ہوا اُس کے واقعات لکھے ہیں اور جنگ ختم
ہوجانے کے بعد بادشاہ کے ایلچی سے راجہ کی ملاقات کی کیفیت لکھی ہی۔ دوسرا وقائع نگار
ڈومنگو پینز کرسٹو واڈ کے ساتھ اس جنگ کے چند مہینے بعد بیجانگر میں موجود تھا اگرچہ وہ رائچور

کی لڑائی میں خود نہ تھا لیکن سوائے نیونز کے اور دوسرے وقائع نگاروں نے رائچور کی لڑائی کا حال سرسری طور پر لکھا ہی اور پرتگالی مورخین نے اس لڑائی کو (کیوں کہ اُن سے متعلق نہ تھی) اہم نہیں سمجھا اور اس واسطے مجملاً ذکر کیا ہی۔

انتظام ممالک پر جنگ رائچور کا اثر رائچور کے لڑائی سے اسمعیل عادل شاہ کی طاقت اور شہرت کو ایسا بٹہ لگا کہ اُس نے اس طرف رُخ نہ کیا اور دوسرے مسلمان بادشاہوں سے اپنے تعلقات بڑہانے لگا۔ اس فتح کے بعد سے دکن کے سب مسلمان بادشاہ چوکنّا ہو گئے اور اس کے سوائے علاج نہ تھا کہ سب نے مل کر سلطنت بیجانگر کو آخر تباہ کر دیا۔ ہندوؤں پر اس لڑائی کا یہ اثر ہوا کہ وہ بہت مغرور اور خودپسند ہو گئے گویا اپنے چمن میں کسی نے آگ لگا دی اور اپنی ہم سر سلطنتوں کو ستانے لگے۔ یہی وجہ ہی کہ اس قدر جلد اتنی بڑی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔

رُباعی

جس سر پہ غرور آج ہی یاں تاجوری کا — کل اُس پہ یہیں شور ہی پھر نوحہ گری کا
آفاق کی منزل سے گیا کون سلامت — اسباب لٹا راہ میں یاں ہر سفری کا

اس لڑائی کا اثر پرتگالیوں پر بھی ہوا۔ پرتگالیوں کی حکومت کا دارومدار ہندوؤں کی سلطنت پر تھا اس لئے کہ بادشاہ پرتگال کے تعلقات ہمیشہ سے مسلمانوں سے اچھے نہ تھے ہندوؤں ہی سے اِن کو مدد ملتی تھی اور انھیں سے اِن کی سوداگری چلتی ہوئی تھی۔ پرتگالی مورخین نے ان واقعات سے گریز کیا ہی لیکن یہ بات ظاہر ہی کہ بحری تجارت کا دارومدار اُس سلطنت کی فارغ البالی پر منحصر تھا کہ جہاں اُن کے مال کی کھپت تھی جب بیجانگر کی سلطنت عروج پر تھی اور وہاں عیش و آرام کے سامان بہم تھے اور دولت اُمڈی پڑتی تھی اور بے انتہا افواج جمع تھیں اور سوداگری بھی پنپ رہی تھی برخلاف اس کے جب سلطنت کا زوال ہوا اور شہر ویران ہو کر اُجڑ گیا تو اُن کے مال کو کون پوچھتا تھا لامحالہ ان کی تجارت بھی بیٹھ گئی اِن وجوہ سے پرتگالیوں کو رائچور کی جیسی اہم لڑائی اور عظیم الشان واقع کو اس بے پروائی سے چھوڑ دینا ضرور تعجب کی بات ہی۔

ہمشیرہ اسمعیل عادل شاہ مریم سلطان کی شادی برہان نظام شاہ سے ۹۳۰ھ۔

بیجانگر کے راجہ کی نوک جھونک اور شرارتیں روز بروز حد سے متجاوز ہوتی چلی جارہی تھیں آخر کب تک کوئی طرح دیتا۔ اسد خاں نے جو اب سپہ سالار ہوگیا تھا کوشش کی کہ برہان نظام شاہ احمد نگر اور اسمعیل شاہ کے باہمی قرابت قریبہ ہوجائے یعنی مریم سلطان ہمشیرۂ اسمعیل عادل شاہ کی شادی برہان نظام شاہ سے ہوجائے تاکہ اس فتنہ پرداز کی بخوبی سرکوبی کی جاسکے۔ اس مسئلہ کو طے کرنے کے لئے اسد خاں نے سلطنت کے ایک تجربہ کار معتمد سید احمد ہروی کو تحفہ تحائف شاہانہ دے کر احمد نگر روانہ کیا چنانچہ سید احمد بوساطت شاہ طاہر کے برہان نظام شاہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور یہ قرار پایا کہ دونوں بادشاہ ذی جاہ اپنے اپنے مستقر سے برآمد ہوکر قلعۂ شولاپور میں جو فی مابین ان دونوں کے محل نزاع تھا اور بالمشافہ ملاقات میں اس امر کو طے کرلیں۔ حسبہ دونوں بادشاہوں کا قلعۂ شولاپور میں قران السعدین ہوا اور ایک مہینے تک شادی کے جشن رہے اور وقت تعین کابین مریم سلطان علاوہ جواہرات اور نقدیات کے قلعۂ شولاپور مع پانچ پیٹ کے جہیز میں دے دیا گیا اور دونوں بادشاہوں نے دوستی و اتحاد میں منسلک ہوکر اپنی اپنی دارالخلافت کو مراجعت فرمائی۔

برہان نظام شاہ اور اسمعیل عادل شاہ کی پہلی لڑائی شولاپور پر ۹۳۱ھ

اسمعیل شاہ کی بہن مریم سلطانہ کی شادی نظام شاہ سے ہوکر قلعۂ شولاپور جہیز میں دینے کا وعدہ ہوچکا تھا۔ لیکن کسی وجہ سے اسمعیل شاہ اپنے اس اقرار کو پورا نہ کرسکا جس پر برہان نظام شاہ نے ارادہ کرلیا تھا کہ اگر شولاپور خوشی سے نہ دیں گے تو ہم چڑھائی کرکے لے لیں گے اور اس ارادے کی تکمیل کے لئے عماد الملک سے امداد لے کر جنگ چھیڑ دی۔ اسمعیل شاہ بارہ ہزار سوار اور انبوہ کثیر فوج کا لے کر مقابلے کو چلا اور دونوں طرف کی فوجیں کسی طرح چالیس ہزار سے کم نہ تھیں ان میں ایک مہیب جنگ ہوئی جس میں پہلے عماد الملک کو شکست ہوئی اور برار کو بھاگا نظام شاہ نے ہر چند پاؤں جمانے چاہے مگر اکیلا رہ گیا تھا کیا کرسکتا تھا ناچار پسپا ہونا پڑا اور تمام فوج تتر بتر ہوکر بھاگی۔ اسد خاں نے ان کا تعاقب پرینڈہ کے قلعہ کے دروازے

تک گیا اس لڑائی میں اسمعیل شاہ نے چالیس ہاتھی مال غنیمت میں پائے جس میں دس اُس نے اسد خاں اور باقی دوسرے امراء کو سرفراز کیے۔

برہان نظام شاہ اور اسمعیل عادل شاہ کی دوبارہ لڑائی ۹۳۲ھ

برہان نظام شاہ کو اس شکست کا نہ صرف سخت ملال ہوا بلکہ شرمندگی بھی تھی اس لئے دوسرے ہی سال امیر برید کے ساتھ پھر اسمعیل عادل شاہ پر چڑھائی کی اور بڑی سخت لڑائی کے بعد پھر احمد نگری فوج کو شکست فاش ہوئی چنانچہ خواجہ جہاں دکھنی کو مع بیس زنجیر فیل اور دیگر مال غنیمت کے اسد خاں نے قید کرلیا۔ بادشاہ مع الخیر دار السلطنت میں واپس آیا اور سوائے ایک ہاتھی کے جس کا نام اللہ بخش تھا اور جو نظام شاہ کی سواری کا مخصوص تھا اپنے خاصہ کے واسطے رکھ کر باقی ہاتھی اسد خاں کو سرفراز ہوئے۔

اسمعیل عادل شاہ کی بہن خدیجہ سلطان کی شادی عماد الملک سے ۹۳۴ھ

اسد خاں نہایت پولٹیکل آدمی تھا اُس نے دیکھا کہ علاؤ الدین عماد الملک ہمیشہ نظام شاہ کا ساتھ دے کر ہمارے ملک کی تباہی اِن دونوں کے ہاتھوں سے ہوتی ہے کسی طرح اِس خرخشہ کو مٹانا چاہیئے چنانچہ اسد خاں نے حکمت عملی سے دونوں بادشاہوں کو ایسا ملا دیا کہ عماد الملک بہ دل وجان عادل شاہ کا مطیع و فرماں بردار ہوگیا اور یہاں تک گھُل مِل گئے کہ اسمعیل عادل شاہ نے اپنی بہن خدیجہ سلطان کی شادی عماد الملک سے کردی۔

امیر برید کا روبراہ نہ ہونا اور یوسف عادل شاہ کا اُس کے ایک شجاع سے مقابلہ

اسد خان لاری ہر چند چاہتا تھا کہ کسی طرح فرماں رواے بیدر امیر برید سے بھی معاملہ نبٹ جائے لیکن جب کبھی کچھ تدبیر کی کہ ہمیشہ اُلٹی پڑی اور امیر برید نے نیکی کا بدلہ بدی ہی دیا چنانچہ ایک لڑائی میں امیر برید کے برادر نسبتی امیر نامی نے جو اُن کی فوج کا بڑا مشہور دلاور تھا میدان جنگ میں آکر اسمعیل عادل شاہ کو چیلنج دیا بادشاہ کی رگ حمیت جوش میں آئی اور اگرچہ اسد خاں اور دیگر اعیان مانع ہوئے مگر بات نہ سنی اور خود اسپ صبا رفتار پر سوار ہوکر مقابلہ پر اُتر آیا اور بہت دیر تک مقابلہ کے بعد بادشاہ نے اُسے گرا کر شربت اجل پلایا اور بعد فتح و ظفر لشکر ظفر پیکر میں واپس آیا تو سیکڑوں صدقے اُتارے

گئے اور غربا اور مساکین میں خیرات تقسیم ہوئی اور اسد خاں نے رکاب کو بوسہ دے کر مبارکباد عرض کی۔

اسمٰعیل عادل شاہ کا محاصرۂ قلعۂ بیدر اور امیر برید کی شکست کے بعد قابض ہونا ۹۳۶ھ ۱۵۲۹ء۔

امیر برید جوں جوں پسپا ہوتا تھا اور زیادہ بپھر بپھر کر آتا تھا اُس نے پھر قطب شاہ اور رایان بیجانگر سے سازش کرکے چوطرف ایسا فتنہ وفساد برپا کر رکھا تھا کہ اسمٰعیل شاہ نے دس ہزار فوج لیکر علاقہ بیدر پر چڑھائی کی اور لڑتا بھڑتا دارالسلطنت بیدر تک جا پونہچا اور جاتے ہی قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ اسمٰعیل شاہ نے اپنے نصف فوج اسد خاں کو دے دی کہ وہ قطب شاہ کو جو امیر برید کی مدد کو آرہا تھا راستہ میں روک لے چنانچہ اسد خاں نے ایسا ہی کیا اور قطب شاہ کے لشکر کو پسپا کرکے بادشاہ کی فوج کے ساتھ آن ملا اور محاصرہ قلعہ بیدر میں شریک ہوگیا امیر برید جب محاصرہ سے تنگ آگیا تو اُس نے عماد الملک کو مصالحت کرا دینے کے لئے بلوا بھیجا۔ عماد الملک آکر عادل شاہ کے لشکر سے تین کوس کے فاصلہ پر ٹھیرا اور عادل شاہ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ مقصود اصلی اس ملاقات کا جناب کی قدمبوسی تھی اور نیز شفاعت تقصیرات امیر برید کہ آپ بمراحم خسروانہ اُس کی خطاؤں پر پردۂ عفو ڈال دیں از خورداں خطا و از بزرگاں عطا۔ عادل شاہ نے کہا کہ امیر برید کی شرارتیں اور گستاخیاں حد سے بڑھ گئی ہیں میں خون کے گھونٹ پی رہا ہوں جب تک اُس سے اپنا بدلہ نہ لے لوں گا مجھے چین نہ پڑے گا۔ عماد الملک نے جب بادشاہ کو اِس درجے پُر دل پایا تو وہ بھی خاموش رہ گیا۔ امیر برید کو جب خبر ملی کہ عماد الملک کی بھی کچھ نہ چلی تو گھبرا کر عماد الملک کے ڈیرے میں خود آیا اور بہت کچھ عاجزی اور لجاجت کی کہ کسی نہ کسی طرح ہماری جان بخشی کرا دیجئے کہ اس محاصرے سے سب لوگ تنگ آگئے ہیں گلو خلاصی ہو۔ عماد الملک نے کہا کہ یہ بات تو بدون قلعہ کے حوالہ کر دینے کے ممکن نہیں ہے امیر برید دل شکستہ ہوکر وہاں سے اُٹھ آیا اور قلعہ کے باہر اپنے کیمپ میں جا کر عیش وطرب میں مصروف ہوگیا۔ اگرچہ امیر برید کا سن اسّی سے متجاوز تھا مگر پھر بھی شراب خواری اور عیاشی سے باز نہ آتا تھا اور اسد خاں برابر گشت لگایا کرتا تھا ایک رات اُسے جاسوسوں نے خبر دی کہ امیر برید شراب کے نشے میں بالکل مدہوش ہوکر

پڑ گیا ہے اور سوائے دو مشعلچیوں کے سب چت ہیں۔ اسد خاں سنتے ہی چند سواروں کو ساتھ
لے اُس کے کیمپ کی طرف پونہچ کر پاپیادہ ہو گیا اور تبدیل لباس کر کے برید کے کیمپ میں
جا گھُسا اور اپنے ساتھ پانچ چھ جانباز آدمیوں کو لے کر اُس کی خوابگاہ میں جا پونہچا۔ اندر خیمہ
میں گھس کر کیا دیکھتا ہے کہ سب کے سب مدہوش اور بے خبر پڑے ہیں صرف دو مشعلچی اونگھ رہے
نیند میں جھونکے کھا رہے ہیں۔ اسد خاں نے اشارہ کیا اُس کے ہمراہیوں نے اس چستی سے
اُن دونوں کے سر تلوار سے اُڑا دیئے کہ صدائے برنہ خاست۔ آگے بڑھ کر دیکھا تو امیر برید
پلنگ پر پڑا ہوا تھا اُس کو شال اُڑھا جھٹ اُس کا مرصع پلنگ چار آدمیوں نے آہستہ سے
اُٹھا لیا۔ جب کیمپ کے باہر آ گئے تو جو لوگ پلنگ اُٹھائے ہوئے تھے کلمۂ شہادت پڑھنے
لگے گویا مردے کو لے چلے ہیں اور جب اپنے کیمپ کے پاس پونہچ گئے تو پکار پکار کر کلمہ
پڑھنے لگے۔ کچھ پلنگ کے جھٹکوں سے اور زیادہ تر ان لوگوں کے شور و غل اور دوڑنے
اور رات کی ٹھنڈی ہوا سے امیر برید نیم بیدار ہوا اور سمجھا کہ شاید جنّات اُس کا پلنگ
اُڑائے لئے جا رہے ہیں وہ جھٹ اُٹھ بیٹھا اور لاحول پڑھنے لگا۔ اسد خاں نے کہا کہ میں شیطان
تھوڑی ہوں جو تمھاری لاحول سے بھاگ جاؤں شاباش ہے تیری غفلت پر کہ یوں تو غنیم کا لشکر
تیری چھاتی پر بیٹھا ہوا ہے اور تجھے اصلا پروا نہیں اور باں سن و سال تو فسق و فجور میں مبتلا ہے تیری
حالت پر سخت افسوس ہے۔ اسد خاں کی آواز سنتے ہی برید کا دم ہی تو نکل گیا اور سمجھ گیا کہ دشمن
کے پھندے میں بُری طرح پھنسا ہوں۔ اسد خاں سے عاجزی کرنے لگا کہ خدا کے واسطے
میری جان بچاؤ۔ اسد خاں نے کہا کہ میں اپنی طرف سے تو کوشش کروں گا آگے جو تمھاری
تقدیر اور اسی حیثیت سے اسمٰعیل شاہ کے سامنے لے جا کر ساری حقیقت دہرائی۔ بادشاہ نے
اُس وقت ایک دو باتیں برید سے کہیں اور کہا کہ خیر اس وقت تو اِسے لے جاؤ صبح دربار کے
وقت حاضر کرنا صبح کو امیر برید کی مشکیں کس کے سر دربار لا کے تختِ شاہی کے سامنے
کھڑا کر دیا۔ بادشاہ اس سے سخت متنفّر اور بردل تھا دو گھڑی تک عمداً ادھر متوجہ ہی نہیں ہوا
اور امیر برید اسی طرح بندھا کھڑا رہا بادشاہ نے پلٹ کر دیکھا تک نہیں اور دیر تک اسی طرح
پابرہنہ دھوپ میں کھڑا رکھا بادشاہ کی جب نگاہ پڑی تو دیکھتے ہی حکم دیا کہ فوراً اس کی گردن اُڑا دو

حکم کی دیر تھی کہ جلاد شمشیر برہنہ لئے سر پر آن پونچا - اسد خاں قول دے چکا تھا نہایت عجز و الحاح
سے سفارش کرنے لگا اور برید بے چارا بہت گڑگڑایا اور عرض کی کہ بندہ سراسر خطاوار ہے اور اس میں
شک نہیں کہ اپنے کردار ناسزا کی بدولت گردن زدنی ہے لیکن اگر یہ عوض دشمن کشی کے خطا بخشی
فرمائی جائے تو فدوی قلعہ بجمیع خزائن اور دفائن کے ابھی سپرد کر دیتا ہے - دوبارہ اسد خاں نے
سفارش میں کد بلیغ کی بہ حکم العفو زکوۃ الظفر برید کا عروضہ درجہ قبولیت کو پونچا امیر برید نے اپنے
بیٹوں کو قلعہ میں کہلا بھیجا کہ فوراً قلعہ کے باہر ہو جاؤ اور قلعہ سپرد کر دو - برید کے بیٹوں نے
جواب دیا کہ اس بڈھے نے ایک تو اپنی شامت اعمال سے دشمنوں کے پنجے میں جان پھنسائی
اس پر طرہ یہ کہ اپنی جان کی لالچ میں ہم سب کو بھی ذلیل کر کے ہماری ناموس برباد کرنا چاہتا ہے
علی برید جو بڑا بیٹا تھا اس نے سب کے سامنے یہی صاف جواب دیا اور درپردہ باپ کو کہلا بھیجا
کہ آخر ایک دن مرنا ہے ایسی جلدی کیا ہے ذرا تو تامل کیجئے دیکھئے تو حکم قضا و قدر سے کیا ہوتا ہے
اور ایک دوسرے معتمد کو پیچھے سے پھر بھجوایا کہ جا کر دیکھو کہ وہاں کیا معاملہ پیش آتا ہے اگر واقعی معاملہ
ایسا نازک ہے کہ بدون تفویض قلعہ کے ہمارے باپ کی جان بچ نہیں سکتی تو خیر ع جو کچھ خدا دکھائے
سو ناچار دیکھنا - عادل شاہ نے جب سنا کہ اس کے بیٹے متمردی کرتے ہیں اور قلعہ کی حوالگی میں
تامل کر رہے ہیں فوراً خاصہ کا ہاتھی طلب کر حکم دیا کہ امیر برید کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اسے
قلعہ کے دروازے کے سامنے لے جاؤ اور ہاتھی کے پاؤں سے روند ڈالو - اس حکم کی خبر پاتے
ہی امیر کے بیٹوں نے اسد خاں کے پاس کہلا بھیجا کہ ہم بشرط امان جان و حفظ آبرو اپنی
اور عورتوں کے قلعہ کی حوالگی پر آمادہ ہیں - بادشاہ نے حکم دیا کہ اچھا سب عورتیں اپنے اپنے
پہننے کے کپڑے اور جو زیورات کہ ان کے جسم پر ہیں لے کر فوراً قلعہ کے باہر ہو جائیں - جب قلعہ
خالی ہو گیا تو اسی وقت عادل شاہ قلعہ میں داخل ہوا اور دوگانہ شکرانہ کی پڑھ کر تخت شاہی پر
جلوس کیا - عماد الملک کو بلا کر تمام خزانے نقدیات اور جواہرات اور ظروف طلا و نقرہ سب
دکھائے اور کہا کہ جو تمہارا دل چاہے شوق سے لے لو اور خود ایک عنبرچہ مرصع اٹھا لیا - بادشاہ
نے اسد خاں کو حکم دیا کہ تین لاکھ ہن ملازمان عماد الملک کے سپرد کر دئے جائیں اور ایک لاکھ
ہن شاہزادگان ملو خاں الو خاں ابراہیم خاں اور عبد اللہ خاں میں تقسیم کر دو اور ایک لاکھ

ہن تم بھی لو اور ایک لاکھ ہن مکۂ معظمہ اور مدینۂ منورّہ و زیارت ائمہ مقدسہ علیہ السلام و مزارات مطہرہ کو روانہ کریں اور باقی علما، و فضلاء، و مساکین و مستحقین و صلحا و شعرائے بیجاپور میں تقسیم کردو اور بادشاہ نے خود سوائے اُس عنبر چہ کے کچھ نہ لیا۔ عماد الملک نے پھر امیر برید کی عفو تقصیر کی استدعا کی بادشاہ نے قصور معاف کردیا اور جس طرح پہلے عنایت رکھتا تھا اب بھی اُسے امرائے سلطنت میں شامل کرلیا اور قلعہ بیدر کو حسب تجویز اسد خاں کے مصطفیٰ خاں شیرازی کے سپرد کرکے چندے بعیش و نشاط بیدر میں رہا۔

قلعہ رائچور اور مدگل پر اسمٰعیل عادل شاہ کا قابض ہونا۔ اِن ہی دنوں تیمراج مرگیا تھا اور سلطنت بیجانگر میں خود اختلاف پڑ رہا تھا اسمٰعیل عادل شاہ نے اس موقعہ کو غنیمت جانا کشنا کے پار اُتر کر اچانک مدگل پونہچا۔ قلعہ والوں نے جب دیکھا کہ کسی طرف سے مدد آنے کی توقع نہیں تو چپ چاپ قلعہ حوالہ کردیا اور وہاں سے آکر قلعۂ رائچور کو بھی اسی طرح بلا غل و غش فتح کرلیا بعد اس کے اسمٰعیل عادل شاہ نے ایک بڑی مجلس طرب و نشاط کی آراستہ کی اُس مجلس میں عماد الملک بھی موجود تھا بادشاہ نے اُس دن اسد خاں کو بیٹھنے کا حکم دیا اور تین جام شراب کے خود اپنے ہاتھ سے دئے۔ عماد الملک اور اسد خاں نے بادشاہ کو خوش پاکر التماس کی کہ اگر امیر برید کو بھی اس مجلس میں شرکت کی عزت دی جائے تو بندگان عالی کی مزید نوازش ہوگی۔ عادل شاہ نے قبول فرمایا امیر برید حاضر ہوا اور اپنی جگہہ پر بیٹھا بادشاہ نے اُسے دیکھ کر فرمایا رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ۵؎ عماد الملک اور اسد خاں کہ ذی علم تھے سمجھ گئے اِس لطیفے سے مسکرائے امیر برید اگرچہ سمجھا نہیں مگر اِن دونوں کو متبسم دیکھ کر نہایت پشیمان اور خجل ہوکر سر جھکا لیا اور سوچ میں گیا اور آخر کار اس تذلیل پر آب دیدہ ہوگیا۔ بادشاہ اس سے متاثر ہوا اور اُس کی استمالت کے لئے فرمایا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ بیجاپور پونہچ کر بلدۂ بیدر تم کو بخشش دوں گا امیر برید نے فی البدیہ بیت پڑھی ؎

برین مژدہ گر جاں فشانم رواست   کہ ایں مژدہ آسائش جانِ ماست

۵؎۔ اصحاب کہف میں کا چوتھا اُن کا کتّا ہے۔ امیر برید بھی اس مجلس میں چوتھا شخص تھا۔ بادشاہ نے طعنۃً یا بامذاقاً اُسے کتّا بنا دیا۔ ۱۲

عادل شاہ نے یہہ بیت سُن کر کہا ع مارا بدیں گیاہ ضعیف ایں گماں نبود۔

القصہ ایک مہینے تک اسی طرح جشن ہوتا رہا پھر عماد الملک تو برار چلا گیا اور بادشاہ بیجاپور واپس آیا اور حسب وعدہ خود امیر برید کو خلعت خاصہ اور ہاتھی گھوڑا اور جواہر دے کر رخصت کیا اور قندہار اور کلیان بطور پیش کش سرکار میں رکھ کر بیدر اور ملک توابع بیدر امیر برید کو بخش دیا ؎

ازیں احساں جہانے پر سرود است ‏ ‏ ‏ کہ سلطان دکن باوی نمود است

اسمٰعیل عادل شاہ اور نظام شاہ کی جنگ عظیم ملدرگ پر سنہ ۹۳۸ھ

نظام شاہ بادشاہ بڑا غیور تھا اُس کو اُن ناکامیابوں کا سخت قلق تھا جو عادل شاہ کے ہاتھ سے پیاپے پونہچی تھیں پچیس ہزار سوار اور توپ خانہ کے ساتھ سلطنت بیجاپور پر چڑھائی کی۔ امیر برید کب ماننے والا تھا قلعہ بیدر ملتے ہی اُس کے نتھنے پھر بگڑ گئے اور پھر اپنی پرانی روش بدکرداری پر آگیا اور نظام شاہ سے جا ملا ؎

نکند از درندگی توبہ ‏ ‏ ‏ گرگ تا نشکنند دندانش

گر کند مار ترک زخم زدن ‏ ‏ ‏ تا نکوبند سر بسندانش

عادل شاہ صرف دو ہزار سوار تا جپوش کے ساتھ لے کر مقابلہ کو بڑھا اور ایسی عظیم الشان جنگ ہوئی کہ پہلی لڑائیاں اُس کے مقابلے میں بازیچہ اطفال تھیں۔ اسد خاں نے لشکر کو صف بستہ کیا اور اس لڑائی میں نظام شاہ کا ایک امیر اعظم خورشید خاں مارا گیا۔ نظام شاہ پریشاں ہو کر بپاے بینی دو گوش احمد نگر بھاگا اور تمام توپ خانہ اور ہاتھی اور دوسرا مال و اسباب سب اسمٰعیل شاہ کو ملا سوا الگ۔ اِس کے بعد پھر کوئی لڑائی ان بادشاہوں میں نہیں ہوئی آپس میں مل گئے اور یہہ طے پایا کہ اسمٰعیل شاہ تو قطب شاہ کا ملک لے لے اور نظام شاہ عماد الملک کا اور اس کے بعد دونوں مصالحت سے رہیں۔

قلعہ کوئیل کنڈہ کا محاصرہ اس کے بعد چند سال تک کچھ لڑائی بھڑائی نہیں ہوئی امن چین رہا لیکن ملک تلنگانہ میں بہت سے قلعہ جات ہنود نے دبائے تھے اُن کی مرزنش کو امیر برید کی سرکردگی میں ملک تلنگانہ پر چڑھائی کی اور قلعہ کوئیل کنڈہ کا جو ایک مشہور قلعہ ہے

تلنگان کا بھی محاصرہ کیا اور طرفین سے لڑائی ہوتی رہی - اسد خاں کی بہادری سے قریب تھا کہ قلعہ فتح ہو جائے لیکن قضائے کردگار تلنگانہ کی آب و ہوا سے بادشاہ کا مزاج ناساز ہو گیا

اسمٰعیل عادل شاہ کی وفات ۹۴۱ھ - ۱۵۳۴ء

اور باوجود علاج کے روز بروز طبیعت بگڑتی ہی گئی آخر کار قصد واپسی کا کیا راستہ کی صعوبت سفر سے اور زیادہ ہیج ہوا حوالی سگر میں پہنچے تھے کہ چہار شنبہ کے دن ۱۶ صفر ۹۴۱ھ کو انتقال کیا - اسد خاں نے اس سانحہ کو مخفی رکھ کر نعش کو برقعہ دار پالکی میں قصبہ گوگی کو روانہ کیا جہاں اپنے پدر بزرگوار کے جوار میں مدفون ہوا -

عمارات اور افواج

بیجاپور سے چند میل فاصلہ پر ۹۲۶ھ م ۱۵۲۰ء میں چندہ پور اس بادشاہ نے بسایا تھا - چمپا محل کی تعمیر ۹۲۷ھ ۱۵۲۱ء میں اسی کے عہد معدلت میں ہوئی جس کا کچھ حصہ اب بھی گرا پڑا باقی ہے - تعداد لشکر سوار و احشام ملا کر ایک لاکھ چالیس ہزار تھی اور ہاتھی ایک سو سولہ تھے -

اسمٰعیل عادل شاہ کا کیرکٹر

اسمٰعیل عادل شاہ نہایت منصف متحمل و بردبار کشادہ دل اور نہایت مخیر و فیاض تھا - نرم دل اور رحیم ایسا تھا کہ اکثر بڑے بڑے پولیٹیکل قیدیوں کی سزا کبھی معاف کر دیتا تھا - لگائی بجھائی اور چغل خوری سے سخت متنفر تھا - کبھی غصہ میں آکر بھی سخت سست نہیں کہتا تھا - کبھی زبان سے فحش لفظ نہ نکلا - مزاج میں ظرافت بہت تھی جس کے ساتھ پورا اور ٹھیک کانٹے کی تول انصاف کرنے کا بیش بہا وصف بھی تھا - بادشاہ کو فن نقاشی رنگ سازی - تیر سازی میں دستگاہ کامل تھی اور کارچوب کا کام بہت عمدہ آتا تھا خصوصاً زین پوش - علم موسیقی اور فن شاعری میں جواب نہ رکھتا تھا وفائی تخلص کرتا تھا اور اپنے زمانہ کا فرد فرید تھا - ذی علم اشخاص - بڑے بڑے علماء کے ساتھ نہایت فراخ حوصلگی اور بیش بیشی سے سلوک کرتا تھا - خوش گوئی اور مذاق کی کان تھا جس کا اظہار مجالس خاص اور مصاحبین خاص میں کرتا تھا[1] - ساری فوج اس پر جان نثار تھی کیوں کہ خود بھی ایک بے نظیر اور نہایت بہادر مرد میدان جنگ تھا -

---

[1] ناظرین کہیں یہ نہ سمجھیں کہ اسمٰعیل شاہ کی نسبت یہ میری رائے ہے یا کسی مسلمان مورخ نے مبالغہ آمیزی کی ہے نہیں یہ رائے

اسمعیل عادل شاہ کلام

دل خوباں زقید مہر آزاد ست پنداری ٭ مدار دلبری بر جور بیداد ست پنداری

مرا صد محنت از عشق تو بر دل می رسد ہر دم ٭ دل ویران عاشق محنت آباد ست پنداری
زعشق قامت سرو سہی را ماند یاد ر گل ٭ دلش صد پارہ و ز بار دل آزاد ست پنداری
زہجرت آتش دارم بہ دل کز بہر تسکینش ٭ نصیحت ہائے سوزاہداں یاد ست پنداری
دل ریش و قایم آن چناں خود کردہ با تیرش ٭ کہ پیکانش بجائے مرہم افتاد ست پنداری

ولہ

شب ہجر جز گریہ کارے ندارم ٭ بجز دیدۂ اشک بارے ندارم
شبے نگزرد گز فراق تو چوں شمع ٭ پر از اشک حسرت کنارے ندارم
من و عشق و رندی و کوے ملامت ٭ براہ سلامت گزارے ندارم
ازاں با غمش خو گرفتم و فائے ٭ کہ غیر از غمش غمگسارے ندارم

ولہ

دل بزلفش حکایتے دارد ٭ از شب غم شکایتے دارد
تا کی آزار اہل دل طلبی ٭ بے وفائی نہایتے دارد
خون دل میخورم زغصہ کہ یار ٭ با رقیباں عنایتے دارد
دل سختش زآہ من شد نرم ٭ آہ عاشق سرایتے دارد
ای وفائی مناں از ستمش ٭ کہ ستم نیز غایتے دارد

بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۰ - لفظاً بلفظاً کرنل ٹدوز ٹیلر کی تاریخ ہند کے صفحے ۲۰۶ پر لکھی ہوئی ہے - ہم نے صرف ترجمہ کر دیا ہے - مگر دل ہمارا بھی خوش ہوا کہ مسلمانوں میں بھی ایسے بادشاہ ہو گزرے ہیں کہ جن کی نسبت سیکڑوں برس بعد بھی غیر اقوام کے مورخین کی بہتر سے بہتر رائے ہے ع حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا - ۱۲ -

تیسرا باب

ملّو عادل شاہ ۱۵۳۴ء

چو دہر افگند افسری از سرے | نہد آسماں بر سر دیگرے

اسمٰعیل شاہ کی وصیت تھی کہ اُس کا وارث جائز فرزند اکبر ملّو جانشین کیا جاے اور اس وصیت کی تعمیل اسد خاں کے ذمے کی چنانچہ بادشاہ کے انتقال کے بعد اس کی پوری تعمیل کی گئی لیکن چوں کہ ملّو خاں کے اطوار ٹھیک نہ تھے خود کنارہ کش ہو کر بلگاؤں چلا گیا۔ ملّو نے تخت پر بیٹھتے ہی اپنی بد اطواری اور نفرت انگیز حرکات سے تھوڑے ہی دنوں میں سب کو بے زار کر دیا اور ناچار اس کی دادی پونجی خاتون نے اسد خاں کے پاس اپنی ایک محرم کو بھجوایا اور اس بارے میں مشورہ طلب کیا کہ ملّو خاں کو بوجہ نا اہلی معزول کر کے ابراہیم شاہ کو تخت پر بٹھلایا جاے۔ اسد خاں نے جواب لکھا کہ میں اسی ڈر سے بیجاپور چھوڑ کر یہاں آن پڑا ہوں آپ کی راے قریں صواب ہے اور یوسف ترک کو جو امراے تاج پوشی سے تھا لکھا کہ حسب ارشاد بلقیس الزماں پونجی خاتون کے کاربند ہو۔ یوسف ترک نے فوراً ملّو خاں کو گرفتار کر کے معزول کر دیا۔ ملّو خاں صرف چھ مہینے اور چند روز ہی سلطنت کرنے پایا تھا کہ نہ صرف تخت چھوڑنا پڑا بلکہ اُس کو اور اُس کے برادر عیاتی اَلّو خاں دونوں کو کحول بھی کیا گیا اور اُس کا چھوٹا بھائی ابراہیم تخت نشین ہوا۔

چوتھا باب

ابراہیم اول الملقب بہ عادل شاہ۔

۱۵۳۴-۵۷ء

رباعی

فَلَہٗ جَلَالٌ لَیْسَ فَوْقَ جَلَالِہٖ | اِلَّا جَلَالُ اللّٰہِ جَلَّ جَلَالُہٗ
وَلَہٗ نَوَالٌ لَیْسَ فَوْقَ نَوَالِہٖ | اِلَّا نَوَالُ اللّٰہِ عَمَّ نَوَالُہٗ

ملّو جیسے بدروش کی جگہ ابراہیم کی تخت نشینی سے تمام سلطنت میں امن و امان ہوگیا طوفان بے تمیزی کی گھٹا سے مطلع صاف ہوگیا لوگوں کی جان میں جان آئی - ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات - چند ہی دنوں میں تمام رعایا و برایا اپنے بادشاہ کی فدائی ہوگئی - وہ اپنے باپ کی طرح بہادر اور ایک جری سپاہی تھا - اس بادشاہ کے تمام زمان سلطنت میں کثرت سے لڑائیاں ہوتی رہیں - بیان کیا جاتا ہی کہ وہ ہمیشہ مستعد اور ہر وقت طیار رہتا تھا اور کبھی راتوں کو بھی چین سے آرام نہ کرتا تھا ہمیشہ متفکر اور بے چین تھا اور اُسے ہمیشہ کھٹکا لگا رہتا تھا کہ باہر سے کون غنیم کس وقت آن چڑھتا ہی اور سچ ہی وہ انگریزی مثل کہ "جو سر تاج زیب سر کرتا ہی وہ کبھی چین سے نہیں سوتا" فارس کا بادشاہ طہماسپ ہمیشہ کہا کرتا تھا اور سچ کہتا تھا کہ دو ہی بادشاہ ایسے ہیں کہ جن کا کوئی ہمسر بہادری اور شجاعت میں نہیں ہی اور وہ نہیں ہیں مگر افراسیاب ترک اور ابراہیم عادل شاہ دکھنی - ابراہیم نے تخت پر بیٹھتے ہی ملک کے نظم و نسق میں اہم تغیرات کئے اور ایک تازہ روح پھونک دی - مالی انتظامات میں بیش بہا اور مفید اصلاحیں کیں سب سے پہلے اہل تسنن کے مذہب کو جو دم توڑ رہا تھا زندہ کیا اور اُن سب لوگوں کو موقوف کردیا جو محض خوگیری کی بھرتی کی طرح اس کے والد اور دادا نے محض اہل تشیع کی پرورش اور اُن کی

تعداد بڑھانے کو چو طرف سے سمیٹ لئے تھے۔ اُس نے پھر دکھنیوں اور حبشیوں اور دوسرے اقوام کو بھرتی کرلیا اور سرکاری ملازمت میں اہل ہنود کا عنصر بہت غالب رکھا۔ دفتری زبان فارسی نکال کر مرہٹی کا رواج دیا۔

بیجا نگر کی سلطنت کا مجملی حال

راجگان بیجانگر کی مشہور سلطنت سات آٹھ سو سال کے پہلے سے قایم تھی جو بلحاظ وسعت سلطنت و تمول کے علی وجہ الکمال تھی کہ مسلمانوں کا عروج ہوا اور ملک دکن میں بہمنی سلطنت کے قیام کے ساتھ دونوں میں لڑائیاں ہونے لگیں نتیجہ یہ ہوا کہ رایان بیجانگر نے مسلمانوں کے بہت سے مقبوضات دبا لئے چنانچہ سلطان احمد ولی البہمنی بیدری کے زمانے میں سیورای نامی راجۂ بیجانگر تھا جو ۸۴۰ھ میں تخت بیجانگر میں بیٹھا تھا۔ اس راجہ نے برابر اٹھائیس برس تک نصفت اور معدلت سے سلطنت کی اُس کی وفات کے بعد اور چھ راجہ ہوئے ساتواں راجہ اچیت رای تھا جو بڑا عدل گستر اور رعیت پرور تھا اس کے مزاج میں تعصب مذہبی بالکل نہ تھا بعض امرا دولت اسلام بادشاہان وقت سے کبیدہ خاطر ہو کر وہاں پناہ گزیں ہوئے۔ راجہ نے اُن کی بڑی آؤ بھگت کی اور ہر طرح آسایش دی اور ایک جگہ اُن کے مکانات بنانے کے واسطے علیحدہ دی اور حکم دیا کہ بہ جمعیت خاطر رہیں اور آزادانہ طور پر اپنے مذہب کے مراسم ادا کریں کسی قسم کی مزاحمت ہنود کی طرف سے نہ ہوگی اسی طرح ایک مدت گزری کہ وہ بھی مرگیا۔

رام راج کا عروج

ہیم راج وزیر اعظم ایک بڑا امیر کبیر ارکان دولت سے تھا عنان سلطنت اُسی کے ہاتھ میں تھی جو سیورای راجہ بیجانگر کے دونوں لڑکوں کے انتقال کے بعد سے حقیقی حکمران ہوگیا تھا اور یوں پہلے سے بھی وہ دخیل کار تھا اور اس طرح اُس نے پوری چالیس سال حکومت کی۔ سیورای کے انتقال کے بعد اُس کا بیٹا جانشین ہوا جس نے عالم جوانی ہی میں انتقال کیا اس کا ایک چھوٹا بھائی اور تھا وہ بھی جوانی ہی میں مرگیا جب سیورای کے تیسرے لڑکے کو جس کی عمر صرف تین مہینے کی تھی برائے نام راجہ مقرر کیا لیکن سب کاروبار ہیم راج ہی کے ہاتھ میں رہا۔ جب یہ صغر سن بچہ حد رشد اور سن تمیز کو پونچا تو ہیم راج نے اُسے زہر دے کر مروا ڈالا اور خود خاندان کا مالک بن گیا اس چالیس برس کے عرصہ میں تمام رعایا

برا یا اُسی کی مطیع و منقاد رہی جب ہیم راج مر گیا اُس کا بیٹا رام راج حاکم الوقت ہوا۔ یہ شخص ہیم راج سے بھی زیادہ خود غرض اور نمک حرام تھا اور اپنی خود مختاری سے راجہ کو بے دخل کر رکھا تھا اُس نے اپنی تقویت بڑھانے کو سیورای راجہ بیجانگر کی لڑکی سے شادی بھی کر لی تھی۔ ایک تو کریلا کڑوا اوپر سے نیم چڑھا اب فرعون بے سامان ہو گیا اور اُس نے یہ کوشش کی کہ بہر نہج خود ہی راجہ بن جائے اور سلطنت کو اپنے خاندان میں منتقل کرے لیکن امراؤ ارکان سلطنت نے سختی سے اِس بلند پروازی کی مخالفت کی اور مجبور کیا کہ ایک کمسن بچے کو جو آل میں تھا راجہ تسلیم کیا جائے چنانچہ اسی بچے کو (جس کے نام کا پتہ نہیں چلتا) راجہ بنایا اور اِس کمسن راجہ کی پرورش اُس کے ماموں بھوج ترمل کے سپرد کر دی۔

بھوج ترمل کا زمانہ بھوج ترمل اگرچہ پورا دیوانہ نہ تھا مگر فاتر العقل ضرور تھا پانچ چھ سال کے عرصے میں رام راج نے اپنی چال بازی سے بہت سے امرا کو جو اُس کے مخالف تھے مروا ڈالا اور اپنے ایک غلام کو مراتب اعلیٰ پر پہنچا کر اُس سے قول و قرار لے کر بیجانگر کو اُس کے سپرد کر کے خود ملیبار پر چڑھائی کی اور بیجانگر کے جنوب میں ایک بڑے زمیندار پر حملہ آور ہوا جس نے چھ مہینے مقابلہ کیا اور آخر کار رام راج کی فوج کو پسپا کیا۔ رام راج نے اپنے غلام کو (جو اُس وقت بیجانگر میں حکومت کر رہا تھا) پانچ لاکھ ہن بھیجنے کو لکھا۔ غلام نے جو خزانہ کھولا تو بے انتہا دولت دیکھ کر اُس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اور اُس کی رال ٹپک پڑی اور چاہا کہ کسی نہ کسی طرح اِس خزانے کو خود ہضم کرے اُس نے کمسن راجہ کو جو برائے نام تھا آزاد کر کے بھوج ترمل کو اپنی طرف کر لیا اور خود وزیر بن کر لشکر جمع کرنا شروع کیا۔ بہت سے خراج گزار جو رام راج سے بیزار تھے وہ خبر پاتے ہی بیجانگر کو دوڑے آئے اور اپنی جائز راجہ کی اطاعت قبول کی اور تھوڑے ہی دنوں میں بیس ہزار سوار اور ایک بہت بڑی تعداد پیدلوں کی شہر میں جمع ہو گئی۔ بھوج ترمل نے اُس غلام کو اس حیلے سے قتل کروا ڈالا کہ اُس نے رام راج کے مقابلہ میں بغاوت کی کہ ایسا شخص کبھی اعتبار کے قابل نہیں ہے اور خود مقتدر بن گیا۔ یہ خبر پاتے ہی رام راج ملیغار دار السلطنت میں پہنچا لیکن موقع ایسا بے ڈھنگا تھا کہ کچھ چل نہ سکی۔ جب رام راج نے دیکھا کہ اکثر امراء اُس کے

خلاف ہو گئے ہیں تو اُس نے راجہ سے جو جائز طور پر مستحق تھا مصالحت کرلی اس کے بعد رام راج اپنے علاقے پر جو اُسے راجہ نے حسب شرائط صلح نامہ دے دیا تھا واپس چلا گیا۔

ابراہیم عادل شاہ کا بیجانگر میں حسب الطلب بھوج ترل آنا ۹۴۲ھ/۱۵۳۵ع

بھوج ترل کے دل میں سلطنت کا خبط سمایا دیوانہ تو پہلے ہی سے تھا اس ظالم نے بیچارے کم سن راجہ کو جو اُس کا حقیقی بھانجہ تھا گلہ گھونٹ کر مار ڈالا اور خود تخت پر بیٹھ گیا۔ امراء نے بھی اُس کی اطاعت قبول کرلی کیوں کہ وہ راجہ ہی کے خاندان سے تھا اور رام راج سے بدرجہا بہتر تھا۔ لیکن بمصداق گر بدولت برسی مست نہ گردی مردی۔ بھوج ترل نے دیوانہ بکار خویش ہشیار ایسے ہاتھ پاؤں نکالے اور لوگوں پر دست تظلم دراز کیا کہ لوگ تاب نہ لا سکے پکار اُٹھے اور بغاوت کی اور ناچار پھر رام راج کو بلوایا۔ بھوج ترل اب بڑی مشکل میں پھنسا نہ پائے رفتن نہ روے ماندن۔ اس نے ایک ایلچی چرب زبان اور کاروان کو چھ لاکھ ہن اور دوسرے بیش قیمت ہدایا اور تحائف دے کر ابراہیم عادل شاہ کو دعوت دی اور کہلا بھیجا کہ آپ یہاں تشریف لا کر میری امداد کیجیے کہ میں وارث جایز تخت وتاج کا ہوتے ہوئے اس نمک حرام رام راج نے میرا ملک چھین لیا اور مجھے معزول کردیا آپ کی دستگیری سے اگر میں اپنے جایز حقوق پاؤں اور آپ مجھے تخت پر قابض کرادیں تو سر دست ہر منزل پر ایک ایک لاکھ ہن نذر کرنے کے سوا بعد کامیابی زر خطیر نذرانہ پیش کروں گا اور مدت العمر آپ کا گردیدۂ احسان رہنے کے علاوہ تابعدار وفرماں بردار بھی رہوں گا۔ ابراہیم عادل شاہ کو سونے کی چڑیا ہاتھ آئی بہت خوش ہوا اور اسد خاں سے مشورت کر کے اس استدعا کو قبول کرلیا اور فوراً لشکر کثیر فراہم کر کے چل کھڑا ہوا اور منزل بہ منزل ٹھیرتا ہوا ۹۴۲ھ/۱۵۳۵ع میں بیجانگر جا پونہچا۔ بھوج ترل بادشاہ کی پیشوائی کر کے شہر میں لایا اور بادشاہ کو راجہ کی مسند پر بٹھایا اور سات دن تک جشن مناتا رہا اس حرکت سے سارے ہنود بد دل ہو گئے اُنھوں نے پھر رام راج سے مدد چاہی رام راج نے بھوج ترل کو ایک معذرت نامہ لکھا کہ عادل شاہ کو اپنی دار الریاست میں طلب فرمانے سے خداوند نعمت کا کیا مقصود ہے اگر فدوی سے کوئی سوء ادبی یا خطا ہوئی ہے اُس کی تنبیہ اور

تادیب مرکوز خاطر عاطر ہے تو خانہ زاد خود اپنی تقصیر کا معترف اور عذر خواہ ہی غیر کے ہاتھوں کیوں سزا دلواتے ہیں حضور خود ہی سزا دیں اب میں آپ سے پوری طرح عہد کرتا ہوں کہ بار دیگر کبھی سرتابی نہ کروں گا اور ہمیشہ آپ کا فرماں بردار اور اطاعت شعار رہوں گا لیکن مسلمانوں کا لشکر ہمارے ملک میں آنا کسی حال سے مناسب نہیں ہی حضور والا پر مخفی نہیں ہی کہ یہ ملچھ ہم لوگوں کے کیسے جانی دشمن ہیں ذرا اُن کو موقعہ ملے گا تو ہمارے ملک کو لوٹ کر تباہ کر دیں گے پھر بادشاہ بہمنی دانت لگائے بیٹھا ہی اُس کی یورش کے واسطے دروازہ کھل جائے گا۔ یہ مسلمان ہمارے معابد اور بت خانوں کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے ہمارے معابد کی توہین کر کے مسمار کر دیں گے واجب التعظیم دیوتاؤں کی مٹی پلید کریں گے اور اپنی مسجدیں بنالیں گے۔ ہماری ناموس کو مٹا دیں گے اور ہزارہا زن و فرزند اور رعایا کو قید کر کے لے جائیں گے۔ ہماری عورتوں اور بیٹیوں کو خراب کریں گے اور جب ملک اس طرح لوٹا جائے گا اور برباد ہوگا اور رعایا یوں تباہ ہوگی تو پھر امن سلطنت کے قیام اور آبادی ملک کی امید رکھنا فضول محض ہی۔ آپ کی اس حرکت کا انجام کار یہی ہوتا نظر آتا ہے اب بھی کچھ نہیں گیا ہی اپنی اس حرکت سے باز آئیے اور ملک پر رحم کیجیے۔ بھوج ترل رام راج کی چکنی چپڑی باتوں میں آگیا اور سمجھا کہ میری اطاعت تو رام راج نے قبول کر ہی لی ہی بادشاہ کے آنے کی جو غرض تھی وہ بلا مشقت حاصل ہوگئی بہتر یہ ہی کہ اب واپس کر دیا جائے۔ بھوج ترل نے ایک معذرت نامے کے ساتھ چوالیس لاکھ ہن اور بروایت دیگر اسّی لاکھ ہُن کا نذرانہ مع دیگر تحفہ تحائف بیش قیمت پیش کر کے بادشاہ سے عرض کی کہ آپ کو جو تکلیف یہاں تک قدم رنجہ فرمانے میں ہوئی اُس کا یہ نذرانہ ہی اب آپ واپس تشریف لے جائیے۔ بادشاہ اپنے دل میں بہت خوش ہوا ہلدی لگی نہ پھٹکری اور رنگ چوکھا نقد چوالیس لاکھ ہن بلا لڑے بھڑے اور کشت و خوں کے مل گئے اب موقع پس و پیش کا کیا تھا ہنسی خوشی بیجاپور چلا گیا۔ ابراہیم شاہ ابھی دریا کے کشنا پار نہ ہوا تھا کہ رام راج اور دوسرے سازشی ایک دم بدل گئے اور سب نے بیجانگر پر یورش کی کہ بھوج ترل سے ہم اپنے کم سن راجہ کے قتل کا بدلہ لیں گے۔ بھوج ترل نے جب یہ سنا تو اُس کے ہاتھ کے طوطے اُڑ گئے اور سمجھا کہ کی کرائی محنت سب اکارت گئی

ایک دم سے بساط ہی اُلٹ گئی - حالت ہراس میں دیوانہ وار محل میں گھس کر دروازے بند کر لئے اور جی میں سوچا کہ تو کو نہ مو کو اسے چوٹھے میں جھونکو اُس نے تمام ہاتھیوں اور گھوڑوں کی آنکھیں نکلوا ڈالیں اور دمیں کٹوا دیں تاکہ کسی کام کے ہی نہ رہیں - تمام بیش بہا جواہرات اور موتیوں کو جو مدتوں سے جمع کئے گئے تھے بڑی بڑی چکیوں میں پسوا کر آٹا کر دیا اور زمین پر پھیلوا دیا تب اُس نے محل کے ایک ستون میں ایک تلوار کا پھل گاڑ دیا اور زور سے اُس پر جا کر ایسا گرا کہ تلوار پیٹھ کے پار ہو گئی اِدھر اُس کا خاتمہ ہوا اُدھر شہر کے دروازے دشمنوں نے کھولے - اب رام راج کے لئے میدان خالی تھا روکنے والا کون تھا اس طرح رام راج بیجانگر کا راجہ بن گیا -

ابراہیم شاہ نے آتے ہی تمام روپیہ جو ملا تھا شہر بیجاپور کے قلعہ اور فصیلوں کی درستی اور استحکام میں لگانا شروع کیا جس کی تصدیق کتبوں سے ہوتی ہے جو فصیلوں پر موجود ہیں - جنوبی دروازے کے اندر وار ایک کتبہ ہے جس پر ۹۴۵ھ ۱۵۳۸ء درج ہے - بادشاہ کی تخت نشینی کے چوتھے یا پانچویں سال اُس نے ایک برج موسوم بہ آلئی برج بنوایا - اسی بادشاہ نے قلعہ کی دُہری فصیل اور خندقیں جو یوسف شاہ اور اسمعیل شاہ کے عہد میں پختہ اور مضبوط نہ تھیں نہایت استحکام سے سنگ بست بنوائیں -

اسد خاں کا ونکٹا دری کو ادھونی پر شکست دینا ۱۵۴۵ء

ابراہیم شاہ نے جب سنا کہ بھوج ترمل مر گیا اور رام راج تخت پر بیٹھ گیا تو اُس نے کہا کہ بیجانگر کے مقبوضات پر رام راج کو کیا حق ہے پیچ پوچھو تو وہ اور میں برابر - اس سونے کی چڑیا کو کیوں چھوڑا - بادشاہ نے اسد خاں کو ایک جرار لشکر دے کر قلعہ ادھونی دیکھنے کو بھیجا - رام راج نے اسد خاں کے مقابلے کے لئے اپنے بھائی ونکٹا دری کی سرکردگی میں ایک بہت بڑی فوج بھیجی - اسد خاں نے جب بیجانگر کی فوج کی آمد سنی تو قلعہ کا محاصرہ چھوڑ کر آگے بڑھا اور دونوں میں بڑی بھاری جنگ ہوئی - اسد خاں نے دیکھا کہ بیجانگر کی فوج اُس کے لشکر سے بہت بڑھی ہوئی ہے تو پیچھے ہٹ کر چودہ میل پر جا کر دم لیا مگر وہاں تک بھی ہندوؤں نے اُس کا پیچھا نہ چھوڑا - ونکٹا دری نے بھی مسلمانوں کے کیمپ سے

دو میل ورے اپنے ڈیرے ایک مقام محفوظ پر ڈال دئے۔ اسد خاں کو یہ موقع اچھا ملا
ابھی صبح نہ ہونے پائی تھی کہ اُس نے چار ہزار سواران جبہ پوش لے کر ہندوؤں کے کیمپ پر
شبخوں مارا جب ذرا دن چڑھا تو ونکٹادری نے پھر اپنی فوج کو جو تتر بتر ہوگئی تھی اکھٹا کر کے
حملہ کرنے کا ارادہ کیا لیکن دیکھا تو اسد خاں کی قوت بہت بڑھی ہوئی تھی اور ونکٹادری کو
اپنی اور اپنے بال بچوں کی جان بچانی بھی فرض تھی اس واسطے وہ لڑائی کا ارادہ چھوڑ کر چند میل
پیچھے ہٹ کر ٹھیر گیا اور اس سے اپنے بڑے بھائی رام راج کو شکست کی خبر دی اور جلد امداد
بھیجنے کو لکھا۔ رام راج نے فوراً تازہ دم فوج اور خزانہ بھجوایا اور بظاہر تو یہ کہلا بھیجا کہ خوب
لڑو اور مقابلہ کرو لیکن اندرونی طور پر ونکٹادری کو یہ لکھا کہ مجھے اس بات کا یقین ہو کہ ابراہیم
عادل شاہ نے بطور خود اوھونی پر چڑہائی نہیں کی بلکہ مجھے شبہ ہو کہ ہمارے زمینداروں نے
در پردہ سازش کر کے بیجاپور کے لشکر کو بلوایا ہو اور خود تمھارے ساتھ کے بہت سے امرار
اُس سے ملے ہوئے ہیں اس لئے مصلحت وقت یہی ہو کہ مسلمانوں سے صلح کر لی جائے تاکہ
تمھارے بال بچے کسی طرح اسد خاں کے پنجے سے نجات پائیں۔ بادشاہ کو اسد خاں کی سازش
کی بھنک پہونچ گئی تھی اس ڈر سے اسد خاں نے بیجانگر کی فوج میں تلاطم عظیم ڈال دیا اور
قتل عام شروع کر دیا ؎

ہمہ شیر مرداں کار آزمائے دلیر و عدو بند و کشور کشائے

ونکٹادری کو اپنی فوج پر ایسا بھروسہ تھا کہ وہ بالکل مطمئن تھا اور اُسے مسلمانوں کی طرف سے
حملہ ہونے کا گمان بھی نہ تھا اسد خاں ایک دم اُن کے خیموں تک پہونچ گیا اُس وقت تک
اُن کو کانوں کان خبر نہ ہوئی اور نہ بھاگنے کا موقع ملا ؎

نباید غنودن چناں بے خبر کہ ناگاہ سیلے در آید بسر
بجائے نہ خسپد عقابے اسیر کہ آبے تواں ہست او را بزیر

بیجانگر کی فوج تاب مقاومت نہ لا سکی اور چیں بول گئی اور ونکٹادری کو ایسی بے سرو سامانی
سے بھاگتے بنی کہ بال بچے خزانہ ہاتھی گھوڑے وغیرہ سب مال و اسباب چھوڑ چھاڑ صرف اپنی
جان بچا کر بہ یک بینی دو گوش بھاگا اسد خاں نے سب مال و دولت سمیٹ اُن کے بال بچوں

کو قید کر لیا ابراہیم شاہ اس شان دار کامیابی سے ایسا خوش ہوا کہ اسد خاں کے مدارج میں ترقی کی بہت کچھ بیش قیمت تحائف سے سرفراز کیا اور نہ صرف اُس کی لڑکی کو اپنے عقد میں لاکر عزت افزائی کی بلکہ زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا کہ اگر مجھ کو اسد خاں کی دختر سے کوئی لڑکا ہوگا تو وہی میرے تخت و تاج کا وارث ہوگا۔

اسد خاں کے حالات

اسد خاں ترک تھا۔ اُس کا اصلی نام خسرو تھا۔ اسمٰعیل عادل شاہ کے زمانے میں ۱۱۵ھ میں جب کہ شہر بیجاپور کا محاصرہ کیا گیا تھا اُس کے بچانے میں اُس نے بڑا نام پیدا کیا یہہ محاصرہ خصوصاً بادشاہ کی خالہ دل شاد آغا کی بے نظیر بہادری کے سبب سے مشہور ہے۔ خسرو کو اس کے صلے میں اسد خاں کا خطاب اور بلگاؤں جاگیر ملی۔ اسد خاں دانش مندی اور فراست میں مشہور تھا چالیس سال تک وہ تمامی امرا و مشاہیر دکن کا ملجا و ماوا رہا۔ وہ بڑی شان و شوکت اور تزک احتشام سے رہتا تھا اُس کی ٹکر کا اور کوئی امیر نہ تھا ہر شخص اُس کا ادب و تعظیم کرتا تھا۔ راجگان بیجانگر اور دوسرے ممالک کے فرماں روا اُس کی خداداد قابلیت کے معترف تھے اور اکثر اُس سے مراسلت رکھتے تھے اور بیش قیمت تحائف بھی بھیجتے رہتے تھے۔ ڈہائی سو تو صرف اُس کے خانگی نوکر تھے سب سے بڑے قد آور ساٹھ اور ڈیڑھ سو معمولی قد و قامت کے ہاتھی اُس کے پاس تھے۔ اُس کے اصطبل میں عربی اور ایرانی چار سو اور اس کے علاوہ اس ملک کی نسل کے بہت سے عمدہ عمدہ گھوڑے تھے۔ یہہ بڑھتے بڑھتے سپہ سالار اور وزیر اعظم کے اعلیٰ مراتب پر پہنچ گیا تھا۔ چوں کہ وہ بڑا مدبر اور فرسیں تھا اور اُس کی چال بہت گہری تھی اس لئے ہمیشہ اپنے ارادوں میں کامیاب ہوتا تھا۔ عام قاعدہ ہے کہ جب کوئی شخص مقرب بارگاہ سلطانی ہو جاتا ہے سو دوست سو دشمن پیدا ہو جاتے ہیں اور بہت سے لوگ آتش رشک و حسد سے جل بھن کر اُس کے گرانے کی فکر میں لگے رہتے ہیں اور طرح طرح کے جوڑ توڑ چلتے ہیں کہ کسی طرح وہ نظروں سے گر جائے یہی حال اسد خاں کا تھا۔ اسد خاں کے دشمنوں نے یہہ جتا دی کہ وہ نظام شاہ سے بوجہ ہم مذہبی در پردہ ملا ہوا ہے اور عن قریب خود اپنی جاگیر بلگاؤں پر قبضہ کرا دینے والا ہے۔ ابراہیم شاہ چکمے میں آگیا اور نہ سمجھا کہ ایسا شخص جس نے مدۃ العمر جاں نثاری اور ہوا خواہی کی ہو کیوں کر ایسا کرے گا فوراً تیور بدل گئے

اسد خاں نے جب یہ لیل ونہار دیکھا تو سپہ سالاری سے دست کش ہو کر اپنی جاگیر بلگاؤں میں جا بیٹھا۔

برہان نظام شاہ اور ابراہیم عادل شاہ کی پہلی لڑائی بیجاپور پر ۹۴۷ھ ۱۵۴۰ء

بادشاہ اور سپہ سالار فوج کے درمیان ایسی ناچاقی ہونا نظام شاہ کے لئے بیجاپور پر چڑھائی کرنے کے لئے ایک اچھا بہانہ ہاتھ لگا اور اُس نے خواجہ جہان دکھنی اور علی برید کو بلا کر علاقہ جات بیجاپور پر لوٹ مار شروع کر دی۔ قلعہ شولاپور آن واحد میں لے لیا اور بلگاؤں کا رُخ اس اُمید پر کیا کہ بادشاہ اور اسد خاں کے تو چل ہی گئی ہے اسد خاں کبیدہ خاطر بیٹھا ہی ہوا ہے بددل تو کر دشمن برابر جاتے ہی قلعہ ہمارے حوالے کر دے گا۔ اسد خاں کو بادشاہ کی ناراضگی سے بالکل مایوسی ہو گئی تھی اور اپنی زندگی کے دن افسردگی میں تیر کر رہا تھا مصلحتہً چھ ہزار سوار ہمراہ لے کر نظام شاہ کے ساتھ ہو لیا۔ نظام شاہ کو اسد خاں کے شریک ہو جانے سے ازبس تقویت ہو گئی اور بشوخی تمام ملک میں لوٹ مار کرتا ہوا بیجاپور کی طرف بڑھا۔ ابراہیم عادل شاہ نے دیکھا کہ میں اکیلا اِن دونوں کا مقابلہ کیا کر سکتا ہوں بیجاپور چھوڑ کر گلبرگہ چلا گیا۔ نظام شاہ نے بلا وسوسہ بیجاپور کا محاصرہ کر لیا۔ اسد خاں حد درجہ کا خیر خواہ اور نمک حلال تھا اور اُس کی سرشت میں اپنے مالک کی وفاداری تھی نہایت سوچ میں پڑ گیا اور ایک معتبر شخص کو عمادالملک کے پاس بھیجا اور لکھا غمازی اور فتنہ انگیزی کی بدولت بدخواہان سلطنت نے میرے مالک کو مجھ سے رنجیدہ کر دیا ہے اور باوجود بے قصور محض ہونے کے میری پیشانی پر کلنک کا ٹیکہ لگ گیا ہے اور اب بھی لوگ میرا پیچھا نہیں چھوڑتے بادشاہ کو برہم کرتے رہتے ہیں آپ سے توقع ہے کہ اس وقت آپ تشریف لائیں اور عادل شاہ کی امداد فرمائیں اور اس غلام پر جو دھبہ بے وجہ لگایا گیا ہے اُسے بھی عفو تقصیر سے محو کرا دیں تو بڑی بندہ نوازی ہوگی۔ عمادالملک فوراً گلبرگہ پہنچا ادھر اسد خاں نظام شاہ کا ساتھ چھوڑ کر اُس سے جا ملا اور عمادالملک کے ذریعہ سے بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو کر اپنا سارا دکھڑا رو دیا کہ اس اس طرح دشمنوں نے حضرت کو اس نمک خوار قدیم سے بدظن کر دیا تب بادشاہ کو بہت انفعال ہوا اور خاطر اقدس پر سے کدورت کا غبار دور ہو گیا اور نہایت نوازش سے اسد خاں کو سامنے بلا کر

بغل گیر ہوا اور سرفراز فرمایا۔ اسد خاں کے آجانے سے بادشاہ کو بہت قوت ہو گئی اور عماد الملک کی مدد سے نظام شاہ کا مقابلہ کیا دو تین مقابلوں کے بعد نظام شاہ میں طاقت مقاومت نہ رہی اور بیدر کی طرف بھاگا لیکن عادل شاہ اور عماد الملک نے اُس کا پیچھا احمد نگر تک بھی نہ چھوڑا آخر کار نظام شاہ دولت آباد کو بھاگا اور شولاپور کا قلعہ اور دوسرے مقامات جو قبضہ سے نکل گئے تھے سب واپس لے کر ابراہیم عادل شاہ بیجاپور کو واپس آیا۔

برہان نظام شاہ - رام راج - قلی قطب شاہ امیر بریدکی متفقہ دوسری لڑائی قلعۂ شولاپور مقبوضۂ ابراہیم عادل شاہ پر ۔ ۹۵۰ھ ۱۵۴۲ء

کم بخت قلعۂ شولاپور ہی سلاطین احمد نگر و بیجاپور کے مابین ہمیشہ سے مابہ النزاع رہا۔ قلعۂ شولاپور دونوں سلطنتوں کی سرحد پر واقع تھا اور ہر بادشاہ یہی چاہتا تھا کہ ایسے موقع کا مضبوط قلعہ ہمارے ہاتھ سے نہ نکل جائے۔ نظام شاہ کے ہاتھ سے آیا اور آیا قلعہ پھر نکل جانا اُسے بہت ہی شاق اور ایسا ناگوار گزرا کہ اُس نے دانہ پانی چھوڑ دیا اور دل میں ٹھان لی کہ جس طرح بھی بنے اُسے لے کر چھوڑونگا لیکن اکیلا کیا کر سکتا تھا اس نے پھر رام راج سے سلسلہ جنبانی کی اور جو مصالحت اُس میں اور بادشاہ بیجاپور میں چلی آرہی تھی اُس میں کھنڈت ڈالدی اور جمشید قلی قطب شاہ کو اپنے ساتھ شامل کر کے بہ اتفاق خواجہ جہاں دکھنی اور علی برید کے پھر جنگ شروع کی اور قلعۂ شولاپور کا محاصرہ کر لیا۔ جمشید نے شمال و مشرق سے بیجاپور پر چڑھائی کی اور رام راج کا بھائی ونکٹا دری جنوب مشرق کی طرف سے رائچور اور مدگل کو لوٹتا تباہ کرتا بڑھا چلا آرہا تھا۔ دو طرفہ حملوں سے ابراہیم شاہ پریشان کیا گھبرا گیا اور گھبرانے کی بات بھی تھی بادشاہ نے ناچار اس اہم مشکل میں اسد خاں سے مشورہ کیا۔ اسد خاں نے بہت صائب رائے دی کہ ہمارا اصل دشمن تو برہان نظام شاہ ہے وہی ان سب کو چڑھا کر لایا ہے پہلے اُس کا انتظام کرنا چاہیئے پھر دوسروں سے بھگت لینا تو آسان کام ہے۔ نظام شاہ کے ہموار کرنے کا آسان نسخہ یہ ہے کہ جس بات پر نزاع ہے وہ مٹا دی جائے یعنی قلعۂ شولاپور کون سا بڑا معاملہ ہے دے کر صلح کر لی جائے۔ رام راج بھی ایک بہت جلیل القدر راجہ ہے اُسے بھی تحفہ تحائف سے ہموار کیا جا سکتا ہے زر بر سر فولاد نہی نرم شود اور پھر رام راج

خود چیونٹیوں بھرا کباب ہو اُسے اپنے آپس کی خانہ جنگیوں سے اتنی فرصت کہاں ہو جو ادھر ہی کا ہو رہے یوں دونوں کو سنبھال لینے کے بعد پھر قطب شاہ اکیلا رہ جاتا ہو اُس سے میں خود سمجھ لوں گا بادشاہ کو اسد خاں کی رائے بہت پسند آئی برہان نظام شاہ کو قلعہ شولاپور دے کر ٹالا اندھا کیا چاہے دو آنکھیں وہ بالکل ٹھنڈا پڑ گیا رہا رام راج اُس کے پاس بیجانگر کو ایک ایلچی معہ تحفہ تحائف کے بھیج کر صلح کر لی - اب صرف قطب شاہ اکیلا رہ گیا اس کا مار لینا کون سا بڑا کام تھا اسد خاں لاری نے اُس کو ایسا پس پا کیا کہ ملک تلنگانہ تک بھگایا اور گولکنڈہ تک اُس کا پیچھا نہ چھوڑا - اسد خاں نے پہلے تو قلعہ کاکنی کا محاصرہ کیا اور فتح کر کے اُس کا نشان صفحۂ دنیا سے مٹا دیا قطب شاہ معاملہ بے طور دیکھ تلنگانہ کی طرف نکل گیا اسد خاں تعاقب کرتا چلا گیا اور کئی دفعہ قطب شاہیوں کی فوج کو شکست دے کر قلعہ گولکنڈہ کے پاس تک پہنچ گیا - قلی قطب شاہ نے جب دیکھا کہ یہہ تو بلا کی طرح چمٹ گیا ہو کسی طرح پیچھا ہی نہیں چھوڑتا اور ہماری دار السلطنت میں آ گھسا اس کا یہہ زور شور ہو تو دل مضبوط کر کے پھر فوج جمع کی اور چار و ناچار آمادۂ جنگ ہو گیا اور دونوں میں بہت سخت لڑائی ہوئی مگر اب کی بار بھی جمشید ہی کو شکست ہوئی ؎

سعادت بہ بخشایش داور است	نہ در چنگ بازوے زور آور است
کلید ظفر چوں نیفتد بدست	بیازو در فتح نتوان شکست

کہتے ہیں کہ جس دن جمشید قطب شاہ اور اسد خاں لاری کا مقابلہ ہوا تھا دونوں میں سے کسی نے ایک دوسرے کو نہ پہچانا کہ ہمارے مقابل کون ہو - قضارا اسد خاں کی ایک تلوار جمشید قطب شاہ کے چہرے پر ایسی کاری پڑی کہ توبہ قبول نہ ہوئی اور عمر بھر اس زخم کی وجہ سے چہرے کی سخت بدنمائی کے علاوہ کھانے پینے کی بڑی تکلیف رہی الغرض اسد خاں لاری نے معرکہ جیت لیا اور مظفر و منصور بیجاپور واپس آیا -

احمد نگر اور بیجاپور کی قدیم دشمنی کب ٹھنڈی ہونے والی تھی نظام شاہ نے پھر رام راج کے اغوا سے بیجاپور پر دھاوا کر دیا - دریائے بھیما پر ہی	برہان نظام شاہ اور ابراہیم عادل شاہ کی تیسری لڑائی رود بھیما کے کنارے ۹۵۱ھ - ۱۵۴۴ء

مسٹ بھیڑ ہوئی عبور کے تمام راستے مسدود تھے اور مدتوں ابراہیم عادل شاہ پار نہ اُتر سکا آخر کار
نہایت جرأت سے ابراہیم عادل شاہ پار اُترا اور معمولی سی دو تین جھڑپیں ہوئیں چوتھی مرتبہ صبح
سے شام تک بڑی سخت خوں ریز جنگ ہوئی اور طرفین کے ہزار ہا آدمی مارے گئے آخر کار ابراہیم
عادل شاہ خود میدان جنگ میں آیا اور تین ترکش تیروں کے خالی کئے - ایسی گھمسان لڑائی ہوئی
کہ باید وشاید نتیجہ یہہ ہوا کہ لوگ بیزار ہو گئے - کئی کئی بار احمد نگر کی فوج پس پا ہوئی مگر یہہ آخری حملہ
اس زور کا ہوا کہ احمد نگر کا لشکر تاب نہ لا سکا رہا سہا بل بوتہ بھی اُن کا نکل گیا اور رسوا
بھاگنے کے کچھ نہ سدھری - بیجا پور والوں کو بے انتہا غنیمت کا مال ملا - (۱۲۵) زنجیر فیل اور
(۱۲۰) توپیں - انواع و اقسام کے مال و اسباب کے علاوہ ماہی مراتب بھی جو سب شکست یافتہ لشکر
چھوڑ کر بھاگا تھا دستیاب ہوئے - ابراہیم عادل شاہ اپنی کامیابی پر نہایت مسرور ہو کر بیجا پور
واپس آیا - اس فتح غیبی سے بادشاہ کے مزاج میں نخوت اور تکبر بہت ہو گیا تھا اور ایک دن
بحالت نشہ - برہان نظام شاہ کے ایلچیوں کو سخت سست کہہ بیٹھا اور خود برہان نظام شاہ
کی نسبت بھی الفاظ ناشائستہ کہا کرتا تھا آخرالامر غصہ اس قدر بڑھ گیا تھا کہ ذرا ذرا سی بات
پر مقربان خاص کو مروا ڈالتا تھا -

ابراہیم عادل شاہ کی معزولی کی سازش اور اُس کا افشا ۹۵۲ھ ۱۵۴۵ء

ابراہیم عادل شاہ فطرتاً بڑا بہادر اور جری تھا اکثر لڑائیوں میں اپنی ذات سے حصہ لیتا تھا اور دست بدست
میدان جنگ میں لڑتا تھا اور بالطبع بڑا غصیلا اور تیز مزاج تھا ذرا ذرا سی بات پر سخت سے
سخت سزا دینے کا عادی تھا - حلم و مروت و عفو تقصیر کا مادہ اُس میں باقی نہ تھا - بات بات
پر قید اور قتل - درگزر کسی سے کرتا نہ تھا لوگ اِن ناجائز سختیوں کی برداشت کی تاب نہ لا سکے
اور بادشاہ کی معزولی اور شاہزادہ عبداللہ کو تخت پر بٹھانے کی خفیہ سازش کرنے لگے لیکن
ابھی پوری طرح کچھ بندوبست بھی نہ ہونے پایا تھا کہ بادشاہ کے جاسوسوں نے خبر دے دی پھر
کیا تھا بادشاہ نے ایک دم ایک سو دس امراء کی گردنیں اُڑوا دیں جس میں ہندو مسلمان دونوں
ہی تھے اسی میں ضمناً اسد خاں بھی آٹے کے ساتھ گھن کی طرح پس گیا وہ بھی معتوب ہو کر بلگام کو
بھیج دیا گیا اور اُس کے متعلقین کو بیجا پور میں قید کر دیا - غرض جس کی نسبت ذرا بھی شبہ ہوا بس

اُس کا خاتمہ کر دیا۔

شاہزادۂ عبداللہ کا بیجاپور سے فرار ہو کر گوآ میں پناہ لینا ۹۵۲ھ ۱۵۴۶ء

شاہزادۂ عبداللہ اِن ہی لوگوں کے برتے پر کودتا تھا جب اُس نے دیکھا کہ قتلِ عام شروع ہوا اور اُس کے مدد و معاون ایک ایک کر کے تہِ تیغ کئے گئے تو ایسا نہ ہو کہ میں بھی دھر لیا جاؤں ناچار بیک بینی دوگوش بھاگا اور گوے میں جا کر دم لیا اور عیسائیوں کی پناہ میں جا چھپا۔ پرتگالیوں نے اُسے سر آنکھوں پر لیا لیکن ابراہیم عادل شاہ نے ڈی سوزا گورنر پرتگال کو لکھا تم عبداللہ کو کسی ایسے مقام پر بھیجوا دو جہاں سے وہ بیجاپور کی سلطنت کے امن میں خلل نہ ڈال سکے تو ہم تم کو کچھ ملک دے دیں گے۔ ڈی سوزا نے یہ بات منظور کی اور اسی کے صلے میں جزائر سالسٹ اور بارڈس پرتگالیوں کو مل گئے علاوہ اِس کے اسد خاں کا بے شمار جمع کیا ہوا خزانہ بھی جو بلگاؤں میں تھا گورنر کو بطورِ ذاتی تحفے کے دیا گیا گورنر گوآ سارا خزانہ ڈکار گیا جب شاہزادۂ عبداللہ کو چند روز کے لئے کنانور لے گیا لیکن پھر گوآ واپس لے آیا اور جب دوسرے سال ڈی کاسٹر گورنر مقرر ہوا تو اُس نے عبداللہ کی تحویل سے بالکل انکار کر دیا۔

ابراہیم عادل شاہ اور گورنر گوآ کا صلح نامہ ۱۵۴۶ء

اس چال بازی سے بادشاہ بیجاپور کو ایک بڑی بھاری مشکل پڑ گئی۔ فروری ۱۵۴۶ء میں ابراہیم عادل شاہ نے پرتگالیوں سے ایک صلح نامہ جس میں منجملہ اور شرائط کے ایک شرط یہ بھی تھی کہ دکن یا علاقہ نظام شاہ یا رایان بیجانگر کا کوئی شخص شاہزادۂ عبداللہ یا اُس کے خاندان سے اُس وقت تک کوئی تعلق یا معاملات نہ رکھے جب تک کہ ہمارا ایلچی جو ہم بادشاہ پرتگال کے پاس بھیجنے والے ہیں کچھ جواب لے کر واپس نہ آجائے لیکن پرتگالیوں نے اِس صلح نامے پر کچھ بھی عمل نہ کیا تب ابراہیم عادل شاہ نے ۱۵۴۷ء میں جزائر سالسٹ اور برڈاس پر فوج کشی کی لیکن پرتگالیوں کے ہاتھ سے شکست پائی۔

برہان نظام شاہ بحری اور رام راج کی لڑائی ابراہیم عادل شاہ سے ۹۵۹ھ ۱۵۵۱ء

برہان نظام شاہ نے اس زمانے میں رام راج کے پاس کچھ تحائف بھجوائے تھے۔ ابراہیم عادل شاہ نے جب یہ خبر سنی تو برافروختہ ہو کر

بیجاپور میں جو ایلچی بیجانگر کے تھے اُن کی ایسی تذلیل کی کہ وہ جان بچا کر بھاگے۔ رام راج کو اپنے ایلچیوں کے ساتھ بدسلوکی سخت ناگوار ہوئی اُس نے نظام شاہ کو بھڑکا کر ابراہیم عادل شاہ پر چڑھائی کرادی اور قلعۂ کلیانی پر قبضہ کرلیا۔ بادشاہ بیجاپور نے اس کے معاوضہ میں قلعۂ پرینڈہ دبالیا۔ برہان نظام شاہ اور رام راج دونوں ایک ہوگئے اور ۱۵۵۱ء میں رائچور کے قریب ملے اور رائچور اور مدگل لینے کا ارادہ کرلیا اس سمجھوتے سے کہ بعد میں شولاپور بھی لے لیں گے چنانچہ ایک عرصہ تک محاصرہ کرنے کے بعد قلعۂ رائچور فتح کرلیا اہالی قلعۂ مدگل کو جب رائچور فتح ہوجانے کی خبر ملی تو اُنھوں نے قلعۂ مدگل کی کنجیاں خود بخود رام راج کے پاس بھیج دیں اور اس طرح یہ دونوں مقام ہندوؤں کے قبضے میں آگئے اور رام راج بیجانگر واپس چلا گیا اور اپنے چھوٹے بھائی ونکٹادری کے ساتھ ایک بڑا لشکر برہان نظام شاہ کی امداد کو دیا اور دونوں نے مل کر قلعۂ بیجاپور پر ایسی سخت گولہ باری کی کہ مسمار کردیا اور فتح کرلیا۔ ۱۵۵۳ء میں برہان نظام شاہ کا انتقال ہوگیا اور حسین نظام شاہ اور ابراہیم عادل شاہ دونوں مسلمان بادشاہوں میں اس وقت تو مصالحت ہوگئی لیکن حسد اور سازش کا بازار گرم تھا یہ اتحاد تھوڑے ہی دنوں بعد ٹوٹ گیا۔ اُسی زمانے میں خواجہ جہاں دکھنی کی سلسلہ جنبانی سے جو برہان نظام شاہ کے خوف سے بھاگ کر بیجاپور آگیا تھا ابراہیم عادل شاہ کو پھر قلعۂ شولاپور کے لینے کی فکر ہوئی اس حصول مدعا کے لئے رام راج سے دوستی گانٹھ لی سیف عین الملک سپہ سالار برہان نظام شاہ کو مواعید دل فریب دے کر برار سے بلوا کر اسد خاں لاری کی جگہ مقرر کیا اور خطاب "سیف الدولہ القاہرہ عضد السلطنتہ الباہرہ امیر الامرا السیف عین الملک" کا دیا۔

اب قلعۂ شولاپور چھوڑانے کے لئے ابراہیم عادل شاہ اور حسین نظام شاہ میں ایک سخت لڑائی شولاپور پر ہوئی جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

ابراہیم عادل شاہ اور حسین نظام شاہ کی لڑائی شولاپور پر ۹۵۹ھ ۱۵۵۲ء

حسین نظام شاہ بحری نے لشکر خاصہ اور ہاتھی جس کا نام مست تھا لے کر عین الملک پر حملہ کیا جس میں بہت سے لوگ طرفین کے مارے گئے اور قریب تھا کہ نظام شاہ کی فوج بے پا ہو کہ ناگاہ بعض امرائے نظام شاہی مانند رستم خاں دکنی و جہانگیر خاں حبشی و غضنفر خاں شیرازی کے جو بسیرہ

ابراہیم عادل شاہ سے جنگ کر کے شکست پا چکے تھے انھوں نے جب نظام شاہ کا جھنڈا اپنی مقررہ جگہہ پر نہ دیکھا تو گھبرا کر اپنے بادشاہ کی مدد کو آن پونہچے جب عین الملک نے دیکھا کہ نظام شاہی فوج تو آگئی مگر ہماری طرف سے کسی نے خبر بھی نہ لی اب ضرور شکست ہوجائیگی عین الملک اپنی عادت کے موافق گھوڑے پر سے اُتر پڑا اور میدان جنگ میں پاپیادہ کھڑا ہوگیا اُس کی عادت تھی کہ جب دیکھتا تھا کہ اب خیر نہیں ہی تو فوراً گھوڑے سے اُتر کر پاپیادہ ہوجاتا تھا کہ لوگ سمجھ جائیں کہ معاملہ نازک ہی اب یا جان جائے یا فتح ہو - ایک کوتاہ نظر نے جاکر بادشاہ سے آگ لگادی کہ ہم نے دیکھا کہ عین معرکہ جنگ میں عین الملک گھوڑے پر سے اُتر پڑا اور حسین نظام شاہ کو جو اُس کا قدیم دوست ہی اُس سے پان کا بیڑا لیا اس غرض سے کہ آپ کو پکڑ کے اُس کے حوالے کردے - ابراہیم عادل شاہ نے نہ تحقیقات کی نہ دریافت کیا یہہ سنتے ہی گھبرا کر بیجاپور بھاگ گیا - عین الملک لڑائی میں مصروف تھا اور قریب تھا کہ فتح کرے اتنے میں بادشاہ کے یکایک چلے جانے کی خبر مشہور ہوئی مجبوراً عین الملک نے بھی لڑائی سے ہاتھ کھینچ لیا - عین الملک کے بھانجے صلابت خاں کو اِس جنگ میں کئی سخت زخم لگے تھے جس کی وجہ سے وہ گھوڑے پر سے گر پڑا تھا اُس کی مرہم پٹی کر کے عین الملک ویسے ہی بادشاہ کے پیچھے دوڑا کہ بادشاہ کو بیجاپور جانے سے منع کرے لیکن جوں ہی بادشاہ نے عین الملک کے علم کا نشان دیکھا وہ سمجھا کہ مجھے پکڑنے آرہا ہی پھر ایسا بھاگا کہ بیجاپور جاکر دم لیا - عین الملک بعد میں بیجاپور پونہچا اور ایک معتمد کے ذریعہ سے عرض کرایا کہ میں اپنا مال و اسباب سب چھوڑ کر تن تنہا گھوڑے پر سوار ہوکر صرف ایک قیچی کے ساتھ حاضر ہوا ہوں میرے پاس خیمہ و خوابگاہ نہیں ہی اگر خزانہ عامرہ سے تھوڑی سی رقم خانہ زاد کو سرفراز ہوجائے تو عین پرورش ہی - بادشاہ کے دل میں یہہ بات بیٹھ گئی تھی کہ شکست صرف عین الملک کے سبب سے ہوئی ہی جواب دیا کہ ”ہم کو تمھارے جیسے بے اعتدال نوکر کی ضرورت نہیں ہی جہاں چاہو چلے جاؤ“ عین الملک نے کچھ قصور نہیں کیا تھا یہ سن کر ہکّا بکّا رہ گیا پھر کہلا بھیجا کہ میں حضرت کا سچا اور مخلص جاں نثار خدمت گزار ہوں قریب چھ سو عزیز و قریب اور دوسرے ہم قوم اس لڑائی میں مارے گئے ہیں اور مال و اسباب سب لٹ گیا ہی ایسی حالت میں میں کہاں

جا سکتا ہوں۔ ؎

جز آستانِ توام درجہاں پناہے نیست　　　سرمرا بجز ایں در حوالہ گاہے نیست

ایسی حالت میں آپ مالک ہیں درِ دولت سے ٹل نہیں سکتا" اس پیغام سے جو سراسر نمک حلالی کا تھا باشاہ کو عین الملک کی متمردی کا مظنہ ہوا اور غصے ہوکر حکم دیا کہ "جو شخص یہ پیغام لایا ہے اُسے طمانچہ مار کر نکال دو"

عین الملک کی بغاوت اور ابراہیم عادل شاہ سے لڑائیاں

جب عین الملک مایوس ہوگیا تو اُس نے اپنے دوستوں سے مشورہ کیا اُنھوں نے کہا کہ اب اس وقت تو کوئی موقع پھر عرض معروض کرنے کا باقی نہیں رہا۔ عین الملک نے خیال کیا کہ مصلحت یہی ہے کہ اس وقت یہاں سے ٹل کر میں اپنی جاگیر "مان" کو چلا جاؤں اور وہاں سے قسط فصل خریف وصول کرکے اپنا سامان کروں اور جدھر منہ اُٹھے چلا جاؤں۔ بادشاہ نے جب عین الملک کے چلے جانے کی خبر سنی تو پانچ ہزار سواروں کا لشکر ایک امیر کے ساتھ بھیج دیا اور حکم دیا کہ عین الملک کو ہماری مملکت سے نکال دو۔ صلابت خاں نے بلا اجازت عین الملک لشکر کا مقابلہ کیا اور شکست دی اور قسط ربیع کے وصول کے لئے اور ٹھیر کر اطراف و جوانب کے مقامات مرج و تکلّیر وغیرہ پر قبضہ کرلیا۔ بادشاہ نے دوبارہ دس ہزار فوج بہ سرکردگی دلاور خاں حبشی بھجوائی اور نواح گلبرگہ میں عین الملک اور صلابت خاں نے اپنی فوج آراستہ کرکے مقابلہ کیا اس میں دلاور خاں کے سر اور چہرے پر بھاری زخم آئے اور شکست پاکر بھاگا چار کوس تک عین الملک کی فوج نے اُس کا تعاقب کیا اور اس قدر مال اور اسباب اور ہاتھی گھوڑے اور اونٹ ملے کہ عین الملک کو اور تقویت ہوگئی اور اُس نے زیادہ فوج اور توپ خانہ بھی جمع کرلیا تیسری بار ابراہیم عادل شاہ خود پچیس ہزار سوار اور توپ خانے کے "مان" پر جا پونہچا عین الملک نے پہلے ہی بہت سی فوج جمع کرلی تھی۔ تین دن تک برابر اپنی فوج کو روز درست کرتا تھا اور میدان جنگ میں آنے کا غلغلہ اُٹھا دیتا تھا مگر آیا ایک دن بھی نہیں۔ ابراہیم عادل شاہ کی فوج اس کے انتظار میں دن دن بھر گھوڑوں پر مسلح سوار رہتی تھی اور شام کو ویسے ہی پلٹ جاتی تھی۔ چوتھے دن بھی ایسا ہی ہوا کہ عین الملک نے اپنے لشکر کی صف بندی کی اور ہر چند

قزلباشوں نے کہا کہ عین الملک آیا ہی چاہتا ہے مگر کسی نے نہ سنا اور سمجھے کہ وہ تو ہر روز اسی طرح
چل دیا کرتا ہے آتا ہے نہ آوتا ہے ناحق ہم کو حیران کرتا ہے - اسی خیال سے کسی نے نہ ہتھیار لگائے نہ
گھوڑوں پر سوار ہوئے کہ ناگاہ عین الملک کا لشکر میدانِ جنگ میں آن ہی پونہچا - بادشاہی لشکر
بے خبر پڑا تھا کوئی طیّار نہ تھا ناچار بادشاہ خود عین الملک کے مقابلے کو گیا - عین الملک دوبدو
بادشاہ سے لڑنے سے ہچکچایا اور سب نے صلاح دی کہ چترِ شاہی سے لڑنا مناسب نہیں ہے -
مرتضیٰ خاں انجو ایک سیّدِ پُرغرور تھا جس کا عین الملک بہت معتقد تھا اُس نے کہا کہ "چتر
تھوڑا ہی جنگ کرتا ہے اب ملاحظہ کس بات کا ہے" عین الملک اسے فال نیک سمجھا اور پانچ ہزار
سوار لے کر اپنے گھوڑے کو تیز کیا اور جہاں کہ شاہی چتر تھا اُسی حصے پر جا پڑا - نماصدہ شاہی کی
فوج اس کے حملے کی تاب نہ لا کر بھاگی بادشاہ بھی بھاگا اور بیجاپور کے قلعے میں جا کر چھپ گیا - چتر
وفیل شاہی اور توپ خانہ اور تمام اثاثۂ شاہی عین الملک کے ہاتھ لگا اور عین الملک نے
بیجاپور سے دو کوس کے فاصلے پر موضع توروہ میں اپنا لشکر ڈال دیا اور قلعے کی رسد بند کر دی اب
عادل شاہ کو سوائے راجۂ بیجانگر سے مدد طلب کرنے کے اور کوئی تدبیر نہ سوجھی - بادشاہ نے
راجہ کے پاس سات لاکھ ہن بھیج کر استمداد چاہی -

عین الملک اور ونکٹادری کی لڑائی - - -

رام راج نے (جو درحقیقت سیاہ وسفید کا مالک تھا کیوں کہ راجہ کو تو اُس نے برائے نمود بٹھلا کر رکھا تھا) اپنے
بھائی ونکٹادری کو غنیم کی مدافعت کے لئے ایک بڑا بھاری لشکر دے کر بیجاپور[1] روانہ کیا - عین الملک
نے اسد خاں کی چال اختیار کی اور چاہا کہ ہندوؤں پر یکایک حملہ کر کے گھبرا دے لیکن ونکٹادری
کو اِس بات کی خبر لگ گئی تھی اُس نے اپنی فوج کو چوکنّا کر دیا اور بڑی بڑی لمبی مشعلیں بنوائیں
اور حکم دیا کہ جوہیں دشمن کے اس طرف بڑھنے کی خبر پونہچے ایک دم ان سب کو روشن کر دیا
جائے اور جہاں تک ممکن ہو ان کو بلند کیا جائے تا کہ ہماری فوج کو دشمن کی فوج اچھی طرح

[1] سنہیا روبیس کو حال میں بہ مقام لسبن سرکاری محافظ خانے میں جو ملاری ڈی ٹومبو میں ہے ایک تاریخی کاغذ
دستیاب ہوا ہے جس میں لکھا ہے کہ راجۂ بیجانگر نے ابراہیم عادل شاہ کو عین الملک اور شہزادے عبد اللہ کے مقابلے
کے لئے سات لاکھ پرڈاس (سکّہ) دے کر امداد دی تھی ۱۲ -

نظر آئے۔ ایک رات عین الملک اپنے ساتھ صلابت خاں کو لے کر دو ہزار فوج کے ساتھ ہندوؤں کے کیمپ میں جا گھسا اور کسی نے اُس کی مزاحمت نہ کی۔ اشارہ پاتے ہی ایک دم مشعلیں روشن کردی گئیں اور ونکٹادری جو اپنی فوج کے ساتھ ہر طرح سے طیّار بیٹھا تھا مسلمانوں کے لشکر سے مقابلہ کرنے لگا۔ چوں کہ مسلمان بے روک ٹوک گھس پڑے تھے وہ سمجھے کہ اب میدان مار لیا لیکن انجام یہ ہوا کہ پانسو آدمی مسلمانوں کے مارے گئے عین الملک اور صلابت خاں بڑی مشکل سے جان بچا کر بھاگے لیکن اندھیرے میں راستہ بھول کر جنگل میں بھٹک گئے۔ فوج میں سے جو لوگ بھاگ کر آگے آگئے تھے اُنھوں نے سمجھا کہ یہ لوگ مارے گئے اور اس خبر سے ایک ہل چل پڑ گئی اور ساری فوج منتشر ہو کر جدھر سینگ سمائے بھاگ گئی۔

عین الملک اور صلابت خان کا حسین نظام شاہ کے پاس جانا اور مارا جانا ۱۵۵۶ء۔

عین الملک اور صلابت خاں معہ دو سو سواروں کے صبح ہوتے ہوتے اپنے کیمپ میں پہنچے تو دیکھا کہ وہاں ایک چڑیا بھی نہ تھی۔ یہ دونوں گھبرا کر وہاں سے سیدھے حسین نظام شاہ کی سلطنت میں پناہ لینے کو بھاگے لیکن حسین نظام شاہ نے دھوکے سے ان دونوں کو مروا ڈالا[۱]۔ شاہزادہ عبداللہ ابھی تک گوآ ہی کے علاقے میں

[۱] - اب عین الملک کا ٹھکانا مملکت عادل شاہی میں کہاں باقی تھا ناچار حسین نظام شاہ کی طرف رخ کیا۔ نظام شاہ عین الملک سے دل میں کدورت رکھتا تھا مگر بہ ظاہر اُس کے آنے کی خوشیاں منا رہا تھا اور لوگوں سے کہتا تھا کہ دیکھو اب ہمارا طالع بھی چمکا کہ عین الملک نے پھر اس طرف رخ کیا آخر اُسے حقوق سابقہ کا خیال آیا اور پھر اُس کی خواہش ہے کہ ہماری سلک امرا میں شریک ہو۔ نظام شاہ نے فوراً حکیم قاسم بیگ کو (جو محرم اسرار شاہی تھا اور اُس سے بڑا اور کوئی اِس سلطنت میں رئیس نہ تھا) عین الملک کے استقبال کو بھجوایا اور لکھوا بھیجا کہ "ہماری دلی محبت تم کو ہماری طرف کھینچ لائی ہے یہ صرف تقدیری بات تھی کہ تم چند روز کے لیے ہم سے جدا رہے لیکن اب ہمیں اُن باتوں کا خیال بھی نہیں ہے۔ ہماری عنایات و اشفاق کو تم اپنے اندازے سے زیادہ سمجھو اور بہ اطمینان تمام ہمارے حضور میں حاضر ہو جاؤ کہ بعطائے قدیمی مناصب و جاگیرات تم کو اقران و امثال میں معزز و ممتاز کیا جائے۔ تمھارے اطمینان کے لیے ہم نے قول نامہ اور زنجیر زبالکسر چیزے مانندِ انگشتری باشد کہ از شاخ

سلطنت بیجاپور کے خواب دیکھ رہا تھا اُس نے بیجاپور کی خانہ جنگیاں دیکھ کر گوا کے جدید
ویسرائے پڈرو ڈی میسکرن ہاس (Pedro de Mascarenhes) کو طمع
دلائی کہ اگر تمھاری کوشش سے میں بیجاپور کا بادشاہ ہو جاؤں گا تو تمھارے ساتھ بہت کچھ
سلوک کروں گا - ان لمبے چوڑے وعدوں سے ویسرائے کی رال ٹپک پڑی - ویسرائے نے
کیا کام کیا کہ ۱۵۵۵ء میں عبداللہ کو پونڈا میں ہی تخت پر بٹھلا کر اُس کی بادشاہت کا اعلان کر دیا -
لیکن اسی سال ویسرائے مذکور مر گیا - فرینسسکو بریٹو (Francisco Barreto

بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۰ - حیوان واستخواں وغیرہ سازند بہ وقت تیر اندازی در ترانگشت کنند - از برہان)
رومال خاصے میں لپیٹ کر بھیج دیا ہی چاہیئے کہ حکیم قاسم بیگ کے ساتھ جو ہمارا محرم بزم اختصاص اور مصاحب
مجلس خاص ہی چلے آؤ اور دیر نہ لگاؤ" عین الملک نے دو شرطوں سے پیغام شاہی قبول کیا - اول یہ کہ بادشاہ
خود قلعۂ احمد نگر سے میرے استقبال کو آئے دوسری یہ کہ ملاقات کے دن قاسم بیگ میرے لشکر میں بطور
یرغمال رہے - قاسم بیگ نے دونوں باتیں قبول کر لیں عین الملک دو ہزار سواروں کے ساتھ احمد نگر کی طرف روانہ
ہوا اور دو کوس ادھر ٹھیر گیا - قاسم بیگ نے کہا کہ اب مجھے اجازت دیجیے کہ میں احمد نگر جا کر بادشاہ سے آپ کی
ملاقات کا بندوبست کر کے پھر واپس آ کر آپ کے لشکر میں بطور رہن ٹھیر جاؤں تب آپ بادشاہ کی ملاقات کو
شوق سے تشریف لے جائیں - قاسم بیگ کو اپنے بادشاہ کی مجلس کا حال بخوبی معلوم تھا کہ وہاں کی بات
کا کچھ ٹھکانا نہیں گھڑی کچھ گھڑی کچھ سیدھا اپنے گھر گیا اور بھلاوین کا تیل اپنے سر اور چہرے پر مل لیا
اور بیماری کا بہانہ کر کے پڑ گیا - بادشاہ نے اپنے چند معتبرین کے ساتھ اطعمہ و اشربہ لذیذہ عین الملک کے
پاس بھجوائے اور جو وقت ملاقات کے لیئے ٹھیرایا تھا وہ بھی کہلا بھیجا اور نیز یہ کہ قاسم بیگ بیمار ہو گیا ہی اس
وجہ سے وہ نہیں آ سکتا اُس کے انتظار کی کچھ ضرورت نہیں ہی تم جلد چلے آؤ میں بھی تمھارے استقبال
کو سوار ہوتا ہوں - عین الملک نے اپنے معتمدوں کے ذریعے سے قاسم بیگ کو دکھوایا اُس کو دیکھا تو واقعی
سارا مُنہ سوجا ہوا تھا اور اُن لوگوں نے یہ بھی آن کر کہا کہ بادشاہ پیشوائی کے لیئے سوار ہو چکا ہی - عین الملک
کے غلام قبول خاں نے بہت منع کیا اور عرض کیا کہ قاسم بیگ نے بیماری کا بہانہ کیا ہی اور مجھے اس میں کھٹکا ہی
عین الملک بہت سٹپٹایا مگر اب پلٹ کیسے سکتا تھا صلابت خاں اور چند لوگوں کو ساتھ لے بادل ناخواستہ
روانہ ہوا - جب قریب نبکاپور کے پونہچا تو دیکھا کہ بادشاہ ایک گھوڑے پر سوار کھلے میدان میں کھڑا ہی اور

بطور گورنر اُس کا جانشین مقرر ہوا اُس نے عبداللہ کی طرف سے ملک کا محاصل وصول کرنا شروع کیا لیکن ابراہیم عادل شاہ کا ایک سردار سات ہزار فوج سے کر مانع و مزاحم ہوا اور مقابلے کو آن موجود ہوا اور کئی لڑائیاں ہوئیں - ابراہیم عادل شاہ بھی بے کار نہیں بیٹھا تھا اُس نے سداسیو راجہ بیجانگر سے اور پندرہ ہزار فوج کی مدد لی اور شہزادۂ عبداللہ کو جس نے ہل چل مچا دی تھی تخت سے اُتار کر گرفتار کر لیا اور اسی کے ساتھ ہی ساتھ کئی حملے پرتگالیوں پر بھی کئے - ۱۵۵۶ء کے سارے جاڑے کے موسم میں یہ لڑائیاں جاری رہیں لیکن کوئی قطعی فیصلہ نہ ہوا - سالِ مابعد میں بیجاپور سے تازہ دم فوج مدد کو آن پونہچی اور جزائر سالسٹ اور یارڈس پر حملہ کیا لیکن بمقام پانڈا شکست کھائی اور اس کے بعد چند روز کے لئے جنگ موقوف رہی -

ابراہیم عادل شاہ کا اسد خاں لاری کے پاس بلگاؤں جانا ۹۵۲ھ ۱۵۴۶ء

اسد خاں لاری اپنی جاگیر بلگاؤں میں چلا گیا تھا اُس کا جانا تھا کہ دشمنوں نے بساط اُلٹ دی اور بادشاہ کو اپنے پُرانے معتمد اور خیر خواہ ملک کی نسبت پھر بدگمانی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۱ - دونوں طرف ہاتھیوں کی لمبی قطاریں جمی ہوئی ہیں - چند لوگ بادشاہ کی طرف سے آگے آکر جہاں بخت خاں اور عین الملک کو اُن قطاروں کے اندر سوار شدہ لے آئے پیچھے سے اور چند لوگ آکر کہنے لگے کہ بلحاظ آدابِ شاہی مناسب یہ ہے کہ آپ پیدل ہوں عین الملک سمجھا تھا کہ بہ حالت سواری ہی ملاقات ہو جائے گی لیکن یہ لوگ اصرار کرنے لگے - عین الملک کو بہت شاق گزرا لیکن اُس وقت کچھ بن نہ پڑا ناچار دونوں اُتر گئے اور آگے بڑھ کر بادشاہ کی رکاب کو بوسہ دینا چاہتے تھے لیکن وہاں تک پونہچنے بھی نہ پائے تھے کہ حکم ہوا کہ دونوں ہمارے ہاتھیوں پر سوار ہو جاؤ ہاتھیوں پر سوار ہوتے ہی نظام شاہ نے سمجھا کہ اب کیا تھا شکار قابو میں آگیا خدا جانے بادشاہ نے فیلبانوں سے کیا کہہ رکھا تھا کہ جب قریب نیکاپور کے پونہچے کہ ہاتھی بانوں نے دونوں کے گلے گھونٹ کر اُن کا کام تمام کر دیا اور دونوں کی نعشیں ہاتھیوں پر سے نیچے گرا دیں - نظام شاہ نے اَن جان ہو کر کہا کہ اوہو ڈر کے مارے دونوں کا دم نکل گیا اور اِن دونوں کو وہیں نیکاپور میں دفن کر دیا - لیکن بیجاپور سے دو میل کے فاصلے پر جانب مشرق موضع عینہ پور میں عین الملک کا بہت بلند اور عالی شان مقبرہ اب تک موجود ہے اس کی کُرسی بہت بلند ہے اور قبہ بے حد سڈول اور خوب صورت ہے مقبرے کے اندر نہایت خوش خط کلام مجید کی آیتیں بخط طغریٰ گچ میں منقش ہیں جو جابجا سے جھڑ بھی گئی ہیں -

پیدا کرا دی۔ بادشاہ نے دارالسلطنت بیجاپور میں جتنے اسد خاں کے وابستہ لوگ اور ملازمین تھے سب کو قید کر دیا۔ چند روز کے بعد اسد خاں نے ایک معروضہ حسب ذیل لکھ کر مع نوراس اسپ تازی و نوزنجیر فیل کوہ پیکر اور چند نفیس تحائف بادشاہ کی خدمت میں گزرانا۔

سلیماں سریر اسکندر مسند فریدوں حشمتا۔

چہ شد چہ شد کہ بد نیساں رسیدۂ از من | چہ کردہ ام چہ شنیدی چہ دیدۂ از من
اگر گناہے کردہ ام اینک سر و تیغ و کفن | ورنہ بے موجب نشاید دوست آزردن بمن

ہرچند ازیں معنی کہ ارباب غرض بر دامن ایں فدوی درگاہ چہ الزام بستہ اند خبر ندارم۔ چوں گرگ یوسف بے گناہ و ہم در ہمہ حال افسوس و تاسف بر مآل و حال ولی نعمت می نمایم؎

بیک ماہ بہ تحفہ و پیشکش | بیایم بدان بارگاہ شاد و خوش
بیایم بہ بندم بخدمت کمر | نہم چوں قلم بر خط شاہ سر

ابراہیم عادل شاہ نے اسد خاں لاری کا قصور معاف فرمایا اور فوراً اُس کے اہل و عیال کو قید سے چھوڑ کر بلگاؤں روانہ کر دیا۔ اِن ہی دنوں اسد خاں کی طبیعت ناساز ہو گئی اور روز بروز حالت ردی ہوتی گئی اُس کو اپنی موت کا یقین ہو گیا پھر ایک دوسرا عریضہ بہ اظہار آرزوے قدم بوسی و ادراک شرف حضوری لکھا جس میں یہہ بیت تھی؎

چو سرو ناز قدم رنجہ کن بدیں گلزار | چو باد صبح گزر کن بدیں حدیقۂ انس

بادشاہ نے جب حال پر ملال اسد خاں کا پڑھا فرط محبت سے اُس کے آنسو نکل پڑے اور اور اُسی وقت بلگاؤں کا قصد کیا اور دو دو منزل ایک ایک دن میں طے کر کے جوں ہی بلگاؤں کے قریب پونہچا تو اسد خاں کی وفات کا حال سن کر ازبس ملول و غمگین ہوا اور بہ حسرت تمام و تاسف مالا کلام شب کے وقت بلگاؤں پونہچا اور اسد خاں کے گھر والوں خصوصاً اُس کے بیٹوں سے اظہار تعزیت فرما کر سب کو انواع و اقسام خلعتوں سے سرفراز فرمایا۔ اسد خاں کے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۲ ۔ مقبرے کے اندر قبریں بھی ہیں اس مقبرے کے بائیں طرف ایک خوب صورت سی مسجد بھی ہے عین الملک ۹۵۳ھ م ۱۵۴۶ء میں دنیا سے رخصت ہوا بقول فرشتہ سنکاپور میں دفن ہے۔ ممکن ہے کہ مقبرہ اُس نے اپنی زندگی میں بنوایا ہو لیکن اُس میں مدفون نہ ہو - ۱۲ -

جملہ متروکات میں سے صرف تین سو ہاتھی اور چار سو گھوڑے داخل سرکار کرکے باقی اثاثہ اور نقدیات واجناس سب اوس کے فرزندوں کو دے دلا کر واپس آیا - اسد خاں کی عمر سو سال سے متجاوز تھی اور برابر بینتالیس سال بادشاہ کی خدمت میں رہا اور نہایت راست بازی خیر خواہی اور نیک نامی سے اپنی زندگی بسر کرکے ۹۵۶ھ / ۱۵۴۹ء میں اس دار فانی سے دار جاودانی کو کوچ کیا اور بلگاؤں ہی میں اُس مقبرے میں آسودہ ہے جو اُس نے پہلے سے بنوا رکھا تھا۔ اب بھی اُس کا مزار زیارت گاہ خاص و عام ہے اللھم اغفرلہ - کہتے ہیں کہ سو بکرے اور دو سو مرغ خاصہ کے لئے روزانہ کٹتے تھے۔

اسد خاں کے کچھ اور حالات

اسد خاں لاری ایسا مدبر اور پالیٹیشن تھا کہ دراصل اُس کے کارنامے اس قابل ہیں کہ ہم اُس کی کیف جداگانہ لکھیں مگر بخوف طوالت علی سبیل الاختصار ذکر کرتے ہیں کہ وہ امرائے عظام و وزرائے کرام میں نیک محضر اور فرخ سیر حمیدہ خصائل اور پسندیدہ شمائل تھا۔ شجاعت اور سخاوت میں نظیر نہ رکھتا تھا - تدابیر ملکی اُس کے بے مثل اور مشکل تریں معاملات کی عقدہ کشائی ناخن تدبیر سے عمدہ تریں پیرایہ میں کرتا تھا - تیر اقبال اُس کا ایسے عروج کمال پر تھا کہ کبھی اُس کی تدبیر اُلٹی نہ پڑی - کامیابی اور ظفر اُس کے قدموں سے لگی پڑی تھی - جو کام کرتا تھا کیسا ہی مشکل ہو اُس کی خوش اقبالی اور نیک نیتی سے راست آتا تھا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اب تک اُس کا مزار مبارک مثل اولیائے کرام کے زیارت گاہ خاص و عام ہے مجاوریں موجود ہیں اعراس و فاتحہ خوانی عود و گل نذر و نیاز سب ہی کچھ برابر ہوتا ہے - مسلمان اور ہندو دونوں یکساں اُس کے معتقد ہیں۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ وَهُوَ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرٌ ۵

یک دن عنایتے تو ای بندہ نواز　　بہتر ز ہزار سالہ تسبیح و نماز

اس میں شک نہیں کہ تاریخ بیجاپور میں اسد خاں کا نام نامی زریں حروف سے لکھا ہوا ہے۔ اس کے کارنامے مٹ نہیں سکتے - اس سے بڑھ کر دوسرا با اقتدار اور کوئی عہدہ دار نہ تھا اور نیک نامی کا سہرا ہمیشہ اُس کے سر رہا حسن عقیدت اور عام درجہ مقبولیت اس درجے بڑھ گیا تھا اُس کی وفات کے بعد لوگ اُسے ولی ماننے لگے۔

ابراہیم عادل شاہ کا کیرکٹر اگرچہ ابراہیم عادل شاہ کی طبیعت غیور اور تند خو تھی اور وہ ذرا سی بات میں بھڑک اُٹھتا تھا اور ذرا سے قصور پر بڑی سزا دے دیتا تھا اور عفو اور درگزر کا مادہ اُس میں نہ تھا مگر فوج کی بڑی قدر و منزلت کرتا تھا اور فوجی لوگوں سے بہ حسن سلوک و لینت پیش آتا تھا اور رعیت و سپاہ پروری میں بے مثل تھا اِس کے علاوہ علماء و فضلا کی بہت بڑی جگہ اُس کے دل میں تھی اور علم دوست ہونے کی وجہ سے ایسے لوگوں کی تعظیم و تکریم کا بڑا خیال رکھتا تھا۔ بادشاہ عیش پسند بھی تھا بیشتر حرم محترم میں رہ کر عیش و نشاط میں مصروف رہتا تھا۔

ابراہیم عادل شاہ کی اولاد بادشاہ کے چار فرزند ارجمند۔ اسمٰعیل۔ علی۔ طہماسپ اور احمد تھے اور دو صاحبزادیاں تھیں جن میں سے ایک تانی بی بی کی شادی علی برید سے ہوئی تھی اور دوسری ہدیہ سلطان کی شادی مرتضیٰ نظام شاہ بحری سے ہوئی چاروں صاحبزادے اپنے باپ سے تربیت پاتے تھے۔ بڑے لڑکے اسمٰعیل کی طرف توجہ زیادہ تھی اور اُسی کو ولی عہد مقرر کیا تھا۔ بعض وقت بطور امتحان کسی مہم کے متعلق اِن کی رائے بھی دریافت کرتا تھا لیکن جب دیکھتا تو یہی معلوم ہوتا کہ اسمٰعیل کی طبیعت مٹھی تھی اور علی کی نہایت رسا۔ یہ بات بادشاہ کی مرضی کے خلاف تھی اور علی کی جودت طبع اور رائے صائب دیکھ کر بعض وقت تعریضاً کہا بھی کرتا تھا کہ میں سمجھتا ہوں کہ تو ہی ولی عہد ہوگا اور اس بے چارے کو جسے خداداد لیاقت تھی ہمیشہ بُری نگاہ سے دیکھتا تھا اور جب بادشاہ نے دیکھ لیا کہ علی کے سامنے اسمٰعیل کا چراغ نہیں جل سکتا اور ناحق ہر بات میں اسمٰعیل کو ذلت ہوتی ہے تو علی کو جب کہ وہ صرف سات سال کی عمر کا تھا قلعہ مبارک بادعوف مرتضیٰ بادمیں سے جا کر قید کر دیا کہ نہ وہ رہے گا نہ یہ راز طشت از بام ہوگا۔

ابراہیم عادل شاہ کی بیماری اور موت سنہ ۹۶۵ھ ۱۵۵۷ء ابراہیم عادل شاہ آخر حصۂ عمر میں مختلف مزمن امراض تپ و دوران سر ضیق النفس اور بواسیر میں مبتلا ہو گیا اور پورے دو سال فرش پر رہا۔ کسی علاج سے فائدہ نہ ہوا۔ ع ۔ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ جب بادشاہ مرض سے تنگ آ گیا تو جھلا کر اُس نے اپنے

معالجوں کی ناکامی پر اُن کو سخت سخت سزائیں دیں بعض کو مروا دیا بعض کو جلا وطن کر دیا۔ عطاروں نے ڈر کے مارے دواؤں کی دکانیں بند کر دیں اور یہاں تک اس کی ہیبت دلوں میں بیٹھ گئی کہ ڈر کے مارے کوئی نہ پھٹکتا تھا اسی طرح گھل گھل کر سنہ ۹۶۵ھ / ۱۵۵۷ء میں دنیا سے رخصت ہوا۔ تاریخ وفات "شاہ خوباں ہے"۔ قصبہ گوگی کو جنازہ بڑے تزک و احتشام سے پہونچایا گیا اور احاطہ شیخ جنید حیدری میں اپنے آبا و اجداد کے پاس مدفون ہے۔ زمان سلطنت ۴۲ سال ہے۔

ابراہیم عادل شاہ کے وقت کی عمارات و کیفیت لشکر و خزانہ۔

بادشاہ نے سنہ ۹۳۳ھ / ۱۵۲۶ء میں ابراہیم پور آباد کیا اور وہاں اسی سال ایک عالی شان مسجد بنوائی۔ سنہ ۹۳۵ھ میں سوطھا کھمی محل تعمیر کیا۔ سنہ ۹۴۷ھ / ۱۵۴۰ء میں فصیلوں کی شکست و ریخت اور مستحکم تعمیر کی۔ سنہ ۹۵۰ھ / ۱۵۴۳ء ایک مسجد (غالب مسجد) کے نام سے بنوائی جس میں ۱۳۰۲ طاقچہ صرف روشنی کے لئے تھے۔ قلعہ رائچور کی فصیل سنہ ۹۵۶ھ / ۱۵۴۹ء میں بنوائی۔ سنہ ۹۵۸ھ / ۱۵۵۱ء میں ایک جامع مسجد متصل درگاہ حضرت جعفر سقاف کے بنوائی جو اب تک موجود ہے جمعیت و لشکر کی تعداد تیس ہزار سوار دو لاکھ تیس ہزار احشام اور ساڑھے چار سو ہاتھی تھی۔ وقت وفات کے خزانہ عامرہ میں ایک کروڑ پچاس لاکھ ہن نقد موجود تھے لیکن علی عادل شاہ نے تخت پر بیٹھتے ہی تھوڑے ہی دنوں میں تمام خزانے کو اہل سپاہ اور مستحقین اور علماء و فضلاء اور ارباب حاجات پر مثل ابر نیساں کے برسا دیا اور یہہ مصرعہ اُن ہی باپ بیٹوں کی شان میں ہے ع پدر کامگار و پسر کام بخش۔

پانچواں باب

علی عادل شاہ اول ۱۵۵۷ تا ۱۵۸۰ع

کشیدے بادشاہ ہفت اورنگ — گہے دربزم عشرت جام گل رنگ
نشستے گاہ برتخت عدالت — پی تادیب ارباب ضلالت
بناے عدل را آباد کردے — دل غم دیدگاں را شاد کردے

شاہزادگی کے حالات شاہزادہ علی کو اُس کے باپ نے قلعہ مرج میں قید کر رکھا تھا اور اُس کی نظربندی کے اسباب مختلف بیان کئے جاتے ہیں جتنے منہ اُتنی باتیں ہم یہاں اُس روایت کو نقل کرتے ہیں جو میر ابراہیم اسد خانی نے لکھی ہے اور وہ زیادہ قرین قیاس ہے اور وہ یہہ ہے کہ علی طہماسپ نے جو اسد خاں کا نواسہ تھا نہ صرف عمر میں بڑا تھا بلکہ نہایت ذی فہم و شعور بھی تھا اور ہم پہلے ہی لکھ چکے ہیں کہ اسد خاں کی حسن خدمات کے جلدو میں ابراہیم عادل شاہ نے اسد خاں کے نواسے کو ولی عہد کرنے کی وصیت فرمادی تھی بعد اس کے شاہزادہ علی سے بادشاہ کچھ اور اسباب سے بھی کشیدہ خاطر ہوگیا اور قہر اور غضب کو ایسا جوش ہوا کہ اُس کے مروا دینے پر طیار ہوگیا۔ ارکان و اعیان کو جب بادشاہ کے اس ارادے کی اطلاع ہوئی تو وہ مانع ہوئے اور عرض کی کہ یہہ امر آپ کی شان کے خلاف ہے اگر آپ کو اُس کا دور کرنا ہی مقصود ہے تو بہتر طریقہ یہہ ہے کہ شاہزادے کو اسد خاں کے سپرد کردیجئے البتہ اُسے اپنے نواسے کی خاطر بیشتر مدنظر ہوگی وہ خود جو مناسب ہوگا کرے گا اس صورت میں لفظ سنگ دلی اور بے رحمی کا ذات اقدس پر نہ آئے گا بادشاہ نے اس صلاح کو پسند کیا اور طوق گلے میں و زنجیر طلائی پاؤں میں ڈال قلعہ مرج میں اسد خاں کے پاس بھیج دیا اور کہلا بھیجا کہ طہماسپ کو میں نے اپنا تخت نشین نامزد کردیا ہے لیکن علی کا وجود اس میں مخل ہے اس واسطے میں نے اُسے تمھارے پاس بھیج دیا ہے جس طرح تم مناسب سمجھو اس کا کام تمام کردو یا ناقص کرکے زندہ رہنے دو تمھیں اختیار ہے۔ اسد خاں کے بیٹے کمال کشور خاں

نے جو بادشاہ کا مصاحب تھا اور نہایت عقلمند تھا اپنے باپ کو یہہ سارا قصہ لکھ بھیجا کہ بادشاہ نے غصے سے شہزادہ علی کو آپ کے پاس بھیج دیا ہی اور اُس کے قتل کا حکم بھی دے دیا ہی آپ کہ خود نشیب و فراز زمانے سے اچھی طرح واقف ہیں غور فرمائیں کہ جو حکم حالت غضب میں دیا گیا ہی اُس پر عمل کرنا سراسر احتیاط کے خلاف ہی - اسد خاں نے بادشاہ کا حکم دیکھ کر شاہزادے کو صرف نظر بند کر دیا - اسد خاں بڑا صاحب فراست اور ذی علم تھا طہماسپ کے طالع کو اصطرلاب سے دیکھا تو طالع اُس کا نہایت بُرا پایا البتہ یہہ معلوم ہوا کہ اُس کی اولاد میں خوش اقبال لوگ ہوں گے اور جب شاہزادہ علی کا زایچہ دیکھا تو اُس کے طالع ایسے قوی اور فیروزمند پائے کہ دنگ رہ گیا - اسد خاں نے جب یہ حالت دیکھی تو شاہزادہ علی کی کمال توقیر اور تعظیم کرنے لگا اور اُسے خفیہ ایک مقام پر رکھ کر اُس کی تعلیم و تربیت باحسن الوجوہ کرنے لگا اور بادشاہ کی تعمیل حکم اور تسلّی کے لئے ہرن کی دو آنکھیں نکال کر اور ایک چھنگلی کسی لڑکے کی کاٹ کر بھیج دی اور لکھا کہ شاہزادے کو میں نے نابینا کرا دیا اور اُنگلی کاٹ کر ناقص کر دیا ہی - اس کے بعد جب ابراہیم عادل شاہ نے انتقال کیا حیدر خاں حوالدار شاہی جنازے کو طیار کر کے گوگی کو روانہ کر رہا تھا اور شاہزادہ طہماسپ کو مع اُس کے بھائیوں کے نظر بند رکھا لیکن بعض امرائے سلطنت نے حیدر خاں سے کہا کہ فوراً ایک شاہزادہ کو قید سے نکال کر تخت پر بٹھاؤ کہ کسی قسم کا موقع مفسدوں کو نہ ملے - حیدر خاں نے کہا کہ یہہ کام ہمارا تمھارا نہیں ہی بلکہ مدار المہام کا ہی اور اسد خاں مدار المہام کو فوراً اطلاع دی - اسد خاں نے بلا توقف اُسی دن شاہزادہ والا تبار علی کو قید سے نکال کر چتر شاہی فرق مبارک پر لگایا اور بادشاہت کی نذر پیش کی اور دوسرے دن جلوس شاہی کے ساتھ مرج سے دار السلطنت بیجاپور کی طرف روانہ ہوا تمام لوگ اِس خبر کو سن کر استقبال کو پہنچے اور نذریں اور تحائف پیش کئے اور بیرون شہر تورہ میں خیام و سراپردہ شاہی برپا ہوئے اور فوراً حکم دیا کہ اور جو شہزادے شہر میں ہیں اُن کی آنکھیں نکال کر حضور اقدس میں فوراً حاضر کرو تاکہ بدل جمعی تمام حضور والا زیب افزائے تاج و زینت بخش تخت ہوں طہماسپ کو مع اُس کے دونوں بھائیوں کے حضوری میں حاضر کیا گیا بادشاہ نے اُن سب کو کسی نہ کسی طرح

ناقص کروا دیا اور بعد اس کے خود شہر میں آکر تخت پر جلوس فرمایا۔

دوسری روایت محمد قاسم فرشتہ اور رفیع الدین شیرازی لکھتے ہیں کہ شاہزادہ علی زمان طفولیت میں نہایت ذہین اور شوخ طبع تھا اور جوں جوں ذی شعور ہوتا گیا لیاقت خداداد کی بدولت ترقی کرتا گیا لیکن چوں کہ خواجہ عنایت اللہ شیرازی اُس کا اتالیق تھا اُس کا میلان طبعی مذہب تشیع کی طرف تھا۔ ایک دن ابراہیم عادل شاہ محل میں بیٹھا ہوا بیگمات سے کچھ ذکر مذہب کا کر رہا تھا کہ خدا کا شکر ہی کہ خدا نے مجھے توفیق نیک عطا کی اپنے باپ دادا کے عقائد سے منحرف ہو کر دین قویم اور صراط مستقیم مذہب سنت والجماعت پر قایم ہوا اور روافض کا قلع قمع کر دیا۔ شاہزادہ علی بھی اُس مجلس میں حاضر تھا شوخی طبع سے ضبط نہ کر سکا گستاخانہ لہجے میں عرض کی کہ اگر باپ دادا کا مذہب چھوڑنا ہی روش محمود اور طریق مسعود ہی تو ضرور ہوا کہ حضرت کے فرزند بھی ایسا ہی کریں۔ بادشاہ اُس کے زبان ملانے سے بہت ناراض ہوا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ تیرا مذہب کیا ہی۔ جواب دیا کہ بالفعل تو جو آپ کا مذہب ہی وہی میرا ہی آیندہ کا علم خدا کو ہی۔ بادشاہ سمجھ گیا کہ یہ ضرور کٹر شیعہ ہی اور اس کے اُستاد کی صحبت کا اثر اس کے دل پر جم گیا ہی۔ بادشاہ نے اس کا سلام بند کر دیا اور چند روز تک سامنے آنے کا روادار نہ ہوا اور اُس کے اُستاد کو قید کر دیا اور فتح اللہ شیرازی کو اتالیق مقرر کیا مگر قدرت خدا کی کہ وہ بھی در اصل شیعہ تھا اور تقیہ کرکے اپنے کو سنی المذہب ظاہر کیا تھا۔ شاہزادے کی اور اُس کی خوب پٹ گئی۔ اسی زمانے میں بادشاہ کے مزاج کے چڑچڑے پن اور بے حد سختی سے چند لوگ خلاف ہو گئے تھے اور برہان نظام شاہ کے اغوا سے اِن لوگوں نے در پردہ اس امر کی کوشش کی کہ بادشاہ کو معزول کرکے اُس کے بھائی شاہزادہ عبداللہ کو تخت نشین کر دیا جاے ابھی یہ معجون پختہ نہ ہونے پائی تھی کہ افشائے راز ہو گیا اور بادشاہ نے فوراً اِن سازشیوں کو قتل کروا دیا اور بادشاہ کو یہ بھی معلوم ہوا کہ شاہزادہ علی کا دوسرا اُستاد فتح اللہ شیرازی بھی شیعہ ہی اُس نے شاہزادے کے عقائد میں اور رنگ چڑھا دیا ہی اور خود شاہزادہ بھی اس سازش میں شریک ہی یہ سنتے ہی آگ بگولہ ہو گیا اور شاہزادہ اور ملا صاحب دونوں کو قلعۂ مرج میں قید کر دیا اور سکندر خاں قلعہ دار اور کامل خاں تھانہ دار برادر زادۂ اسمعیل عادل شاہ کو لکھ بھیجا کہ شاہزادے کی اچھی طرح نگرانی کی جاے

اور کوئی رافضی اس کے پاس پھٹکنے نہ پائے لیکن یہہ عجیب اتفاق ہوا کہ یہ دونوں بھی باطن میں شیعہ تھے اُنھوں نے اور خوب پٹی پڑہائی - جب بادشاہ امراض متنوعہ میں مبتلا ہوگیا اور لوگوں کو یقین ہوگیا کہ اب یہ جاں بر نہ ہوگا مرض الموت میں گرفتار ہے تو شہزادے نے بحالت قید ہی اذان اور نماز شیعہ طریقہ پر علی الاعلان شروع کرادی - بیماری کی حالت میں بادشاہ کی سمع مبارک تک یہ خبر پہنچی سانپ کی طرح بل کھانے لگا اور چاہتا تھا کہ اپنی عین حیات طہماسپ کو تخت پر بٹھلاوے اور علی کو قتل کروادے - یا زہر دے کر اُس کا کام تمام کرے لیکن لوگوں نے کہا کہ طہماسپ اِس بلا سے کب خالی ہے تو بادشاہ نہایت غمگین ہوا اور کہا کہ میں جیتی مکھی کیسے نگلوں اور خود دیدہ و دانستہ اپنی سلطنت کو ایک رافضی کے ہاتھ میں کیسے دوں شہزادہ طہماسپ کو بھی قید کردیا اور اُمور سلطنت کو خدا پر چھوڑ دیا - بادشاہ کا مرض روز بروز ترقی کرتا گیا شہر والوں نے طہماسپ کو جانشین مقرر کرنے کا ارادہ کرلیا خواجہ کمال لاری جو آگے چل کر کشور خاں کے خطاب سے مشہور ہوا ہوکری وغیرہ پرگنہ جات کا گورنر تھا اُس نے جب سے بادشاہ کی بیماری کا حال سنا ارسال بھیجنا موقوف کردیا اور وہیں رقم جمع رکھتا تھا کہ نہیں معلوم کہ یہہ اونٹ کس کروٹ بیٹھے اور اِن لوگوں کی صلاح شاہزادۂ علی کے تخت پر بٹھانے کی تھی چنانچہ سکندر خاں قلعہ دار مرج کو پیغام بھیجا کہ بادشاہ صبح شام کی ہوا کھا رہا ہے مناسب یہہ ہے کہ تم شاہزادہ علی کو تخت نشین کرنے کی فکر کرو اور وہیں چتر شاہی اُس کے سر پر لگاؤ - سکندر خاں نے ایسا ہی کیا اور اطراف واکناف سے کے معدودے چند لوگوں کو جمع کرکے درگاہ حضرت شمس الدین قدس سرہٗ میں جو مشاہیر اولیاے دکن میں سے ہیں مجلس شوریٰ کرکے اپنا ارادہ مستحکم کرلیا اور دوسرے دن شہزادے کو درگاہ شریف میں لاکر مزار مبارک کے سرہانے کھڑا کرکے شمشیر خلافت اُس کی کمر میں باندھ چتر شاہی سر پر بلند کیا اور تمام خلایق نے جمع ہوکر مبارکباد عرض کی اور نذریں پیش کیں دوسرے دن قلعہ مرج سے نکل کر بیرون قلعہ مقام کیا - کشور خاں نے جو اس مدت میں خزانہ جمع کیا تھا بے تامل لاکر شاہزادے کے قدموں پر رکھدیا - شاہزادہ علی نے تمام خزانہ لوگوں کو تقسیم کردیا اور اِسی اثنا میں ابراہیم عادل شاہ کی وفات کی خبر سنتے ہی شاہزادہ علی بیجاپور روانہ ہوا اور کشور باغ میں جو شہر سے ایک کوس کے فاصلے پر ہے فروکش ہوا اور ایک مرد

پختہ و سنجیدہ کار کو شہر میں بھیجا کہ صحیح خبر لائے۔ بیجاپور کی دارالسلطنت کا حاکم جیدخاں نامی
ایک ہندی تھا جو بڑا خیر خواہ سلطنت تھا بادشاہ کے مرتے ہی اُس نے شہر کے دروازے
بند کرا دیئے تھے اور آنے جانے والوں کی روک تھام کر دی تھی اور نیز اُن شہزادوں کو جو
شہر میں موجود تھے نظر بند کر دیا تھا۔ ہر چند لوگوں نے باصرار کہا کہ اِن شاہزادوں میں سے کسی
ایک کو تخت پر بٹھا دیا جائے تو جیدخاں نے کہا کہ عام طور پر یہ شہرت ہے کہ بعض اُمرا نے
شاہزادۂ علی کو تخت پر بٹھلا دیا ہے اگر ہم یہاں کسی دوسرے کو بٹھلا دیں تو خواہ مخواہ کا فتنہ و
فساد کھڑا ہو جائے گا لہذا شاہزادۂ علی کے آنے تک صبر کرو اُن کے آنے کے بعد جو تم سب
لوگوں کی رائے ہوگی میں بھی حاضر ہوں غرض اسی طرح اس یورش کو ٹال دیا۔ اب جب کہ
شاہزادۂ علی کا قاصد شہر میں آیا تو امرا و اعیان کی ایک مجلس مقرر کی گئی اور سب میں بحث و
مباحثہ ہونے لگا ہر شخص اپنی اپنی رائے کے موافق کہتا تھا۔ جیدخاں یکایک مجلس کے
درمیان سے اُٹھ کھڑا ہوا اور بہ آواز بلند کہنے لگا کہ چوں کہ تمامی چھوٹے بڑے لوگوں نے
شاہزادۂ علی کو تخت پر بٹھلا دیا ہے اور سب اس امر پر دل و جان سے راضی ہیں الحمد للہ کہ بہت
اچھا ہوا میں بھی سب کے ساتھ ہوں وَاَنَا اَوَّلُ الْعَابِدِیْنَ کہہ کر لشکر شاہی کی طرف رُخ کر کے
سجدۂ بندگی کیا اور ایک عریضہ اس مضمون کا بادشاہ ذی جاہ کی خدمت میں لکھا کہ ؎

رواق منظرِ چشم من آشیانۂ تست — کرم نما و فرود آ کہ خانہ خانۂ تست

پھر کیا دیر تھی سارا شہر اُدھر ہی اُمنڈ پڑا اعیان و ارکان سادات و قضات غرض
ہر کہ و مہ جا پہنچا اور نذریں گزرنے لگیں اور سرفرازیاں ہونے لگیں۔ شاہزادۂ علی نے
جیدخاں سے کہا کہ تم جانتے ہو کہ دو بادشاہ در اقلیمے نہ گنجند اور قلعہ میں تو اس وقت تین
شہزادے موجود ہیں ایسی حالت میں میرا قلعہ میں جانا قرین عقل نہیں ہے لہذا تینوں شہزادوں
کو ما بدولت کے روبرو حاضر کرو کہ میں اُن کی آنکھیں نکلوا ڈالوں۔ جیدخاں خود یہ کام
کرنا پسند نہ کرتا تھا عرض کی کہ آپ اپنے کسی معتمد کو بھجوائیے وہ آپ کے حکم کی تعمیل کرے گا۔
بادشاہ نے اعتماد خاں محلدار کو بھیجا اور اُس نے حکم شاہی کی تعمیل کی اُسی وقت بادشاہ
جلوس کے ساتھ قلعہ میں داخل ہوا داد و دہش عطائے مناصب و خطابات کا بازار گرم ہوا

بادشاہ کا مذہبی توغّل اور سلطنت کے ابتدائی حالات

پہلے ہی دن اذان میں کلمۂ علیاً ولی اللہ زیادہ کرنے کا حکم دیا اور خطبہ میں سے خلفائے کرام کے اسامی مبارک خارج کر کے ائمہ اطہار کے نام داخل کئے اور تمامی احکام وقوانین اپنے باپ کے منسوخ کر کے مذہب شیعہ کے مطابق فوری طور پر عمل شروع کر دیا اور پایۂ تخت میں ایران وتوران وکرمان وخراسان سے قریب تین ہزار تبرّائی کے جمع کئے جو کوچہ و بازار اور سواری اور دربار میں علی رؤس الاشہاد تبرّا کہتے تھے۔ اُن دنوں صرف ایک جامع مسجد میں سنیوں کی طرح کی نماز ہوتی تھی وہ بھی اختیار خاں گجراتی کے زور سے جو امرائے معتبر میں سے تھا اور بڑا پکا سنّی تھا اور پھر اس احتیاط سے کہ دروازہ مسجد کا بند کر لیا جاتا اور مسجد کی چھت پر تیر و تفنگ سے کر لوگ بیٹھ جاتے تھے جب کہیں خطبہ پڑھ سکتے تھے ورنہ صحابۂ کرام کا نام زبان سے نکالنا محال تھا۔ سنیوں کے حق میں یہ بلائے ناگہانی نازل ہوئی اور یکایک طبقہ اُلٹ جانے سے ایسے برہم ہوگئے کہ جہاد پر تل گئے اور قریب تھا کہ ایک مذہبی جنگ برپا ہو جائے۔

لیکن باوجود اس تعصب کے بادشاہ بڑا منصف مزاج۔ سیر چشم سخی اور فیاض اور نیک دل اور رحیم خلائق کا دوست دار اور علماء وفضلاء سے حسن سلوک سے پیش آتا تھا اور پوری دادرسی مظلوموں کی کرتا تھا لوگوں کو اُس کی صفات حسنہ نے ٹھنڈا کر دیا۔ وہ اس قدر سخی تھا کہ اُس نے در خزانہ کو داد و دہش خیرات ومبرّات کے واسطے کھول دیا اور دل کھول کر لوگوں سے سلوک کیا۔ اصل بات یہ تھی کہ ابراہیم عادل شاہ کے وقت میں اُس کے ڈر سے تمام شیعوں نے تقیہ کر لیا تھا علی عادل شاہ کے تخت پر بیٹھتے ہی سب اُٹھ کھڑے ہوئے اس وجہ سے ایک دم شورش ہوگئی مگر پھر بھی بادشاہ نے اپنی کریم النفسی اور عدل گستری سے اُسے ٹھنڈا کیا رعایا نے بھی سمجھا کہ ؎

آں را کہ ہیچ تست ہر دم کرے — عذرش بنہ ار کند بہ عمرے ستمے

عادل شاہ کے صفات حسنہ

بادشاہ خود ذی علم تھا چند کتب متداولہ کلام و منطق وحکمت و صرف ونحو کی اُستاد سے پڑھی تھیں اور مسائل شرعیہ سے واقف تھا خط ثلث ونسخ و

رفاع خوب لکھتا تھا صوفی مشرب درویش نہاد تھا اور بالکل سیدھا سادا تھا مطلق بناؤ سنگھار یا آراستگی کا شوق نہ تھا۔ اس شاہ عالی ہمت نے تمام خزانہ ایک کروڑ پچاس لاکھ ہن کا تھوڑے ہی دنوں میں تمام رعایا برایا میں بانٹ دیا۔ عقیدت کی یہہ حالت تھی کہ ہندو ہو یا مسلمان جہاں کسی بزرگ کا حال سنا اُس کے ساتھ سلوک کرتا تھا اور بعض اوقات خود بھی چلا جاتا تھا۔ دنیا اُس کی نظروں میں ہیچ تھی۔ بذلہ سنج لطیفہ گو ایسا تھا کہ گھنٹوں مجالس میں بیٹھ کر ادھر اُدھر کی گپ شپ اُڑایا کرتا تھا جب مجلس برخاست ہوتی کہتا کہ تم نے دیکھا کہ میں نے کیا زیاں کیا بہر حال یہہ وقت بہ نسبت اس کے اچھا گزرا کہ میں دنیا کے جھمیلوں میں پھنس کر لوگوں کی مال و دولت کی چھین جھپٹ میں گزارتا اچھا اب تھوڑی دیر آرام لینا چاہیئے اگر حیات مستعار باقی ہے تو پھر کبھی اپنی کہوں گا اور تمھاری سنوں گا۔ جب بادشاہ کی آزاد مشربی اور لاابالی مزاج کی کیفیت اطراف و جوانب میں پھیلی تو لوگوں نے اُسے مجنوں سمجھ کر لشکر کشی کا ارادہ کیا۔ عادل شاہ بالکل بے تکلفانہ بیجانگر چلا گیا اور رام راج سے بالمشافہ مراسم دوستی و یک جہتی مستحکم کر کے دشمنوں کے استیصال کی طرف متوجہ ہوا۔

علی عادل شاہ بیجانگر میں بغرض تعزیت ۹۷۲ھ۔ علی عادل شاہ نے تخت پر بیٹھتے ہی سدا سیو راجہ بیجانگر اور رام راج سے اتحاد و یگانگت کے استحکام کے لیئے کشور خاں اور شاہ ابوتراب شیرازی کو بیجانگر بھجوایا اور محمد حسین صدیقی اصفہانی کو اسی غرض سے حسین نظام شاہ کے پاس احمد نگر بھیجا۔ رام راج نے بھی دوستی کا دم بھرا اور ایلچیوں کی بے انتہا خاطر تواضع کی اور خود رام راج نے بھی اپنے ایک معتمد علیہ کو تخت نشینی کی مبارکباد کے لیئے بیجاپور بھجوایا جو فائز المرام ہو کر واپس آیا لیکن حسین نظام شاہ نے ایلچی سے بے رخی اور بے اعتنائی کی اور خبر تک نہ لی نہ خود جلوس کی مبارکباد بھیجی بلکہ رام راج سے ربط و ضبط کی خبر سن کر رنجیدہ اور مکدر ہو گیا۔ علی عادل شاہ نے بھی ٹھان لی کہ جہاں تک ممکن ہوگا میں سلطنت بیجانگر سے روابط اتحاد قایم رکھوں گا۔ علی عادل شاہ کا دلی مقصد یہ تھا کہ سلطنت عادل شاہیہ کو جو بڑے بھاری نقصانات اُس کے والد کے عہد میں پونہچے ہیں اُن کی روک تھام آیندہ کے لیئے کسی عمدہ طریقے پر ہو۔ انہیں خیالات سے علی عادل شاہ نے بیجانگر

خود جانے کا عزم مصمم کر لیا کہ اسی اثناء میں رام راج کے ایک صغر سن لڑکے کے مرجانے کی خبر ملی جس سے وہ بے انتہا مانوس تھا۔ کشور خاں کی صلاح سے صرف سو سوار سے ماتم پرسی کے لئے راہی بیجانگر ہوا۔ رام راج نے بادشاہ کے آنے کی خبر سن کر اپنے لشکر کو آراستہ پیراستہ کر کے استقبال کے لئے بھجوایا اور طیاریاں اور تکلفات جو ایسے ذی شان مہمان کی تعظیم و ضیافت کے لئے ضرور تھے کرنے لگا ؎

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے　　کبھی ہم اُن کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

رام راج نے لشکر کو حکم دیا کہ رود کرشنا کے پار ہوتے ہی منزل بہ منزل بادشاہ ذی جاہ کی مدارات اور ضیافت کا معقول انتظام کیا جائے چنانچہ اسی طرح ہوا اور بیجانگر پہنچے۔ رام راج نے شہر کو بہت آراستہ کیا۔ بازار اور مکانوں کے در و دیوار اور راستہ اور کوچے تمام اقمشہ قیمتی اور شیشہ آلات اور اسباب زیب و زینت سے سجائے گئے اور شہر کو دلہن بنا دیا۔ دریائے تنگ بھدرا کے کنارے ایک مقام وسیع و خوش منظر میں کیمپ تیار کر کے دل بادل ڈیرے اور سراپردے زربفت اور مخمل کے نصب کئے جن میں رنگا رنگ کے بیش قیمت فرش فروش کئے گئے تھے اور رام راج خود مع اپنے بھائیوں اور امراء کے باساز و سامان پانچ چھ کوس تک پیشوائی گیا اور بڑے جلوس و احترام سے شہر میں لایا۔ پہلی مجلس شاہانہ اہتمام سے رام راج کے محل میں ہوئی۔ عادل شاہ نے پہلے مراسم تعزیت ادا کیئے اور ماتمی لباس اتروا کر خلعت خاصہ رام راج کے زیب تن کیا اور پھر اشتیاق و تمنائے ملاقات اور دوستی کی باتیں ہونے لگیں۔ رام راج نے بھی اپنا دلی شوق اور تمنائے ملاقات ظاہر کی۔ اس کے بعد بادشاہ نے تحفے اور ہدایا جو شایان شاہی تھے راجہ کے واسطے پیش کئے جس میں اٹھارہ لاکھ ہن اور چند جواہر گراں بہا اور لآلی شاہوار اور چند زنجیر فیل کوہ تمثال اور چند راس گھوڑے پری پرواز باساز و یراق جن میں بعضے ایسے آراستہ تھے کہ اُن کے زین اور لگام جواہرات موتیوں اور یاقوت سے مرصع تھے اور چند اقمشہ بیش قیمت مصری و رومی و دیبائے چینی وغیرہ دیگر اجناس ایسے تھے کہ لوگ دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ اِن تحائف میں صرف ایک الماس اٹھارہ مثقال کا تھا کہ جس کی قیمت کا اندازہ

جوہریاں ماہران فن بھی نہ کرسکتے تھے ۔ رام راج نے سب تحائف کو بسر وچشم قبول کیا اور خود نے بھی مہمان نوازی اور خاطرداری میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا ۔ رام راج نے عرض کی کہ میری والدہ معظمہ جناب کے دیدار فیض آثار کی ازبس مشتاق ہیں ۔ رام راج کی خاص رانی جو راجہ اچیت رای کی نسل سے تھی اور راجہ اچیت رای نے عادل شاہ کو اپنا بیٹا کہا تھا اس اعتبار سے اُس کی بیٹیاں آپ کی بہنیں ہیں جو سب آپ کے دیدار کی بے انتہا متمنی ہیں آپ قدم رنجہ فرما کر ان سب کے دلوں کو سرور اور آنکھوں کو نور بخشیں چنانچہ عادل شاہ دربار عام سے حرم سرا میں گیا رانی مع اپنی بیٹیوں اور مصاحبوں کے پیشوائی کو آئی اور ایک طبق طلائی جس میں بیش قیمت جواہرات بھرے ہوئے تھے پادشاہ کے فرق مبارک پر سے نچھاور کیا بعد ازاں بکمال شفقت مادری ایک نہایت پُرتکلف زرنگار مسند پر جو پہلے سے آراستہ کی گئی تھی بٹھلایا اور بعد فراغ پرسی کے خلعت ہاے فاخرہ جو جواہرا ور مروارید سے مرصع تھے مع طبق ہاے زریں جو لعل ویاقوت وجواہرات سے بھرے ہوے تھے پیش کرکے رخصت کیا یہاں تمامی ہمراہیاں متردد تھے کہ خدا جانے کیا معاملہ پیش آتا ہے بادشاہ کے مع الخیر واپس آنے پر بہت کچھ خیرات اور صدقہ دیا گیا جب تک پادشاہ بیجانگر میں رہا تمامی امرا قدم بوسی کو آتے تھے اور سب کو خلعت فاخرہ اس کثرت سے دیے گئے کہ سارا خزانہ لٹا دیا ۔ بالآخر رام راج سے عہد وپیمان دوستی اور وقت ضرورت کمک کا وعدہ لے کر واپس ہوا لیکن واپسی کے وقت رام راج اپنی سرحد تک پونہچانے نہیں آیا بلکہ امراے شہر اور اپنے بھائیوں کو بغرض ہمرکابی بھیجا یہ بات پادشاہ کو ذرا ناگوار ہوئی لیکن مصلحت وقت دیکھ کر غصے کو پی گیا اور حرف شکایت زبان پر نہ لایا مگر دل میں بل پڑ گیا اُدھر رام راج کا دماغ فلک ہفتم پر تھا عادل شاہ کے آنے سے اور زیادہ مغرور ہوگیا کہ یہ مسلمان تو ہمارے جانی دشمن ہیں ۔ کچھ تو ان پر ایسی ہی آن بنی جو یہاں تک خوشامد کو آئے ۔

علی عادل شاہ اور حسین نظام شاہ کی پہلی لڑائی میں علاقہ احمد نگر کی تباہی ۹۶۴ھ ۔ ۵۸-۱۵۵۶ء

احمد نگر میں برہان نظام شاہ کا جانشین حسین نظام شاہ ہوا تھا اُس نے حسب دستور قدیم جو سلاطین ہمعصر میں مرعی تھا بادشاہ کی تخت نشینی کی مبارکباد

کا رقعہ نہ بھیجا۔ علی عادل شاہ کو یہ بات بہت ناگوار خاطر ہوئی طرّہ برآں تفاول خاں پیشوا ے
عماد شاہ کی مدد سے تعلقات عادل شاہیہ میں مداخلت شروع کی اور لوٹ مار کرنے لگا علی عادل شاہ
نے بیجانگر سے بیجاپور کو واپس آکر حسین نظام شاہ کے پاس پیغام بھیجا کہ یہ سب پر ظاہر ہی کہ قلعہ جات
شولاپور و کلیانی ہمارے خانداں کے ہیں لیکن ابراہیم عادل شاہ کے زمانے میں اختلال
کلّی ہوجانے سے نظام شاہیوں کے تصرف میں آگیا اگر آپ کو ہماری دوستی اور یاری منظور ہی تو
ہر دو قلعہ جات ہم کو واپس دے دیجئے اور اگر کسی وجہ سے دونوں قلعوں کا دینا متعذر ہی تو
خیر ایک ہی قلعہ کلیانی کا چھوڑ دیجئے اور مثل گزشتہ دوستی کو قایم رکھیے۔ شاہ حسین انجو جو
نظام شاہ کا ہم مجلس تھا اُس نے ہر چند کوشش کی کہ قلعۂ کلیانی واپس دے کر رفع نزاع ہو جائے
لیکن کچھ اثر نہ ہوا اور روز بروز آتش فساد بڑھتی ہی گئی آخر کار علی عادل شاہ نے اور ایک ایلچی
سید علی نامی کو بھجوایا اور نامہ لکھا کہ ایسے سنگین معاملات میں تغافل شیوۂ شاہان عاقل کا نہیں
ہی اگر عواقب امور پر خیال فرما کر دونوں قلعے واپس دے دیں تو رسم دوستی و اتحاد قایم رہے گا
ورنہ یہ یقین جانئے کہ ہمارے فوج کشی سے آپ کے علاقہ میں برا پا کی خرابی اور فتنۂ عظیم
برپا ہوگا ؎

چناں کار خود را بہ حکمت رواج — کہ حاجت نباشد بجنگ احتیاج
بہ حکمت تواں کارہا ساختن — کہ بر کوہ نتواں فرس تاختن
بسے مصلحت ہاست در خسروی — کہ گردد ازاں دین و دولت قوی

حسین نظام شاہ بحری اس پیغام سے برآشفتہ ہو کر سخت سست کہنے لگا کہ اُن الفاظ کا دہرانا
بھی نامناسب ہی اسی بات پر لڑائی شروع ہوگئی فرشتہ نے لکھا ہی کہ سنہ ۹۶۷ھ مطابق سنہ ۱۵۵۹ء
میں علی عادل شاہ اور رام راج دونوں نے مل کر نظام شاہ کی ملک کو نصفا نصف تقسیم کرلیا اور
ایسا تاراج کیا کہ ایک طرف پرینڈہ سے لے کر جنیر تک اور دوسری جانب احمد نگر سے دولت آباد
تک آبادی کا نشان باقی نہ چھوڑا بیجانگر کے لوگ تو مدّتوں سے بھرے بیٹھے تھے اُن کا
دانت مسلمانوں کی سلطنت پر تھا ایسا موقع پھر کہاں ملتا تھا غرض خوب جلے پھپھولے پھوڑے
اور کوئی ظلم نہ تھا جو اُنھوں نے نہ کیا ہو مسلمانوں کی عزت ریزی اور توہین کی مسجدوں کو ڈھا دیا

اور قرآن شریفوں کو جلا دیا۔" ہندوؤں کے اس ظلم و ستم نے تمام مسلمانوں کے دلوں میں جوش پیدا کر دیا نظام شاہ نے بہ مشورت حکیم قاسم بیگ و شاہ جعفر برادر شاہ طاہر و شاہ حسین انجو قلعۂ کلیانی عادل شاہ کے سپرد کیا اور علی عادل شاہ اور رام راج اپنے اپنے ملک کو واپس چلے گئے۔ بیجانگر کی فوج کو اچھا موقع ملا۔ مقصود تو حسین نظام شاہ کا مقابلہ تھا مگر عساکر بیجانگر نے علی عادل شاہ کی فوج سے بھی پرخاش شروع کر دی ہر مقام پر ان دونوں لشکروں میں خود کشا چھنی ہونے لگی۔ بیجانگر والے اس قدر زیادتی پر تلے ہوئے تھے کہ عادل شاہ کے لشکر کے عمدہ عمدہ مقامات خود دبا لیتے تھے اور اُن بے چاروں کو سوائے اس کے کچھ بن نہ پڑتی تھی کہ جہاں سینگ سمائے ٹھہر جائیں۔ علی عادل شاہ بہ مصلحت وقت اِن باتوں سے چشم پوشی کر جاتا تھا مگر دل میں اُس کے گرہ پڑ گئی۔ ہندوؤں کے اس طرز عمل سے مسلمانوں کے دلوں میں ایک عام جوش پیدا ہو گیا اور ہندوؤں کے ہاتھ سے احمدنگر کی تباہی کا حال سن کر نہ صرف بادشاہ گولکنڈہ برہم ہوا اور انتقام لینے پر طیار ہوا بلکہ بادشاہ بیجاپور کے کل باج گزار بیجانگر سے بدلہ لینے کو کمربستہ ہو گئے اور سلطنت بیجانگر کی تباہی اور بربادی کا یہی بڑا بھاری سبب ہوا۔

رام راج کی مدد سے پھر احمدنگر پر لڑائی اور شہر کی تباہی ۹۷۰ھ / ۱۵۶۲ع

ملک کے اندرونی حالات میں آہستہ آہستہ تغیر و تبدل ہوتا چلا جا رہا تھا اگرچہ علی عادل شاہ اور رام راج دونوں نے حسین نظام شاہ کی سلطنت کو آپس میں بانٹ لیا تھا لیکن پھر اسی شرط پر صلح ہو گئی کہ قلعۂ کلیانی بیجاپور کو واپس[۵] دے دیا جائے۔ حسین نظام شاہ اس وقت تو خاموش رہ گیا مگر موقع اور وقت کا منتظر تھا کہ ذرا مہلت ملے تو از سر نو فوج اکٹھی کروں اور پھر تازہ دم ہو کر علی عادل شاہ کی خوب خبر لوں اور

۵۔ بادشاہان احمدنگر کے حالات میں تاریخ فرشتہ نے اس واقعے کی نسبت ایک دلچسپ بات لکھی ہے کہ نظام شاہ کی خواہش تھی کہ بیجانگر سے صلح ہو جائے۔ رام راج نے کئی چند شرائط [illegible] سے منظور کر لیا ان میں سے ایک شرط تو یہ تھی کہ قلعۂ کلیانی بیجاپور کو واپس دے دیا جائے اور دوسری شرط یہ تھی کہ نظام شاہ خود جا کر رام راج سے ملاقات کرے اور اُس سے پان کا بیڑا لے۔ حسین نظام شاہ بیچارہ ایسا مجبور تھا کہ اُسے کچھ بن نہ پڑی اور ان

جوں ہی رام راج اور عادل شاہ نے پیٹھ موڑی آتے برس حسین نظام شاہ اور ابراہیم قطب شاہ دونوں نے مل کر پھر علی عادل شاہ پر چڑھائی کی اس مرتبہ بھی علی عادل شاہ نے رام راج سے مدد طلب کی رام راج بھلا کب چوکنے والا تھا وہ تو مسلمان بادشاہوں کو لڑا کر تماشہ دیکھنا چاہتا تھا دو کی لڑائی میں تیسرے کی بھلائی دو لاکھ احشام اور پچاس ہزار سوار لے کر آن ہی پونہچا ؎

زلشکر جہاں آں چناں گشت پر | کہ از تنگی بحر بشکست در
ز بسیاری لشکر بے ہراس | ز عالم بر افتاد رسم قیاس

دونوں لشکر کلیانی پر ملے لیکن قطب شاہ سے عادل شاہ نے اپنی بیٹی جمال بی بی کا عقد کر کے اُسے ہموار کر لیا اب صرف حسین نظام شاہ رہ گیا وہ اکیلا کیا کر سکتا تھا بے چارہ مجبوراً سب سامان ہاتھی گھوڑے وغیرہ میدان جنگ میں چھوڑنے کے علاوہ نشان سبز جو عطیہ شاہانِ گجرات کا تھا اور جس پر شاہانِ گجرات کو بڑا فخر و ناز تھا چھوڑ کر بھاگنا پڑا اور اُسی تاریخ سے عادل شاہوں نے اپنے زرد نشان کو چھوڑ سبز نشان اختیار کیا۔
حسین نظام شاہ بدقتِ تمام احمد نگر پلٹا اُس کا پلٹنا ہی تھا کہ دارالسلطنت میں پونہچ کر اُس کی خبر لی۔ علی عادل شاہ۔ قطب شاہ۔ رام راج تینوں نے مل کر احمد نگر کا محاصرہ کر لیا اور ملک میں چو طرفہ فوج پھیلا کر خوب لوٹ مار کی بالخصوص بیجانگر کے ہندوؤں نے تو ادھا دھندھیا دھی عمارات کو جلا دیا اور ڈھا کر زمین کے برابر کر دیا مسجدوں کے اندر اپنے گھوڑے باندھے اور مسلمانوں کی مقدس عبادت گاہوں میں اپنی پوجا پاٹ کرنے لگے ؎

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۷ - سخت شرائط کو منظور کرنے کے سوا مفر نہ تھا ناچار رام راج کے قیام گاہ پر گیا مگر رام راج اُس کی پیشوائی تک کو نہ آیا جب بادشاہ ڈیرے میں داخل ہو گیا تب البتہ رام راج تعظیماً کھڑا ہو گیا اور بادشاہ کے ہاتھ کو بوسہ دیا بادشاہ دل میں جلا ہوا تو تھا ہی اُس نے وہیں سیلابچی آفتابہ منگا کر ہاتھ دھوڈالے جس سے صاف ظاہر تھا کہ رام راج کے چھونے سے ہاتھ ناپاک ہو گئے۔ رام راج کو بادشاہ کی یہ حرکت از حد ناگوار ہوئی اور کہنے لگا کیا کروں مہمان کی خاطر ہے ورنہ ابھی مزہ چکھا دیتا اور اُس نے بھی وہیں پانی منگا کر اپنے ہاتھ دھوئے اس کے بعد بادشاہ نے قلعہ کی کنجیاں رام راج کو دے دیں ۱۲۔

ہمہ شہر و بازار احمد نگر شد از صدمۂ قہر زیر و زبر
ہمہ کشتہ شد طعمۂ چارپایے نماند اندراں مرز چیزے بجاے

قلعہ کا محاصرہ بڑی شد و مد سے جاری رہا محصورین بھی بڑی ہمت و استقلال سے مقابلہ کرتے رہے اُن کو یہ اُمید لگی ہوئی تھی کہ برسات کے آتے ہی غنیم خود محاصرہ اُٹھائے گا۔ جب بارش شروع ہوئی تو طغیانی اور نمی اور سامان رسد کے کم پڑ جانے سے غنیم کے لشکر میں سراسیمگی پھیل گئی نظام شاہ نے بھی محصورین سے خفیہ مراسلت رکھی اور اُن کو دربردہ غلہ پونہچاتا رہا بالآخر محاصرہ اُٹھا لیا گیا اور دشمن متفرق ہو کر واپس ہوئے اور سیدھا شولاپور پونہچے مگر قلعہ کا محاصرہ اس خیال سے نہ کیا کہ ایسا نہ ہو رام راج خود قبضہ کرلے لیکن اتنا کیا کہ نلدرگ کے قلعہ کو جو زمانہ قدیم میں راجہ نل کا بنایا ہوا تھا اور بالکل گر پڑ گیا تھا اُسے گرا کر از سرنو چونے اور پتھر سے پختہ بنوایا اور اچھی طرح مستحکم کرکے شاہ درگ نام رکھا اور اپنی کافی فوج قلعہ کی حفاظت کو چھوڑ کر بیجاپور واپس آیا۔ رام راج بھی بیجانگر کو چلا گیا اور جاتے جاتے تعلقات بیجاپور سے بہت سے لوگوں کو پکڑ کر غلام بنا کر لے گیا اور بعض بعض مواضع اپنے متعلقین کے سپرد کر دئے اور اپنے بھائی وَنکٹادری کو لشکر دے کر کشنا کے کنارے پر ٹھیرا دیا۔ بادشاہ احمد نگر سے واپس آکر کشور بلغ میں ٹھیرا اور ایک نئے شہر کی بنا میں مصروف ہوا جس کا نام اُس نے شاہ پور رکھا۔ چند ہی دنوں میں وہ ایسا وسیع شہر ہو گیا کہ ابراہیم ثانی کے عہد میں اُس کی مردم شماری نولاکھ تک پونہچ گئی تھی۔ احمد نگر کی اس لڑائی کے بعد رام راج نے بھی دیکھ لیا کہ مسلمان بادشاہوں میں کچھ دم نہیں رہا اس وجہ سے اسلامی ایلچیوں کی بے قدری کرنے لگا جب کبھی ایلچی اُس کے دربار میں حاضر ہوتے تو اُن کو بیٹھنے تک کی اجازت نہ دیتا تھا بڑی حقارت اور تکبر سے اُن سے پیش آتا تھا اور اپنی جاو میں اُن کو پیدل چلاتا تھا اور بدون اُس کے حکم کے اُن کی مجال نہ تھی کہ سوار ہو سکیں۔ اس مہم کے بعد ہندو نلدرگ کو واپس آئے اور اُس کے لشکر کے عہدہ داروں اور سپاہیوں نے عموماً مسلمانوں سے گستاخی چھیڑ چھاڑ اور حقارت کی گفتگو شروع کر دی اور رام راج نے چلتے وقت سلطنت قطب شاہ اور عادل شاہ پر بڑے شوق کی نگاہ ڈالی اور دونوں ملکوں کی سرحد پر اپنی فوج بھیج دی۔ دونوں بادشاہوں نے مجبوراً کچھ علاقہ جات ہندوؤں کو دے کر یہ

بلاٹالی۔ قلعہ کوئل کنٹرہ۔ کنٹورا ور پانگل ہندوؤں کو مل گیا اور یہ ہندوؤں کی آخری فتح تھی۔[۱۵]

بیجانگر کے مقابلے کے لئے شاہان اسلام کا اتحاد

رام راج ہمیشہ مسلمانوں کا ملک دباتا چلا جاتا تھا آخر کار علی عادل شاہ نے مصمم ارادہ کر لیا کہ جہاں تک ممکن ہو۔ اُس کو اِس بے باکی کی سزا دی جاوے اور تمام مسلمان بادشاہ مل کر اُس کی طاقت کو گھٹائیں اس مشورے کے لئے بادشاہ نے اپنے دوستوں اور معتبر صلاح کاروں کی مجلس شوریٰ مقرر کی ہے

خدیو جہاں گیر لشکر شکن ۔۔۔ پے مشورت ساخت یک انجمن

ز درج سخن بر سر بجز داں ۔۔۔ بدست وزباں شد جواہر فشاں

سخن راند زاندازۂ کار خویش ۔۔۔ ز فیر وزی خویش و بیکار خویش

بعض امرا نے عرض کی کہ راجہ بیجانگر بہت دولت مند اور طاقت ور ہے اور اُس کے ملک کی آمدنی اس قدر بڑھی ہوئی ہے کہ علاوہ ایک وسیع ملک کے سات بندرگاہوں سے تو اُس کو خراج آتا ہے اور لشکر بھی اُس کا بے انتہا ہے اِن وجوہ سے تن تنہا کسی بادشاہ کا مقابلہ کرنا ناممکن تب اِن لوگوں نے بادشاہ کو اِس بات پر آمادہ کیا کہ دکن کے سب بادشاہ مل کر اُس سے جنگ کریں۔

علی عادل شاہ نے اِس رائے سے بالکل اتفاق کیا اور ایک ایلچی کو خفیہ طور پر ابراہیم قطب شاہ کے پاس بھیجا۔ ابراہیم قطب شاہ نے اِس بات کو منظور کر لیا اور علی عادل شاہ اور بادشاہ احمد نگر کے بیچ میں پڑکر صلح کرا دینے کا بھی وعدہ کیا اور ایک ایلچی سید مصطفیٰ خاں اردستانی کو احمد نگر روانہ کیا حسین نظام شاہ کو اِس کی خبر پہلے ہی لگ گئی تھی اُس نے ایلچی کو تخلیئے میں بلایا۔ ایلچی نے تمام واقعات اور بادشاہ کے مافی الضمیر کا اظہار کیا۔ ایلچی نے عرض کیا کہ بہ زمانہ سلطنت بہمنیہ تمام ملک ایک ہی بادشاہ کے تحت حکومت تھا اور اُن کا اور راے بیجانگر کا لشکر بھی برابر سرا بر تھا لیکن اب مسلمانوں کی قوت تقسیم ہو گئی ہے اِس وقت یہ امر بہت ضروری ہے کہ سب بادشاہ آپس میں مل جائیں اور مستحکم دوستی اور اتحاد قایم کریں تب ممکن ہے کہ ہم راے بیجانگر کے آئے دن کے حملوں سے محفوظ رہ سکیں جس نے کرناٹک کے تمام راجاؤں کو

[۱۵] ضلع ناگر کرنول (محبوب نگر) کی ایک تحصیل تھی جو انتظام ضلع بندی میں بدر میں شکست ہو گئی۔ ۱۲۔

اپنا مطیع کر لیا ہی یہی ایک صورت ہی جس سے اُس کی طاقت گھٹ سکتی ہی اور تب ہی ممالک اسلامیہ اُس کے دست برد سے نجات پا سکتے ہیں۔ مختلف سلطنتوں کی رعایا جو بادشاہوں کے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ کی ایک امانت ہی اُن کو ہندوؤں کے چنگل سے چھڑانا ہمارا فرض ہی تاکہ مسجدیں اور دوسرے مقامات آیندہ کفار کی مداخلت سے محفوظ رہیں۔

نظام شاہیہ اور عادل شاہیہ خاندانوں میں آمنے سامنے کی شادیاں

ان باتوں نے بادشاہ کے دل پر گہرا اثر کیا اور حسب مشورت حکیم قاسم بیگ تبریزی و ملا عنایت اللہ قائینی جو احمد نگر کے رؤسا تھے یہ بات ٹھیری کہ حسین نظام شاہ اپنی بیٹی چاند بی بی سلطانہ کی شادی علی عادل شاہ سے کر دے اور شولاپور اُس کے جہیز میں دے دے اور حسین نظام شاہ کا بیٹا مرتضیٰ عادل شاہ کی ہمشیرہ ہدیہ سلطانہ سے شادی کرے اس طرح دونوں سلطنتوں میں اتحاد اور یگانگت قایم ہو کر متفقہ کوشش سے سلطنت بیجانگر کو تباہ کرنے کا اچھا موقع ملے گا چنانچہ ملا عنایت اللہ اور مصطفیٰ خاں اردستانی بیجاپور آئے اور بات پکی کر کے واپس چلے گئے۔ ایک تاریخ طرفین سے مقرر ہوئی اور شہر و بازار بیجاپور احمد نگر انواع و اقسام کے تکلفات و آرایش سے آراستہ کئے گئے اور دونوں مقامات پر جشن دلکشا ہو کر شادیاں ہو گئیں ؎

فرو ریخت چوں قطرہ ز ابر بہار ۔۔۔ زر و گوہر و لعل رستہ ہزار
زمین گوہر و زر که افشانده شد ۔۔۔ زمہر چیدہ کس دست ماندہ شد

دونوں شہروں میں جب مہمانی اور میزبانی ختم ہو گئی تو چاند بی بی بیت الشرف بیجاپور میں تشریف لا کر قران السعدین ہوا اور ہدیہ سلطانہ نے اپنے نور موفور السرور سے احمد نگر کو منور کیا گویا زہرہ و مشتری کا قران ہوا۔ اس طرح بہ حسن و خوبی یہ دونوں شادیاں ختم ہوئیں بعد ازاں دونوں بادشاہوں نے جنگ کی طیاریاں بھی شروع کر دیں۔

تالی کوٹہ پر لشکر کشی

علی عادل شاہ نے جنگ شروع کرنے کے لئے یہ حجت نکالی کہ رام راج کے پاس ایک ایلچی بھیجا اور لکھا کہ مقامات قلعہ ادگل و رایچور وغیرہ جو اُنھوں نے مسلمانوں سے چھین لئے ہیں وہ واپس دے دیں۔ علی عادل شاہ جو سوچے بیٹھا تھا وہی ہوا

کہ رام راج نے سیدھا اُلٹا کچھ بھی جواب نہ دیا۔ ایلچی کو ذلیل کر کے دربار سے نکلوا دیا۔ اِس پر دونوں بادشاہ لڑائی پر آمادہ ہو گئے اور جلد جلد طیاریاں ہونے لگیں۔ ابراہیم قطب شاہ بھی ان میں مل گیا اور چاروں بادشاہ یعنی خود علی عادل شاہ۔ ابراہیم قطب شاہ۔ حسین نظام شاہ بحری۔ اور علی بریدہ میدان جنگ میں اپنی اپنی فوج لے کر جمع ہوئے ۵

سران سپہ رایت افراختند | روا رو بہ عالم در انداختند
ز لشکر کہ عرضش بہ فرسنگ بود | بیاباں بہ تخمینہ مر تنگ بود
ہمہ روے صحرا شدہ نوبہار | ز رنگیں علمہاے گوہر نگار

۲۰ جمادی الاولیٰ ۹۷۲ھ مطابق ۲۵ دسمبر ۱۵۶۴ء یوم دوشنبہ کو یہ سب بادشاہ جنگ پر روانہ ہوئے۔ ملک دکن کے وسیع میدانوں پر سے اِن کا گزر ہوا۔ کھیتوں میں جو فصل کھڑی ہوئی تھی وہ سواروں کے ہزاروں گھوڑے روندتے اور چرتے گئے۔ چلتے چلتے کرشنا ندی کے قریب قصبہ تالی کوٹہ پر پہنچے یہ ایسا مقام ہے کہ جو اِس عظیم الشان لڑائی کے سبب سے تواریخ جنوبی ہند میں ہمیشہ مشہور رہے گا۔ دریاے ڈون و کرشنا کا جہاں سنگم ہوا ہے

۵ فی الحقیقت اس مقام پر لڑائی نہیں ہوئی بلکہ دریا کے جنوب میں کئی میل ہٹ کر ہوئی۔ تالی کوٹہ کرشنا سے (۲۵) میل شمال میں واقع ہے۔ یہ لڑائی رام راج کے کیمپ میں ہوئی جو دریا کے جنوب میں دس میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ اس لڑائی کا ٹھیک مقام کون سا تھا معلوم نہیں ہوتا لیکن اغلب ہے کہ یہ مقام مُدگل ہوگا جہاں کہ ایک مشہور قلعہ ہے اور جو دریاے کرشنا کے شمال اور دریاے تنگ بھدرا کے جنوب میں واقع ہے۔ مسلمانوں کا لشکر موضع انگلگی کے پاس سے اُترا جہاں کہ دریا نے خم کھایا ہے اور پایاب ہے یہ لڑائی موضع بایاپور اور بھوگاپور کے درمیانی میدان میں ہونی پائی جاتی ہے۔ یہ مقام اُس سڑک پر واقع ہے جو انگلگی سے مُدگل جاتی ہے۔ انگلگی کرشنا ندی کے پار سرکار انگریزی کا علاقہ ہے اور بایاپور۔ بھوگاپور اور مدگل ہر سہ مقامات سرکار عالی نظام کے علاقے میں ہیں۔ بایاپور سے مدگل تخمیناً (۶) میل کا فاصلہ ہے اور چٹ میدان ہے خاکسار کو موقعی دریافت سے معلوم ہوا کہ جہاں سے مسلمانوں کا لشکر اُترا وہ مقام اِچین پور تھا جو انگلگی کے محاذی دریا کے دوسرے کنارے پر ہے۔ اِس موضع کا اصلی نام اِچل پور تھا۔ اِچل کنڑی میں املی کو کہتے ہیں اس گاؤں کے سامنے مسجد کے روبرو ایک املی کا بڑا درخت تھا جو اب گر گیا ہے۔ کثرتِ استعمال سے اِچین پور ہو گیا اور اب اسلام پور کے نام سے مشہور ہے۔ اس نام سے ظاہر ہے کہ بادشاہانِ اسلام نے یہ نام رکھا ہوگا۔ اس جگہ دریا میں

اُس سے (۱۶) میل چڑھ کر تالی کوٹہ ہی اور جہاں اب ریل کرشنا پر سے گزرتی ہی وہاں سے (۶۵) میل غرب میں واقع ہی۔ یہ موسم فوجوں کی نقل و حرکت کے لیے بہت ہی موزوں تھا کہ مطلع صاف تھا اور ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں۔ اس مقام پر عادل شاہ نے جو اس ملک کا بادشاہ تھا دوسرے بادشاہوں کی مہماں نوازی شاہی طریقے پر کی بہت دنوں تک لشکر پڑے رہے اُن کے عبور و مرور اور رکمسریٹ کا سامان ہوتا رہا۔ جاسوس بھی بھیجے گئے تھے کہ کون سا موقع عمدہ ہی جہاں سے دریا پار ہوں۔ بیجانگر والے تو اپنے گھمنڈ میں مطمئن تھے وہ جانتے تھے کہ بارہا مسلمانوں نے بیجانگر پر حملہ کیا ہی مگر ایک دفعہ بھی کامیاب نہ ہوئے اور برابر دو صدیوں سے یہی سلسلہ چلا آ رہا ہی۔ ہر شخص معمولی طور پر اپنے کاروبار میں مصروف تھا کسی کو لڑائی کا کھٹکا نہ تھا۔ بیلوں کے ٹانڈے سامان تجارت بے فکری سے ملک میں لاتے اور لے جاتے تھے مگر اُنھیں خبر نہ تھی کہ اُن کے سروں پر بال کے سہارے تلوار لٹک رہی ہی۔ سدا سیو برائے نام راجہ تھا وہ اپنی زندگی کے دن عیش و آرام میں بسر کر رہا تھا جو کچھ تھا رام راج ہی تھا۔ وہ دشمنوں کی نقل و حرکت کی خبریں پاتا تھا مگر اُس کے طنطنے میں ذرا فرق نہ آیا وہی اطمینان خاطر تھا اور وہی بے پروائی۔ اپنے سامنے کسی کی حقیقت سمجھتا ہی نہ تھا۔ بادشاہوں کے ایلچیوں کو دھتکار دیتا تھا اور سمجھتا تھا کہ مسلمانوں کی دشمنی سے ہمارا بال بیکا نہ ہوگا تاہم وہ ضروری احتیاطوں اور پیش بندی سے غافل بھی نہ تھا اُس نے پہلا کام تو یہ کیا کہ اپنے بھائی ترمل راج کو بیس ہزار سوار اور ایک لاکھ پیدل اور پانسو ہاتھی دے کر سرحد پر بھیج کر کرشنا کے تمام گھاٹوں کو روک دیا اِس کے بعد اپنے بھائی ونکٹادری کو ایک بڑی بھاری فوج کے ساتھ روانہ کیا اور سب سے آخر خود بیجانگر باقی ماندہ فوج لے کر چلا اور اپنی پوری طاقت فراہمی لشکر میں صرف کر کے جہاں لڑائی ہونے والی تھی وہاں جا پہنچا ؎

گر آئید عفریت آشوب ناک   شتابندہ چوں اژدہا بر ہلاک

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۲ – پانی بہت کم رہتا ہی۔ یہی مقام لشکر اُترنے کے لیے موزوں ہی چنانچہ ۱۷۹۱ء میں بنگلور سے جھانسی جاتے ہوئے بسویں لکارڈن بارس کیبلوری کی تین ہزار فوج و ہمراہیاں اسی مقام سے ندی پار ہوئے تھے اور ہمیشہ فوج اب بھی اسی مقام سے دریا پار ہوتی ہی۱۲

بیجانگر کا لشکر مختلف صوبوں سے جمع کیا گیا تھا اُس میں کنٹرے اور تلنگی سرحدی مقامات سے لئے گئے تھے۔ میسوری اور ملیباری عربی و وسطی حصہ ملک سے اور تامل جنوبی اضلاع بعیدہ سے اکھٹے کئے گئے تھے۔ ہر ملک کی فوج اپنے اپنے سرداروں کے تحت میں تھی۔ فوج میں جدید عہدے سپہ سالاروں کے قائم کرکے لشکر اُن کے تفویض کر دیا تھا۔ کوٹو نے لکھا ہی کہ اس موقعے پر چھ لاکھ پیادے اور ایک لاکھ سوار جمع تھے لیکن مسلمانوں کے پاس اس کی آدھی فوج بھی نہ تھی۔ بیجانگر کی فوج کس درجہ آراستہ و مسلح تھی اُس کا حال پیز نے اِس لڑائی سے (۴۵) برس پیشتر لکھا ہی جب کہ اُس نے بچشم خود ایک بہت بڑی جنگی قواعد کے وقت دیکھا تھا وہ اُس کے وقائع میں ملاحظہ طلب ہی۔ پیز نے جس فوج کو دیکھا تھا وہ باقاعدہ تھی اِس کے علاوہ لڑائی کے وقت اور نئی فوج بھرتی کر لی جاتی تھی جس میں زیادہ پابندی لباس کی نہیں ہوتی تھی بلکہ بعض دھوتی کے سوائے کچھ نہ پہنتے تھے اور اُن کے پاس برچھے یا خنجر کے سوائے کچھ ہتھیار بھی نہ ہوتے تھے۔ یہی اس زمانے کے پیڈروں کا لباس ہی۔ یہ لوگ چھال[۵۲] میں کپڑوں کو رنگ لیتے تھے جو اس زمانے کے خاکی فوجی لباس سے زیادہ سرخی مائل ہوتا تھا اس میں ایک فائدہ یہ بھی تھا کہ کسی کو زخم لگا تو خون کا دھبہ کم نمایاں ہوتا تھا عموماً اِن کے ہاتھوں میں برچھے اور بعض کے پاس تلواریں۔ جنبیہ اور خنجر رہا کرتے تھے۔ مسلمانوں کا لشکر کہیں دور اُترا تھا۔ جاسوسوں نے آکر خبر دی کہ دشمنوں نے دریا کے سب گھاٹ روک لئے ہیں کہ گزر وہم کا بھی نہیں ہو سکتا گنجائش فوج آنے کی کہاں۔ شاہان اسلام نے یہ حالت

[۵۱] کوٹو نے لکھا ہی کہ رام راج کو مسلمانوں کے لشکر کے بڑھنے کی خبر ہی نہ تھی اور جب تک لشکر اُس کے علاقے میں داخل نہیں ہو گیا اُسے کانوں کان خبر نہیں ہوئی۔ ایک دن یہ شب کو کھانا کھا رہا تھا کہ اُسے خبر ملی لیکن یہ بات بالکل خلاف قیاس ہی کہ رام راج جیسا بے دار مغز ایسا غافل رہا ہو ۱۲-

[۵۲] ترو ڑ ایک قسم کے چھوٹے چھوٹے پودے ہوتے ہیں جس کے زرد پھول ہوتے ہیں اس ملک میں کثرت سے اُس کی جھاڑی ہی اور چمڑے کے رنگنے میں بہت کام آتا ہی اس کی چھال سے کپڑا جو رنگا جاتا ہی اُس کا رنگ کتھئی چونے کے گہرے رنگ کا ہوتا ہی اور پختہ ہوتا ہی ۱۲-

دیکھ کر جاسوسوں کو دوڑایا کہ یہاں سے تین چار منزل ہٹ کر ندی سے اُترنے کا مقام دریافت کرکے خبر لائیں تاکہ وہیں سے ہم لشکر کو اُتاریں۔ جاسوسوں نے آکر خبر دی کہ دو تین جگہ گھاٹ اُترنے کے قابل تو ہیں اور پانی بھی کم ہے سامان کی گاڑیاں وغیرہ بھی گزر سکتی ہیں لیکن ان سب مقامات کو دشمنوں نے روک رکھا ہے اور دیواریں کھینچ کر اُن پر آتش بازی رکھ دی ہے وہاں سے گزرنا ممکن ہے۔ اس کے بعد سب بادشاہوں نے مشورت کی اور باتفاق رائے یہ بات قرار پائی کہ اس موقع پر چال چلنی چاہیے بہ مصداق اَلحَربُ خُدعَۃ[ف۱] ہم کو ایک ایسے مقام پر جو یہاں سے دو تین منزل کے فاصلے پر ہو چلنا چاہیے وہاں سے اُترنے کا سامان کریں۔ دشمن دھوکا کھا کر اُس طرف جھک پڑے گا تب ہم واپس آکر اسی مقام سے اُتر جائیں گے حسب مشورہ لشکر اسلام برابر دو تین منزل کوچ کرکے اُس مقام پر پہنچ گیا اور کشتی اور ٹوکرے وغیرہ سامان عبور کی طیاری کرنے لگے۔ ہندوؤں نے دریا کے جنوب میں تمامی مقامات کی ناکہ بندی کرکے گھاٹوں پر توپیں لگا دی تھیں اور برابر پل پل کی نقل و حرکت کی خبر رکھتے تھے جب اُنھیں معلوم ہو گیا کہ مسلمان فلاں گھاٹ سے اُترنے والے ہیں اپنے مقامات خالی چھوڑ کر ٹھیک اُس مقام کے محاذی جہاں سے مسلمان پار اُترنے کا سامان کر رہے تھے روکنے کے لیے جا پہنچے۔ مسلمان تو یہ چاہتے ہی تھے تھوڑی سی منتخب شاہی فوج تین دن کی منزل شبا شب یلغار طے کرکے غروب آفتاب تک اُس گھاٹ پر پلٹ آئی جہاں سے پہلے اُترنا مقصود تھا۔ رام راج کا لشکر پیچھے رہ گیا اور ابھی پہنچنے بھی نہ پایا تھا کہ مسلمانوں کی یہ تھوڑی سی فوج ندی کے پار ہو گئی اس کے بعد پھر کیا تھا باقی لشکر بھی بتدریج اُتر گیا۔ یہ مسلمانوں کی چالاکی اور ایک بڑا داؤ تھا۔ تین دن تک تو مسلمانوں کے لشکر خاموش پڑے رہے۔ چوتھے دن علی الصباح رام راج کے لشکر کی طرف روانہ ہوئے۔ رام راج یہ خبر پاکر گھبرایا اور تمام شب فوج کی طیاری کرتا رہا اور سوائے اس کے مفر نہ تھا کہ جنگ کے لیے آمادہ ہو جائے۔ جس گھاٹ سے مسلمانوں کا لشکر اُترا تھا وہاں سے ہندوؤں کے لشکر کا صرف (۱۰) میل کا فاصلہ رہ گیا تھا۔ وینکٹادری اور ترمل دونوں اپنے بھائی

ف۱ لڑائی تو صرف ایک چھل دینا ہے۔

رام راج کے پاس پہلے ہی پہنچ چکے تھے۔

جنگ تالی کوٹہ اور مسلمانوں کی فتح کامل ۹۷۲ھ ۱۵۶۵ء

دوسرے روز ۲۳ جنوری ۱۵۶۵ء کو بروز شنبہ دونوں طرف طیاریاں ہوکر لڑائی شروع ہوگئی۔ تاریخ فرشتہ میں بیجانگر کی افواج کی تعداد نو لاکھ پیدل (۹۰۰۰۰۰) ہزار سوار۔ دو ہزار زنجیر فیل اور متفرق امدادی فوج پندرہ ہزار درج ہے۔ فرشتہ نے مختلف مقامات پر فوج کی تعداد مختلف تبلائی ہے اس لئے اس تعداد کے بالکل ٹھیک ہونے میں شک ہے تاہم یہ تو یقینی بات ہے کہ فوج کی تعداد بہت بڑھی ہوئی تھی۔ شاہان اسلام نے علم دوازدہ امام کے برپا کئے اور صفیں لشکر کی آراستہ کیں میمنہ پر خود علی عادل شاہ موجود تھا۔ لشکر کے قلب میں حسین نظام شاہ اور میسرہ پر ابراہیم قطب شاہ و علی برید بادشاہان گولکنڈہ و بیدر تھے۔ احمد نگر اور گولکنڈہ کی افواج میدان میں پھیل گئیں اور توپ خانے کو بیچ میں لے لیا جنگی ہاتھیوں کو جابجا حسب دستور و قاعدہ کھڑا کر دیا طبل سکندری و قرنہ ہائے اور نگی دہل و نقارہ وغیرہ اس زور شور سے گونجے کہ آسمان و زمین ہل گئے [۲]

زغریدن کوس قلب تہی	در آمد بسر موئے را فربہی
زبس تیز آواز نی نا سے زر	بگوش ہمہ دف سنتہ می شد گہر
زمین گفتی از یک دگر می درید	سرافیل صور قیامت دمید

دوسری جانب سے رای بیجانگر کی افواج نے بھی افسران فوج کو بلا کر استمالت کی اور فوجیں تیار تقسیم کئے اور لشکر کی آراستگی شروع کی۔ میسرہ ترمل راج کے سپرد کیا گیا جو عین علی عادل شاہ کے مقابلے میں تھا اور میمنہ ونکٹادری کو بہ مقابل علی برید و قطب شاہ کے دیا اور قلب لشکر میں خود رام راج بہ مقابلہ حسین نظام شاہ کے رہا۔ دو ہزار زنجیر فیل اور ایک ہزار توپوں کو جابجا حسب قاعدہ ترتیب دے دی نظام شاہ کے لشکر کے سامنے تین قطاروں میں چھ سو توپیں لگی ہوئی تھیں سب سے آگے بڑی بڑی بھاری توپیں تھیں۔ دوسری قطار میں اس سے چھوٹی اور سب سے پچھلی قطار

[۲] اس لڑائی کی تاریخ فرشتہ نے ۲۰ جمادی الثانیہ ۹۷۲ھ روز جمعہ لکھی ہے لیکن جنتری کے حساب سے اس تاریخ کو منگل کا دن پڑتا ہے نہ کہ جمعے کا ۱۲

میں سب سے چھوٹی۔ نظام شاہ کے سامنے دو ہزار تیر اندازوں کا پرا جمع ہوا تھا اور ایسی تو ار شور سے تیر اندازی ہو رہی تھی کہ مسلمانوں کا لشکر اُن کی آڑ میں بالکل محفوظ تھا جب ہندوؤں کی فوج بالکل نزدیک آ گئی تو تیر انداز ہٹ گئے اور گولہ باری اس شد و مدّ سے ہوئی کہ غنیم کا بے انتہا نقصان ہوا اور سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے۔ رام راج کی عمر اس وقت (۸۰) سال کی تھی تھا تو وہ بڈھا لیکن ہمت جوانوں سے زیادہ تھی اُس نے سنگاسن (پالکی) میں سوار ہو کر میدانِ جنگ میں جانے کا ارادہ کیا۔ ہر چند مقرّبان نے التماس کی کہ حضور گھوڑے پر سوار ہوں مگر غایت عجب و غرور سے قبول نہ کیا۔ ایسے موقع پر پالکی میں سوار ہونا از بس خطرناک تھا کیوں کہ اگر پسپا ہونا پڑے تو بھاگنا ناممکن تھا۔ ہر چند لوگوں نے اصرار کیا لیکن اُس نے ایک نہ مانی اور جو کہا تھا وہی کیا اور جواب دیا کہ یہ جنگ ہی یا بچوں کا کھیل ہی مجھے گھوڑے پر سوار ہونے کی کچھ ضرورت نہیں میری فوج ایسی بہادر ہی کہ دشمن کی فوج اُن کے مقابلے میں طفل مکتب ہی ہماری صورت دیکھتے ہی اُن کے اوسان خطا ہو جائیں گے اور بھاگتے ہی نظر آئیں گے۔ رام راج کو اپنی طاقت کا ایسا گھمنڈ تھا کہ اُس کو اپنی فتح کا یقین کامل تھا رام راج نے اپنے آدمیوں کو حکم دے رکھا تھا کہ حسین نظام شاہ کا سر کاٹ کر لائیں اور علی عادل شاہ اور ابراہیم قطب شاہ بادشاہانِ بیجاپور و گول کنڈہ کو زندہ پکڑ کر لائیں تاکہ میں اُن کو اُن کی بقیہ عمر تک لوہے کے پنجروں میں قید کر کے رکھوں۔ اب لڑائی گھمسان ہو گئی ہندوؤں نے بھی گولہ باری اور بان پھینکنے شروع کئے مسلمانوں کے لشکر کا دایاں اور بایاں حصّہ دست بدست تیر و تبر و نیزہ و تلوار سے لڑنے لگا ؎

بجنبش در آمد دو لشکر چو کوہ | کز یں جنبش آمد زمیں را ستوہ
بر آمد ز قلبِ دو لشکر خروش | رسید آسماں را قیامت بگوش
بہ جنبش در آمد دو دریائے خوں | شد از موجِ آتش زمیں لالہ گوں
زمیں گو بساطے بُد آراستہ | غبارے شد از جائے برخاستہ
ز بس تیر باراں کہ آمد بجوش | فگند ابرِ بارانی خود بدوش
ز مرغانِ چوبینِ فولاد دم | شدہ راہ بر ماہ و خورشید گم

زمنقار پولاد پرّاں خدنگ گرہ بستہ خوں در دلِ خارہ سنگ
کماں کج دابروز فرگانِ تیر زپستان جوشن برآوردہ شیر
چو ہندوے بازی گر گرم خیز معلّق زناں تیغ ہندی تیز

ہندو لڑائی کی وجہ سے بہت نقصان اُٹھاکر منتشر ہوگئے اور قریب تھا کہ مسلمانوں کو فتح ہو کہ رام راج کو جوش آیا اور اپنی فوج کو ہمّت دلانے کے لئے پالکی سے اُتر کر ایک زرنگار اور مرصّع تخت پر جس کے اوپر قرمزی مخمل کا کارچوبی شامیانہ تھا اور موتی کی جھالر لگی ہوئی تھی بیٹھا اور اپنے پاس روپیوں اور زر و جواہر کے ڈھیر لگا دیئے اور ترازو میں تول تول کر اپنے لشکریوں میں تقسیم کئے اور کہا کہ جو کوئی لشکرِ اسلام کو مغلوب کر کے فتح حاصل کرے گا اُسے طبق ہائے طلائی اور بے شمار جواہر دیے جائیں گے۔ پھر کیا تھا ہندوؤں کی فوج میں تازہ روح آگئی اور سب بہادرانِ لشکرِ ہنود مع ترمل راج اور ونکٹادری اکٹھے ہوکر مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے اور ہندوؤں نے دوسرا دھاوا اُن توپوں پر کیا جو بیچ کی قطار میں تھیں۔ عام خیال یہ تھا کہ اب مسلمانوں کے پاؤں اُکھڑ جائیں گے۔ لشکرِ اسلام میں تہلکۂ عظیم برپا ہوا مقدمہ میمنہ و میسرہ لشکر کا پس پا ہونے لگا فتح سے مایوسی ہوگئی۔ نظام شاہ نے یہ حالت دیکھ کر ایک معتبر امیر کو بھیج کر قطب شاہ اور بریدکو اپنے قریب بلوا لیا اور پھر ہمّت کر کے اپنی پہلی جگہ پر آکر جم گیا اور کہا کہ غلبہ کفار کا زیادہ ہی قریب ہی کہ لشکرِ اسلام چشم زخم کھائے۔ ارادہ شہادت کا مستحکم کر لیا اور فرّاشانِ بارگاہ کو حکم دیا کہ برج خیم گاڑ دیں کہ کوئی شخص اِس جگہ سے پس پا نہ ہو۔ نظام شاہ کے ساتھ ہمیشہ محلّات رہتے تھے جب لڑائی کی حالت دگرگوں نظر آئی تو اُس نے ہر ہر سواری کے ساتھ ایک ایک خواجہ سرا کو تلواریں دے کر متعیّن کیا اور حکم دیا کہ اگر ہماری صورت نوعِ دیگر ہو جائے تو ان سب کو فوراً مار ڈالنا جب رام راج نے یہ حال دیکھا تو سمجھ گیا کہ مسلمان ہاتھ دھو کر بے طور پیچھے پڑے ہیں ان کا ٹلنا محال ہے۔ تاہم اپنی جمعیت کو اُمید سرفرازی و بخشش کی دے دلا کر ثابت قدم رکھا۔
علی عادل شاہ سیدھی طرف ترمل راج کے مقابلے میں تھا۔ اُدھر آتش جنگ ایسی مشتعل تھی کہ ترمل راج تاب نہ لا سکا۔ عادل شاہ کی فوج دریائی چلی آرہی تھی یہاں تک پس پا کیا کہ ہٹتے ہٹتے رام راج کے لشکر میں پہنچ گئے۔ رام راج گھبرایا کہ اب میں گرفتار ہو جاؤں گا آگے سے فوج نظام شاہ

اور قطب شاہ کی اور پیچھے سے علی عادل شاہ میدان تنگ کئے ہوئے تھا ناچار اپنی موت دیکھ کر لڑنے پر آمادہ ہوا۔ نظام شاہ کو خبر نہ تھی کہ اُدھر کیا ہو رہا ہے۔ علی عادل شاہ کے لشکر کی جگہ خالی دیکھ کر اندیشہ ناک ہوا کہ خیر نہیں خدا معلوم کیا بات پیش آئے اُسی وقت رومی خاں داروغہ توپ خانہ کو بلا کر نظام شاہ نے حکم دیا کہ ہاں دیر کیا ہے بالکل میدان میں خوردہ (پیسے) بھر کر مارو۔ بالکل نزدیک سے ایسی گولہ باری ہوئی کہ جس طرح درختوں کے پتے گرتے ہیں آدمی چھیجنے لگے۔ پانچ ہزار ہندو ایک دم توپ خانے کے سامنے مردہ پڑ گئے۔ اِس بھاری نقصان سے ہندوؤں کے دلوں میں ایک سنسنی پھیل گئی اور جو جہاں تھا گھبرا گیا اسی اثنا میں مسلمانوں کے پانچ ہزار سوار ہندوؤں کے لشکر میں مارتے کاٹتے گھس گئے اور جہاں رام راج بیٹھا تھا ٹھیک اُسی جگہ جا پونہچے۔

رام راج کا قتل رام راج تخت سے اُتر کر پالکی میں گھسا ہی تھا کہ نظام شاہ کے لشکر کا غلام علی نامی ہاتھی ہندوؤں کے لشکر میں جا گھسا۔ توپ کی دہشت اور ہاتھی کے حملے سے ہر ایک گروہ متفرق ہو گیا کسی نے اپنے سرداروں تک کی پروانہ کی کہار بھی گھبرا گئے اور پالکی پھینک دی۔ فیل بان نے جو پالکی مرصع دیکھی تو لالچ آیا اور ہاتھی اُسی طرف بڑھایا۔ رام راج کو اتنی مہلت نہ ملی کہ وہ گھوڑے پر سوار ہو جاتا کہ مسلمانوں کی فوج نے اُسے نرغے میں کر لیا ایک برہمن دلپت راؤ نامی جو اُس کا مقرب تھا رام راج کے ساتھ شرط رفاقت بجا لایا اور راجہ کو اپنی آڑ میں لے لیا اور مہاوت سے کہنے لگا کہ زنہار مہاراج کو کچھ آفت نہ پونہچا اور اگر تم مہاراج کی سواری کے لئے ایک گھوڑا لے آؤ تو تمھارے ساتھ بہت کچھ سلوک کیا جائے گا اور اس کے معاوضے میں مہاراج تجھے بڑا بھاری امیر بنا دیں گے اور مالا مال کر دیں گے۔ فیل بان نے مہاراج کا نام سنتے ہی ہاتھی کو اشارہ کیا اُس نے رام راج کو سونڈ میں اُدھر اُٹھا لیا۔ فیل بان کو گوہر مراد ہاتھ آیا ع یار در خانہ و ما گرد جہاں می گردیم۔ فوراً ہاتھی کو بجلی کی طرح دوڑا کر اپنے لشکر میں جا داخل ہوا اور رام راج کو رومی خاں داروغہ توپ خانہ کے پاس لے گیا اُس نے رام راج کو حسین نظام شاہ بادشاہ احمد نگر کے حضور میں زندہ پونہچا دیا۔ نظام شاہ خلاف اُمید ایسی کامیابی دیکھ کر بے انتہا خوش ہوا اور رام راج کو روبرو بٹھا کر

پوچھا کہ "مہاراج کیا حال ہی؟" رام راج نے کچھ جواب نہ دیا ہاتھ سے اشارہ اپنی پیشانی کی طرف کیا یعنی تقدیر! حکیم قاسم بیگ تبریزی نے جو مقربان نظام شاہ سے تھا نہایت مضطربانہ بادشاہ سے عرض کیا کہ یہ کونسا وقت ہی کہ آپ باتیں کر رہے ہیں جلد اس کا خاتمہ کیجیے علی عادل شاہ اس کی فرزندی کا دم مارتا ہی اگر اُسے خبر ملے گی تو آپ کے ہاتھ سے چھین لے گا پھر خدا جانے کیا معاملہ پیش آئے۔ بادشاہ نے سمجھا کہ حکیم ٹھیک کہتا ہی اور اُسی وقت[۱] رام راج کا سر تن سے جدا کروا کر ایک بلند نیزے پر چڑھوا دیا اور ہنود کے لشکر کے سامنے کھڑا کرایا۔

سرِ کشتہ را چوں ز نزدیکِ شاہ — بہ بردند بر نیزہ تا رزم گاہ
ہزبرانِ لشکر پسِ آں دلیر — ہماں حملہ کردند چوں نرہ شیر
بہ ہندو و غلو اندر اُفتاد باک — فگندند یکسر تن اندر بہ خاک
کلاہ و کمر ہا بسیا انداختند — خروشیدنِ موے پرداختند
فگندند منجوق و کوسِ نبرد — گریزاں بہ رفتند پر از خون و گرد

سر کا نیزے پر چڑھانا تھا کہ بیجانگر کے لشکر میں کھلبلی اور بھاگڑ پڑ گئی لوگوں کے رہے سہے حواس جاتے رہے سمجھے کہ مسلمانوں کی فتح ہو گئی اور جو مردانگی اور بہادری معرکہ جنگ میں دکھلا رہے تھے اپنی اپنی جان بچا کر بھاگے جس کو دیکھو بھاگتا ہی نظر آیا۔ بھگوڑی فوج کے پیچھے مسلمانوں کا لشکر لگا اور بارہ کوس تک تعاقب کیا۔ یہ بارہ کوس کا میدان زر و جواہر اور ہاتھی۔ گھوڑوں۔ اور زخمیوں سے فرشِ زمیں تھا اور لشکر میں منادی کرا دی گئی تھی کہ سوائے ہاتھی۔ گھوڑے۔ توپ۔ عَلَم۔ نشان اور نقاروں کے باقی سب چیزیں زر و جواہر وغیرہ کی لوٹ لشکریوں کو معاف ہی۔ لوٹ کا یہ حال تھا کہ لشکرِ اسلام کا ہر سپاہی زیورات و جواہرات و مال و متاع و خیمہ و ہتھیار اور لونڈی

---

[۱] اس واقعے کی تاریخ "فتح دین مرگ لعیں ہی" (۹۷۲ھ) مورّخ فرشتہ کے والد غلام علی استرآبادی نے اس کی تاریخ بطور تعمیہ اس مصرعے سے نکالی ہی ع "بے نہایت خوب واقع گشت قتل رام راج"، "و قتل رام راج" سے حرف نہایت یعنی آخری حرف کہ جیم ہی اس کے (۳) عدد خارج کر دیے جائیں تو وہی تاریخ (۹۷۲ھ) نکلتی ہی۔

غلاموں سے مالامال ہوگیا ہے

سر پردہ سرا پردۂ تاج و تخت — نہ چنداں کز آں بر توانند سخت
جواہر نہ چنداں کہ آں را دبیر — در آرد بہ انگشت یا در ضمیر
بلوریں طبقہا و خواں ہائے لعل — ز الکف کشاں را بہ فرسود نعل
ہماں تازی اسپاں با زین زر — غلامان موزوں زریں کمر
ز ورد ملوکانہ بیش از شمار — شتر بار زرّینہ بیش از ہزار
دگر جنس ہائے کہ باشد غریب — در و مخزن و خانہ یابد نصیب
سلاح و سلب را قیاسے نبود — پذیرندہ را روشناسے نبود
غنی گشت لشکر ز لبس خواستہ — سراسر سپہ گشت آراستہ

ہزار توپ اور بے انتہا بیش قیمت اسباب سرکار بادشاہان اسلام میں داخل ہوا۔ آنا گندی تک کہ دس کوس کا فاصلہ ہے تمام زمین مردوں اور زخمیوں سے پٹی پڑی تھی۔ منشیان تیز قلم بارہ دن تک شمار مقتولین اور زخمیوں کا کرتے رہے اور ایسا قتل عام ہوا کہ کرشنا ندی جو میدان کارزار کے پاس بہتی اس کا پانی خون سے لال ہوگیا۔ اس معرکے میں کم سے کم ایک لاکھ ہندوؤں کا قتل کیا جانا معتبر روایات سے ثابت ہے۔ مسلمانوں کی کامل فتح ہوئی تو بادشاہان اسلام نے سر عاجزی زمین خاکساری پر جھکایا اور شکرانہ درگاہ ایزدی میں ادا کیا ہے

سر بادشاہان گردن فراز — بدرگاہ او بر زمین نیاز

ہندو بیجانگر بھاگے لیکن کچھ ایسے گھبرا گئے تھے کہ شہر کے اطراف میں جو پہاڑ تھے اُن کی بھی آڑ نہ پکڑی اور نہ بیجانگر کی فصیلوں اور مورچوں سے روک تھام کی بلکہ شہر کو کھلا چھوڑ دیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہندوؤں کا لشکر بالکل برباد ہوگیا۔ اس فتح کی خوشخبری کی اطلاع اطراف و اکناف میں فوراً بھیجی گئی ہے

بپرداخت منشی صاحب ہنر — یکے نامہ در باب فتح و ظفر
برانگیخت یکراں کلک دبیر — زمیدان کافور گرد عبیر
رقم زد بہ داستان شریف — بخط لطیف و ادائے ظریف

کوٹو نے لکھا ہی کہ حسین نظام شاہ نے اپنے ہاتھ سے رام راج کا یہ کہتے ہوئے سر کاٹا کہ "میں نے تجھ سے اپنا بدلا لے لیا اب خدا جو چاہے سو کرے" عادل شاہ نے جب رام راج کے قتل کی خبر سنی تو بہت افسوس کیا۔

بیجانگر کا ہولناک سماں اس ہولناک واقعے کی اطلاع بھاگی ہوئی فوج کے پونہچنے کے پیشتر ہی بیجانگر میں معلوم ہو گئی تھی۔ باشندگان بیجانگر خالی الذہن بے خوف و خطر اطمینان سے اپنے کاروبار میں مصروف تھے اُن کو یہ خبر نہ تھی کہ اس تھوڑے سے عرصہ میں کایا پلٹ ہو گئی کیوں کہ اُن کو اس بات کا اطمینان تھا کہ راجہ ٹڈی دل لشکر لے کر گیا ہی اور اُن لوگوں کو اپنی بہادری کے برتے پر کامیابی کا پورا بھروسا تھا۔ لیکن دفعتاً معاملہ دگرگوں ہو گیا راجہ کی فوج کو شکست ہوئی امرا اور رؤسا قتل کیے گئے باقی ماندہ فوج واپس آ رہی ہی لیکن ابھی اِن لوگوں کو تفصیلی واقعات معلوم نہ تھے کیوں کہ پچھلے مواقعہ پر اکثر غنیم کو پس پا کر کے

ا۵ - کرنل برگز نے ترجمۂ تاریخ فرشتہ میں ایک نوٹ دیا ہی کہ اس واقعے سے تعجب خیز مثال اُس خصومت قلبی کی ملتی ہی جو مسلمانوں کو ہندوؤں سے تھی اور یہ کہ اُس زمانے کے لوگوں کے خیالات کیسے تھے کہ ہم نے بیجاپور میں رام راج کا سر پتھر میں تراشا دیکھا ہی جو اب تک موجود ہی اور جو قلعہ بیجاپور کی موری میں لگا یا گیا ہی اور ہم کو یہ بھی معلوم ہی کہ رام راج کے اصلی سر کو ہر سال تیل اور عبیر لگا کر مسلمانان احمد نگر کو اس لڑائی کی سالگرہ کے دن ڈھائی سو سال تک دکھلایا جاتا رہا۔ یہ سر اب تک اُسی جلاد کے خاندان میں نسلاً بعد نسل چلا آتا ہی۔ یہ تحریر کرنل صاحب کی ۱۸۲۹ء کی ہی۔ ممکن ہی کہ اُس وقت ایسا ہو لیکن ہم نے تو احمد نگر یا بیجاپور میں یہ واقعہ سنا نہیں قلعۂ بیجاپور میں متعدد موریاں ہیں اور اُن کو گئو مکھ وغیرہ کے شکل میں بنایا ہی لیکن ہم نے کہیں نہیں سنا کہ رام راج کا سر بنا کر اُس میں سے بدررو نکالی گئی ہو اور نہ اب اس لڑائی کی کوئی سالگرہ ہوتی ہی نہ رام راج کا سر مسلمانوں کو اس کی یادگار میں بتلایا جاتا ہی البتہ یہ روایت بیجاپور میں زبان زد خاص و عام ہی کہ لڑائی کے بعد رام راج کا سر قلعے کے صدر دروازے پر چند دن ٹنگا رہا جب وہ سڑ گیا تو پتھر کا سر بنا کر بطور دائمی یادگار کے قلعے کے صدر دروازے پر لٹکایا گیا تھا ۱۸۷۶ء میں کھرڈے کی لڑائی کے بعد جب بیجاپور پر پیشواؤں کا قبضہ ہو گیا تو اُنھوں نے پتھر کے سر کو اُتار کر تاج باؤلی میں پھینک دیا چند سال پیشتر باؤلی کی کیچڑ نکالتے وقت وہی سر ملا تھا جو اُٹھا کر بیجاپور کے عجائب خانہ میں رکھ دیا گیا ہی اور اب تک موجود ہی ۱۲۔

واپس آجایا کرتے تھے یا یہ کہ کچھ تحائف دے دلا کر صلح کر لیتے تھے اِن وجوہ سے جنگ میں جو کچھ بھی ہوا ہو شہر پر کسی آفت کے آنے کا اندیشہ نہ تھا اور یہ لوگ ابھی تک خواب خرگوش میں تھے اور سمجھتے تھے کہ شہر کو کچھ کھٹکا نہیں ہے لیکن جب جنگ سے بھاگی ہوئی فوج واپس آنے لگی اور اُن میں راجہ کے خاندان کے سر برآوردہ لوگ سراسیمگی کی حالت میں واپس آئے اور آتے ہی جھٹ پٹ اِن لوگوں نے اپنا مال و اسباب جو کچھ محلات میں مل سکا سمیٹنا شروع کیا جب تو شہر میں ایسی کھلبلی پڑی کہ توبہ ہی بھلی۔

راجہ کے علاقے داروں کی بھاگڑ راجہ کے علاقے داروں نے ساڑھے پانسو ہاتھیوں پر زر و جواہرات جن کا اندازہ دس کروڑ کی مالیت کے تھا لا دلیا اور ریاست کے ماہی مراتب اور راجہ کا مرصع تخت لے کر شہر سے نکلے جس کی حفاظت کے لیے اِن کے ہمراہ چند بچے کھچے سواروں کا بدرقہ تھا۔ ترمل راج (جو اپنے بھائیوں کے مارے جانے کے بعد ریجنٹ یعنی نایب السلطنت ہو گیا تھا) راجہ سدا سیو کو (جو اُس کے پاس مقید تھا) اور اُس کے خاندان کے لوگ اور ملازمین وغیرہ کو لے کر جانب جنوب قلعہ پن کنڈہ کو بھاگ گیا

مسلمانوں کے شہر بیجانگر کو تاخت و تاراج کرنے کا افسوس ناک سین ۱۵۶۵ء جب راجہ اور اُس کے لوگ شہر چھوڑ کر بھاگے تو شہر میں ایک اودھم مچ گئی ہر شخص کو آیندہ آنے والی مصیبت کا اندازہ ہو گیا۔ یہ جنگ کا ہے کو تھی بلکہ ایک طوفان عظیم کی رو تھی کہ جو اُس کے سامنے آ گیا اُس کو بہا لے گئی۔ سب اُمیدوں کا خاتمہ ہو گیا شہر کے باشندے جو لاکھوں ہی تھے بے یار و مددگار رہ گئے سوائے چند کے اِن بیچاروں کو بھاگنے کا موقع بھی نہ ملا کیوں کہ بار برداری کی بیل گاڑیاں سب کی سب فوج کے ساتھ چلی گئی تھیں جو اَب تک واپس نہیں آئی تھیں۔ ایسی حالت میں سوائے اس کے بن نہ پڑی کہ خزانوں کو تو گاڑ دیا اور بڈھے اور عورتوں اور بچوں کے سوائے جوانوں نے ہتیار سنبھال لیے اور اُس آنے والی مصیبت کے منتظر ہو کر بیٹھ گئے۔ دوسرے دن بیجانگر کے اطراف کی جنگلی اقوام اور لٹیروں نے آکر شہر کو لوٹنا شروع کیا۔ بنجاروں[۱]

۱ - اقوام خانہ بدوش ۱۲

لمباڑوں۔ کوروؤں اور اسی قسم کے لٹیروں کے گروہ کے گروہ بدنصیب باشندگان شہر پر آن پڑے اور مال و اسباب۔ دکانوں اور بازاروں کو لوٹ کھسوٹ کر ساری دولت لے گئے کوٹو نے لکھا ہی کہ ایک دن میں اِن لوگوں نے اوپر تلے چھ حملے کیے۔ فتح یاب مسلمان زخمیوں کی مرہم پٹی کے لیے دس دن تک میدانِ جنگ میں ٹھیرے رہے اور چندے آرام لیا اس کے بعد بیجانگر کا رُخ کیا اور اُس دن سے لگاتار پانچ مہینے تک لوٹ مار کا بازار گرم رہا۔ لوگوں نے اپنا اپنا مال زمین میں گاڑ دیا تھا اور بچا کھچا باؤلیوں میں ڈال دیا تھا لشکریوں نے مکان کھودنے اور جلانے شروع کیے۔ ایک روز نظام شاہ بطور سیر سوار ہو کر نکلا دیکھا کہ ایک جگھ چند لشکریان علی عادل شاہ ایک طبق مروارید و جواہر سے بھرا ہوا لیے ہوئے تقسیم پر لڑ رہے ہیں۔ نظام شاہ کی فوج نے چاہا کہ ہم بھی حصہ لیں دونوں کی آپس میں لڑائی ہونے لگی دونوں طرف کے آدمی مارے گئے اور زخمی ہوئے یہ حالت دیکھ کر نظام شاہ نے ارکان دولت سے کہا کہ آپس میں لڑنے جھگڑنے سے کیا فائدہ بہتر یہ ہی کہ شہر کو جلا دو تاکہ یہ قصہ فساد موقوف ہو۔ چنانچہ حکم شاہی کے موافق شہر کی تمام بڑی بڑی عمارتوں کو اور شہر کے اطراف میں بیس کوس تک قصبات کو جلا کر خاک سیاہ[۵۱] کر دیا۔ الغرض دشمن بے رحمی سے برابر لوٹ مار کرتے رہے جو ملا اُسے قتل کیا۔ مندروں اور محلات کو مسمار کر دیا خصوصاً راجہ کے محلات کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اُن کی دست برد سے چند بڑے سنگ بست مندر اور کہیں کہیں چار دیواریاں باقی رہ گئیں۔ جہاں ایک زمانے میں چہل پہل تھی اور سر بہ فلک عمارتیں کھڑی تھیں اب وہاں صرف کھنڈر اور ملبوں کے ٹیلے دکھلائی دیتے تھے۔ مسلمانوں نے تمام بت توڑ ڈالے اور نرسنہوا کے بڑے بت کے بھی دونوں بازو اُڑا دیے مختصر یہ کہ کوئی چیز ان کے ہاتھ سے بچ نہ سکی ان[۵۲]

۵۱۔ اس آتش زنی کا نتیجہ ہی کہ وٹھل سوامی کے مشہور دیول کی تمام دیواریں جلانے سے کالی پڑ گئی ہیں بلکہ چھت تک لپٹ گئی ہی اور خزانے کی تلاش میں جا بجا زمین کو کھود کر گڑھے ڈال دیے ہیں۔ کسی دیول میں بت کا پتہ نہیں ہی سب اُکھاڑ کر پھینک دیے ۵۲ یہ مکان ”مہانومی ڈبہ“ یعنی تخت فتح و ظفر کہلاتا تھا اس مقام پر بڑے تہواروں میں راجہ تخت پر جلوس کرتا تھا اور فوج کا داخلہ بھی یہیں ہوتا تھا اب بھی یہ عالی شان عمارت جو کچھ بچ رہی ہی قابل دید ہی ۱۲۔

لوگوں نے اس بڑے منڈپ کو جو ایک بلند چبوترے پر واقع تھا جہاں سے راجہ بڑے بڑے تہواروں میں تماشا دیکھتا تھا توڑ کر زمین کے برابر کر دیا اور تمام نقش و نگار کے پتھروں کو اُکھیڑ کر پھینک دیا۔ ان لوگوں نے آراستہ اور شان دار وٹھل سوامی کے دیول میں جو دریا کے کنارے واقع ہی بڑے بڑے انبار آگ کے لگا دیئے اور بے نظیر اور قابل دید پتھر کی صناعی کو برباد کر دیا۔ الغرض آگ اور تلوار۔ درانتی اور کلہاڑیوں سے ہر روز شہر کی تباہی اور بربادی کرتے رہے۔

شہر بیجانگر کے اطراف میں سرنگیں اور چور رستے

شہر بیجانگر کے اطراف میں بڑے بڑے پہاڑ اور سرنگیں اور چوڑے اور عمیق غار ہیں جو اندر ہی اندر تین تین چار چار کوس تک چلے گئے ہیں یہ رستے کہیں کشادہ کہیں کہیں تنگ۔ اکثر جگہ اندھیرا ہی اور بعض جگہ آفتاب کی روشنی بھی دکھلائی دیتی ہی۔ اکثر باشندگان بیجانگر ان مقامات پر جا کر چھپ گئے تھے اور رات کے وقت خفیہ طور پر شہر میں آکر سامان خورونوش خرید لے جاتے تھے۔ جب لشکریوں کو اس بات کی خبر ہوگئی تو ان لوگوں کو بھی پکڑنے لگے اور بے قتل کئے نہ چھوڑتے تھے چنانچہ رفیع الدین شیرازی اس واقعے میں موجود تھا وہ لکھتا ہی کہ ہم نے ایک دن تین چار لوگوں کو پکڑ لیا اُن سے بہت کچھ پوچھا لیکن اُنھوں نے اپنا حال کچھ بیان نہیں کیا جب بہت ایذا پونچائی گئی تو کہنے لگے کہ ہم لوگ فلاں پہاڑی کے غار میں چھپے ہوئے ہیں ہمارے بال بچے اور مال و اسباب بھی وہیں ہیں ہماری جان کا امن دے کر ہمارے ساتھ آؤ تو ہم تم لوگوں کو بہت سا روپیہ دیں گے۔ حرص بُری چیز ہوتی ہی ہم میں سے کئی لوگ اُن کے ساتھ ہو لئے۔ ہم نے اُن میں سے دو آدمی کے ہاتھ رسّی سے باندھ کر اُن کو آگے کر دیا ہم پیچھے پیچھے ہو لئے جب تھوڑی دور سرنگ میں چلے جا بجا متفرق سرنگیں نظر آنے لگیں ہم کو اندیشہ ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ کہیں واپسی کے وقت رستہ بھول نہ جائیں اور مفت میں جان جائے اس لئے جاتے وقت اپنے رستے پر کوئلے سے نشان کرتے گئے دو تین مشعلیں ہمارے ساتھ تھیں سُرنگ میں بالکل اندھیرا تھا بعض بعض سوراخوں میں سے روشنی کی جھلک نظر آجاتی تھی۔ اسی طرح قریب آدھ کوس کے اُس غار پُر خطر میں گئے ہوں گے

کہ ایک جگہ ایسی تنگ آئی کہ تین چار گز بہت مشکل سے بیٹھ کر گئے اُن دونوں شخصوں کو موقع ملا رسی چھڑا کر اندھیرے میں بھاگ گئے۔ سُرنگ میں بہت سے لوگوں کی آواز دُور سے آتی تھی لیکن اندھیرا گھُپ تھا کچھ دکھلائی نہیں دیتا تھا ہم لوگ ڈر گئے اور اندر جائیں تو شاید ہم کو پکڑ نہ لیں تھوڑے مال کی طمع پر اپنی جان عزیز کھونا مناسب نہیں ناچار وہاں سے انھیں کو ٹیلوں کے نشانات پر پلٹے اور اپنی جان سلامت لے کر واپس آ گئے۔

ایسی تباہی بربادی اور ویرانی خصوصاً اس طرح دفعتہً واقع ہونے کی مثال تمام دنیا کی تاریخ میں کہیں نہیں مل سکتی کہ آج جو شہر شان دار تھا اور جو دولت سے پھٹا پڑتا تھا اور جہاں کے باشندے نہایت مرفہ الحال تھے وہ کل اِس بے رحمی سے پکڑے گئے لوٹے گئے اور برباد کیے گئے ایسے شہر میں جو نمونہ بہشت تھا اور جہاں دن عید اور رات شب برات تھی خون کے ندّی نالے بہ گئے۔ یہ ایسے واقعات ہیں کہ قلم سے اُن کا بیان کرنا ناممکن ہے صرف تصوّر ہی سے دل کانپ جاتا ہے۔

سیزر فریڈرک کے چشم دید حالات ۱۵۶۷ء

سیزر فریڈرک ایک اٹلی کے سیّاح نے جو اِس شہر کی تباہی کے دو سال بعد ۱۵۶۷ء میں وہاں گیا تھا لکھا ہے کہ "شہر کو لوٹنے کے بعد مسلمان اپنے ملک کو واپس چلے گئے۔ ترمل راج نے پھر شہر کے آباد کرنے کی کوشش کی لیکن کچھ کامیابی نہ ہوئی اگرچہ چند لوگ دلاسا اور طمانیت دینے سے پھر اپنے اپنے مکانوں میں آ کر رہنے سہنے لگے مگر وہ بات کہاں شہر بیجانگر میں اب بھی کچھ مکانات باقی ہیں لیکن خالی اور ویران ہیں اور اُن میں سوائے بوریچوں اور جنگلی جانوروں کے کوئی نہیں رہتا" اتنا بڑا آباد اور متموّل شہر لٹا گیا تو ظاہر ہے کہ بے انتہا دولت لٹی ہوگی۔ کوٹو نے لکھا ہے کہ لوٹ میں علاوہ خزائن اور جواہرات کے ایک ہیرا انڈے کے برابر تھا جس کو عادل شاہ نے اپنے گھوڑے کی کلغی میں لگایا تھا۔ بیجانگر جیسے بڑے اور شان دار شہر کا یہ انجام ہوا جو آٹھ آٹھ آنسو بہانے کے قابل ہے اور جب کوئی اُن کھنڈروں میں جاتا ہے تو اُس کو سوائے حسرت اور افسوس اور سخت عبرت کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

پیچ خارے نیست کز خونِ شکاری سُرخ نیست
آفتے بود آں شکار افگن کہ از صحرا گزشت

یہ شہر پھر کبھی نہ پنپا اور اسی طرح اُجاڑا ور ویران اب تک پڑا ہی۔ اِس زمانے میں بھی بڑی بڑی اور مستحکم عمارات کے کچھ حصّے باقی ہیں۔ اب آبادی کا نام نہیں ہی یہ زراعت بھی اطراف کے دیہات کے لوگ کرتے ہیں۔ اس شہر میں جو خام مکانات بکثرت تھے وہ نیست و نابود ہوگئے اُن کی مٹّی کے ڈھیر موجود ہیں۔ لیکن قدیم ذرائع آبپاشی یعنی نہریں اچھی حالت میں ہیں اور اُن کی آبپاشی سے اب بھی بہت سے باغ اور کھیت سرسبز ہیں اور اُنھیں کی بدولت چاول اور نیشکر کی کثرت سے کاشت ہوتی ہی۔ شہر بیجانگر کا پتہ اب صفحہ دنیا پر باقی نہیں ہی اُس جگہ صرف چند جھونپڑوں کا جھرمٹ ہی جس میں کاشتکار لوگ رہتے ہیں اور اُس کی حیثیت ایک چھوٹے سے چھوٹے گاؤں سے بھی بدتر ہی۔ یہ لوگ یہاں گھسے ہوئے تھے اُدھر عماد الملک نے نظام شاہ کے علاقہ میں اودھم مچا رکھی تھی خوب لوٹ مار کر رہا تھا نظام شاہ نے رام راج کا سر عماد الملک کے پاس تہدیداً بھیج دیا۔ علی عادل شاہ نے رائچور اور مدگل دونوں پر قبضہ کرلیا اب کیا تھا اس فتح کے بعد ہی اور یہاں نظم ونسق بٹھا اپنے گورنروں کے سپرد کرکے مراجعت فرمائے بیجاپور ہوا۔

حصار شہر و جامع مسجد اور نہر آب بیجاپور کی تعمیر ۹۷۳ھ ۱۵۶۵ء

علی عادل شاہ بیجاپور سے بے شمار مال و دولت گھسیٹ لایا تھا اُس کو کار تعمیر قلعہ اور دیگر عمارات میں صرف کیا۔ شہر کا حصار باہتمام کشور خاں پختہ و سنگ بست تیار کرایا اور اطراف و جوانب سے تمام کاریگروں کو بہ کثرت طلب کرکے جمع کیا اور فصیل کے ایک ایک قطعہ کی تعمیر ایک ایک امیر کے ذمہ کردی بریں ہمہ حصار کی تعمیر میں برابر ڈہائی برس لگے۔ اِس کا دور چھ فرسخ عرض اٹھارہ گز اور بلندی آٹھ گز ہی۔ برج ایک سو بیس اور چھ ہزار کنگرے اور ستّر کھڑکیاں اور چھ دروازے ہیں جن میں سے مغربی دروازے کا نام مکّہ دروازہ رکھا اور باقی دروازوں کے مختلف نام بہ اعتبار مواضع ملحقہ کے رکھے اور حصار کے گرد ایسی عریض اور عمیق خندق بنوائی کہ جس کا پانی کبھی خشک نہ ہوتا تھا۔ جب حصار ۹۷۳ھ میں مکمل ہوگیا تو امرا اور وزرا نے

اور متمولوں اور مالداروں نے۔ اپنے مکانات اور محلات اندروں حصار بنائے۔ قلعہ کو پیشتر ابراہیم عادل شاہ نے بنایا تھا جس میں دو حصار اور دو خندقیں ہیں اس کے اندر تین بڑے بڑے باغ موسوم بہ باغ دوازدہ امام۔ علوی باغ۔ علی باغ بنوائے اور تمام شہر میں ہر امیر نے خانہ باغ لگائے کہ جن میں ہمہ اقسام کے میوہ جات موجود تھے۔ کشور خاں حسب الحکم شاہی ایک نہر دو فرسنخ سے شہر میں لایا اور قلعہ کے قریب ایک بڑا حوض جسے کارنجہ کہتے ہیں بنا کر اس میں پہنچایا جس سے تمام شہر سیراب ہوتا تھا اور سارا شہر بیجاپور سرسبز و شاداب اور گلگشت بنا ہوا تھا علاوہ اس کے شہر کے قریب شاہ پور بھی ایک نیا شہر آباد ہو گیا تھا جو تجارت کی منڈی تھا جہاں تمام تر تجار رہتے تھے اور لاکھوں روپیہ کا بیوپار ہوتا تھا جب شاہ پور آباد ہوا تو بیجاپور سے ایک فرسنخ کا فاصلہ تھا بعد میں آبادی بڑھتے بڑھتے شہر سے لگ گئی تھی۔ علاوہ اس کے ایک مسجد جامع بھی کشور خاں نے نہایت وسیع اور پر رونق بنوائی۔

علی عادل شاہ کی چڑھائی ملک کرناٹک پر

علی عادل شاہ کی بے چین طبیعت چپ بیٹھنے والی نہ تھی بیجانگر کی بے نظیر فتح نے آئندہ کی ہمت کو اضعافاً مضاعفہ بڑھا دیا اور اپنے بڑے دشمن رام راج کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دینے کے بعد اس نے بالکنڈہ[۵] اور نرمل کا رخ کیا اور دس جنوبی حصہ ملک کی مہم پر کشور خاں کو بیس ہزار سوار دے کر بھیجا۔

حسین نظام شاہ۔ قطب شاہ اور عماد شاہ تینوں کی چڑھائی بیجاپور پر

قطب شاہ نے جب دیکھا کہ علی عادل شاہ جدھر دیکھو ادھر ہاتھ ڈال دیتا ہے اور اس کے مقبوضات روز بروز بلا روک ٹوک وسیع ہوتے چلے جاتے ہیں اگر اس کی روک تھام نہ کی جائے تو ممکن ہے کہ آگے چل کر پھر اس کی مقاومت کی کوئی تاب نہ لا سکے اور ممکن ہے کہ ہمارے ملک کو بھی دبا بیٹھے ؎

سر چشمہ شاید گرفتن بہ بیل ۔۔۔ چو پر شد نہ شاید گزشتن بہ پیل

---

[۵] - بالکنڈہ ضلع نظام آباد میں قدیم بستی ہے جو حیدر آباد گوداوری ویلی ریلوے کے ونج پلی اسٹیشن سے قریب ہے اور سرو قار الامراء بہادر کی جاگیر ہے۔ نرمل بھی وہیں قریب ضلع عادل آباد کی ایک تحصیل ہے۔

قطب شاہ نے اونچ نیچ بتلا کر نظام شاہ کو ہموار کر لیا اور دونوں نے مل کر صلاح کی کہ یہہ
موقع بیجاپور پر حملہ آور ہونے کا بہت اچھا ہے میدان خالی ہے سارا لشکر بالکنڈہ کی طرف
جھک پڑا ہے۔ ایک دم ہم ٹوٹ پڑیں تو ضرور عادل شاہ کو نیچا دکھائیں گے اور سارا اُس کا
گھمنڈ ملیامیٹ ہوجائے گا۔ صلاح کی دیر تھی کہ فوراً دونوں نے بشرکت پسر تفاول خاں
مدارالمہام عماد شاہ شہر بیجاپور پر چڑھائی کر ہی دی۔ بادشاہ نے جب سنا کہ تینوں مل کر
لشکر کشی کر رہے ہیں تو خود فوراً دولت آباد سے چل کر قلعہ نلدرگ پر پونہچ مقابلہ کے لئے میدان
میں آگیا۔ اِن لوگوں کو جب بادشاہ کے نلدرگ آجانے کی خبر ملی تو راستہ کترا کر بیجاپور
پونہچ گئے اور شاہ پور کے حوض کے پاس جا کر پڑے اس خیال سے کہ شہر بالکل خالی ہے
فوج تو ملک کرناٹک میں گئی ہوئی ہے جو باقی تھی وہ بادشاہ کے ساتھ نلدرگ میں ہے اور حصار
شہر بھی ابھی مکمل نہ ہوا تھا یہ موقع شہر پر قبضہ کر لینے کا سہل ترین ہے۔ بادشاہ بڑا مستقل
مزاج تھا اُس نے جب یہہ خبر سُنی تو کچھ بھی ہراس خاطر نہ ہوا نہ خود نلدرگ سے آگے بڑھا
صرف شہر کی حفاظت کے لئے لشکر البتہ بھیجدیا۔ یہاں شہر کے امرا نے بھی کافی بندوبست
کر لیا تھا برجوں پر فوج چڑھا دی تھی اور دروازوں پر کافی انتظام رکھا تھا کہ دشمن شہر میں گھسنے
نہ پائے کہ چھ ہزار سوار نیزہ بردار اندرون شہر موجود تھے۔ غنیم آنے کے تیسرے دن اپنا
لشکر لے کر شہر پر چڑھا اور شہر کے اندر گھُسنے کا قصد کیا۔ شہر پناہ کے قریب آتے ہی ایک
توپ برج پر سے سر کی گئی جس سے ایک ہاتھی اور دو گھوڑے غنیم کے ضایع ہوئے۔ دشمن
پیچھے ہٹ کر چکر کاٹ کر سارواڑ وڈی کی طرف جھکے اُس دروازے پر جو امرا تھے اُنھوں نے
بھی پسپا کیا پھر دشمن نے منگلی دروازے کی طرف سے آنے کا قصد کیا وہاں بھی سپاہیوں
نے خوب مقابلہ کیا۔ ایک ہندی سردار فوج کا جس کا نام ہندیا تھا جس کے پاس دو ہزار
مادیان پری پیکر کا بے نظیر لشکر تھا جس میں سے کوئی مادیان تین سو ہن سے کم قیمت کی نہ تھی
خود تین سو سوار لے کر مقابلہ پر کھڑا ہوگیا اِن سے جنگ ہوئی بڑی تھی۔ مگر برابر غنیم کے
گھوڑے اور ہاتھی جو ملے یہ لوگ پکڑتے آگے بڑھتے چلے جاتے تھے کہ غنیم تمازت
آفتاب اور تشنگی سے جاں بلب ہوگئے اور انسان اور حیوان دونوں قریب المرگ ہوگئے

کہ دشمن نے اللہ پور کے حوض کی طرف رخ کیا کہ کسی طرح پانی مل جائے۔ کامل خاں اور
نصیر الملک اور میر محمد مقرب خاں جو اللہ پور دروازے کے حوالدار تھے انھوں نے اُدھر
جانے سے روکا اور غنیم کی فوج سے برابر مقابلہ ہوتا چلا جاتا تھا اور لوگ قتل ہوتے جاتے
تھے کہ ناگاہ مشرق کی طرف دور سے بہت سی گرد اُڑتی ہوئی نظر آئی جب قریب آئی تو
معلوم ہوا کہ لشکر ہے۔ مگر تردد ہوا کہ خدا جانے ہماری فوج ہے یا غنیم کی جب بالکل ہی نزدیک
آ گئے تو معلوم ہوا کہ کشور خاں بیس ہزار سواروں کے ساتھ کرناٹک کی مہم سے واپس آن
پونہچا ہے۔ اب کیا تھا عادل شاہ کی فوج کے دم میں دم آگیا ڈیڑھ سو ہاتھی اور چار پانچ ہزار
گھوڑے اور بہت سا اسباب کشور خاں کے ہاتھ لگا اور آن واحد میں غنیم کی فوج کو تتر بتر
کر دیا۔ دفعتہً بساط اُلٹ گئی قطب شاہ اور نظام شاہ کی سٹی بھول گئی کہ یا الٰہی کرنے کیا
گئے تھے اور ہوا کیا۔ اس ناگہانی آفت کا یہ نتیجہ ہوا کہ عادل شاہی فوج نے بہت سے لوگ
گرفتار کر لئے مولانا عنایت اللہ مدار المہام اور مولینا جمال الدین خزانہ دار نظام شاہ بھی
گرفتار ہوئے لیکن کامل خاں نے جو خادم قدیم نظام شاہ کا تھا سب قیدیوں کو نظام شاہ
کے پاس بھیج دیا اور کہلا بھیجا کہ حق نمک میں ادا کر کے عرض کرتا ہوں کہ بہتر یہی ہے کہ آپ
فوراً پلٹ جائیں دیر کا محل نہیں ایسا نہ ہو کہ راستہ گھر جائے اور پھر جا بھی نہ سکیں۔ اگر
کشور خاں کے ہاتھ یہ لوگ لگتے تو وہ کبھی رعایت نہ کرتا الغرض غنیم کا لشکر بھاگا اور کشور خاں نے
اُن کا تعاقب کیا راستے میں جو اونٹ گھوڑا وغیرہ ملا پکڑ لیا اور اس طرح کھدیڑتے ہوئے اپنی
سرحد سے باہر نکال دیا اور کشور خاں مع شاہ ابوالحسن کے پادشاہ کے حضور میں نذر گذراننے
پونہچا پادشاہ نے اس فتح یابی پر کشور خاں کو سرفراز فرمایا اور پادشاہ بخیر و خوبی داخل
دار السلطنت ہوا۔

مرتضیٰ نظام شاہ اور تمراج کی چڑھائی عادل شاہ پر

حسین نظام شاہ کا انتقال ہو گیا تھا اور مرتضیٰ نظام شاہ
تخت نشین ہو چکا تھا۔ عادل شاہ نے فرصت پا کر
تمراج ولد رام راج پر بجانب آناگندی چڑھائی کی ونکٹادری کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے
مرتضیٰ نظام شاہ اور اُسکی والدہ خونزہ ہمایوں کو لکھا کہ اس مملکت کو حسین نظام شاہ نے مجھے

دے دیا ہے مگر علی عادل شاہ براہ طمع اب مجھ سے چھین لینا چاہتا ہے یہ وقت ہے کہ آپ میری دستگیری کریں اور اس بلائے ناگہانی سے نجات دلائیں - مرتضیٰ نظام شاہ اور تمراج نے بیجاپور پر چڑھائی کردی - عادل شاہ ناچار آناگندی سے واپس آیا - اگرچہ مخالفین کو شکست پر شکست ہوتی تھی مگر بار بار وہ سمٹ سمٹ کر یورش کرتے تھے اور چاہتے تھے کہ کسی نہ کسی طرح عادل شاہ کو نیچا دکھائیں - عادل شاہ نے کشور خاں کو مع چندا اور امرا کے ان کے استیصال کے واسطے مقرر فرمایا - کشور خاں نے قلعہ احسن آباد میں بیٹھ کر لڑنا شروع کیا اور روزانہ لڑائی ہوتی تھی اور دونوں طرف کی جماعت کثیر ماری جاتی تھی ایک روز غنیم نے ایکا کرکے قلعہ کا محاصرہ کرلیا بعض امرا جو کشور خاں سے عناد رکھتے تھے انھوں نے طرح دی - کشور خاں خود لڑائی میں تھا مگر اکیلے اِن دونوں کا مقابلہ کرنا بہت مشکل تھا ہرچند کشور خاں نے حکم دیا کہ قلعہ سے توپیں سر کریں اور تفنگ چلائیں لیکن وہ لوگ بھی ملے ہوئے تھے تعمیل نہ کی سارے دن لڑائی ہوتی رہی آخر کار رات ہوجانے سے دونوں لشکر اپنی اپنی جگہ چلے گئے - کشور خاں نے اُسی وقت قلعہ دار کو پکڑ کر مار ڈالا - عادل شاہ کو جب اِن مشکلات کی خبر پونہچی خود یلغار پونہچا غنیم نے جب دیکھا کہ بادشاہ خود آگیا تو سب کی ہمتیں پست ہوگئیں مرتضیٰ نظام شاہ احمد نگر چلا گیا اُس کے جانے کے بعد عادل شاہ بیجاپور کو واپس آیا -

مرتضیٰ نظام شاہ اور علی عادل شاہ کی چڑھائی برار پر ۹۷۴ھ

خونزہ ہمایوں کے التماس پر علی عادل شاہ نے مرتضیٰ نظام شاہ کو ساتھ لے کر برار پر چڑھائی کردی - اور جا بجا لوٹ مار کرکے ملک کی بربادی کی اور موسم برسات میں بیجاپور واپس آگیا وہاں کے قلعہ کو سنگ بست بنوایا جو تین سال میں بنا -

کشور خاں کا قلعہ جات ماہ ورگ عرف دہارور و شاہ نور کی تعمیر ۹۷۵ھ ۹۷۶ھ

خونزہ ہمایوں کی حکومت اور اُن کے برادروں کی بے اعتدالی سے سلطنت نظام شاہیہ تباہ و برباد ہونے سے علی عادل شاہ کے منہ میں پانی بھر آیا - محمد کشور خاں کو اسد خاں لاری کا علم جس پر شیر و شرزہ کی شکل بنی ہوئی تھی اور منصب سرفراز کرکے بیس ہزار سواروں کی فوج دے کر روانہ کیا - کشور خاں نے بعض

پرگنوں کو تاحار قصبۂ کیج[۵] قبضہ کرلیا اور امرائے نظام شاہی نے اُسی قصبے میں شکست دی اور وہیں قلعہ دہارور کی تعمیر کی جس کی تفصیل یہ ہے کہ ناظرین پر سپہ سالار کشور خاں کی مردی اور مردانگی اور اُس کی متعدد فتوحات کچھ مخفی نہیں ہیں جس کی وجہ سے آئے دن سرفرازیاں ہوتی رہتی تھیں اور بادشاہ کے دل میں اُس کی بہت جگہ تھی اور سب امرا میں سربرآوردہ اور ممتاز تھا ایسا شخص لامحالہ محسود خلایق ہوتا ہے اور اُس کے ہزاروں دشمن ہو جاتے ہیں اور طرح طرح کے زور اُس کے اُکھیڑنے میں لگاتے ہیں۔ کشور خاں اِن ریشہ دوانیوں سے بے خبر نہ تھا وہ جانتا تھا کہ میں سب کی آنکھوں میں کھٹکتا ہوں اُس نے اس صحبت سے کنارہ کشی کا مصمم ارادہ کرلیا اور اِس غرض سے چاہتا تھا کہ بادشاہ کی خدمت گزاری کہیں الگ رہ کر بجالائے اُس نے علی عادل شاہ سے عرض کیا کہ نلدرگ سے دس فرسخ کے فاصلے پر نظام شاہ کی سلطنت کی سرحد پر قدیم زمانے میں ایک بہت بڑا قلعہ دہارور نام کا تھا جو اَب امتدادِ زمانے سے زمین کے برابر ہو گیا اگر ارشاد خداوندی ہو تو خانہ زاد از سرِنو اُس کی بنا کرتا ہے کہ اُس کی آڑ میں ہم بہت سے مقامات نظام شاہ کے لے سکیں گے۔ بعض لوگوں نے کشور خاں کی تائید کی اور بعضوں نے مخالفت۔ عادل شاہ نے کہا کہ اچھا قرآن شریف میں فال دیکھو۔ مولینا عنایت اللہ منصور شیرازی المخاطب بہ افضل خاں حاضر تھے بادشاہ نے اُن سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم فال دیکھو۔ فال میں آیت قتال نکلی۔ افضل خاں نے کہا اِس ارادے سے باز رہنا چاہیے کہ نتیجہ بجز قتال کے کچھ نہ ہوگا۔ کشور خاں اِس کام سے ہٹنا نہیں چاہتا اُس نے تاویل کی کہ اِس سے شرک کا واہمہ ہوتا ہے قتال کا تعلق ہم سے نہیں ہے بلکہ دشمن کی طرف روئے سخن ہے۔ حاضرین نے کہا کہ خدا تو منع کرتا ہے اور کشور خاں کو اپنی بات کی پچ ہے عادل شاہ نے کہا کہ کشور خاں جانے اور کلام اللہ جانے۔ کشور خاں چلا اور اُس کا ساتھ بہت سے امرا نے دیا ہر امیر کو ایک ایک برج دے کر قلعہ کی تعمیر شروع کی لیکن آنکس خاں زہر کے سے گھونٹ پی رہا تھا جو برج اُس کے سپرد تھا اُس میں اُس نے ایک چور راستہ رکھ دیا غرض تھوڑے دنوں میں قلعہ بن کر

---

[۵] کیج تحصیل مومن آباد ضلع بیڑ میں ہے۔ دہارور سے تین کوس کا فصل ہے۔

طیار ہو گیا جو اب قلعہ دہارور کے نام سے مشہور ہے قلعہ کی طیاری کے بعد توپ تفنگ اور منجنیق وغیرہ آلات حرب کو حسب قاعدہ جابجا چڑھا دیا اور نظام شاہ کے علاقہ سے چالیس ہزار کھنڈی[1] غلہ لوٹ کر بھر دیا اور اسی زمانے میں قلعہ شاہ نور کی بھی تعمیر ہوئی۔

قلعۂ دہارور پر مرتضیٰ نظام شاہ اور عادل شاہ کی لڑائی اور کشور خاں کا مارا جانا

نظام شاہ کو پہلے ہی سے عادل شاہ سے عداوت قلبی تھی کشور خاں کی اس کارروائی سے اور عناد بڑھ گیا وہ بھی اس کی توڑ پر لشکر جمع کرنے لگا اور چند دنوں بعد تین بادشاہ مل کر ایک جرار لشکر لے کر قلعہ کی طرف متوجہ ہوئے کشور خاں نے مکرر سہ کرر عادل شاہ کو عرایض لکھے کہ امرائے سلطنت کو حکم دیا جائے کہ فوراً اپنے اپنے لشکر لے کر فدوی کی مدد کو آن پہنچیں اور خود بدولت بھی اگر قدم رنجہ فرما کر یہاں سے تین چار منزل اُس طرف دریا کے کنارے خیام اور سراپردے نصب فرمائیں تو حضرت کے اقدام مبارک کی برکت سے غنیم کو شکست ہوگی۔ امراء نے بادشاہ کے حکم کی تعمیل تو کی لیکن جیسا چاہیئے امداد نہ دی کیوں کہ عین الملک اور نور خاں اور شاہ ابوالحسن اور بہت سے دوسرے امراء کشور خاں کے مخالف تھے اور کشور خاں کی نیک نامی کے خواہاں نہ تھے شاہ ابوالحسن تو در پردہ نظام شاہی کا متوسل تھا اُس نے بادشاہ کو آنے نہ دیا اور امراء سے یہ کہا کہ بھلا دہارور جانے سے کیا فائدہ آخر اس میں تمھارا بھی صرفہ ہے اور بصورت فتح نیک نامی کشور خاں کی ہوگی ہم کو کیا ملے گا رہی سہی وقعت بھی ہماری جاتی رہے گی اب بھی اُس کا طوطی بول رہا ہے جب تو خدا جانے کیا رنگ لائے بہتر یہ ہوگا کہ ہم خود نظام شاہ کے ملک پر چڑھائی کر دیں وہ اُدھر گتھ جائے گا دہارور پر چڑھائی کی اُسے مہلت ہی نہ ملے گی چنانچہ امراء اور لشکر نے احمد نگر کی راہ لی۔ نظام شاہ نے جب ان کی چڑھائی اور لوٹ مار کا حال سنا تو وہ امرائے عادل شاہی کی نااتفاقی کو تاڑ گیا کہ کچھ تو دہارور پر گئے ہیں اور کچھ اِدھر آئے ہیں اُس نے علاقہ جات میں اِن کی غارت گری کی کچھ پروانہ کی اور قلعۂ دہارور کی طرف متوجہ ہوا اور جنگ شروع ہو گئی۔ کئی روز تک لڑائی رہی ایک دن غنیم کے لشکر نے ارادہ

[1] بیس من کی ایک کھنڈی ہوتی ہے۔ ۱۲

کیا کہ جس طرح بن پڑے کشور خاں کو لینا چاہیئے اس کا بڑا ستم ہے کوئی وار اس کا خالی نہیں جاتا کشور خاں خود قلعہ کے دروازے کے سامنے ڈٹ گیا اور جب یہ ہلّا کرتے تھے تو سیکڑوں ہی کٹتے تھے اور سیکڑوں ہی مجروح ہوتے تھے کوئی سبیل قلعہ میں گھسنے کی بن نہ پڑتی تھی۔ انکس خاں اور آہنگ خاں دونوں نے چور راستہ جانوروں کی آمد و شد کے بہانے سے رکھے تھے۔ اُن میں سے دشمن کی فوج قلعہ میں گھس پڑی اور محافظوں نے بھی چشم پوشی کی نتیجہ یہ ہوا کہ نظام شاہ کی ساری فوج بلا دغدغہ اُن چور راستوں سے اندر گھس گئی۔ کشور خاں تو لڑائی میں مصروف تھا جب اُسے خبر ملی تو ہاتھ کے طوطے اُڑ گئے تن بہ تقدیر خود پا پیادہ ہو گیا اور جوہر مردانگی دکھانے لگا اُس کی شمشیر قاہرہ نے صفیں کی صفیں اعداء کی صاف کر دیں قضائے کردگار جانب مخالف سے کشور خاں کے ایک تیر زیر ناف ایسا کاری لگا کہ فوراً زمین پر غش کھا کر گر پڑا اس کا گرنا تھا کہ لشکر منتشر ہو گیا اور غنیم کشور خاں کا سر کاٹ کر مرتضیٰ نظام شاہ کے پاس لے گئے نظام شاہ نے حکم دیا کہ کھال کھینچ کر بھُس بھر دو اور لشکر میں گشت کراؤ۔ کہتے ہیں کہ جس دن یہ سانحۂ ہوش ربا ہوا کشور خاں زرہ پہن کر میدان جنگ میں جانے کو طیار تھا اور سوار ہو رہا تھا کہ ایک شخص کے ہاتھ میں دیوان حافظ تھا فال دیکھی تو شروع صفحہ پر یہ شعر نکلا ؎

کسیکہ تاج مرصع صباح در سر داشت　　نماز شام در اخشت زیر سر دیدیم

اس مضمون سے سخت ملول ہوا لیکن کرتا کیا جنگ میں گیا اور جو مقدر میں تھا وہ ہوا۔ نظام شاہ خوشی خوشی قلعہ میں آیا اور اپنے امرا کو جامہ اور خلعت دیئے۔ کشور خاں کا ایک حبشی غلام یاقوت نامی تھا حکم دیا کہ اس کو کشور خاں کا سر دے دو غلام نے عرض کی سب کو خلعت ملے اور نوازشات شاہی سے سرفراز ہوئے کشور خاں کو بھی خلعت مرحمت ہونا چاہیئے۔ بادشاہ نے کہا کہ تو کشور خاں کی کھال چاہتا ہے اچھا یہ بھی لے اور تن سے سر کو ملا کر کشور خاں

---

۱ - خان بہادر عبدالکریم خاں صاحب کمشنر کروڑ گیری (کسٹمز) حیدرآباد محروسہ سرکار عالی نظام کشور خاں ہی کی اولاد میں سے ہیں آپ اپنے جد امجد کا مقبرہ وغیرہ از سرِ نو تعمیر کرانے کی کوشش فرما رہے ہیں اور آپ کی حُسن توجہ سے خان مغفور کا عرس بھی بڑی دھوم سے ہونے لگا ہے اور ایصال ثواب کے لئے آپ نے حفاظ بھی مقرر کر دیئے ہیں

کے جنازے کو بیجاپور لے جانے کی اجازت دی اور وہاں شہر کے اندر اپنے بنائے ہوئے باغ میں دفن ہوا - امرائے سلطنت بیجاپور جو نمک حرامی سے جان بچا کر بھاگے تھے نظام شاہ نے اُن کا تعاقب کیا اور جو ملا اُسے تہ تیغ کیا چنانچہ عین الملک مارا گیا اور نور خاں قید کر لیا گیا جب اس افسوس ناک شکست اور ساتھ ہی اس کے کشور خاں کے قتل کی خبر بادشاہ کی سمع مبارک تک پونہچی بادشاہ از حد متاسف ہوا اور بے ساختہ اُس کی زبان سے نکلا کہ آخر کلام مجید کی فال نے کام تمام کیا اور اُسی وقت پھر لشکر کشی کا ارادہ کیا مگر جب معلوم ہوا کہ وہ سب اپنی دار السلطنت احمد نگر کو چلے گئے تو مجبوراً چندے انتقام لینے کو ملتوی کرنا پڑا -

تسخیر قلعہ ادھونی کشور خاں کے قتل کے بعد شاہ ابو الحسن ولد شاہ طاہر کی صلاح سے (جو کشور خاں کے بعد منصب جلیلہ جملۃ الملکی پر مامور ہو گیا تھا اور پھر وکیل السلطنت ہو گیا) انکس خاں کو آٹھ ہزار سوار اور پیادہ اور توپ خانہ دے کر قلعہ ادھونی کی تسخیر کے لئے بھیجا - اس قلعہ کو آج تک کسی مسلمان بادشاہ نے فتح نہیں کیا تھا - یہ قلعہ پہاڑ کی چوٹی پر بڑا وسیع اور رفیع بنا ہوا ہے اور از بس مستحکم ہے جس میں بہت سی عمارات اور شیریں چشمے ہیں جو بیجانگر کا راجہ ہوتا گیا اس قلعہ کو مضبوط کرتا گیا - اس وقت یہاں کا قلعہ دار رام راج کے علاقہ کا ایک امیر اکبر تھا رام راج کے قتل کے بعد یہی قابض ہو گیا اور کسی کو نہیں مانتا کرتا - انکس خاں سے کئی لڑائیاں ہوئیں آخر کار محاصرے نے جب مدت طول کھینچی اور ذخیرہ رسد کا صرف ہو گیا تو مجبور ہو کر قلعہ حوالہ کر دیا ادھونی کے تسخیر کے قبضہ کے ساتھ ہی اطراف و جوانب کے قلعہ جات بھی عادل شاہیوں کے قبضہ و تصرف میں آ گئے -

مرتضیٰ نظام شاہ اور علی عادل شاہ کا ملاپ اگرچہ پہلے ہی کئی دفعہ سلاطین عادل شاہیہ

نقیبہ حاشیہ صفحہ ۱۳۴ - شکر ہے کہ کشور خاں کے خاندان میں ایک ایسا ذی مرتبت شخص پیدا ہوا جس نے دادا کے نام کو روشن کیا اور جو محض اپنے آقا کی خیر خواہی اور سخت دیانت داری و راست بازی کی بدولت صرف اپنے قوت بازو سے آج مورد الطاف و عنایات شاہانہ ہے - اللھم زد فزد -۱۲

اور نظام شاہیہ میں باہمی میل جول ہو چکا تھا لیکن دیر پا نہ تھا اودھر ملتے تھے اُدھر لڑتے تھے
اِن آئے دن کی لڑائیوں سے دونوں کے ملک تباہ و تاراج ہوتے تھے۔ اِس مرتبہ شاہ ابو الحسن
اور خواجہ میرک دبیر اصفہانی المخاطب بہ چنگیز خان جو نظام شاہ کا مدار المہام تھا اِن
دونوں نے سعی بلیغ کی اور دونوں کے دلوں کو کدورت اور نفاق سے پاک کرکے ملادیا اور یہ طے
پایا کہ نظام شاہ ملک بیدر اور براڑ لے لے اور عادل شاہ اُسی کے برابر بیجانگر کی سلطنت
میں سے قبضہ کرے دونوں کا ملک وسیع ہو جاتا ہی پھر لڑائی جھگڑا کی نہ ہو اِس معاہدے
کے بعد دونوں پادشاہ دار الحکومت کو واپس گئے۔

مرتضیٰ نظام شاہ کا ملک براڑ کو فتح کرنا اور عادل شاہ کا علاقۂ بیجانگر نلگنڈہ وغیرہ پر یورش کرکے واپس آنا۔

نظام شاہ نے اِس معاہدے کی بنا پر لشکر فراہم کرکے براڑ پر چڑہائی کی۔ براڑ میں تفاول خاں کے بیٹے نے اپنے پادشاہ کو قید کر رکھا تھا اور ایک اودہم مچا رکھی تھی لوگ جان سے بیزار تھے
نظام شاہ کے جاتے ہی ٹوٹ کر ادھر آن ملے اور بلا جنگ و جدال کے آن واحد میں
نظام شاہ تمام ملک براڑ پر مسلط ہو گیا۔ اب اِدھر کی سنئے کہ علی عادل شاہ بیجانگر کی طرف
بڑہا راستہ میں جو مقامات ملے اُن کو لیتا ہوا نلگنڈہ[لف] پونچا اور محاصرہ کر لیا۔ اقوام ہنود جو
پارے گیر یا نایک واڑی کے نام سے مشہور تھے عادل شاہیوں کے لشکر میں ملازم تھے
اور اُن کی طرف لڑتے تھے بعد رام راج کے قتل کے خودسر ہو گئے تھے اور ان کی جماعت اِس
قوی ہو گئی تھی حتی کہ پندرہ ہزار سوار مسلح اِن کے پاس تھے یہہ لوگ ایک قسم کے لٹیرے
تھے جہاں زور چل گیا قابض ہو گئے اسی طرح نلگنڈہ پر قابض ہو گئے تھے۔ باہر سے رسد آنی
اُنھوں نے بند کر دی اور قلعہ کے لوگوں کو خود غلہ وغیرہ پونچاتے رہے عادل شاہ نے
اُس وقت اُن سے مقابلہ کرنا مناسب نہ سمجھا اور وہیں سے گلبرگہ کی طرف واپس ہوا اور
سیر کرتا ہوا بیجاپور پونچ گیا۔

لف سرکار عالی نظام کی مملکت کا ایک ضلع ہی۔ یہہ بستی دو بڑے بڑے پہاڑوں کے درمیان آباد ہی۔
حیدرآباد سے سیدھی سڑک نلگنڈہ کو گئی ہی اور بھون گیر اسٹیشن نظام سٹیٹ ریلوے بیجواڑہ سکشن سے بھی جاتے ہیں۔

علی عادل شاہ کی چڑھائی گوآ پر ۱۵۱۰ء

یوسف شاہ - اسمٰعیل شاہ اور ابراہیم عادل شاہ اول بیجاپور کے زمانِ سلطنت میں افواج عادل شاہی کو علاوہ ان سب غنیموں کے ساحلِ بحر پر ایک نئی طاقت سے مقابلہ کرنا پڑا - بندر گوآ[۱] اور اُس کے متصل مقامات سلاطین بہمنیہ کے تحت میں تھے لیکن اُن سے بغاوت کر کے یوسف عادل شاہ کے قبضے میں آ گئے تھے لیکن ۱۴۹۸ء میں واسکوڈاگاما نے دیکھا تو ساحلِ مشرقی ہند پر ایک بیڑا جہازوں کا پھرا کرتا تھا جس سے واسکوڈاگاما سے مٹ بھیڑ ہو گئی اور اُس نے اس بیڑے کے سردار ایک فرانسیسی یہودی کو گرفتار کر لیا - ۱۵۱۰ء میں آفونسو البوکرک ایک بیڑا جہازوں کا لے کر بندر گوآ کے مقابلے پر پونہچ گیا اور اگرچہ افواج بیجاپور نے روک تھام کی مگر پرتگالیوں نے قبضہ کر لیا اور دراتے گوآ میں گھس آئے - اِس واقعے کے تین مہینے بعد بیجاپور سے ایک بہت بڑا لشکر آن پونہچا اور اُس نے آتے ہی پرتگالیوں کو نکال دیا جو مجبوراً اپنے جہازوں پر چلے گئے لیکن قبل از ختم سال ۱۵۱۰ء پھر دوبارہ یورپ سے تازہ دم فوج بہت سے جہازوں کے گوآ کے محاذی آ پونہچے اور بڑی خوں ریز لڑائی کے بعد افواج بیجاپور کو بندر گوآ سے نکال باہر کیا لیکن مسلمان ایسے چمچڑ تھے کہ جہاں اُن کے سینگ سمائے وہیں رہ پڑے اودھر ایک حصہ شہر سے نکالا تو دوسرے

[۱] - بندر گوآ مدراس سے ۵۷۸ میل ہے - گوآ سے سات میل پانجم ہے جو پرتگالیوں کا دارالسلطنت ہے - گوے کی قدیم بستی یہاں سے دس میل ہے - پانجم بہت عمدہ قابلِ دید مقام ہے جہاں خوش نما باغات ہیں - گوے میں قدیم زمانے کے گرجے ہیں جن میں سے سینٹ کے ای ٹاؤ اور بام جیزز کے دو گرجے اب بھی اچھی حالت میں ہیں - بام جیزز کے گرجا میں سینٹ فرینسس زیویر کا مزار ہے جو گوآنیوں کا بڑا مقدس پادری تھا - جس نے ملاکا میں وفات پائی اور جس کی نعش یہاں لاکر ایک نقرئی تابوت میں رکھی گئی ہے - جس کی زیارت کے لئے لوگ دور دور سے آتے ہیں - بندر گوآ کا منظر - جہازوں کی کثرت - باغات کی بہتات - یہہ سب چیزیں قابلِ دید ہیں - گوآ میں مالِ تجارت بہت کثرت سے آتا ہے اور بہت بڑی منڈی ہے "کیسل راک" یہاں سے ساڑھے تین میل ہے - یہہ مقام برگانزا گھاٹ کی چوٹی پر ہے اور سطحِ سمندر سے ۱۹۰۷ فٹ بلند ہے - یہاں سرکار انگریزی کا کسٹمز ہاؤس اور نمک کا محکمہ ہے کیسل راک سے کالم (جو بائیں گھاٹ میں ہے) تک کا منظر اور آبشار دودھ ساگر قابلِ دید ہے - اِن مقامات کے برابر سمندر کے کنارے کنارے ریل دوڑتی ہے -

حصےؔ میں جا چھپے۔ البوکرک نے اپنی فوج کو اذن عام دے دیا اور مرد عورت حتیٰ کہ بچوں تک کو جو جہاں ملا تلوار کے گھاٹ اُتار دیا۔ تاریخ ہند میں ایسے سفاکانہ اور ظالمانہ قتل عام کی کوئی نظیر نہ ملے گی۔ جو جو مظالم پرتگالیوں نے ان کے ساتھ کیے اُن کے سننے سے بدن پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ سچ مچ خون کی ندیاں بہادیں البوکرک نے شہر کی محافظت کا بندوبست کر کے قلعہ اور مورچوں کو جہاں جہاں ضرورت تھی ازسر نو مستحکم کیا اور اپنی جگہہ خوب بندوبست کر لیا۔ ۱۵۷۰ء میں دکن کے سب بادشاہوں نے مل کر پرتگالیوں کے نکالے جانے کی جان توڑ کوشش کی۔ علی عادل شاہ نے ایک لاکھ فوج اور دو ہزار ایک سو چالیس ہاتھی لاکر شہر کا محاصرہ کر لیا اور کامل دس مہینے تک شہر کو گھیرے رہے مگر کوئی صورت فتح کی نظر نہ آئی ناچار ہار کر واپس جانا پڑا۔

پادریوں کی جماعت کے ہول ناک مظالم اور قتل عام

ایک تو بیجانگر کی تباہی نے گوآ کی تجارت کو بٹھا دیا اور دوسرا سبب یہ ہوا کہ پادریوں نے باشندوں کے مذہبی معاملات میں مزاحمت شروع کی اور ایک دم اُن کو ادائے فرائض مذہبی سے جابرانہ طریقے سے روک دیا مسجدوں اور دیولوں کو توڑ پھوڑ ڈالا۔ لوگوں کو بہت سخت پکڑا اور پریشان کیا اور طرح طرح کی تکلیفیں دینے لگے سب کو پکڑ پکڑ کر قید کر ڈالا اس پر بھی وہ لوگ اپنے مذہب پر قایم رہے تو اُن کو جان سے مروا ڈالا۔ لوگوں نے جب دیکھا کہ یہاں رہنا تو موت کے مُنہ میں رہنا ہے تو اکثر جلاوطن ہو گئے[۵۱]" ۱۵۶۷ء میں ملک دکن ہند کی ملکی حالت

[۵۱] - فریزر نامی سیاح نے ۱۶۷۵ء میں گوآ کے ہول ناک مظالم کا چشم دید حال لکھا ہے کہ میں ایک دن صبح کو اُس مقام پر گیا جہاں کہ پادریوں کا دارالقضا بنا ہوا تھا دارالقضا کیا تھا مقتل تھا۔ بازار کے بیچوں بیچ ایک بڑا بہت بھاری اونچا انجن سولی کی طرح کا کھڑا کیا گیا تھا جس کو ایک چرخ لگا ہوا تھا انجن پر پہنچنے کے لیے سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں اس کو سٹراپیڈو Strappado کہتے ہیں جس کے ذریعے سے سزا پہنچانے کا یہ طریقہ ہے کہ ایک بڑا شہتیر بلندی پر لگا ہوا ہے اس پر کھینچ کر انسان کو چڑھا دیتے تھے اور وہاں سے اُسے گرا دیتے تھے جس کے صدمے سے اُس کی ہڈیاں چورا چورا ہو جاتی تھیں۔ وہیں قریب ہی ایک دوسرا ایک جزیرہ تھا جہاں پادری کے فتوے کے موافق لوگوں کو زندہ آگ میں ڈال کر جلا دیتے تھے جن کے لیے یہ سزا تجویز کی جاتی تھی اُن کو

یہ تھی کہ اگرچہ دکن کے شاہانِ اسلام ہندوؤں پر پوری فتح پا چکے تھے لیکن پھر بھی اِن میں آپس میں پھوٹ چلی جاتی تھی اور گو ہر ایک کا ملک جدا جدا تھا تاہم ایک دوسرے کا جانی دشمن تھا بیجانگر کی بڑی سلطنت تو تباہ ہونے کے بعد وہاں کے لوگوں نے پین کنڈہ میں پناہ لی تھی - سدا سیو راجہ اب تک بھی ترمل راج کی قید میں تھا - تین بھائیوں میں سے صرف ترمل راج بچ گیا تھا اور وہی ٹوٹی پھوٹی حکومت کرتا تھا امرا سب کے سب ناراض اور بد دل تھے ہر شخص اُس کے جوے سے نکلنا چاہتا تھا - ساحل سمندر پر پرتگالیوں کی تجارت دم توڑ رہی تھی - تالی کوٹہ کی لڑائی کے بعد کے واقعات کو تاریخ فرشتہ میں حسب ذیل لکھا ہے -

"تالی کوٹہ کی لڑائی کے چند دن بعد بادشاہ رام راج کے ملک کی طرف بڑھے اور آنا گندی[لہ] تک پہنچ گئے لیکن اُن کی فوجیں بیجانگر میں جو دریا کے اُس پار سے جا داخل ہوئیں اُنھوں نے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۸ - دار القضا سے بھیجتے اور شیطان کا خوف ناک لباس پہنا کر لاتے تھے اور جلّاد کے حوالے کر دیتے تھے - بازار میں سوائے سور کے گوشت کے اور کسی قسم کا گوشت کاٹنے کی ممانعت تھی جو ہندو اور مسلمان دونوں کے لئے ایک غضب کا سامنا تھا - ایک اور سیاح لنس کوٹن Linschoten ۱۵۸۳ء سے ۱۵۸۹ء تک ہندوستان میں رہا ہے وہ بھی پادریوں کی انکوئی زیشن کے مظالم باشندگان کے قید کرنے اور تکلیف دہی کی تائید کرتا ہے - مخفی مباد کہ عیسائیوں کے رومن کیتھولک فرماتے ہیں Inquisition پادریوں کی اُس مقدس جماعت کا نام ہے جو برگشتہ اور مرتد لوگوں کے افعال اور مذہبی الزامات کی تحقیقات اور سزا دہی کے واسطے مقرر کی جاتی ہے - ۱۲ -

لہ - مدگل - تادرگیرہ - کنک گیری مقامات پر سے ہوتے ہوئے آنا گندی پہنچے جو (۵۵) میل کا فاصلہ ہے یہ سب مقامات ریاستِ سرکارِ نظام ضلع رائچور میں ہیں کنک گیری میں ایک بہت بڑا دیول ہے - یہ دیول بہت عالیشان اور خوشنما بنا ہوا ہے اور سمستان ملی حیدر کے تفویض ہے - اور ہر سال پھاگن کے مہینے میں ایک بہت بڑی بھاری جاترا ہوتی ہے - یہاں کا لکڑی کا رتھ بہت عظیم الشان اور قابل دید ہے جس میں نقش نگار اور تصویروں کی بڑی صناعی کی گئی ہے جو حال میں بارہ برس میں طیار ہوا اور اُس کی لاگت قریب دس ہزار روپیے کے بیٹھی ہے - سیکڑوں آدمی موٹے موٹے رسّے لگا کر کھینچتے ہیں اور پیچھے سے بڑی بڑی بلّیوں سے پہیوں کو ڈھکیلتے ہیں رتھ پر پوجاری سنکھ لے کر بیٹھتے ہیں اور دیو پر مورچھل جھلتے رہتے ہیں دس پندرہ ہزار آدمیوں کا

جاتے ہی شہر کو لوٹ ڈالا جو دریائے تنگ بھدرا کے اُس کنارے پر ہی اور عمارتوں کو مسمار کیا اور ہر طرح کا ظلم برپا کیا جب یہ لوگ شہر اور مضافات کو لوٹ مار کر تاراج کر چکے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۹ - مجمع ہوتا ہی - اس دیول میں اب تک پوجا جاری مقرر ہیں اور معاش من جانب سرکار عالی نظام جاری ہی - اس دیول کے اندر بڑے بڑے پتھروں پر سنسکرت میں کتبے موجود ہیں جن میں اس دیول کی تاریخ اور عطیات و انعامات کی کیفیت کندہ ہی - اس دیول کے برآمدے میں بڑے بڑے پتھر کے ستون گھوڑوں کی شکل کے بنا کر لگائے ہیں اور ان پر عورتوں کی مورتیں بٹھائی ہیں چھت پر ہزار ہا تصویریں بتوں کی پتھر میں تراشی ہیں اور بے انتہا محنت اور صرفے سے یہ کام پورا کیا گیا ہی اس موضع میں ایک عجیب و غریب باؤلی بھی ہی جو بہت بڑی اور نہایت عمدہ سنگ بست بنائی گئی ہی - اس باؤلی کے اطراف میں بطور برآمدہ کے دالانوں کے مکانات بنائے گئے ہیں کہ جن میں سیکڑوں آدمی ٹھیر سکتے ہیں اس باؤلی کا نام "لکھا" باؤلی ہی اور قابل دید ہی - نام سے معلوم ہوتا ہی کہ لاکھ روپیے کے صرفے سے بنی ہی اس کے علاوہ اس موضع میں ایک بہت بڑا سنگ بست حوض ہی کہ جس کا عمق ہاتھی سے زیادہ ہی اور اُس کے بیچ میں ایک برجی بنی ہوئی ہی - بیان کیا جاتا ہی کہ کشتی میں سوار ہو کر اس حوض کی سیر کرتے تھے اور اس برجی کے اندر بیٹھ کر تماشا دیکھتے تھے - ستان آناگندی کی مختصر تاریخ یہ ہی کہ تمراج پسر رام راج نے وقت شکست بیجاپور علی عادل شاہ کے پاس پناہ لی تھی - اُس نے معروضہ کیا کہ ونکٹادری رام راج کا جانشین بن گیا ہی اور وہ رفتہ رفتہ قوت حاصل کرنا چاہتا ہی اور ریاست کے تمام امراء و رؤسا اُسی کے ساتھ ہیں اور میں تن تنہا رہ گیا ہوں لہذا میری التماس ہی کہ بادشاہ جہاں پناہ مجھے ملازم رکھ کر قلعۂ آناگندی عنایت فرمائیں - بادشاہ اُسے اپنا بیٹا کہہ چکا تھا اُسے طلب فرمایا اور تسلی دی اور اُسی روز چتر و اثاثۂ سلطنت کہ لازمۂ راجگان بیجانگر ہی اُس کو دے کر حکومت آناگندی پر روانہ فرمایا آناگندی بیجانگر سے قریب تنگ بھدرا کی دوسری طرف ایک بڑا قصبہ اب بھی موجود ہی اور حصار مستحکم ہی بیجانگر سے بھی پہلے کا یہ شہر ہی - علی عادل شاہ نے بعد خرابی بیجانگر اس قصبے کو دوبارہ آباد کیا - چند دنوں میں وہاں اچھی آبادی ہو گئی - بھٹکے بھٹکائے لوگ کثرت سے آکر جمع ہو گئے - اسی سلسلے و خاندان کے راجہ یہاں اب تک قایم ہیں انگریزی علاقے میں تین گاؤں ان کو جاگیر تھے وہ تو حال میں ضبط ہو گئے اب ۱۸۶۲ء سے پانسو روپیے کی پنشن ملتی ہی اور سرکار نظام سے البتہ اکیس مواضع تخمیناً چالیس ہزار روپیہ سالانہ محاصل کے اب تک جاگیر ہیں - نواب سر سالار جنگ مرحوم نے دس ہزار روپیہ سالانہ پیشکش ان پر لگا دیا تھا مگر وہ بھی آج تک اُنھوں نے

ونکٹادری نے (جو لڑائی میں سے جان[5] بچا کر ایک دور دراز مقام پر قلعے میں پناہ گزیں تھا) نہایت عاجزی سے بادشاہوں کی خدمت میں صلح کے لئے عرض معروض کرائی اور جتنے مقامات کہ رام راج نے مسلمانوں سے لے لئے تھے ایک ایک کر کے سب واپس دے دیئے۔ فتح یاب مسلمانوں کو اور کیا چاہیئے تھا بیجانگر کی تو وہ اینٹ سے اینٹ بجا ہی چکے تھے اب اُس میں کیا دھرا تھا جو اُسے لیتے اِس پر رضامند ہو گئے اور رائچور پہنچ کر سب ایک دوسرے سے رخصت ہوئے اور اپنی اپنی دارالخلافت کو روانہ ہوئے راجہ بیجانگر کبھی اس جنگ کی آفت سے پنپ نہ سکا۔ شہر میں تو پہلے ہی دن کے وقت اُلّو بولتا تھا آدمی کا پتہ نہ تھا رہا ملک اُس پر جو جہاں کا زمیندار یا قلعے دار تھا دبا بیٹھا اور ہر شخص اپنی اپنی جگہ راجہ بن گیا۔ مشہور ہے کہ ۱۵۶۸ء میں ترمل راج نے سداسیو راجہ کو بھی مار ڈالا اور خود تخت پر قابض ہو گیا۔ فی الحقیقت راجہ سداسیو برائے نام ہی تھا جو کچھ کیا دھرا ان تینوں بھائیوں ہی نے کیا لیکن ترمل راج کو پھر بھی صبر نہ آیا اور سلطنت کی طمع میں ایسا سرشار تھا کہ سداسیو کی جان لے کر ہی چھوڑا۔ گو ترمل راج کا ہی راج تھا لیکن پھر بھی برائے بیت سداسیو کا نام چلتا تھا چنانچہ ویلور میں چار مقامات پر راجہ ہی کے نام کے سنگی کتبے موجود ہیں جن کی تاریخ مطابق ۵ فروری ۱۵۶۷ء درج ہے۔

قلعہ تورگل کی فتح ۹۸۱ھ / ۱۵۷۳ء علی عادل شاہ نے پھر جنگ کی طیاریاں کیں قلعہ تورگل کے لوگوں نے سر اُٹھا رکھا تھا اور بغاوت کی۔ یہ قلعہ رام راج کے علاقہ داروں میں سے ونکٹی ویپانی کے قبضے میں تھا۔ پانچ ماہ تک قلعہ کا محاصرہ کئے لشکر پڑا رہا جس سے قلعہ کے محصورین سخت تنگ آ گئے۔ اسی اثنا میں ایک بڑی بھاری توپ کے پھٹ جانے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۰۔ برابر نہیں دیا نہ سرکار سے مطالبہ میں کوئی تشدد ہوا اب بہ سہولت اقساط میں ادا کر رہے ہیں۔ اب یہی راجہ ہیں جو والی سمستان اناگندی ہیں اور یہی بیجانگر کے راجہ کے خاندان کی عظمت و شوکت کی یادگار رہیں دونوں سرکاروں میں اِن کا بہت عزاز واکرام ہوتا ہے ۱۲

[5] دوسری روایت یہ ہے کہ ونکٹادری تالی کوٹہ کی لڑائی میں مارا گیا اور تین بھائیوں میں سے صرف ایک ترمل راج ہی بچا اور یہی صحیح ہے فرشتہ نے غالباً سُنی سنائی بات لکھ دی ہے اور سہواً ترمل راج کی جگہ ونکٹادری کا نام لکھا گیا ہے ۱۲۔

سے قلعہ والوں میں از سر نو دم آگیا۔ علی عادل شاہ نے توپ کے پھٹنے کا الزام شاہ ابوالحسن
کے سر دھرا کہ اُس کی سازش اور غفلت سے اتنی بڑی توپ ضائع ہوئی اور اس قصور میں
اُسے معزول کر دیا اور کمال الدین حسین جس نے ولایت سے آکر قطب شاہیوں کے
ہاں معزز عہدہ پایا اور خطاب مصطفیٰ خاں اردستانی سے سرفراز ہوا اور وہاں چند دن نیک
نامی سے بسر کرکے قتل رام راج کے بعد اجازت لے کر بیجاپور کی سلطنت میں آگیا تھا اور ملازم
ہوا تھا امیر جملہ اور وکیل السلطنت مقرر کرکے تمام امور سلطنت اُس کے سپرد کر دیئے
مصطفیٰ خاں نے کرناٹک کے تمام سرکشوں اور متمردوں کو بہ حکمت عملی مطیع و منقاد بنا لیا۔
مصطفیٰ خاں نے بہت کوشش کی اور دو مہینے تک قلعہ کو محاصرہ کیے پڑا رہا محصورین
کو اس شرط سے امان دی گئی کہ ونکٹی ویسائی اور اُس کے بھائی بندوں کو قلعہ حوالے کر دیا
جائے بشرطیکہ وہ خود قلعہ سے مع اموال و اہل و عیال کے باہر نکل جائیں۔ مصطفیٰ خاں
نے ونکٹی اور اُس کے قرابت داروں کو سب کو تکلیف دے دے کے مروا دیا اور قلعہ ٹورگل
کا قبضہ کر لیا۔

قلعہ دہارور کی فتح سنہ ۹۸۱ھ / ۱۵۷۳ء قلعہ دہارور جس کا ذکر ہم پہلے لکھ آئے ہیں ضلع بیڑ صوبہ
اورنگ آباد میں ہے جو رام راج کے ایک علاقہ دار کے قبضہ میں تھا جو ونکٹادری کی مدد سے
بہت قوت و شوکت پکڑ گیا تھا۔ چھ ماہ کے محاصرے کے بعد وہ بھی مصطفیٰ خاں کی سعی سے
فتح ہو گیا اور سات مہینے تک بادشاہ اسی قلعہ میں مقیم رہا جب اُس نے اطراف کے مقامات
کو باغیوں سے پاک کر لیا تو بنکاپور کی طرف رخ کیا۔

قلعہ بنکاپور کی فتح سنہ ۹۸۱ھ / ۱۵۷۳ء رام راج کا تنبول بردار بلقب وزیر عرف ونکیا نایک قلعہ جات
بنکاپور، جیرہ اور چندر کوٹ وغیرہ پر قابض تھا جوں ہی اُس نے بادشاہ کے آنے کی خبر سُنی قلعہ
کے اندر جا بیٹھا اور اپنے بیٹے کو ایک ہزار سوار اور دس ہزار پیادے دے کر تمام جنگل و کوہستان
میں پھیلا دیا کہ لشکر اسلام میں باہر سے غلہ آنے نہ دیں اور جہاں تک ممکن ہو ان سے لوٹ
مار کریں اور ونکٹادری برادر رام راج کو ایک عریضہ لکھ کر بانگاؤں کو بھیجا کہ میں حضرت
ولی نعمت کی مخالفت سے پشیمان اور نادم اور اپنی تقصیر کا معترف ہوں اب میں مصیبت میں

گرفتار ہوں لشکر اسلام نے مجھ پر یورش کی ہے مگر اکیلا اُن کی تاب مقاومت کب لا سکتا ہوں
یہہ وقت ایسا ہے کہ آپ میرے قصورات کو معاف فرما کر بہ نفس نفیس میری امداد کو تشریف
لائیں تو میری عزت بچتی ہے ورنہ کہیں کا بھی نہ رہوں گا اور میں عہد کرتا ہوں کہ آیندہ کبھی آپ سے
انحراف نہ کروں گا اور مدۃ العمر گرویدہ احسان رہوں گا اور سال بہ سال معقول خراج رقم خطیر کا
دیتا رہوں گا - ونکٹا دری نے جواب دیا کہ تو رام راج کا بڑا منہ چڑھا تھا تیری تمردی اور سرکشی کی
بدولت چاروں طرف مخالفت کی آگ بھڑک گئی حتی کہ مسلمانوں نے چاروں طرف سے
گھیر لیا اور آناگندی اور چندرگیری جو مجھے دیا تھا اُسی کی سنبھال ہی مجھے مشکل ہے تیری مدد کیا
کر سکتا ہوں اگر دیکھو کہ زر نقد اور جواہر دینے سے یہہ بلا ٹلتی ہے تو ہرگز دریغ نہ کرو اور اگر باہم
صلح نہ ہو سکے تو خیر مرتا کیا نہ کرتا اپنی اطراف کے راجوں کو ایسا ملا لو کہ وہ تیرے بیٹے کی امداد پر
آمادہ ہو جائیں اور وقت بوقت چاروں طرف سے لوٹ مار اور آتش زنی شروع کر دیں اور
رات بے رات گشت لگائیں اکّا دکّا جو ملے اُس کا کام کٹار سے تمام کریں اور میں نے بھی تمھارے
ہمسایہ راجوں کو تمھاری امداد کے لئے خطوط لکھ دیئے ہیں کہ اس میں اُن کا بھی فائدہ ہے - اگر
لشکر اسلام نے تم کو قلعہ سے نکال دیا تو پھر کسی کی خیر نہیں سب کو ایک ایک کر کے فتح کریں گے
چوں کہ ونکٹا دری خود نہیں آیا اور محض جواب پر اکتفا کیا تاب وزیر کو نا امیدی ہو گئی
لیکن پھر بھی اُس نے ونکٹا دری کے صلاح پر عمل کیا اور غلہ اور رسد کی آمد چاروں طرف
سے بند کر دی اور ہر روز لشکر میں شور و غل مچتا تھا کہ چوروں نے آج گھس کر فلاں شخص کو
مار ڈالا - کرناٹک کے پیادے قزاقوں سے فائدہ کے لئے اپنی جان کی پروا نہ کرتے تھے
اور اپنے بدن پر تیل مل کر جہاں راستہ ملتا تھا گھس آتے تھے اور جو سامنے آیا انسان ہو یا
حیوان اُس کا کام کر دیتے تھے اور چلتے پھرتے نظر آتے تھے - لشکر والے ہر چند کوشش
اُن کی گرفتاری کی کرتے تھے مگر کوئی تدبیر کارگر ہوتی نہ تھی - ان دنوں میں عام شہرت تھی کہ
یہاں کے لوگوں کو ایسا جادو آتا ہے کہ مرگھٹ کی راکھ لا کر جہاں چھڑک دی سوتے ہوئے لوگ
ہوشیار نہیں ہو سکتے تھے اور اگر کوئی ہوشیار بھی ہو گیا تو وہ مبہوت رہتا تھا اور بات نہ کر سکتا تھا
القصہ یہہ بڑی حالت تھی اور قریب تھا کہ لشکر واپس جائے کہ مصطفیٰ خاں نے ہمت

چندہاری ان قزاقوں اور قحط کا یوں معقول انتظام کیا کہ چند امرائے ہنود کو جو ابراہیم عادل شاہ اور علی عادل شاہ کے زمانے میں اسی لشکر میں ملازم تھے اور جن کے پاس چھ ہزار سوار رہتے تھے ہنود کی فوج کے مقابلے کے واسطے مقرر کر لیا اور آٹھ ہزار پیادوں کو اطراف کیمپ کے ایک گز ہٹا کر بٹھا دیا اور سختی سے حکم دیا کہ سب تمام شب ہوشیار رہیں اگر کسی شخص کو لشکر کے باہر نکلتے دیکھیں فوراً اُسے قتل کر دیں اس ڈر سے لشکر میں سے تو کوئی باہر جا ہی نہیں سکتا تھا اگر کبھی پیادوں پر بڑکی ڈال کر اُن کو غافل کر کے چور اندر گھس بھی آئے تو لشکر میں غل شور پڑ جاتا تھا اور چور بھاگنے لگتے تھے اور بھاگے کہ مارے گئے اِس تدبیر سے چوروں کا تو انسداد قرار واقعی ہو گیا اور اِسی طرح رسد بھی آنے لگی اور برابر ایک سال تک لشکر اسلام اور ہنود کے لڑائیاں ہوتی رہیں اور ہزارہا آدمی مارے گئے۔ لشکر اسلام نے قلعہ کو گھیر رکھا تھا اور روزانہ جنگ ہوتی رہتی تھی قلعہ والے بھی آلاتِ آتش بازی کا استعمال کر کے نہایت استقلال سے مقابلہ کرتے تھے۔ انھیں دنوں میں بلّب وزیر کے بیٹے نے انتقال کیا اُس کا مرنا تھا کہ قلعہ والوں کا دل چھوٹ گیا اور پورے تیرہ مہینے محاصرے کو ہونے آئے اور رسد بھی چک گئی اور آئے دن کی لڑائی کے واسطے کون اپنی جان دے رفتہ رفتہ سب راجاؤں نے کنارہ کشی کی ناچار محصورین نے مصالحت چاہی پادشاہ نے حکم دیا فوراً قلعہ خالی کر دیا جائے۔ بلّب وزیر اور سب لوگ قلعہ چھوڑ کر جس کے جدھر سینگ سمائے ملک کرناٹک میں چلے گئے۔ علی عادل شاہ نے قلعہ پر قبضہ کرتے ہی ایک عالی شان مندر کو ڈھا کر بطریق مذہب امامیہ اذان دلوائی اور اُس جگہ اپنے ہاتھ سے ایک مسجد کا سنگ بنیاد رکھا اور اِس فتح کی خوشی میں مصطفی خاں کے مراتب اور بڑھے اور وہ خلعت جو سوائے اسد خاں لاری اور کشور خاں کے کسی اور کو نہ ملا تھا سرفراز ہوا اور اس کے بعد ملک کوکن کے بہت سے قلعے اُسی نواح کے فتح کیے۔ تین سال کے بعد بالم کنڈہ پر چڑھائی کی رای بیجانگر خوف زدہ ہو کر پن کنڈہ سے چندرگیری بھاگ گیا اس لڑائی میں عادل شاہ کو کامیابی نہیں ہوئی کیوں کہ پادشاہ گولکنڈہ ہندوؤں کی مدد پر تھا۔ ۱۵۷۹ء میں ابراہیم قطب پادشاہ گولکنڈہ نے اپنے معاہدے کے خلاف وین کنڈہ اور کنڈہ ویڑ۔ کاچر کوٹ اور کھم[۵] پر چڑھائی کی اور وہ تمام مقامات جو رود کرشنا کے جنوب میں تھے

[۵] حیدرآباد سے (۱۶۰) میل بجواڑہ لائین پر واقع ہے۔

فتح کر لئے۔

شاہزادہ ابراہیم کی رسم گل پوشی ۹۸۷ھ ۱۵۷۹ء

علی عادل شاہ کا کوئی فرزند نہ تھا اُس نے اپنے بھتیجے ابراہیم بن شاہ طہماسپ کو ۹۸۷ھ ۱۵۷۹ء میں اپنا ولی عہد مقرر کیا اور اسی سال حسب سنت حضرت ابراہیم خلیل شاہزادے کی ختنہ کی شادی بڑی دھوم دھام سے کی۔ جس رات شاہزادہ گھوڑی چڑھا اُس کو حسب دستور ملک دکن دولھا بنا کر لباس پر تکلف میں شب گشت نکالا۔ علاوہ ہر قسم کی آرایش کے ٹوکروں میں آتشبازی بھی شاہ بازار میں دو طرفہ آتش بازی کے جھاڑ لگائے گئے تھے۔ ٹوکروں میں اتفاقاً کوئی گُل پڑ جانے سے آگ لگ گئی جس سے سات سو تماشائی جل گئے لیکن خدا کی قدرت دیکھئے کہ زندگی باقی تھی جو شاہزادہ بال بال بچ گیا۔

علی عادل شاہ کی وفات ۹۸۸ھ ۱۵۸۰ء

علی عادل شاہ کی بہن تانی بی بی سلطانہ جو علی برید کی بیوی تھی لاولد فوت ہوئی اور تمام مال و اسباب اور دھن دولت برید کے ہاں رہ گیا۔ شرع کے مطابق علی برید کو جہیز واپس کرنا لازم تھا چنانچہ علی عادل شاہ کے مطالبے پر علی برید نے سوائے جواہرات کے سب واپس کر دیا۔ کمال خاں نے بادشاہ سے کہا کہ مجھ سے اور علی برید سے روابط قدیم ہیں اگر ارشاد ہو تو میں اپنی طرف سے کسی کو بھیجوں۔ بادشاہ نے کہا کہ ہاں حق تو ہمارا ضرور ہے۔ علی آقا سر خیل بیدر گیا اور چار مہینے کے بعد کچھ حصہ جواہرات کا مع دو غلاموں کے جو تانی بی بی کے پروردہ تھے ساتھ لایا۔ بادشاہ نے ان دونوں غلاموں میں سے ایک کو جو زیادہ ہوشیار تھا شب میں خلوت میں خفیہ حالات جواہرات اور متروکات کے پوچھنے کو بلوایا اُس وقت دو تین خدمتگار بادشاہ کے پاس حاضر تھے غلام نے آتے ہی بادشاہ کے سینے پر ایک ایسا خنجر مارا کہ پیٹھ کے پار ہو گیا بادشاہ مجروح ہو کر محل سے اُٹھا اور صحن تک پہنچا تھا کہ گر پڑا۔ رفیع الدین شیرازی محلات کا حوالدار اور خان سالار اور خزانہ دار تھا اُس کی نشست بھی موجود تھا اور افضل خاں اُسی وقت اُٹھ کر اپنے گھر گیا تھا قلعہ کے دروازے ہی تک پہنچا تھا کہ شور و فغاں برپا ہوا۔ رفیع الدین نے اندر آکر دیکھا تو بادشاہ خون میں لت پت پڑا ہوا ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ افضل خاں بھی سنتے ہی راستے سے واپس آیا

آتے ہی نبض پر ہاتھ رکھا دیکھا تو وہاں کچھ بھی نہ تھا سر پر خاک اڑانے لگا پھر ان دونوں نے
پادشاہ کو اٹھا کر محل میں لٹا دیا اور باہر آئے۔ قاتل نے اندر گھس کر حجرے کا دروازہ بند کرلیا
دوسرے دن اُس کو اور اُس کے ساتھ دوسرے خواجہ سرا کو بھی قتل کیا۔ رات ہی سارے
شہر میں کھلبلی مچ گئی اور ساری خلقت اُمنڈ آئی مگر قلعہ کے دروازے بند تھے اندر کوئی گھس
نہ سکا صبح سویرے نماز کے وقت امرا نے افضل خاں کو کہلا بھیجا کہ تمام رات ہم بے قرار پڑے
رہے اب تو دروازہ کھولئے اور آخر آپ کا ارادہ کیا ہے اور کس کو تخت پر بٹھلانا چاہتے ہیں
افضل خاں نے کہلا بھیجا کہ جو تم سب کی صلاح ہو وہی میری بھی ہے۔ سب نے صلاح مشورہ کرکے
مرتضیٰ خاں انجو کو دروازے کے پاس بھجوایا اور کہلا بھیجا کہ ہم سب نے کمال الدین فتح اللہ کو
وکیل کیا اور اس امر پر متفق ہیں کہ شہزادہ ابراہیم کو جو پادشاہ کا بھتیجا اور وارث ہے اور
جسے پادشاہ نے اپنے حین حیات ولی عہد مقرر فرمایا ہے تخت پر بٹھایا جائے اور آپ
بدستور وکیل السلطنت رہیں رہے دوسرے مناصب اُن پر حسب مناسب جس کو
چاہیں آپ مقرر کریں۔ افضل خاں نے کہا کہ مجھ سے اب اتنی بڑی خدمت کی سرانجام دہی
ناممکن ہے آپ کسی دوسرے کا انتخاب کریں۔ مرتضیٰ خاں نے کہا کہ اچھا آپ باہر نکل کر بات
چیت تو کریں۔ افضل خاں نے کہا دروازے پر خلایق کا بڑا ہجوم ہے ایسا نہ ہو کہ میں دروازہ
کھولوں اور کوئی ہنگامہ نہ ہو جائے بہتر یہ ہے کہ آپ اپنی طرف سے تین چار آدمی منتخب
کرکے لے آئیے۔ چنانچہ کمال الدین فتح اللہ۔ کمال خاں۔ مرتضیٰ خاں۔ پنجن خاں پسر خورد
کشور خاں جو کامل خاں کا داماد تھا اندر آگئے اور سب کی صلاح سے شہزادہ ابراہیم کو محل
مبارک سے لاکر تخت پر بٹھلا دیا اور سنہر زرنگار چتر شاہی جو لازمۂ سلطنت عادل شاہیہ تھا
لگایا گیا۔ پھر امرا نے نذریں گزرانیں اور عامۂ خلائق نے سجدہ شکر ادا کیا۔ اس کے بعد
امرا علما و فضلا نے پادشاہ کی تجہیز و تکفین کے بعد پادشاہ کی والدہ کے روضہ میں جو
شہر بیجاپور کے جنوب و مشرق کے کونے میں واقع ہے بروز شنبہ ۲۴ ماہ صفر ۹۸۸ھ دفن کیا
اور وہیں سلطان محمد عادل شاہ نے قبر پر چوکھنڈی تعمیر کرائی جو علی روضہ کے نام سے مشہور
ہے۔ رفیع الدین شیرازی ناقل ہیں کہ عام شہرت یہ تھی کہ کامل خاں کی سازش سے بادشاہ

مارا گیا - جس کی وجہ یہ تھی کہ کامل خاں جب سے منصب کار ملکی پر سرفراز ہوا تھا ایسا خود رائے
ہوگیا تھا کہ کسی کی سنتا نہ تھا - کمال خاں کی جاگیر قلعۂ گلبرگہ پر ایک سید کارپرداز مقرر تھا اُس سے
اور کامل خاں کے لوگوں سے کچھ جھگڑا ہوگیا اُنھوں نے خود غرضی سے بے چارے سیدؐ کو بیڑی ڈال کر
قید کردیا - اس بات کی شکایت بادشاہ کی سمع مبارک تک پہنچی - بادشاہ نے متواتر
چار دفعہ فرمایا کہ سیدوں کو اس طرح تکلیف دینا کچھ اچھی بات نہیں بہتر ہے کہ اُس غریب کو چھوڑ دو
لیکن کامل خاں نے کچھ نہ سنا اور جب جب بادشاہ نے کہا ٹال دیا - ایک دن بادشاہ کی سواری
برآمد ہوئی تھی - کامل خاں خواصی میں تھا - ناگاہ اُس سید کا باپ روتا پیٹتا بادشاہ کے
سامنے آگیا اور واویلا کرنے لگا کہ کامل خاں نے میرے لڑکے کو خواہ مخواہ ایک مدت سے
قید رکھا ہے اور کسی طرح نہیں چھوڑتا - بادشاہ بڈھے کی فریاد سن کر بہت برآشفتہ ہوا اور کامل خاں
کو ایک ایسی لات رسید کی کہ رفیع الدین جو بادشاہ کے پیچھے کھڑا تھا اُس پر جاکر اوندھے منہ گرا -
خیر بات گئی گزری ہوئی - بادشاہ نے آگے چل کر اس تذلیل کی بہت کچھ تلافی کردی مگر کمال خاں
کا سینۂ پُرکینہ کدورت سے پاک نہ ہوا اور اسی خصومت سے اُس نے بادشاہ کو مروا دیا - لیکن
تاریخ فرشتہ میں وجہ قتل کی کچھ اور ہی لکھی ہے کہ بادشاہ باوجودیکہ تمام اوصاف حمیدہ و خصائل
پسندیدہ سے متصف تھا لیکن عیاش بہت تھا اور خوبصورت لڑکوں کی طرف زیادہ مائل
تھا - بادشاہ نے علی برید کو کہلا بھیجا کہ "میں سنتا ہوں کہ تمھارے پاس دو خواجہ سرا صاحب
حُسن و جمال ہیں اُن کو بہت جلد ہمارے پاس بھیج دو" مالک برید نے چند دن عذر معذرت
میں ٹال دیئے لیکن آخرکار مرتضٰی نظام شاہ نے چڑھائی کردی اور عادل شاہ نے بھی ہزار سوار مدد
کے لئے بھیج دیئے مشکل یہ تھی کہ امیر برید خود ان خواجہ سراؤں کو بہت چاہتا تھا مگر اب جب کہ
جنگ و جدل کی نوبت پہنچی ناچار بہ جبر ستم ان دونوں کو بھجوا دیا - خواجہ سراؤں کو جس کام
کے لئے بلایا تھا وہ تاڑ گئے ان دونوں میں جو بڑا تھا وہ ایک چھری پاجامے میں چھپا کر لے
گیا رات کے وقت جب بادشاہ اور وہ خلوت میں گئے تو اُس نے بادشاہ کے پیٹ
میں بھونک دی ؎

دریغا کہ آن شاہ عالی نژاد　　　کہ در عدل مثلش بہ گیتی نزاد

بہ تیغ ستم نقد جان برفشاند — از و غیر افسانہ چیزے نماند
بجز خاک خوباں دریں دشت نیست — بجز خون شاہان دریں طشت نیست
جہاں باہمہ زینت و زیب او — نیرزد بدیں رنج آسیب او
چنیں ست آئیں گردندہ دہر — کہ بخشد بہ رغبت ستاند بہ قہر

یہ حادثہ عظمیٰ اور واقعہ کبریٰ شب پنجشنبہ ۲۳ صفر ۹۸۸ھ میں ہوا ملا محمد رضای مشہدی نے حسب ذیل تاریخ لکھی ہے۔

آہ کہ دست اجل در چمن عدل وداد — نخل فتوت بکند شاخ مروت برید
بر فلک خسروی گشت ازیں ماجرا — مہر کرم مختفی ماہ سخا ناپدید
خسرو عادل لقب شاہ علی نام آنکہ — ظلم بدوران او کس نشنید و نہ دید
وقت وداع جہاں تا نزود تلخ کام — از کف ساقی دہر جام شہادت چشید
منشی دوران غیب از پی تاریخ آں — بر سر دفتر نوشت "شاہ جہاں شد شہید" (۹۸۸ھ)

دوسرا مادہ تاریخ "ظلم دید" ہے۔ مدت سلطنت ۲۳ سال اور سن شریف سینتالیس سال تھا۔ رفیع الدین شیرازی نے جو اس دربار میں ایک مقتدر عہدے پر مامور تھا اس واقعہ کا بطور چشم دید ۲۴ صفر ۹۸۸ھ یوم دوشنبہ مطابق ۱۱ اپریل ۱۵۸۰ء میں ہونا لکھا ہے ؎

گویند بحشر گفتگو خواہد بود — واں یار عزیز تند خو خواہد بود
از خیر محض جز نکوئی ناید — خوش باش کہ عاقبت نکو خواہد بود

اِن دونوں روایتوں میں کون سی بات صحیح ہے اس کا علم تو خدا کو ہی ہے لیکن رفیع الدین شیرازی اور محمد قاسم فرشتہ استرآبادی دونوں کے اقوال میں آسمان و زمین کا فرق ہے مگر بمصداق صاحب البیت اَدریٰ بِمَا فی البیت۔ فتح الدین شیرازی رام راج کی لڑائی سے پانچ سال پیشتر اِس دربار میں ملازم ہوا تھا اور عمدہ خدمات سے سرفراز ہوا اور مراتب اعلیٰ پر پہونچا اور اکیس برس بادشاہ کی ملازمت میں رہا اور بیشتر اُسے شرف حضوری حاصل تھا وہ اپنا چشم دید واقعہ لکھتا ہے رہا محمد قاسم فرشتہ وہ اس واقعہ کے برسوں بعد اِس دربار میں آیا اور سنی سنائی بات اُس نے لکھدی۔ پس شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ اب ناظرین خود انصاف کر لیں۔

علی عادل شاہ کا کیرکٹر اور مختصر ذاتی حالات

رفیع الدین شیرازی جو خدمات خان سالاری و حوالداری و خزانہ داری محلات مختلف خدمات پر برابر اکیس سال تک معزز و ممتاز رہا اور ہمیشہ حاضر باشی اور ہم کلامی شاہ کا فخر رکھتا تھا راوی ہے کہ چار دانگ عالم میں بادشاہ کی سخاوت اور داد و دہش کا شہرہ تھا۔ علما و فضلا و شعرا و صلحا اور دوسرے مستحقین فارس و عراق و آذربائجان و عربستان و سائر ممالک کے جوق جوق آتے تھے اور اس چشمۂ فیض سے سیراب ہو کر چلے جاتے تھے ؎

ہر کجا چشمۂ بود شیریں   مردم و مرغ و مور گرد آیند

صرف اہل شیراز سے ہی مختلف اوقات میں دس ہزار لوگ آکر مالا مال ہو کر چلے گئے۔ ایک فقیر نے آکر ایک نسخہ کلام مجید کا نذر گزرانا اُس کو خزانہ عامرہ میں لائے اور ایک بڑا صندوق جس میں ظروف طلائی و نقرئی تھے اُس کے سامنے کھول دیا اس میں بعض برتن پانچ پانچ ہزار ہن کے تھے اور بعض دو دو ہزار کے اور حکم دیا کہ جو پسند ہو لے لو فقیر نے ایک ظرف پنج ہزاری اٹھا لیا ایک شاگرد پیشہ جس کا نام کان نیلچی تھا پیشگاہ خداوندی میں حاضر ہوا اور اپنی شادی کے واسطے خواہان امداد ہوا اُسی وقت اسّی ہزار ہن کی ارسال آئی تھی حکم دیا کہ جتنا اُٹھا سکتے ہو اس میں سے اُٹھا لو اُس نے سولہ بدرے اُٹھا لیئے جو ایک ایک ہزار ہن کے تھے لیکن وزن زیادہ تھا لے جا نہ سکا کچھ سر پر رکھے کچھ کندھے پر کچھ دامن میں باندھ لئے اور بہ مشکل روانہ ہوا تو کچھ تھیلیاں گر گئیں کچھ بوجہ سے پھٹ گئیں اور ہن بکھر گئے جیسے وہ سمیٹنے لگا آس پاس جو لوگ کھڑے تھے وہ بھی چننے لگے تین چار ہزار ہن اُن لوگوں کے بھی پلّے پڑ گئے اس طرح کے بیسوں قصے ہیں اگر لکھے جائیں تو ایک دفتر ہو جائے اور ہر روز سلام کے واسطے جو لوگ حاضر ہو کر اپنی خدمات کے متعلق عرض و معروض کرتے تھے تو سب کو علیٰ قدر مراتب انعام و اکرام ملتا تھا الغرض جس قدر روپیہ زر و جواہر اور اقمشہ خزانے میں جمع ہوتے تھے چند ہی روز میں وہ اس طرح داد و دہش میں ختم ہو جاتے تھے اور ہر شخص یہی سمجھتا تھا کہ بادشاہ کی عنایت مجھی پر زیادہ ہے۔ بعض وقت گفتگو میں اگر کوئی بات کاٹ کر دخل در معقولات دیتا تھا تو بادشاہ فرماتا کہ پہلے تم میری بات تو پوری سن لو پھر جو اعتراض ہو شوق سے کرو اور رحم و شفقت نرم دلی رقیق القلبی اس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ حکم

فرماتے تھے کہ باورچی خانے میں کوئی جانور ذبح نہ کیا جاوے کیا ضرور ہے کہ صرف مجھ اکیلے کے لئے اتنی بہت سی جانیں ذبح کی جائیں جس طرح ساری دنیا بازار سے گوشت خرید لیتی ہے ہمارے باورچی خانے کے واسطے بھی لیا جاوے اور خاص حکم تھا کہ خاصہ کا کھانا مٹی کے برتن میں پیش کیا جاوے باقی لوگوں کے واسطے رسم وقاعدہ کے موافق مختلف قسم کے برتنوں میں چنا جاوے تو مضائقہ نہیں۔ اسی طرح کھانے پہنے اور لباس میں مطلق تکلف نہ کرتا تھا بالکل مزاج میں سادگی تھی اکثر اوقات خالی زمین پر بیٹھ جاتا تھا ؎

ای ذوق تکلف میں ہے تکلیف سراسر   آرام سے ہیں وہ جو تکلف نہیں کرتے

ہر شخص سے نہایت خندہ پیشانی کشادہ دلی اور تواضع سے ملتا تھا۔ کھانے کو جو کچھ اور جیسا کچھ مل جاتا تھا کھا لیتا تھا کبھی بد ذائقگی کی شکایت زبان پر نہ لاتا تھا اگر کبھی کسی مصاحب نے بے مزگی یا نمک زیادہ ہونے کو کہا بھی تو ہنس کر کہتا تھا کہ خدائے تعالیٰ نے طرح بہ طرح کے کھانے نصیب کیے ہیں شکر نعمت بجا لانا چاہیے تاکہ اور زیادہ نعمت دے ع شکر نعمت ہائے تو چنداں کہ نعمت ہائے تو۔ اعتراض کرنا ناک بھوؤں چڑھانا کفران نعمت میں داخل ہے چنانچہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک دن چند ککڑیاں ایک کشتی میں لگا کر پیش کی گئیں۔ رفیع الدین نے ان کو چھیل کر بیج نکال کر چار چار ٹکڑے کر کے سامنے رکھ دیئے پادشاہ نے نہایت رغبت سے پانچ چھ قاشیں ذوق وشوق سے کھائیں اور ایک ککڑی میں سے تین ٹکڑے تو آپ کھائے اور ایک رفیع الدین کو دے کر کہا کہ تم بھی چکھو اس نے جو ہیں زبان پر رکھا ایسا کڑوا تھا جیسے کہ نیم سارا منہ کڑوا زہر ہو گیا۔ رفیع الدین حیرت میں تھا کہ ایک ٹکڑے نے اس کے حواس پریشان کر دیئے تو پادشاہ سے کیوں کر کھائے گئے کہ منہ تک نہ بنایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ پادشاہ سلامت کا صرف یہ منشا تھا کہ رفیع الدین کو در پردہ اس طرح تنبیہ کی جاوے کہ حاضرین میں سے کسی اور کو اس کی خبر تک نہ ہو اور رفیع الدین کو ہدایت ہو جاوے کہ وہ پھر کبھی ایسی حماقت نہ کرے کہ بے دیکھے بھالے دسترخوان شاہی پر کوئی ایسی ویسی چیز لگا دے۔

نقل ہے کہ ایک دن خاصہ کے وقت حسب معمول دسترخوان چنا گیا پادشاہ محل میں تھا

رفیع الدین اطلاع کرنے گیا دیکھا کہ خزانہ و شربت خانہ کے کچھ خدمت گار بیٹھے غریبا نہ کھانا
کھا رہے تھے بادشاہ کا گزر جو ادھر سے ہوا بہت گھبرا کر سب کھانا چھوڑ کھڑے ہو گئے بادشاہ
سلامت نے کہا نہیں نہیں بیٹھو اور خود بھی اُن کے ساتھ بیٹھ کر شریک طعام ہو گیا۔ کھانا
صرف جوار کی روٹی کچھ معمولی سالن اور چٹنی تھی۔ بادشاہ نے رفیع الدین کو آتے دیکھ
ہنس کر کہا کہ "بے منت شما شکم خود را پُر کردیم" ؎

زرفار رشوکت سلطاں نہ گشت چیزے کم | زالتفات بہ مہماں سرائے دہقانے
کلاہ گوشۂ دہقاں بہ آفتاب رسید | کہ سایہ بر سرش انداخت چوں تو سلطانے

اسی طرح لباس میں بہت سادگی مدنظر تھی۔ حاضر باش ملازم سفید لباس پہنتے تھے مخملی ٹوپی
اور کندھے پر ایک چادر ڈال کر سینہ پر اُس کے پلّے چھوڑ دیتے تھے پاؤں میں کف پائی چرمی
اور ہاتھ میں ایک چھڑی رہتی تھی۔ فرش فروش میں بھی تکلف مطلق نہ تھا اگرچہ کئی عمدہ محلات
سجے سجائے تھے مگر اپنی نشست کے واسطے ایک پرانا غالیچہ ہی بچھوا رکھا تھا لیکن جب کبھی
دوسرے ممالک کے ایلچی آتے تھے اور دربار ہوتا تھا تو البتہ تکلف کیا جاتا تھا اور مسند زرنگار اور
مخمل اور زربفت کے قالین بچھائے جاتے تھے اور انواع و اقسام کی آراستگی کی جاتی تھی اور ہر طرح کا
ادب اور تواضع اور مراسم شاہی ملحوظ رہتے تھے۔

نقل ہے کہ ایک دن خاصہ سے فارغ ہو کر حکیم الملک پر ٹیکا لگا کر بادشاہ سلامت بیٹھے
ہوئے تھے فتح الدین سامنے دست بستہ کھڑا تھا بادشاہ نے دامن پکڑ کر کھینچا اور فرمایا کہ بیٹھ
جاؤ کہو کیا خبریں ہیں دنیا مجھے کیا کہتی ہے اور اُن کی میری نسبت کیا رائے ہے؟ فتح الدین بادشاہ
کی عنایت بے غایت سے خدمت اقدس میں گستاخ بھی تھا دلیرانہ عرض کی کہ پیر و مرشد کو آج
تک جیسا کہ چاہیئے لوگوں نے نہیں پہچانا۔ اُس کا یہ جواب پسند خاطر عاطر ہوا اور مسکرا کر مجھے
چھاتی سے لگالیا اور کہا کہ اس بات کو ذرا تفصیل سے کھولو۔ اُس نے عرض کیا کہ حضرت کی
ذات مستجمع الصفات ہے عوام اس کو کیا جان سکتے ہیں۔ جہاں پناہ جب خدمت گاروں میں
تشریف فرما ہوتے ہیں اُنھیں کے مذاق کی باتیں کرنے لگتے ہیں اور بعض وقت اولیاء اللہ کی
طرح بطور الہام غیب کی باتیں زبان فیض ترجمان سے ایسی ارشاد فرمانے لگتے ہیں کہ لوگ

محو حیرت رہ جاتے ہیں اور جب علماء سے گفتگو فرماتے ہیں تو آپ کا مذاق و تبحر علمی ظاہر ہوتا ہے
اور علماء سے ایسی بے تکلف باتیں کرتے ہیں کہ جیسے کوئی بڑا ذی علم مباحثہ کرتا ہو وہ آپ کی
تقریر سن کر از بس محظوظ ہوتے ہیں۔ جب کوئی پولٹیکل معاملہ چھڑ جاتا ہو یا کسی ایلچی سے
گفتگو ہوتی ہو تو سکندر اور ارسطو کی دانش مندی گرد ہو جاتی ہو کَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ
پس جو شخص ایسی جامعیت کا خود ہو وہ حضرت کو کماحقہ پہچان سکتا ہو یا وشما کس قطار
میں ہیں۔ بادشاہ کا مذاق علمی بہت بڑھا ہوا تھا۔ اسی شوق کی وجہ سے ایک بہت بڑا کتب خانہ
جمع کیا تھا۔ قریب ساٹھ کاتب۔ خوش نویس اور مذہب و مجدول و مجلد و نقاش ملازم تھے
منتخب کتب جو بادشاہ کے زیر مطالعہ رہتی تھیں اُن کے چار صندوق سفر و حضر میں ہمیشہ
ساتھ رہتے تھے۔ اتفاقاً سفر میں ایک روز منزل پر دیر سے پہنچے اور موسلادھار مینہ برس
رہا تھا جس کے سبب سے لشکر متفرق ہو گیا تھا۔ بادشاہ جب اپنے خیمہ میں بیٹھا تو کتابوں
کے صندوقوں کی یاد ہوئی دریافت سے معلوم ہوا کہ خزانہ عامرہ کے ساتھ دوسرے کسی موضع
میں راستہ بھول کر چلے گئے ہیں۔ بادشاہ بہت ناراض ہوا اور کہا کہ بارہا میں نے تاکید کی
ہو کہ کتابوں کے صندوق ساتھ رکھا کرو مگر تم لوگوں کو مطلق اثر نہیں ہوتا۔ اُسی وقت ایک
امیر کو بھیجا کہ جاؤ ابھی صندوق لے کر آؤ اور جب تک صندوق آنہ لیئے بے چین رہا۔
نقل ہو کہ اکثر سہ پہر کے وقت بادشاہ نیم برشت انڈے کھایا کرتا تھا۔ فتح الدین روزانہ
بیس انڈے اُبلے ہوئے رومال میں باندھ کر بادشاہ کے حضور میں لے جایا کرتا تھا جس میں سے
کبھی گیارہ کبھی بارہ کی صرف زردی تناول فرماتے تھے۔ ایک دن حسب معمول انڈے اُبال
کر دیئے گیا تو سوائے دو کے سارے گندے نکلے وہی بادشاہ نے کھا لیئے پھر دوبارہ اور بیس
انڈے اُبال کر لے گیا سوء اتفاق سے اُس میں بھی ایک ہی اچھا نکلا باقی کل گندے ایک
انڈا کھا کر بادشاہ نے کہا کہ شاید میری تقدیر کا رزق اُٹھ گیا ہو اور ایسا ہی ہوا کہ اواخر عمر
میں اکثر اپنی موت کا ذکر فرمایا کرتے تھے چنانچہ ایک دن دسترخوان پر بیٹھے ہوئے ارشاد
فرمایا کہ بائیس برس سے میں اپنے پروردگار سے مانگتا تھا مگر میری دعا مقبول بارگاہ
خداوندی نہ ہوئی کُلُّ اَمْرٍ مَرْهُوْنٌ بِاَوْقَاتِهَا۔ الحمد للہ و المنۃ کہ اب مجھے

بشارت ہوئی کہ ہم نے تیری دعا قبول کی۔ فتح الدین کو بہت خوشی ہوئی اُس نے پوچھا کہ آخر وہ کیا
بات ہی بادشاہ نے نہایت بشاشت اور شگفتگی سے فرمایا کہ شہادت ہی۔ فتح الدین اپنے سوال
سے بہت پچھتایا اور نہایت رنجیدہ ہوا۔ بادشاہ نے کہا کہ تم بڑے بے وقوف ہو جس چیز کی
میں سالہا سال سے آرزو رکھتا تھا خدا نے مجھے میری منہ مانگی مراد دی تم کیوں آزردہ ہوتے ہو۔

نقل ہی کہ ایک دن ایک خادم نے آکر کان میں کچھ عرض کیا۔ بادشاہ نے فتح الدین سے
مخاطب ہوکر فرمایا کہ عورتوں کے واسطے لباس چاہتے ہیں دلوا دو۔ فتح الدین نے عرض کی کہ کس
قسم کا لباس دیا جاے فرمایا سفید لباس دلواؤ ملک دکن میں رواج ہی کہ بیواؤں کو لباس سفید ہی
پہنایا جاتا ہی۔ محلات سے تقاضا ہونے لگا فتح الدین نے خادم سے کہا سفید لباس دینے کا حکم
ہوا ہی خادم سر پیٹنے لگا کہ خدا جانے حضرت کو کیا ہوا ہی جو ایسی بدشگون باتیں زبان سے نکالتے
وہم نہیں آتا۔ پھر فتح الدین نے بادشاہ سے عرض کی کہ عورتیں سفید لباس کے لیے انکار
کرتی ہیں اور منحوس سمجھتی ہیں فرمایا کہ رو ما گفتیم در فلتیم تو ہرچہ صلاح بدانی بدانی

نقل۔ پرکوٹے میں دو خندقوں کے درمیان بادشاہ نے ایک مسجد تعمیر کرائی جس کا نام
غالب مسجد رکھا۔ ایک دن بادشاہ حوالی مسجد میں کھڑا ہوا تھا فتح الدین سے کہا کہ ہمارے جد امجد
اسمعیل عادل شاہ کی یادگار ایک تلوار خزانے میں رکھی ہی لاؤ وہ فوراً جاکر لایا تلوار کو نیام سے
نکال کر تھوڑی دیر ملاحظہ فرمایا اور کہا کہ آج میں نے کمر سے تلوار کھول دی اب پھر نہ باندھونگا
اس تلوار کو تم لے جاکر مسجد کی محراب میں لٹکا دو چنانچہ مدتوں لٹکی رہی۔

نقل۔ انہیں دنوں میں بادشاہ بیٹھا ہوا افضل خاں سے باتیں کر رہا تھا خان موصوف
سے کہا کہ چار ہزار ہن مولانا مصطفیٰ خاں کو دے دو کہ شیراز جاکر روضۂ امیر سید احمد بن حضرت
امام موسیٰ کاظم کی تعمیر کرائیں اور وہاں کے خدام کو تقسیم کردیں۔ فتح الدین کو تعجب ہوا کہ اُس کی
موجودگی میں خزانہ دار کو حکم نہ دے کر خاں صاحب کو کیوں ارشاد ہوا شاید تو ... نہیں ...
تم ہوتے کے خیال سے کہا ہو۔ بادشاہ نے اُس کا عندیہ معلوم کرکے فرمایا کہ تم کچھ فکر نہ کرو ان شاء اللہ
میری حیات تک خزانہ وفا کرے گا۔ مدت سے تین چار مہینے پہلے اسی طرح کی باتیں کیا کرتے تھے
اور اکثر فرماتے تھے کہ میں اب چند روز کا مہمان ہوں اور بہت جلد جانے والا ہوں۔ کبھی چند ...

فتح الدین پوچھ بیٹھا کہ کہاں تشریف لے جائیں گے بادشاہ تسلّی کے لئے کبھی فرماتے مکہ معظمہ کبھی مدینہ منورہ۔ بعض وقت کہتے کہ مجھے ایک ایسا عمل آتا ہی کہ چودھویں رات کو اگر کوئی شخص اُس عمل کو پڑھے اور چاند پر نگاہ جما کر آنکھ بند کر کے اپنے سائے کو دیکھے اگر حیات باقی ہی تو پورا سایہ نظر آئے گا ورنہ تن بے سر دکھلائی دے گا۔ اِن دنوں میں نے اپنے تن کو بے سر دیکھا ہی۔

عمارات ۔ اِس بادشاہ کے زمانۂ سلطنت میں بہت سے کام مفید رعایا و برایا ہوئے جن میں عمارات ذیل کی تعمیر بقید سال بتلائی جاتی ہی۔

عمارت	سنہ
بنائے قلعہ شاہ درگ المعروف بہ نلدرگ بہ اہتمام میر نعمت اللہ	سنہ ۹۶۶ھ / ۱۵۵۸ء
بنائے فصیل قصبہ شاہ پور متصل بیجاپور	سنہ ۹۶۷ھ / ۱۵۵۸ء
نہر آب رسانی بہ اہتمام کشور خاں	〃
بنائے شاہ برج و ماہ برج	〃
بنائے پریا محل	سنہ ۹۶۸ھ / ۱۵۶۰ء
بنائے گگن محل	سنہ ۹۶۹ھ / ۱۵۶۱ء
بنائے فصیل شہر بیجاپور	سنہ ۹۷۳ھ / ۱۵۶۵ء
بنائے باغ دوازدہ امام	سنہ ۹۷۴ھ / ۱۵۶۶ء
بنائے قلعہ دہارور از کشور خاں	سنہ ۹۷۵ھ / ۱۵۶۷ء
بنائے باغ فدک	سنہ ۹۷۶ھ / ۱۵۶۸ء
بنائے ظاہر خانی برج در رائچور	سنہ ۹۷۷ھ / ۱۵۶۹ء
بنائے قلعہ بنکاپور و شاہ پور	سنہ ۹۸۱ھ / ۱۵۷۳ء
بنائے مسجد جامع	سنہ ۹۸۵ھ

چاند باؤلی ۔ انند محل ۔ اپنا ذاتی مقبرہ ۔

قلعۂ رائچور کے ایک برج پر بھی ایک کتبہ اسی بادشاہ کے زمانے کا ہی جس پر کندہ ہی کہ طاہر خاں نے سنہ ۹۷۷ھ / ۱۵۶۹ء میں اس کی تعمیر کی اس میں بادشاہ کا پورا لقب ابو المظفر علی عادل شاہ کندہ ہی۔

افضل خاں شیرازی کے واقعات افضل خاں کا باپ شیراز کا عامل تھا جو نہایت مرد

سنجیدہ اور کارداں تھا۔ شیراز کے تمام حکام اور اکابر اُس سے امور عظام میں مشورت لیتے تھے
افضل خاں ابھی آٹھ سال ہی کا تھا کہ باپ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا مگر اُس کو دلی شوق حصول علم کا تھا
اور نہایت محنت اور کوشش سے اکتساب علم کیا اور علامۂ عصر میر فتح اللہ شیرازی سے دو سال
تک تلمذ رہا اس قلیل مدت میں وہ فارغ التحصیل اور اقران و امثال میں سر آوردہ نکلا۔ بتلاش
معاش اُس نے ہندوستان کا رُخ کیا اور علی عادل شاہ کے عہد میں بیجاپور پونہچا اور یہاں پونہچ کر
درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا چند طلباء اُس کے ساتھ آئے تھے اور بہت سے یہاں جمع
ہو گئے۔ شدہ شدہ اس کے علم و فضل کی خبر پادشاہ کی سمع مبارک تک پونہچی بادشاہ نے
یاد فرمایا اور دیکھ کر پسند کیا اور اپنے مصاحبوں میں رکھ لیا اور یہاں تک اُس کا دخل ہوا کہ
تمام امور ملکی اور مالی اُسی کی رائے پر طے ہوتے تھے۔ افضل خاں کے مدارج روز بروز بڑھنے لگے
یہاں تک کہ میر جملہ اور وکیل السلطنۃ ہو گیا اِس نے چن چن کر لائق اور تجربہ کار لوگوں کو جمع
کیا تھا اور ملک کے نظم و نسق کو ہر طرح سے درست کر دیا اور اپنے حسن خلق اور عمدہ مدارات
سے سب کو اپنا گرویدہ بنا لیا لیکن کوئی بڑی خدمت بجز لائق اور قابل شخص کے کبھی بھول کر
بھی کسی اور کو نہ دیتا تھا۔ شاہ ابوالحسن کو اُس کے بھائی نے بوجہ تمردی اور خودسری کے قید کر
رکھا تھا۔ مصطفیٰ خاں اور کامل خاں دونوں وزیر تھے اور مزے اور چین کرتے تھے ابوالحسن
کی مصیبت کا انھیں کچھ بھی خیال نہ تھا رفیع الدین شیرازی جو افضل خاں کا چچازاد بھائی تھا
خان سالار اور خزانہ دار اور حوالدار محلات پر مامور تھا اور اس طرح بادشاہ کی مجلس میں مثل شاہ
کمال الدین فتح اللہ شیرازی جو کامل فریس اور سید الملبیر تھا جو معقولات و منقولات میں
یگانۂ عصر تھا اور میر عزیز الدین فضل اللہ یزدی و میراں سرفرازی لالی اصفہانی و میر مرشد قلی
یہ سب بڑے بڑے مرتبے کے لوگ تھے اِن کے علاوہ خاص ملک دکن کے بھی ذی علم لوگ
مامور خدمت ہائے جلیلہ تھے اور اکثر پادشاہ کے سامنے مجلس درس اور مباحثہ کی ہوا کرتی
تھی۔ غرض افضل خاں کی بدولت علماء و فضلاء اور عقلاء کا ایک بے نظیر مجمع موجود تھا۔ اِن
لوگوں کے جمع ہونے کے پیشتر افضل خاں کے علم فضل سے کون واقف تھا۔ جب اتنے اتنے
بڑے نحر زماں جمع ہو گئے تب افضل خاں کا علم و فضل چمکا اور اُس کی قابلیت معلوم ہوئی

خصوصاً جب سے کہ بادشاہ نے شاہ کمال الدین کو شیراز سے بلوایا تھا اور صرف اُس کے لانے میں چالیس ہزار ہن خرچ ہو گئے تھے اُس کے آنے کے بعد علمی بحث و مباحثوں کی اور گرم بازاری ہوئی تب معلوم ہوا کہ افضل خاں کا پایہ علوم کس مرتبے کا ہے۔ یہ مجلس جس میں دو سو علما و فضلا رہتے تھے بادشاہ کی زندگی تک قایم رہی وظیفہ خواروں اور انعام داروں کی کوئی گنتی ہی نہ تھی۔ افضل خاں جب خدمت جلیلۂ وکیل السلطنت سے سرفراز ہوا تو اُس نے تین سو برہمن اور سات سو جاسوس تمام قلمرو کی خبر لانے کے لیئے مقرر کئے اور پل پل کی خبریں آیا کرتی تھیں۔ بادشاہ خود کہا کرتا تھا کہ جس دن سے افضل خاں نے ملکی کام اپنے ہاتھ میں لیا اُس دن سے میری آنکھیں کھلیں اور سلطنت اور حکمرانی کا لطف حاصل ہوا۔

حالات مصطفٰی خاں اردستانی

اس کا اصلی نام کمال الدین حسین تھا جو اردستان کا باشندہ تھا بتلاش روزگار ملک ہندوستان میں آیا آدمی نہایت معقول اور سنجیدہ تھا۔ ابراہیم قطب شاہ کے عہد میں گولکنڈہ پونہچا قطب شاہ نے اُس کے علم و فضل کو دیکھ کر بہت مہربانی کرنے لگا اور بہ تدریج اُسے خدمت جلیلۂ مدار المہام سے سرفراز کیا۔ مصطفٰی خاں نے اپنی بیدار مغزی سے مملکت کا وہ انتظام کیا اور اپنا ایسا سکہ بٹھایا کہ اُس کا طوطی بولنے لگا۔ قطب شاہ برائے نبیت رہ گیا مصطفٰی خاں کی بات بادشاہ بھی بلحاظ مصلحت وقت سنتا تھا۔ قطب شاہ ایک نہایت مدبر اور زبردست بادشاہ تھا اگرچہ سلطنت مختصر تھی مگر اُس سے وہ چند سلطنت رکھنے والوں کو وہ بات نصیب نہ تھی جو یہاں تھی۔ اگر سنگین و سترگ معاملہ پیش آجاتا تھا تو بادشاہ نہایت آسانی اور سلاست سے اُسے سلجھا دیتا تھا مصطفٰی خاں کو بادشاہ سے ایک قسم کی رقابت پیدا ہو گئی تھی۔ مصطفٰی خاں وکیل سلطنت رہا اُس نے بہت سا سامان اور جمعیت جمع کر لی تھی جس کی وجہ سے اُس کو غرور پیدا ہو گیا اور لوگ اُس کے غیر معمولی عروج سے جلنے لگے اور جوڑ توڑ چل کر بادشاہ کو اُس سے بدظن کر دیا بادشاہ نے مصطفٰی خاں کے معزول کرنے اور اُس کے مال و اسباب کے ضبط کرنے کا ارادہ کر لیا۔ مصطفٰی خاں کے کان میں بھی اس سازش کی بھنک پونہچ گئی وہ خود چاہتا تھا کہ کسی طرح اس مجھلے سے نکل جاؤں۔ اور کہیں اور چلا جاؤں۔

لیکن کوئی صورت گلو خلاصی کی بن نہ پڑتی تھی حسن اتفاق سے رام راج سے مقابلہ کا سنگین مرحلہ پیش ہوا کہ سب مسلمان پادشاہ آپس میں اتفاق کرکے اُس کو زیر کریں اور مصطفیٰ خاں نے قطب شاہ کو جہاد پر آمادہ کیا۔ قطب شاہ نے مصطفیٰ خاں کو نظام شاہ کے پاس ایلچی بنا کر بھیجا کہ پہلے اُسے ہموار کرے۔ مصطفیٰ خاں جب جانے پر طیار ہوا تو پادشاہ کے حضور میں آکر عرض کی خانہ زاد اب رخصت ہوتا ہے حضور نے مجھ ضعیف پر بڑی سرفرازی فرما کر اس مرتبت پر پونہچایا اب فدوی کی یہ آرزو ہے کہ بعد اُن امور کے باحسن الوجوہ طے کرنے کے مجھے حج کعبۃ اللہ وزیارت ائمہ طاہرین کی اجازت مرحمت فرمائی جائے تاکہ وہاں بیٹھا ہوا آپ کے حق میں دعاے خیر کرتا رہوں۔ پادشاہ نے درخواست قبول کی اور مصطفیٰ خاں نے قطب شاہ سے سب معاملات طے کرلئے اور شاہان اسلام کی مجتمعہ قوت سے جو رام راج کو تالیکوٹہ کے عظیم الشان لڑائی میں ناقابل تلافی نقصان پونہچا جس کی بدولت سلطنت بیجانگر صفحہ دنیا سے مٹ گئی اُس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ اس کے بعد مصطفیٰ خاں نے کشور خاں کے ذریعہ سے عادل شاہ کے پاس اور مولینا عنایت اللہ کی وساطت سے نظام شاہ کے پاس سفارش کرائی ادھر قطب شاہ کو اُس کا وعدہ یاد دلایا اور بحیلۂ حج کے خواستگار اجازت ہوا۔ قطب شاہ نے کہا کہ اچھا ذرا ٹھیر و مستقر پر پونہچ کر اجازت دی جاے گی۔

مصطفیٰ خاں جانتا تھا کہ مستقر پر پونہچ کر اجازت ملنا محال ہے۔ مصطفیٰ خاں اپنی بات پر اڑ گیا اور کشور خاں اور مولینا عنایت اللہ دونوں نے بھی بہ اصرار پادشاہ سے عرض معروض کی۔ پادشاہ نے بادل ناخواستہ اجازت دے دی لیکن مشکل یہ آن پڑی کہ مصطفیٰ خاں کے اہل وعیال مال ومتاع سب گولکنڈہ میں تھا پھر ان دونوں نے پادشاہ کو مجبور کیا پادشاہ ٹالنے لگا جب اصرار حد سے گزرا تو قطب شاہ نے سوچا کہ بددل نوکر دشمن برابر اگر اجازت نہ دوں تو عادل شاہ اور نظام شاہ سے ناحق کی بُرائی مول لوں آخر کار نہایت آزردگی خاطر سے پروانگی دی۔ مصطفیٰ خاں سیدھا گلبرگہ پونہچا اور وہاں ٹھیر کر اپنے بال بچوں کو مع مال واسباب گولگنڈہ سے بلوالیا۔ مشہور ہے کہ اسی ہزار ہن کا مال واسباب تھا اور بیس ہزار ہن کے جواہرات اور بارہ ہزار ہن نقد۔ پادشاہ کو مصطفیٰ خاں کی یہ حرکت کہ اُس نے بیجاپور سے تعلق پیدا کیا

بہت ناگوار ہوئی اُس کا محل تڑوا کر زمین کے برابر کر دیا نام ونشان باقی نہ رکھا صرف ایک
باورچی خانہ رہ گیا تھا جو پادشاہ کے باورچی خانے سے کم نہ تھا الغرض مصطفیٰ خاں بیجاپور میں
پونہچا اور علی عادل شاہ کے دربار میں داخل ہو گیا - پادشاہ نے ایک نہایت عالی شان محل رہنے
کو دیا اور بائیس ہزار سوار سرفراز ہوئے مدّتوں زمرۂ امراے عظام میں رہا - کشور خاں کی وفات
کے بعد مدار المہام ہو گیا اور کل کاروبار سلطنت کا مالک ومختار ہو گیا حتیٰ کہ پادشاہ نے
اپنی مہر کی انگشتری جو ہمیشہ ہاتھ میں پہنے رہتا تھا وہ بھی مصطفیٰ خاں کے سپرد کر دی اور جس
مہم پر جاتا تھا مصطفیٰ خاں ساتھ رہتا تھا مصطفیٰ خاں نے اپنی فراست اور کیاست سے
بہت سا ملک فتح کر لیا اور ہمیشہ ہم عصر سلاطین سے نام وپیام رکھتا تھا اور تحفہ تحائف بھیجا
کرتا تھا اور وہاں سے بھی اس کو تحفے آتے رہتے تھے - مصطفیٰ خاں کے زمانے میں بہت سا
حصہ بیجانگر کا حکومت عادل شاہیہ میں شامل ہو گیا اور سلطنت ایسی عروج وکمال پر پونہچی
کہ فی زماننا کوئی اور پادشاہ ملک دکن میں اُن کی ٹکر کا نظر نہ آتا تھا لیکن افسوس ہے کہ
مصطفیٰ خاں کے مزاج میں از حد غرور اور تکبر آگیا تھا اور ذرا ذرا سے قصوروں پر سخت ترین سزا
دیتا تھا چنانچہ ایک مرتبہ اس کے شفاخانے کے حکیم کے ہاں ایک رتی سومیائی کم ہو گئی تھی
بعد چند روز کے معلوم ہوا کہ فراشوں اور باورچیوں نے اُڑا کر آپس میں تقسیم کر لی تھی بائیس آدمی
اس سرقہ میں ملوث پائے گئے اُن کو ایسا پٹوایا کہ سب کے سب مر گئے اور ایسا منضبط اور
قائم المزاج تھا کہ سات سال کے قریب ملک دکن میں حکومت کی لیکن اس کے باورچی خانے
میں چینی کا ایک برتن بھی نہ ٹوٹا جب کسی نے توڑا فوراً اُس سے بھروا لیا - علی عادل شاہ
کی وفات کے سات مہینے بعد کشور خاں کے بیٹے نے کہ اُس کا نام بھی کشور خاں کوچک
تھا اپنی چار ماہہ حکومت میں مصطفیٰ خاں کو بنکاپور میں قتل کر ڈالا اور سارا مال ومتاع اُس کا
برباد کر دیا

بڑا ہیرا

جس زمانے میں کہ بھوج ترل نے چھ لاکھ ہن بھیج کر ابراہیم عادل شاہ کو
بیجانگر بلوایا تھا پھر رام راج کے ہموار ہو جانے سے پادشاہ کو اسّی لاکھ ہن اور ایک بڑا ہیرا

نذر دے کر واپس کر دیا تھا۔ پھر جب علی عادل شاہ رام راج کی ملاقات کو بیجانگر گیا تھا تو دوسری تحائف کے ساتھ اس نے یہ ہیرا بھی رام راج کو دے دیا تھا۔ یہ ہیرا وزن میں پندرہ مثقال اور اکیس درہم کا مربع ہتھیلی کے برابر تھا اس کے بیچوں بیچ ایک سیاہ رنگ کا تل تھا جو منحوس خیال کیا جاتا ہی۔ چنانچہ یہ ہیرا جب کشن رای بیجانگر کے پاس آیا تو چند ہی روز میں وہ عالم شباب میں یکایک مرگیا اور آگے چل کر اس کے خاندان سے سلطنت بھی منتزع ہو گئی۔ یہی ہیرا جب ابراہیم عادل شاہ کے پاس آیا تو آتے ہی وہ ایسا بیمار پڑا کہ تھوڑے ہی دنوں میں رخصت ہو گیا اور جب علی عادل شاہ نے رام راج کو دیا تو چار پانچ سال کے بعد ہی جو نتیجہ ہوا وہ تالیکوٹہ کی لڑائی سے ظاہر ہی۔ ایک مدت کے بعد خبر ملی کہ کوئی شخص بندر گوآ میں اُسی ہیرے کو فروخت کر رہا ہی اور قیمت ساٹھ ہزار ہن لگائی ہی لیکن پرتگالیوں نے اتنی بڑی مالیت کا الماس لینے میں پس و پیش کیا۔ علی عادل شاہ نے الماس لینے کے لئے اپنی خواہش ظاہر کی اور بیجاپور سے ایک عورت اصیلہ بی کو بھجوایا جو بڑی کٹنی تھی کہ کسی طرح مالک الماس کو بیجاپور لائے ابھی وہ آنے نہ پایا تھا کہ آنکس خان کے لوگوں کو معلوم ہو گیا انھوں نے ایک روز آدھی رات کو اس بیچارے کو بستر پر قتل کر دیا اور ہیرے کو لے کر گوے سے چل دئے۔ آگے چل کر ان لوگوں میں بھی آپس میں پھوٹ پڑ گئی اور کئی لوگ مارے گئے۔ اصیلہ ان لوگوں کے پیچھے لگی اور پتہ لگا کہ الماس مظفر آباد میں ہی۔ وہاں سے اُس شخص کو جس کے قبضے میں الماس تھا بڑ ہاوے چڑھاوے دے کر بیجاپور لائی۔ عادل شاہ نے اُس ہیرے کو خرید لیا۔ چند روز رکھنے کے بعد معلوم ہوا کہ یہ ہیرا ایسا منحوس ہی جس کے پاس رہا اُس کو تباہ کر ڈالا۔ اسی وجہ سے عادل شاہ نے اس ہیرے کو بذریعۂ شاہ طہماسپ روضۂ حضرت امام ثامن علی موسیٰ رضا پر نذر چڑھا دیا اس ہیرے کے پہنچنے کے چند روز بعد شاہ طہماسپ کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد اُس کا بیٹا اسمعیل شاہ خراسان کے تخت پر بیٹھا۔ ایک سال پانچ مہینے کے بعد وہ بھی چل بسا اس کے بعد سلطان محمد اور اُس کے بھائیوں نے ایران سے چار صندوق مرصع مرقد منور امام ہمام کے لئے بھجوائے اُن میں سے ایک پر یہ ہیرا جڑ دیا گیا۔ ابھی اُس صندوق کو

مرقد مبارک پر رکھ کر تین سال نہیں ہوئے تھے کہ عبداللہ خاں ازبک نے سمرقند سے خراسان پر چڑھائی کی اور تمام ولایت فتح کرکے شہر طوس میں پونہچا کہ جہاں مزار مبارک ہے اور شہر میں قتل عام شروع کردیا۔ خاص اندرون روضۂ مبارک کے چار ہزار سادات اور مقتولوں کو جو جان بچانے کے لئے روضۂ مبارک میں آن چھپے تھے اُن کو بھی قتل کرڈالا اور ایسی خوں ریزی ہوئی کہ آستانۂ مبارک سے خون کی ندیاں بہ گئیں۔ بے شمار مال واسباب اور خزانہ جو جمع کیا تھا وہ سب لوٹ لیا اور اس کے ساتھ یہ کم بخت ہیرا بھی عبداللہ خاں کے ہاتھ لگا یہاں اس ہیرے نے اپنی نحوست یہ دکھائی کہ چند ہی دن میں عبداللہ خاں بھی مرگیا۔

عبداللہ خاں کے بعد اُس کا بیٹا عبدالمومن خاں تخت نشین ہوا۔ اس ہیرے کی نحوست سے وہ بھی تھوڑے ہی دنوں بعد مرگیا۔ اس کے بعد یہ ہیرا کسی شخص کے ہاتھ لگا جس نے اس کو سلطان محمد بادشاہ روم کے پاس پونہچا دیا جو عین عالم شباب میں راہی ملک عدم ہوا اور جب تک روم میں رہا ہمیشہ ایران سے جنگ رہی جس میں سلطنت روم ہمیشہ مغلوب رہی اور مدتوں اس کی نحوست کے آثار باقی رہے۔

قدم نامبارک و مسعود　　گر بدریا رود برآرد دود
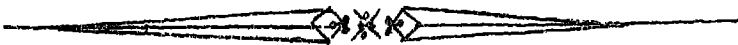
چھٹا باب

ابراہیم عادل شاہ ثانی بن طہماسپ الملقب بہ جگت گرو

۱۵۸۰ تا ۱۶۲۶ء

سنہ ۱۶۲۶ تا ۱۶۸۰ء

دراں قسمت کہ بخشش ہا نمودند | دو ابراہیم را زینت فزودند
یکے دولت سرائے دیں بیاراست | یکے شد کار ملک از عدل او راست
ازو گشت آتش شور زندہ ریحاں | وزیں نار ستم شد نور احساں
ازاں شد خانۂ در مکہ پر نور | وزیں ملک سلیماں گشت معمور
شکست آں یک بتِ آذر بجستی | وزیں یک دینِ احمد را درستی

ابراہیم عادل شاہ کی تخت نشینی

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ علی عادل شاہ نے تخت پر بیٹھتے ہی اپنے بھائی طہماسپ کی آنکھیں نکلوا کر نظر بند کر رکھا تھا۔ طہماسپ کے دو بیٹے تھے ایک ابراہیم دوسرا اسمٰعیل۔ علی عادل شاہ کو اپنے دونوں بھتیجوں سے محبت تھی اور اُن کی نگہداشت اور پرورش نہایت عمدگی سے کرتا تھا کہ شہید ہوا۔ بادشاہ کی اس طرح کی موت سے لوگوں کے دل دہل گئے اور تمام شہر میں کہرام مچ گیا اور تمام امرائے شہر سراسیمہ ہو گئے اور اپنی پریشانی کا اظہار کرنے لگے اور جدھر دیکھو دس دس پانچ پانچ کی ٹکڑیاں مشورہ کر رہی تھیں اور اب بحث یہ تھی کہ جانشین کون ہو۔ سب نے مل کر اس معاملے میں افضل خاں سے امداد چاہی۔ افضل خاں نے فوراً ایک مجلس شوریٰ امراء و اراکین سلطنت کی منعقد کی اور سب نے بالاتفاق

فیصلہ کیا کہ بادشاہ مرحوم کے بھتیجے ابراہیم کو جو وارث احق تھا تخت نشین ہونا چاہیئے چنانچہ اسی طرح بلا چون و چرا از درنگ شاہزادہ ابراہیم کو تخت شاہی پر بٹھا چتر شاہی فرق مبارک پر بلند کیا حاضرین دربار نے نذریں گزرانیں ؎

آں مژدہ کہ اقبال ہمی داد وفا شد وآں کام کہ ایام ہمی خواست برآمد

ابراہیم عادل شاہ ثانی لقب ہوا - یہ بادشاہ جگت گرو کے نام سے مشہور ہے اور بعض جگت گیر بھی کہتے ہیں جس کے معنی وہی ہیں جو عالمگیر کے ہیں تخت نشینی کے وقت بادشاہ کا سن شریف صرف نو سال کا تھا - بشرے سے نہایت ذی فہم اور فریس سنجیدہ اور متین معلوم ہوتا تھا - جلوس کے پہلے ہی دن صبح سویرے سے سہ پہر تک دربار ہوتا رہا جب برخاست ہوا اور محل میں جانے لگا تو ایک مصاحب نے عرض کی کہ آج اتنی دیر تک آپ جلوس فرما رہے ہر آئینہ مزاج والا کسل مند ہوگا فرمایا کہ نہیں جو اہم ذمہ داری خداوند تعالیٰ نے مجھے سپرد فرمائی ہے بھلا اس میں اب آرام کی گنجایش کہاں ہے ؎

شاہ را بہ بود از ساعت عمر سے کہ درو داد کند قدر یک ساعت صد سالۂ زہد

کامل خاں کا عروج اور قتل بادشاہ بوجہ کم سنی کے تمام مہام سلطنت کا بار اکیلا کیونکر اٹھا سکتا تھا کامل خاں پہلے ہی سے ایک سربرآوردہ رئیس اور امرائے مقتدر سے تھا - اب وہ پورا ریجنٹ ہو گیا اور قلعہ بھی اس نے اپنے ایک متوسل کے سپرد کر دیا - پہلے تو اس بادشاہ کی تعلیم و تربیت چاند بی بی سلطان زوجۂ علی عادل شاہ کے سپرد کر دی اور امرا و اعیان سلطنت سے نہایت فراخ دلی اور کشادہ پیشانی سے پیش آنے لگا اور ہر روز سوائے چہار شنبہ اور جمعہ کے پادشاہ کو دربار میں لا کر امور سلطنت طے پاتے تھے اسی طرح خیر و خوبی سے دو مہینے گزر گئے لیکن جوں جوں پاؤں جمتے گئے اور عروج بڑھتا گیا زیادہ تر خود مختار ہو گیا اور بادشاہ کو بالائے طاق بٹھا کر سارے نظم و نسق مملکت کا مالک بن بیٹھا - خزانۂ عامرہ بالکل اپنے دست قدرت میں کر لیا جو چاہا اٹھا یا جس کو چاہا دیا لیا پوچھ کون سکتا تھا نوبت بہ ایں جا رسید کہ رفتہ رفتہ اپنا سارا گھر بھر لیا اس کے ساتھ ہی دماغ فلک ہفتم پر پہنچ گیا کسی سے سیدھے منہ بات نہ کرتا تھا بادشاہ کی کچھ ہستی اس کے سامنے نہ تھی ؏ -

بوئے زلنیم بادہ بس ست مستاں را

چپکے چپکے زر و جواہر کے صندوق پر متصرف ہوتا چلا گیا۔ رفیع الدین حوالہ دار کہ خیر خواہ ملک تھا اُس نے زر و جواہر کی فہرست ٹانکنی شروع کی۔ کامل خاں نے اُسے ڈانٹا کہ تو کون ہے جو اِس طرح دیکھ ریکھ کرتا ہے میں جانوں میرا کام۔ سب سے پہلے حرم محترم اور محلات کی خبر لی اُن کے مقررہ وثائق میں کانٹ چھانٹ کی اور اسی طرح منشیوں وغیرہ کی تنخواہیں بھی روک دیں حتیٰ کہ ملکہ چاند بی بی سے بھی پرخاش کرنے اور کھلم کھلا مخالفت کرنے لگا۔ چاند بی بی کو کامل خاں کی بلند پروازی اور خودسرانہ حرکات سخت ناگوار ہوئیں اُس نے ارادہ کر لیا کہ جس طرح ممکن ہو اُس کو نکالنا چاہیئے۔ ملکہ کے ساتھ بہت سے لوگ ہو گئے جن کا ناطقہ کامل خاں نے بند کر رکھا تھا۔ ملکہ نے حاجی کشور خاں کو جو کمال خاں کا فرزند اور ایک نامی گرامی ارکان دولت میں سے تھا کہلا بھیجا کہ تو کیا عورتوں کی طرح چوڑیاں پہنے بیٹھا ہے کیا تجھے غیرت وحمیت نہیں کہ کامل خاں نے ایسی اودھم مچا رکھی ہے اور اُس کے ساتھ ہی ساڑی چولی اور چرخہ بھیج دیا کہ بہتر یہ ہے کہ تو ساڑی چولی پہن کر چرخہ کاتا کر۔ کشور خاں کو بڑی غیرت آئی اور اس طعن کی تاب نہ لا سکا۔ چاند بی بی کا پیغام کیا تھا گویا جلتے توے پر چھینٹا یا کسی نے کلیجے میں بھالا مارا اُسی دن سے آب و خور حرام کر لیا۔ صلاح و مشورت کر کے بہت سے لوگوں کو ہموار کر لیا۔ کامل خاں کو جب اس سازش کی خبر لگی تو اُس نے مطلق پروا نہ کی اور کہا کہ میں اِن گیدڑ بھبکیوں سے کیا ڈرتا ہوں اور جب کبھی سُنا کہ آج فلاں جگہ اتنے لوگ جمع ہوئے اور یہ صلاح ہو رہی ہے تو اُسے ایسا دولت کا نشہ چڑھا ہوا تھا کہ اُس کے کان پر جوں بھی نہ چلتی تھی۔ افضل خاں نے بھی بہت کچھ اونچ نیچ سمجھایا کہ تم کو ایسا نہ چاہیئے مگر ؏

میں نہ سمجھوں تو بھلا کیا کوئی سمجھائے مجھے

الغرض جب سب ٹھیک ٹھاک ہو گیا تو کشور خاں ایک دن چند من چلے لوگوں کو اپنے ساتھ لے کامل خاں کی تلاش میں چلا دیکھا تو کامل خاں سبز محل میں بیٹھا ہوا دربار کر رہا تھا جب اُس نے دیکھا کہ ٹھٹ کا ٹھٹ خلقت کا گھسا چلا آ رہا ہے تو گھبرا کر شاہی عمارات کے پیچھے چھپتا چھپتا قلعے کے دروازے تک پہنچا دیکھا تو دروازہ بند تھا فوراً خندق میں کود پڑا جو پانی سے بھری ہوئی تھی اور تیر کر نکل گیا اور باغ دوازدہ امام میں جو خندق سے لگا ہوا ہے جا پہنچا

کسی نے اُسے پہچانا بھی نہیں وہاں سے جھپٹ کر فصیل شہر کے پاس پونہچا جو بارہ گز بلندی اور دستار اور کمربند اور شال کو بٹ کر رسّی کی طرح بنا فصیل کے کنگرے سے مضبوط باندھ اُتر گیا اور اپنے مکان میں جو قلعے کے باہر تھا جا پونہچا اور بھاگنے کی طیاری کرنے لگا۔ تھوڑی دیر تک قلعہ ہی میں کامل خاں کو پوشیدہ مقامات میں ڈھونڈتے پھرے کہ دروازہ قلعہ کا بند ہی ہیں کہیں دبک گیا ہوگا مگر جب معلوم ہوا کہ خندق کود کر شہر پناہ سے اُتر کر اپنے گھر کی طرف چل دیا ہی پھر دیر کیا تھی ساری خلقت محل کی طرف جھک پڑی۔ یہ خبر پاتے ہی کامل خاں کے ہاتھ جلدی میں جو کچھ زر و جواہر لگا سے احمد نگر کی طرف چل نکلا جب یہ لوگ پونہچے تو معلوم ہوا کہ سونے کی چڑیا ہاتھ سے نکل گئی ہی۔ کشور خاں نے کامل خاں کے پیچھے فوراً سواروں کو دوڑایا کہ دیکھو جانے نہ پائے۔ کامل خاں ابھی دو کوس بھی جانے نہ پایا تھا کہ دشمنوں کے نرغے میں گھر گیا۔ جب اُس نے دیکھا کہ اس طرح بلا میں گھر گیا تو اُس نے بھی مقابلہ کیا اور خوب جان توڑ کر لڑا اور بہتوں کو مارا کہ ایک مشہور بہادر شیر بچہ نامی نے کامل خاں کو گھوڑے سے گرایا کامل خاں نے ایک ایسی تلوار ماری کہ شیر بچہ کا کام تمام ہوگیا آخر اکیلا کر کیا سکتا تھا اور لوگوں نے یہ بھی خیال کیا کہ ایسا نہ ہو کہ پیچھے سے فوج آکر کامل خاں کو چھوڑا لے سب نے مل کر کامل خاں کا سر کاٹ لیا اور سارا مال و اسباب ضبط ہوگیا بہت سا کشور خاں نے تصرف کر لیا۔ کامل خاں نے صرف دو مہینے بارہ دن حکومت کی تھی کہ یہ مصداق سہر کمانے راز والے اس قدر جلد اس نوبت کو پونہچا ع قضا سے آسمانست ایں و دیگر گوں نہ خواہد شد۔

کامل خاں کی جگہ افضل خاں کا نامزد ہونا

کامل خاں کے قتل کے بعد کشور خاں۔ مرتضیٰ خاں۔ انجو۔ شاہ قاسم۔ غالب خاں۔ معتبر خاں و دیگر امرا و معززین شہر سب آپس میں مل کر مشورہ کرنے لگے کہ کامل خاں کی جگہ کس کو مقرر کیا جائے۔ باتوں ہی باتوں میں معاملہ طول کھنچا اور تلوار چل گئی محل شاہی میں بھی یہ معاملہ درپیش تھا کئی آدمی مارے گئے ؎

رنج کی جب گفتگو ہونے لگی	آپ سے تم تم سے تو ہونے لگی
چاہیے پیغام بر دونوں طرف	لطف کیا جب دو بدو ہونے لگی

کشور خاں افضل خاں کے تقرر پر نہایت زور دے رہا تھا جو خود اس مجلس سے الگ تھلگ تھا لیکن ابھی کچھ فیصلہ نہ ہونے پایا تھا کہ جس کی لاٹھی اُس کی بھینس خود بہ خود افضل خاں کو کامل خاں کا جانشین بنا دیا جس سے در پردہ تمام حکومت کشور خاں ہی کے ہاتھ میں رہی کہ وہ دونوں ایک جان دو قالب تھے۔

مرتضیٰ نظام شاہ اور قطب شاہ و رایان بیجانگر کی لوٹ مار سرحد بیجاپور پر

مرتضیٰ نظام شاہ اور قطب شاہ اور رایان بیجانگر تاک لگائے ہوئے بیٹھے تھے امراء کی اس قسم کی خانہ جنگیوں کی خبر سن کر اُن کو میدان خالی ملا بہ مصداق خانۂ خالی را دیو می گیرد چو طرف لشکر کشی کر کے لوٹ مار کرنے لگے۔ کشور خاں نے افضل خاں کو ان دشمنوں کے مقابلے اور مدافعت پر جانے کے لئے آمادہ کیا کہ سوائے افضل خاں کے اور کوئی ان مہمات کو سر نہ کر سکتا تھا۔ افضل خاں لشکر آراستہ کر کے پہلے قطب شاہ کے مقابلے کو پہنچا امرائے عادل شاہی مثل عین الملک آنکس خاں و امرائے حبشی اخلاص خاں حمید خاں دلاور خاں بھی بعد میں پہنچ گئے اور بڑی بھاری لڑائی کے بعد عادل شاہ کو فتح حاصل ہوئی بعد میں مرتضیٰ نظام شاہ کی طرف رُخ کیا کہ اُس کے علاقہ کا سر نوبت بہزاد الملک پندرہ ہزار سوار لے کر چڑھ آیا جو بہت کچھ جنگ و جدل کے بعد پسپا ہوا آخر کار بہت سے لوگوں نے جا کر قلعۂ دہارور میں پناہ لی۔ افضل خاں نے اُن کے پیچھا کرنے کا ارادہ کیا تھا کہ وہیں خبر ملی کہ کشور خاں بیجاپور میں گل کھلا رہا ہے اور انواع و اقسام کے فتنہ و فساد برپا کر رہا ہے اور جس جگہ دیکھو اپنے متوسلوں کو بھر دیا ہے کہ اسی اثناء میں متواتر ان دو فتحوں کی خبر پہنچنے سے اور بھی کو دنے لگا سب نے صلاح کی کہ یہاں سے واپس چل کر چند دنوں قلعۂ شاہ درگ میں ستائیں اتنے میں سب امراء وہاں اکٹھے ہو کر صلاح مشورہ آیندہ کے کاروبار کے متعلق کریں گے کہ کشور خاں کا حکم پہنچا کہ نظام شاہ کے لشکر سے جو ہاتھی غنیمت میں ملے ہیں وہ فوراً بھیج دئے جائیں سب امراء نے صلاح کی کہ کشور خاں کو کیا اختیار ہے کہ ہم سے ہاتھی چھینتا ہے اُنھوں نے چاند بی بی سلطانہ کو معروضہ لکھا کہ مصطفیٰ خاں کو صوبۂ بنکا پور سے بُلا کر حسب سابق وکیل سلطنت مقرر کیا جاوے کہ کشور خاں سے ہمارا ناک میں دم ہے اس سے صحبت براری

ناممکن ہے - چاند بی بی نے بھی اس درخواست کو منظور کیا اور مصطفیٰ خاں کو بلا بھیجا۔

مصطفیٰ خاں اردستانی پر کشور خاں کی چڑھائی اور قتل

کشور خاں کو جب یہ کیفیت معلوم ہوئی کہ سب امرا اُس کی اُکھاڑ پچھاڑ پر تُلے ہوئے ہیں تو اُس نے چند امرا کے ساتھ ایک مختصر سی فوج بہ سرکردگی امین خاں مصطفیٰ خاں کی سرکوبی کو بھیج دی۔ مصطفیٰ خاں بے چارہ مبتلائے رنج و آلام جہاں سر چھپانے کی جگہ ملی ہندوؤں کے پاس کے قلعہ میں چلا گیا - بنکاپور کے قلعہ کا دروازہ اس ڈر سے کھول نہ سکتے تھے کہ کہیں کشور خاں گھس نہ آئے مصطفیٰ خاں کو قلعہ میں لے لینے کے لئے فصیل پر سے ایک رسّی لٹکا دی تھی مصطفیٰ خاں اس کے سہارے سے چڑھ رہا تھا کہ خبر پاتے ہی کشور خاں کا لشکر پہنچ گیا اور آدھی دور چڑھا تھا کہ پاؤں پکڑ کر گھسیٹ لئے اور قلعہ بنکاپور میں قید کر دیا اور آخر کار قتل کر دیا۔ روایت ہے کہ بنکاپور میں ایک مشہور منجم تھا اور ہمیشہ اُس کی پیشین گوئی صحیح پڑتی تھی - چنانچہ قلعہ بنکاپور مسلمانوں کے قبضے میں آنے سے پیشتر اُس نے کہہ دیا تھا کہ بیس سال کے بعد مصطفیٰ خاں اس قلعہ کو فتح کرے گا اور ہندوؤں کے قبضے سے نکل جائے گا اور ایسا ہی ہوا یہ خبر مصطفیٰ خاں نے سن کر اُس منجم کو بلوایا اور نہایت تلطف و مہربانی سے کہا کہ ہمارا زائچہ تو دیکھو نجومی نے زائچہ دیکھ کر افسردگی سے اپنا سر جھکا لیا مصطفیٰ خاں نے کہا کہ جو کچھ نکلا ہو سچ سچ بتا دو منجم نے کہا کہ فلاں سال میں بیجاپور کا ایک امیر آپ کی جان کا دشمن ہو جائے گا اور اسی قلعہ میں آپ مارے جائیں گے آپ کا قاتل بھی تھوڑے ہی دنوں میں بیجاپور سے ماہ۔ تلنگانہ کو بھاگ جائے گا اور وہیں مارا جائے گا۔ یہ پیشین گوئی لفظ بلفظ پوری ہوئی یہ مصطفیٰ خاں یوں مارا گیا۔ اور کشور خاں آگے جا کر تھوڑے ہی دنوں بعد گول کنڈہ میں قتل کیا گیا۔

چاند بی بی قید میں

چاند بی بی نے جب کشور خاں کی اس نالائق حرکت کا حال سنا کہ اُس نے ہمارے حکم سے سرتابی کی تو بہت بگڑی اور کھلے الفاظ میں کشور خاں کو دغا بازی کا ملزم قرار دیا۔ لیکن کشور خاں کا پلہ بہت بھاری تھا اور جب کہ اُس نے اپنے حریف مصطفیٰ خاں کو مروا ڈالا تھا تو میدان خالی تھا کسی کو اُس کے مقابلے پر

آنے کی جرأت نہ ہوتی تھی - کشور خاں چاند بی بی کے درپے ہو گیا - چاند بی بی کو درحقیقت امور سلطنت میں بڑا دخل تھا اور ہونا بھی چاہیئے تھا اور اس وجہ سے وہ چاہتی تھی کہ صغر سن بادشاہ کی تعلیم و تربیت سب کچھ میں کروں اور وہ میرے پاس رہے اور کشور خاں کی مشاورت سے کاروبار سلطنت کا چلتا رہے لیکن کشور خاں کسی کا رتی برابر دخل روا نہ رکھتا تھا - مصطفیٰ خاں کے قتل کے بعد کشور خاں سے چاند بی بی سخت بدظن ہو گئی اور نکالنے کی کوشش کرنے لگی اور چاہتی تھی کہ اُسے نکال کر بادشاہ کو اپنی زیر پرورش اُسی طرح رکھے اور اُسی طرح کاروبار سلطنت کا چلائے جیسے کہ خونزہ ہمایوں اہلیہ حسین نظام شاہ اپنے بیٹے مرتضیٰ نظام شاہ کی صغر سنی میں چھ سال تک حکمراں رہی اور اسی طرح میں بھی ابراہیم کی صغر سنی تک مختار کل رہوں - کشور خاں نے جب دیکھا کہ یہ ڈھنگ اچھا نہیں اور آگے چل کر میں بالکل بے اختیار رہ جاؤں گا اس سے بہتر یہ ہی کہ علاج واقعہ پیش از وقوع چاند بی بی کو ابھی قید کیوں نہ کر دیا جائے نہ وہ رہے گی نہ یہ شورش بپا ہو گی - کشور خاں نے چاند بی بی کو محل خالی کر دینے کے لئے بہ اصرار کہلا بھیجا لیکن ملکہ نے انکار کیا تب خواجہ سراؤں کو جبراً گھر سے باہر نکالنے کو بھیجا گیا لیکن اُن کی کیا مجال تھی کہ ایسی سوء ادبی کرتے - آخر کار کشور خاں نے اپنے خاص خاص خواجہ سراؤں اور عورتوں کو بھیج کر نہایت ذلت اور رسوائی سے ملکہ کو گھسٹوا کر پالکی میں بٹھلا ایک دم ستارہ[۱] کو روانہ کر دیا - ملکہ کی لونڈیاں باندیاں سب سر و پا برہنہ بیلوں پر سوار سر بازار روتی پیٹتی بے پردہ چلی جا رہی تھیں عامۂ خلائق شہر نے جب یہ حال بے حرمتی محلات شاہی کا دیکھا تو ایک کہرام مچ گیا اور یہ دن علی عادل شاہ کے قتل کے دن سے کسی طرح

---

[۱] - ناسک بمبئی سے ۱۰۷ میل ہے - ریلوے اسٹیشن سے شہر ۵ میل ہے - مغربی حصۂ ہند میں ناسک کا وہی رتبہ ہے جو بنارس (کاشی) کا شمالی ہند میں - وہاں گنگا بہتی ہے - یہاں گوداوری - اہل ہنود گوداوری کو گنگا سے کم نہیں سمجھتے اور اُن کا عقیدہ ہے کہ دونوں کا مبدا ایک ہی ہے - گنگا زمین کے اوپر بہتی ہے اور گوداوری زمین کے اندر اندر یہاں آن پہنچی ہے مگر نکلی دونوں ایک ہی جگہ سے ہیں - گوداوری میں اشنان کرنے سے ہر قسم کا پاپ دُھل جاتا ہے - رام کو گوتم رشی نے اس سرچشمۂ آب حیات اور باعث نجات کا پتہ دیا تھا - جلاوطنی کے زمانے میں رام مدتوں یہیں رہا ہے - دریا کے دونوں کناروں پر آبادی ہے - صدہا مندر، شوالے - دھرم سالے اور خوش نما گھاٹ بنے ہوئے ہیں - یوں تو ہمیشہ زائرین کا مجمع رہتا ہے مگر خاص کر ہر بارھویں سال بہت بڑا ازدحام خلائق کا

مصیبت اور جزع و فزع میں کم نہ تھا؎

غضب کا سامنا ہی آج وہ گھر سے نکلتا ہی
دل مضطر تڑپتا ہی کلیجہ کوئی ملتا ہی

چو طرف سے کشور خاں پر علی الاعلان اظہار ناراضگی اور نفریں کی جا رہی تھی کہ یہ شخص نہایت ملعون ہی کہ جو فرزند زادہ رسول مقبول یعنی مصطفیٰ خاں کے قتل کا باعث ہوا اور اب بادشاہ کی والدہ محرمہ کے ساتھ یہ شرمناک سلوک کیا قریب تھا کہ لوگ کشور خاں کے مکاں کو گھیر لیں اور اُس کی تکا بوٹی کر ڈالیں لیکن ع رسیدہ بود بلائے و لے بخیر گزشت ۔ مگر نتیجہ کار بد کا کار بد ہی چند ہی روز نہ گزرنے پائے تھے کہ کشور خاں نے بھی بمصداق کہ کرد کہ نیافت اپنے کئے کا مزہ خوب چکھا جو آگے چل کر معلوم ہوگا۔ کشور خاں کی بیباکی اور شوخی کی کوئی انتہا نہ رہی تھی ایک دن کا ذکر ہی کہ بادشاہ خزانۂ عامرہ میں آیا تھا ایک صندوق کھول کر کچھ جواہرات حضرت بڑی صاحبہ والدہ سلطان ابراہیم کے واسطے بھیجنے کا حکم دیا۔ کشور خاں نے طبق میں لگا کر بادشاہ کے ساتھ محل میں بھیج دیئے۔ بڑی صاحبہ نے جو دیکھا تو معمولی تھے۔ بیگم صاحب کو بہت ناگوار ہوا اور جو خوان لایا تھا اُس پر بہت خفا ہوئیں کہ یہ چیزیں کیا ہمارے لایق ہیں کشور خاں کو کھیجتے شرم

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۷ - ہوتا ہی یہاں کا دیول پنچاوتی جو پانچ بڑ کے درختوں کے سایہ میں بنا ہوا ہی بہت مشہور ہے - وجہ تسمیہ ناسک کی یہ ہی کہ لچھمن نے سُرپنکھا کی ناک یہیں کاٹی تھی اِس کے علاوہ سیوا اور بالارام کے دو مندر بہت خوب صورت سر برآوردہ اور قابل دید ہیں - پنچاوتی کے دیول میں ایک رام کنڈ بھی ہی جس میں رام نفیس نفیس اشنان کرتے تھے - ناسک بلحاظ خوش آب و ہوا کے ایک مشہور مقام ہی جو (۲۹۰۰) فٹ سطح سمندر سے بلند ہی - ناسک سمندر سے صرف ساٹھ میل ورے ہی اور سمندر کی فرح بخش ہوا کے جھونکے یہاں بھی محسوس ہوتے ہیں - ترکاریاں اور میوہ جات خصوصًا انگور کثرت سے ہوتے ہیں - تانبے اور پیتلی ظروف کی بڑی بھاری نکاسی ناسک سے ہوتی ہی - ناسک سے ۲۰ میل پر گوداوری کے کنارے گنگاپور میں بھی چھ مندر ہیں اور یہاں ایک قابل دید آبشار بھی ہی - ناسک سے (۲۰) میل دریائے گوداوری کے منبع پر ترمبک مقام بہت متبرک خیال کیا جاتا ہی ناسک سے (۵) میل بمبئی کی سڑک پر غارہائے لنیا بھی دیکھنے کے قابل ہیں - ڈاکٹر بیچی فیبن کا دار الصحت (سینی ٹیریم) عورتوں اور بچوں کے لئے اسٹیشن کے قریب بنا ہوا ہی جس میں سولھا چھوٹے چھوٹے مکانات ہیں یوریپینوں کے لئے (۶) ہندوؤں کے (۴) پارسیوں کے (۲) دیگر اقوام کے لئے (۳) شہر سے ڈیڑھ میل سہارنپور

نہ آئی کیا بیگار ٹالی ہی - جب بڑی صاحبہ کا کہہ سُن کر دل ٹھنڈا ہوگیا تو بادشاہ نے اپنی والدہ کی خدمت میں دست بستہ عرض کی کہ اگر سلطنت ہماری ہی تو سب کچھ ہمارا ہی ہی اور اگر سرے سے سلطنت ہی ہماری نہیں ہی تو یہ بھی ہمارے لئے غنیمت ہی - از خرس موے بس است - آپ کیوں آزردہ خاطر ہوتی ہیں - بادشاہ کا یہ قول خصوصاً اس کم سنی میں بہت قابل قدر ہی ایک دفعہ کا ذکر ہی کہ بادشاہ کی والدہ ماجدہ نے فرمایا کہ تم مجلس میں خاموش بیٹھے رہتے ہو کسی سے بات نہیں کرتے یہ کیا معاملہ ہی - بادشاہ نے کہا کہ اُس مجلس میں مجھ سے بات کرنے کے قابل ہی ہی کون - وہاں سوائے چند خدمتگاروں کے اور کون ہوتا ہی ہاں میری جوڑ کا کوئی ہو تو میں مخاطب ہوں - علاوہ بریں شوکت و عظمتِ شاہی کے لئے رعب داب اور وقار و تمکین ضرور ہی خصوصاً میرے لئے کہ میں کم سن ہوں اس لئے بھی میں خاموش رہتا ہوں -

کشور خاں کا بیجاپور سے احمد نگر فرار ہونا اور وہاں سے ملک قطب شاہ میں پناہ لینا اور مارا جانا - ۔ ۔

افضل خاں کو دشمن کے مقابلے میں دو مرتبہ کامیابی ہو چکی تھی اب تیسری مرتبہ بھی چاہتا تھا کہ جو لوگ بھاگ کر قلعہ دہارور میں جا چھپے ہیں اُن کی خبر لے اور امرا کو بار بار اس مہم پر چلنے پر آمادہ کرتا تھا مگر وہ کشور خاں کے ڈر سے ہامی نہ بھرتے تھے اور بظاہر عذر کرتے تھے کہ بعض بعض امرا اس وقت باہر گئے ہوئے ہیں وہ آجائیں تو سب اکٹھے ہو کر مہم پر جائیں گے - چند روز کے بعد امرا مع اپنی جمعیت کے آگئے اور اُنھوں نے آکر چاند بی بی سلطانہ کے افسوس ناک واقعہ کا حال سُن کر نہایت پیچ و تاب کھایا اور سب مرنے مارنے پر تل گئے - کشور خاں کا بھائی مغل خاں منصب سرخیلی رکھتا تھا اور بیٹا کمال خاں سر نوبتی تھا دونوں امرا اس مجلس میں مع جمعیت موجود تھے سارے اُمرا ان دونو پر پل پڑے اور پکڑ کر قلعہ شاہ درگ میں قید کر دیا - اخلاص خاں نے دولت خاں اور دوسرے امرا کو اپنے ساتھ لے کر کشور خاں کی خبر لینے کی غرض سے بیجاپور کا قصد کیا - کشور خاں کو جب

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۸ - مقام پادریوں کی عمارات پولیس ٹریننگ سکول اور ہندوؤں کی ایک سینیٹی ٹیریم سٹیشن کے قریب انجنیرا نامی پہاڑی ایک تفریح گاہ اور صحت بخش ٹھنڈا مقام ہی جہاں گرمیوں کے موسم میں بہت سے لوگ جا کر رہتے ہیں - ۱۲ -

خبر ملی تو اُس کو اپنے بھائی اور بیٹے کے لالے پڑ گئے اور اُن کے چھوڑانے کی فکر میں پڑ گیا کشورخاں کے مصاحبوں نے کہا کہ گو کہ لشکریوں نے آپ کے بھائی اور بیٹے کو قید کر لیا ہی لیکن اتنا بڑا کام بلا مشورے افضل خاں کے ہونا ناممکن ہی پس مناسب یہ ہی کہ آپ بھی اُس کے بھائی رفیع الدین کو جو یہاں موجود ہی قید کر لیں اس دباؤ میں آ کر وہ آپ کے بھائی اور بیٹے کو چھوڑ دے گا لیکن دوسرے صائب الرائے ارباب نے اس کی مخالفت کی اور کہا کہ ہرگز ایسا نہ کرنا ورنہ قیامت ہی ٹوٹ پڑے گی۔ افضل خاں لاؤ لشکر لیئے ہوئے سرحد پر پڑا ہی ہوا ہی جوں ہی اپنے بھائی کی خبر سنے گا یلغار آن دھمکے گا اور آپ میں اُس کے مقابلے کی طاقت نہیں امیر امرا سب آپ سے بددل اور اُس کے کلمہ گو ہیں لینے کے دینے پڑ جائیں گے اس سے بہتر تدبیر یہ ہی کہ رفیع الدین کو بلا کر نہایت خاطر تواضع سے پیش آ کر اُسے ہموار کر لیجیے اور اُس کی وساطت سے محبوسین کی رستگاری کی تدبیر کیجیے۔ کشورخاں نے ایسا ہی کیا اور رفیع الدین سے قول و قرار ہو گیا لیکن ابھی اس وعدے کی کوئی عملی صورت اختیار نہ کی تھی کہ یہ خبر طشت از بام ہو گئی اور سیدان جنگ میں پونہچی تو اخلاص خاں بے تاب ہو گیا اور وہیں سے ایک بڑی فوج لے کر بھیجا اور یلغار پونہچا کشورخاں نے دیکھا کہ اُس کے پاس بھلا اتنی فوج کہاں جو اخلاص خاں سے کلہ بہ کلہ لڑ سکے تو اپنا سب مال و متاع سمیٹ کر سیدھے احمد نگر کی راہ لی۔ احمد نگر میں بھی اس کے پاؤں نہ جمے۔ جب اس کی نمک حرامی کا حال کھُلا تو اُنھوں نے بھی اسے دھکّے دے کر نکالا۔ احمد نگر سے بھاگ کر قطب شاہ کے علاقہ میں سر چھپایا۔ قضارا مصطفیٰ خاں کے ایک ملازم نے اِن ذات شریف کو پہچان کر وہیں اس کو تہ تیغ کر کے اپنے مالک کی جان عزیز کا انتقام لیا۔ کشورخاں کا عروج اور زوال سب چار مہینے کے اندر اندر ہو گیا اور بمصداق چاہ کن را چاہ در پیش جیسا اُس نے مصطفیٰ خاں کے ساتھ سلوک کیا تھا خود اُس کے سامنے آیا۔

اخلاص خاں کا عروج اور کشورخاں کے اہل و عیال سے شرمناک بدسلوکی

اخلاص خاں اور دوسرے امرائے حبشی اور دکنی کو جب کشورخاں کے فرار ہو جانے کی خبر ملی تو سب کے سب بلا روک ٹوک ابراہیم عادل شاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے سب کو علیٰ قدر مراتب مناصب اور خلعت سے سرفراز ہوئے۔ اخلاص خاں کو

اب منصب وکالت ملا اور کل امور ملکی و مالی تفویض ہوئے۔ اخلاص خاں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ کشور خاں کے متوسلین متفرق قلعوں اور تعلقات پر مامور ہیں اگر اجازت ہو تو میں اُن کو ہٹا کر دوسرے لایق شخصوں کو مقرر کروں۔ بادشاہ نے کہا کہ مناسب یہ ہے کہ جو کچھ انتظام جدید کیا جائے میر رفیع الدین برادر افضل خاں کی صلاح مشورے سے کیا جائے اور اُسی دن علیا حضرت چاند بی بی سلطانہ کے نام فرمان سعادت عنوان صادر ہوا اور ملکہ موصوفہ ستارے سے بیجاپور رونق افروز ہوئیں دریافت سے معلوم ہوا کہ کشور خاں جاتے جاتے شاہی مہر بھی لے کر چل دیا اب کاروبار سلطنت کا کیوں کر چلے رفیع الدین نے عرض کیا کہ بادشاہ شہید کی ایک انگشتری عقیق یمنی کی جس پر "اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب" کندہ ہے اور جس کو بادشاہ ہمیشہ پہنے رہتا تھا اور بعض بعض وقت فرامین پر ثبت بھی کرتا تھا خزانے میں موجود ہے جو بادشاہ کے خون میں لتھڑی ہوئی تھی کچھ دنوں اسی سے کام چلایا گیا اس کے بعد کشور خاں گولکنڈہ میں مصطفیٰ خاں کے ایک ہوا خواہ کے ہاتھ سے مارا گیا تب کشور خاں کا ایک غلام مہر شاہی بیجاپور میں واپس لایا۔ اخلاص خاں روزانہ بادشاہ کی خدمت میں باریاب ہوتا تھا اور کاروبار سلطنت چلاتا تھا اُس نے چن چن کر کشور خاں کے متوسلین کو معزول کیا اور اپنے علاقے کے لوگوں کو مامور کیا۔

اخلاص خاں نہایت غیور تند مزاج اور بدخواہ اور کینہ توز شخص تھا ہمیشہ کشور خاں کے لواحقین کی اُکھیڑ پچھاڑ میں لگا رہتا تھا چنانچہ یاقوت نامی کشور خاں کے حبشی معتمد کو جو بادشاہ کی خدمت میں حاضر باش تھا ٹکڑے ٹکڑے کروا ڈالا اور ایک ایک ٹکڑا اُس کا شہر کے ہر دروازے پر لٹکوا دیا اور اس طرح کشور خاں کے تمامی متوسلین کو ایک ایک کر کے قتل کر دیا اور نہ صرف اسی پر اکتفا کیا بلکہ مزید برآں کشور خاں کے زن و فرزند نوکروں چاکروں کی سخت بے عزتی کی اُن سب کو قلعہ سے بر سر دربار گھسٹوا بلوایا اور حکم دیا کہ چوں کہ کشور خاں نے خادمان اور کنیزان شاہی کو دوسرے لوگوں کو بخش دیا تھا میں بھی اس کے تمام لواحقین کو چوڑے چماروں کو دوں گا اور سختی سے اس حکم کی تعمیل کرانی چاہتا تھا۔ دربار میں ایسا کون شخص تھا اور کس کی ہمت تھی کہ اخلاص خاں کو اس ارادے سے باز رکھ سکتا لیکن رفیع الدین نے دل کڑا کر کے کہا کہ کشور خاں نے تو بہ نظر ثواب صرف اسی حد تک کیا تھا کہ لونڈیوں باندیوں کو شریف آدمیوں کو اس غرض سے دے دیا تھا کہ وہ نکاح کر لیں

لیکن پھر بھی وہ سخت بدنام ہوا اور اُسی کا یہ انجام ہوا کہ دربدر مارا مارا پھرتا ہی لیکن آپ کشور خاں
کی معزز خواتین اور حرم کو چوڑے چماروں کو دینا چاہتے ہیں جو کہ نہایت ذی عزت اور مخدرات
عصمت ہیں تو آپ سمجھ لیں کہ آپ کی بدنامی کس درجے بڑھ کر ہوگی - اخلاص خاں نے کہا کہ
کشور خاں سخت نمک حرام تھا وہ اسی توہین کا مستوجب ہی - رفیع الدین نے کہا کہ اگر کچھ قصور تھا تو
کشور خاں کا تھا ان بے چاری عورتوں اور بال بچوں نے کیا کیا جو اس طرح اُن کی مٹی پلید کی جارہی
ہی بہتر یہ ہی کہ خدا سے ڈرو اور ان بے کسوں کی شرم و ناموس کی حفاظت کرو - خیر اُس وقت تو
اخلاص خاں خاموش ہوگیا لیکن حکم دیا کہ کل نماز صبح کے پیشتر ان لوگوں کو ایسے وقت حاضر کیا
جائے کہ دیوان عام میں اور کوئی لوگ نہ ہوں تاکہ میں اپنا قصد پورا کرلوں - رفیع الدین کو بھی اس کا
پتہ لگ گیا تمام رات وہ بے چین رہا اور ابھی صبح نہیں ہونے پائی تھی کہ اخلاص خاں کے آنے
سے پہلے قلعہ میں پونچ گیا - دیوان خانے میں جب اخلاص خاں پونچا تو دیکھا کہ رفیع الدین پہلے
ہی سے بیٹھا ہوا ہی - اس کو دیکھتے ہی اخلاص خاں آگ بگولا ہوگیا اور مُنہ پھیر لیا اور اپنے خدام
کو حکم دیا کہ کشور خاں کے محلات کو حاضر کیا جائے تاکہ ہم چوڑے چماروں کے سپرد کردیں - رفیع الدین
بیچ میں آیا اور نہایت جرأت سے کہا کہ حاشا و کلّا آپ کی یہ حرکت مجھ کو کیا کسی کو بھی پسند نہیں
اور نہ آپ کے شایاں ہی - اس کے کیا معنی کہ آپ ایک معزز امیر گھرانے کی عورتوں کو بے قصور
اور بلا وجہ یوں مجمع عام میں رسوا کریں کیا آپ کو خدا کا خوف نہیں ہی لیکن اخلاص خاں نے اس بات
پر کان تک نہ دھرا اور جو منہ میں آیا بکتا جھکتا رہا - رفیع الدین کے ایک دوست نے اُس سے
کہا کہ خواہ مخواہ آپ کیوں بُرے بنتے ہیں آپ کو کیا مطلب جو جیسا کرے گا ویسا بھرے گا - رفیع الدین
نے کہا کہ اس وقت دربار شاہی میں کوئی شخص ایسا نہیں ہی جو ان مظلوموں کے حق میں ایک
کلمۃ الخیر بھی کہہ سکے اور امر معروف و نہی منکر ہر سمجھدار شخص کا فرض ہی اور یہ ممکن نہیں ہی کہ میری موجودگی
میں اس طرح کا شرمناک سلوک پردہ دار اور معزز عورتوں کے ساتھ کیا جائے - الغرض رفیع الدین کے
اڑ جانے سے یہ مصیبت ٹل گئی اور مخدرات عصمت اپنے اپنے محل کو واپس بھیج دی گئیں البتہ لونڈیاں
باندیاں تقسیم کرلی گئیں جن میں سے چند بادشاہ کی والدہ کی خدمت میں دی گئیں اور جو معمر و
مسن تھیں آزاد کردی گئیں - اُسی وقت کشور خاں کے چھوٹے بیٹے منجن خان کو حاضر کیا گیا اُس

بے چارہ کی آنکھیں نکلوانے کا حکم دیا تھا مگر رفیع الدین کے اصرار سے اُس کی جاں بخشی ہوگئی۔
انہیں دنوں عبدالمومن مغل زادہ کہ جس کو کشور خاں نے امین خاں کا خطاب دیا تھا اور جو بنکاپور کی مہم پر گیا ہوا تھا اُس کا ایک خط اپنے آقا کشور خاں کے نام پونچا وہ خط اخلاص خاں کے ہاتھ پڑ گیا۔ اُس میں لکھا تھا کہ بنکاپور کی مہم سے میں فارغ ہوگیا اور اب بلگاؤں[۱] جاتا ہوں وہاں سے نپالہ ہوتا ہوا آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ اخلاص خاں نے خط پڑھ کر کہا کہ امین خاں کو ان قلعوں سے کیا تعلق اور کشور خاں اُس کو بھیجنے والا کون تھا۔ رفیع الدین نے کہا کہ اس کا سبب تو مجھے معلوم نہیں کہ کشور خاں نے امین خاں کو کس غرض سے بھیجا تھا لیکن اس خط کی عبارت سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ امین خاں ایک مشہور بہادر ہے اُس نے بنکاپور میں مصطفیٰ خاں کو قتل کیا اب غالباً بلگاؤں شاہ ابوالحسن اور اُس کے بھائی رفیع الدین حسین کو جو وہاں مقید ہیں قتل کرنے جاتا ہوگا اور اُسی طرف سے نپالے کو جانے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ مرتضیٰ خاں انجو اور اُس کا بھائی شاہ قاسم دونوں مقید ہیں اُن کا بھی خاتمہ کرنا مقصود ہوگا۔ حاضرین دربار نے رفیع الدین کی اس رائے سے اتفاق کیا۔ اب امین خاں کا حال سنئے کہ جب بربنائے حکم کشور خاں وہ مصطفیٰ خاں کو قتل کر کے واپس آرہا تھا تو راستے میں اُس کو مصطفیٰ خاں کا ایک لشکر ملا اور لشکریوں کو جب مصطفیٰ خاں کے قتل کا حال معلوم ہوا تو خداوند خاں حبشی جو اُسی فوج کا سرلشکر تھا اُس نے مصطفیٰ خاں مظلوم کا انتقام یوں لیا کہ امین خاں کے ٹکڑے ٹکڑے کرڈالے اور اُس کا گوشت چیل کوؤں میں بکھیر دیا۔ اخلاص خاں کو جب امین خاں کے اس طرح مارے جانے کی خبر پونچی تو اُس نے شاہ ابوالحسن در رفیع الدین پسران شاہ طاہر اور سید مرتضیٰ خاں انجو اور اُس کے بھائی شاہ قاسم کو بلگاؤں اور نپالہ سے دارالسلطنت بیجاپور میں بُلالیا۔

---

[۱] مدراس ریلوے کا اسٹیشن ہے۔ پونے سے ۲۴۵ میل۔ ڈھائی ہزار فٹ سطح سمندر سے بلند ہونے سے آب و ہوا بہت خوش گوار اور معتدل ہے۔ یہاں کے قلعے کے اطراف ایک عمیق خندق ہے ۱۸۱۸ء میں انگریزوں نے قلعہ فتح کیا۔ یلما دیوی کی دو بڑی بھاری جاترا اپریل اور نومبر میں ہوتی ہیں جن میں تخمیناً چالیس ہزار آدمی جمع ہوتے ہیں۔ نومبر کی جاترا یلما کی وفات کی اور اپریل کی اُس کے دوبارہ زندہ ہوجانے کی ہوتی ہے۔ نومبر کی جاترا بڑے مندر سے پاؤ میل ہٹ کر ایک چھوٹی سی دیول میں ہوتی ہے۔ اس جاترا میں لوگ یلما کی وفات پر سخت ماتم کرتے ہیں اور سوگ میں عورتیں اپنی چوڑیاں توڑ ڈالتی ہیں۔ بلگاؤں بمبئی پریزیڈنسی کے جنوبی ڈویژن کے کمشنر کا مستقر ہے اور یورپین اور نیٹو دونوں قسم کی فوج یہاں رہتی ہے۔

قطب شاہ اور نظام شاہ کی چڑھائی اور افضل خاں کی واپسی

اس وقت بیجاپور میں عجیب طوائف الملوکی تھی جس کو دیکھو اپنی روٹی پر دال گھسیٹتا تھا والیان احمد نگر ہمیشہ اسی ادھیڑ بن میں لگے رہتے تھے اور کبھی نچلے نہ بیٹھتے تھے اِن خانہ جنگیوں کو دیکھ کر نظام شاہ کے مُنہ میں پانی بھر آیا قطب شاہ کو ساتھ لے بیجاپور پر چڑھائی کر دی۔ افضل خاں قطب شاہ اور نظام شاہ کے مقابلے کے لئے گیا ہوا تھا نو دس روز کی جنگ کے بعد دو مرتبہ اُن کو مغلوب کیا مہنوز معاملے کی یکسوئی نہ ہوئے پائی تھی کہ لشکر تتر بتر ہوگیا کچھ مصطفیٰ خاں کے مہم پر بہ جانب بنکاپور چلا گیا تھا اور رہا سہا کشور خاں نے اپنی تقویت و استحکام کے لئے بیجاپور میں بلا لیا اس طرح افضل خاں کے پاس معدودے چند لوگ رہ گئے نتیجہ یہ ہوا کہ افضل خاں کے ہاتھ پاؤں بندھ گئے اور اس مہم کو ادھر چھوڑ کر بیجاپور واپس چلا آیا۔ اس زمانے میں بیجاپور میں خود امراء کے آپس میں لڑائی بھڑائی ہو رہی تھی ایک دوسرے کا جانی دشمن تھا خون ریزی بھی ہوتی چلی جاتی تھی جس کا قابو چل گیا دوسرے کو قید بھی کر لیتا تھا ہر شخص یہی چاہتا تھا کہ میں ہی معزز اور ممتاز عہدہ وکالت پر مستولی ہو جاؤں اور صرف اسی کے واسطے جسے دیکھو آپس میں کٹا مرتا تھا۔ ابھی تک پیشوائی کی خدمت کسی کے سپرد نہ ہوئی تھی فرقۂ غلاماں اپنے میں سے کسی کو مقرر کرنا چاہتے تھے اور دکنی اور دوسرے امراء عین الملک کے ممد و معاون تھے اور شاہ ابوالحسن اور مرتضیٰ انجو خود مسلط ہونا چاہتے تھے لیکن اِن سب میں عین الملک کا پلّہ بھاری تھا اور ایک بڑی جماعت اُس کے ساتھ تھی۔ ایک دن عین الملک نے قابو پا کر اخلاص خاں۔ وحید خاں۔ دلاور خاں حبشی۔ سہراب خاں ترکی جو امرائے عظام میں سے تھے اِن چاروں کو بیڑیاں ڈال کر مقید کر لیا یہ لوگ بڑے مہرے بساط سلطنت کے تھے اِن کے ساتھ ہزاروں کی جمعیت تھی اور اِن کی جڑیں گڑ گئی تھیں اِن کو قید کرنے سے عین الملک کے لیے راستہ صاف ہو گیا۔

مقصود خاں کا امرائے حبوش کو عین الملک کی قید سے چھوڑانا

لشکر عادل شاہی کو نظام شاہیوں نے تتر بتر کر ہی دیا تھا اور اِس پر جب اُن کو اِن خانہ جنگیوں کی خبر ملی کہ یہ لوگ آپس میں کٹے مرتے ہیں ان کو اپنے تن بدن کا ہوش

نہیں اور غنیم کی طرف سے بالکل بے خبر ہیں تو ہزادا الملک سر لشکر نظام شاہ نے اپنی فوج کو جمع کر کے محمد قلی قطب شاہ کی امداد سے بیجاپور کے لشکر کا جو افضل خاں کے ساتھ واپس آرہا تھا تعاقب کیا۔ اور امراء و لشکریان بیجاپور کے نزدیک پہنچ کر بیرون حصار شہر فروکش ہو گئے اُن کو یہہ اصلا خبر نہ تھی کہ ہمارے پیچھے غنیم لگا ہوا ہے جب انہوں نے آن دبایا تو لامحالہ قلعہ میں متحصن ہونے کی ضرورت پڑی لیکن اتنی بڑی فوج کو ایک دم قلعہ میں جگہ ملنی مشکل تھی۔ امراء و لشکریوں کے لیئے مکانات تلاش کرنے کے لیئے افضل خاں خود قلعہ میں گیا اور اُس کے پیچھے عین الملک اور آنکس خاں بھی اُن چاروں امرا کو جن کو عین الملک نے قید کرایا تھا پالکیوں میں بٹھلا کر لارہے تھے کہ اُسی وقت غلاموں کی ایک جماعت نے جو بہت مقتدر اور سربرآوردہ تھے دستور خاں قلعہ دار کو جو عین الملک کا ہمراز تھا قید کر کے قلعہ کا دروازہ بند کر لڑنے بھڑنے پر طیار ہو گئے۔ ان غلاموں میں سے مقصود خاں نامی ایک شخص مع اور چند غلاموں کے گھوڑوں اور ہاتھیوں پر سوار ہو کر قلعہ سے نکل العدپور دروازے کے قریب پونہچا تھا کہ اُدھر سے عین الملک کو اور پالکیاں آتی ہوئی ملیں مقصود خاں نے فوراً اُن چاروں امراء کو عین الملک سے چھین لیا اور اُن کی بیڑیاں نکلوا گھوڑوں پر سوار کرا کے قلعہ میں لے آیا۔ عین الملک نے جب یہہ حالت دیکھی تو وہ سمجھ گیا کہ ان سب غلاموں کی ملی بھگت ہی جو اس طرح اِن کو چھوڑا لے گئے ایسی حالت میں میرا اِن لوگوں میں ٹھیرنا کچھ ٹھیک نہیں عین الملک نے باقی امراء وغیرہ کو جو رہ گئے تھے خوب سمجھا دیا کہ اخلاص خاں کا ساتھ نہ دیں اور خود وہیں سے پلٹا اور کسی دوسری طرف نکل گیا۔

افضل خاں قید میں شہر میں چوطرف بدامنی پھیلی ہوئی تھی اور ایک عام بلوہ تھا لوگوں نے بادشاہ سے عرض کی کہ ایسے وقت افضل خاں کا سب سے الگ تھلگ قلعہ میں جا بیٹھنا خالی از علت نہیں مناسب یہہ ہو گا کہ اس فتنہ و فساد کے فرو ہونے تک افضل خاں کو نظر بند کر دیا جائے ایسا نہ ہو کہ وہ بلوائیوں سے مل جائے اور کوئی خطرناک صورت پیدا ہو جائے بادشاہ کو اندرونی حالات اور اِن لوگوں کی افترا پردازیوں کی کچھ خبر نہ تھی کہا کہ اچھا مناسب ہی یہ کہتے ہی امام الملک محلدار وہاں سے اُٹھے سیدھا افضل خاں کے پاس پونہچا اور کہا کہ بادشاہ

کے ہاں آپ کی یاد ہوئی ہے۔ افضل خاں حضوری میں جانے کے لئے اپنے محل سے نکلا کہ اسے پکڑ کر ان لوگوں نے قید کر دیا اس واقعہ سے شہر میں اور بھی زیادہ تلاطم برپا ہو گیا۔

امرائے حبوش کی معزولی اور ابوالحسن کی وکالت

کم سن بادشاہ نے جب دیکھا کہ چاروں طرف ہنگامہ ظلم برپا ہے تو گھبرا کر چاند بی بی سلطانہ کے پاس بغرض صلاح و مشورہ گیا۔ چاند بی بی بڑی عاقلہ تھی وہ جانتی کہ اصلی سبب اس بلوے کا صرف غلاموں کا برسر حکومت ہونا ہے امراء اور دکھنی لوگ غلامان حبوش کی حکومت پسند نہیں کرتے فوراً ملکہ نے امرائے حبشی کو خلوت میں طلب کیا اُن کو اونچ نیچ ایسے عمدہ پیرائے سے سمجھائی کہ اخلاص خاں حمید خاں۔ دلاور خاں تینوں حبشی سرداروں نے باوجودیکہ وہ جاہل اور خودرائی ہوتے ہیں مگر ملکہ کا حکم بلا عذر بسر و چشم قبول کیا اور خود مہام سلطنت سے بہ طیب خاطر و مصلحت وقت دست کش ہو گئے اور چاند بی بی نے شاہ ابوالحسن کو خلعت وکالت سے سرفراز فرمایا۔

افضل خاں کا قتل اور رفیع الدین شیرازی کا مقید ہونا ۹۸۸ھ

بلوائیوں کی پارٹی افضل خاں کے قید کرانے میں کامیاب ہو گئی تھی۔ افضل خاں جس پایہ کا شخص تھا ظاہر کہ ملک کا کل نظم و نسق اُس کے دست قدرت میں تھا سوائے اِن چند نالائقوں کے تمام امراء اُس کے تابع فرماں تھے حبشی امراء کو کھٹکا تھا کہ اگر وہ چھوٹ گیا تو ہمارا نام و نشان باقی نہ رکھے گا اس لئے انھوں نے کیا اُلٹی سیدھی پٹی پڑھائی کہ افضل خاں کے قتل اور اُس کے بھائی رفیع الدین کے قید کرنے کا حکم قضا شیم حاصل کر رفیع الدین کو طلب کیا۔ گڑبڑ تو چلی ہی تھی بُرے وقت کا کون ساتھی ہوتا ہے رفیع الدین کے حوالی موالی ڈر کے مارے پہلے ہی کھسک گئے تھے بیچارہ رفیع الدین تن تنہا باورچی خانے میں تن بہ تقدیر بیٹھا ہوا خود منتظر تھا کہ گھڑی ساعت میں اُس کی تقدیر کا فیصلہ ہوا چاہتا ہے کہ یکایک قاصد پونہچا ہے کہ بادشاہ سلامت نے یاد فرمایا ہے۔ رفیع الدین اپنی جان مٹھی میں لے کر چلا۔ بادشاہ اِس وقت قلعہ کے دروازے کے برج پر برآمد تھا۔ رفیع الدین کا ساتھ دینے والا اس وقت سوائے خدائے عزوجل کے کون تھا اُس کی مشکیں کس کر بادشاہ کے سامنے لے گئے۔ یہ وہی رفیع الدین تھا جو حضوری

مصاحب اور خزانہ اور مطبخ کا منتظم اور بادشاہ کی ناک کا بال تھا۔ بادشاہ نے اپنے پرانے رفیق کو اس عبرت ناک حیثیت سے دیکھا تو نہایت ہی کبیدہ خاطر ہوا اور بے اختیار کرسی پر سے اٹھ کھڑا ہوا۔ مجلس میں اُس وقت جو لوگ حاضر تھے سب رفیع الدین کے خون کے پیاسے تھے کلمۃ الخیر کہنے والا کون تھا۔ بادشاہ کے بشرے سے تاڑ گئے کہ اُس کو یہ بات سخت ناگوار ہوئی ہی فوراً رفیع الدین کو ہٹا کر قید خانے میں بھیج دیا کہ نہ سامنے رہے گا نہ بادشاہ کو جوش آئے گا۔ جیل میں آکر کیا دیکھتا ہے کہ افضل خاں کے گلے میں ایک بھاری طوق آہنی اور موٹی موٹی بیڑیاں اور ہتھکڑیاں پڑی ہوئی ہیں۔ یہ دیکھ کر عالم سکتہ میں رہ گیا کہ یاالٰہ العالمین یہ تیری قدرت کے کرشمات ہیں۔ تُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ کل کی بات ہے کہ افضل خاں کا ڈنکا بجتا تھا اور افضل خاں کا حکم چاروں طرف رواں تھا آج وہ ڈاکوؤں اور چوروں کی طرح قید خانے میں جکڑا ہوا ہے۔ فَاعْتَبِرُوا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ رفیع الدین یہ حالت دیکھ کر کانپ گیا جب اُس کے بھائی کا یہ حال تھا تو وہ بے چارہ کس شمار و قطار میں تھا لوہار بیڑیاں لئے ہوئے اُس کے لئے بھی موجود ہی تھا۔ اس کے سامنے ہی ایک شخص آیا اور افضل خاں کو چلنے کا اشارہ کیا افضل خاں رَضِینَا بِقَضَاءِ اللّٰہِ کہتا ہوا کھڑا ہو گیا اور جیل سے باہر جاتے ہی اُس کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے جابجا سر بازار پھنکوا دیے گئے۔ جو کوئی راہ گزر دیکھتا تھا زار و قطار روتا تھا۔ برابر ایک دن اور ایک رات افضل خاں کی نعش بازار میں ٹھوکریں کھاتی پڑی رہی۔ گور و کفن کون کرتا۔ سید مظلوم کی نعش پر دو آنسو کون بہاتا اس کے سارے عزیز و قریب قید تھے اور جو بچ رہے تھے وہ ڈر کے مارے آ نہ سکتے تھے۔ دوسرے دن شاہ فتح اللہ شیرازی کے شاگرد نعش کو بازار میں سے اٹھا کر لے گئے اور تجہیز و تکفین کی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اس واقعے کی تاریخ یہ عمل التعمیہ "مظلوم بیدل" ہے[1]۔ افضل خاں کے قتل کے بعد رفیع الدین کے تہ تیغ کرنے کا بھی حکم حاصل کر لیا لیکن زندگی کے دن باقی تھے لوگوں کی سعی سفارش سے بچ گیا اور اپنے قدیمی عہدوں پر تیس سال تک ابراہیم عادل شاہ ثانی کی خدمت میں رہا اور

[1] مظلوم بیدل = ۱۰۶۲ ؛ مظلوم کا دل "ل" ہے = ۳۰ ؛ "بیدل" کا دل "دی" ہے = ۱۴ ؛ "دل" کے عدد خارج جملہ ۴۴ کا تخرجہ ہے ۱۰۶۲ - ۴۴ = ۱۰۱۸ھ ۔

آخری عمر میں پندرہ سولھا سال تک دارالسلطنت بیجاپور کا حاکم بھی رہا۔

شاہ ابوالحسن کا بہ اتفاق امرائے حبوش چندے امور سلطنت کو انجام دینا اور آخر کار قید ہونا

مقصود خاں کی بدولت عین الملک سے نجات ملی اور اس طرح پھر حبشیوں کی کمان چڑھ گئی اخلاص خاں کا طوطی بولنے لگا۔ دلاور خاں سرنوبتی ہو گیا اور حمید خاں بھی بڑے پایہ کا امیر اور مہام سلطنت میں دخیل تھا۔ یہ تینوں حبشی شاہ ابوالحسن کے صلاح و مشورہ سے سلطنت کا کاروبار چلانے لگے۔ دارالسلطنت میں اس وقت صرف تین ہزار سوار رہ گئے تھے لیکن بایں ہمہ غنیم اندر نہ گھس سکا اور باہر ہی لوٹ مار کرتا رہا۔ ان آئے دن کی لڑائی میں اخلاص خاں مجروح ہوا اور اُس کا ایک ہاتھ بیکار ہو گیا۔ حاجی کشور خاں جو بیجاپور سے بھاگ کر احمد نگر سے گولکنڈہ چلا گیا تھا اُس نے قطب شاہ سے مل کر نواح بیجاپور میں فتنہ انگیزی اور غارت گری شروع کر دی کہ اسی عرصہ میں موسم بارش سر پر آ گیا۔ کھلے میدان میں دشمن ٹھیر نہیں سکتا تھا اور بے کار پڑے رہنے سے کچھ فائدہ بھی نہ تھا ناچار محاصرہ اُٹھا دیا اور اپنے اپنے ملک کو چلے گئے۔ اخلاص خاں۔ حمید خاں اور دلاور خاں ہر سہ امرائے حبوش مل جل کر کام کرتے تھے اور ترکی غلاموں اور دوسرے امراء کو مفصلات کے مختلف قلعوں اور مناسب مقامات میں بھیج کر ان کا زور توڑ دیا خود مطلق العنان ہو گئے۔ مقصود خاں جس نے ان کو قید سے چھوڑایا تھا وہ خود حبشی تھا چندے اِس کی خوب چلی مگر آخر کار اس سے بھی لوگ بدظن ہو گئے۔ ابوالحسن نے تھوڑے دنوں تو ان حبشی امراء کی صلاح مشورے سے کام کیا مگر ہر وقت اِن کے نیچے سے چھوٹنے کی فکر میں تھا۔ حبشیوں کو جب یہ معلوم ہوا تو ابوالحسن کو قلعہ میں قید کر دیا اور بلا روک ٹوک خود کاروبار سلطنت چلانے لگے۔ ان میں دلاور خاں بڑا تجربہ کار اور سنجیدہ تھا حمید خاں سیدھا سادا نیک دل آدمی تھا اور اخلاص خاں بڑا چلتا پرزہ تھا۔ دو سال کے قریب تک اِن تینوں نے سلطنت بیجاپور پر پوری حکومت کی۔

قطب شاہ اور عادل شاہ کی لڑائی

قطب شاہ بھلا کب چین سے بیٹھنے والا تھا۔ پھر چھیڑ چھاڑ شروع کر دی اور میر نیل استرآبادی کو جو آگے چل کر مصطفیٰ خاں کے لقب سے

مشہور ہوا فوج دے کر عادل شاہی سلطنت پر چڑھائی کردی اُس نے سرحد پر لوٹ مار شروع کی۔ تینوں حبشیوں نے ملک کو تقویت دینے کے لئے عین الملک اور آنکس خاں اور دوسرے امرا جو بددل ہو کر چلے گئے تھے سب کو فہمائش اور استمالت کر کے بلوا بھیجا جب سب آگئے اور ان کی طرف سے ایک نوع کی جمعیت خاطر ہوگئی تو اخلاص خاں کی صلاح سے دلاور خاں کو سرلشکر بنا کر قطب شاہ کے مقابلے کے لئے بھیج دیا۔ دلاور خاں نے دیکھا کہ لشکر غنیم کا دو پہاڑوں کے درمیان اطراف چوبی حصار گھیر کر پڑا ہوا ہے۔ موسم بارش سر پر آگیا تھا چھ مہینے تک برابر آمنے سامنے دونوں لشکر پڑے رہے آخر برسات شروع ہوگئی۔ دلاور خاں نے روزانہ ہلّوں سے غنیم کا ناک میں دم کر دیا ادھر برسات نے ستایا ناچار راتوں بھاگ کھڑے ہوئے۔ دلاور خاں نے گولکنڈہ تک اُن کا تعاقب کیا اور علاوہ مال و اسباب زر و جواہر اور گھوڑوں کے ایک سو بیس ہاتھی ملے۔ حمید خاں اور دلاور خاں کے آدمیوں میں ایک ہاتھی پر جھگڑا ہو پڑا جس نے بہت طول کھینچا۔ دلاور خاں نے اس فتح کی اطلاع بادشاہ کے حضور میں گزرانی۔ اخلاص خاں دارالسلطنت میں اپنی فوج لئے ہوئے موجود تھا دلاور خاں کی بے نظیر کامیابی کا حال سن کر جل بھن گیا غصّے سے دانت پیسنے لگا اور چاہتا تھا کہ کھلم کھلا مخالفت نہ ہو مگر کوئی صورت ایسی ہو کہ دلاور خاں شہر میں آنے نہ پائے ورنہ وہ مُنہ چڑھ جائے گا بہتر یہی ہے کہ میں اکیلا ہی سیاہ و سفید کا مالک بنا رہوں اور یہ بھی چاہتا تھا کہ حیدر خاں قلعہ دار کو جو دلاور خاں کا عزیز تھا معزول کر کے کسی اپنے لگّے کے آدمی کو مامور کرے۔ بادشاہ کے حضور میں خدا جانے کیا جوڑ چلا کہ ایک فرمان دلاور خاں کے نام فوراً بھجوا دیا کہ تم تا حکم ثانی وہیں رہو اور مال غنیمت مع ہاتھیوں کے تمام و کمال فوراً بھیج دو۔ دلاور خان خلاف توقع پیش گاہ خداوندی سے ایسا فرمان صادر ہونے سے بہت پریشان خاطر ہوا اور فوراً تاڑ گیا کہ اس میں اخلاص خاں کی چال بازی ہی تھا وہ میرا آنا کیسے گوارا کرے گا۔ دلاور خاں نے اپنے ہمراہیوں سے مشورت کی اور بیجاپور کی طرف یلغار روانہ ہوا اور دُہری دُہری منزلیں کر کے نواح بیجاپور میں جب پہنچا وہاں اس کو ایک چوبدار ملا جس نے کہا کہ بادشاہ سلامت کا ارشاد ہوا ہے کہ آج کا دن تمھارے لئے نحس ہے باہر ٹھیر جاؤ کل شہر میں آنا۔ دلاور خاں نے کہا کہ حضور پر نور کی جوتیاں جب آنکھوں سے

لگاؤں گا میری ساری کلفت دور ہو جائے گی اس سے بڑھ کر کیا سعادت ہو سکتی ہے اور گھوڑے کو خیز کر کے آگے بڑھا جب یہ خبر شہر میں پہنچی تو ناچار بادشاہ خود استقبال کو تشریف لائے اور دلاور خاں کو بہ عزت و احترام شہر میں لائے۔ اخلاص خاں سے تو بارھواں چاند تھا ہی پہلی ملاقات میں ضبط نہ کر سکا اور نوک جھوک ہونے لگی۔ اخلاص خاں حمید خاں سے دوبدو کہہ رہا تھا کہ تم نے ناجائز طور پر ہاتھی دبالیا۔ حمید خاں نے کلہ بکلہ جواب دیا کہ کیا ہوا اگر میں نے ایک ہاتھی لے لیا تم اپنے گریبان میں تو منہ ڈالو تم نے سارا ملک ہی دبالیا۔

دلاور خاں اور حمید خاں کے اتفاق سے اخلاص خاں کا اندھا اور قید کیا جانا

دلاور خاں اور حمید خاں دونوں ایک جان دو قالب ہو گئے اور متفقاً اخلاص خاں کے گرانے کی کوشش کرنے لگے اور جب تک کہ نصفا نصف مملکت کی تقسیم نہ کر دے اس کا قلعہ میں آنا بند کر دیا۔ اخلاص خاں نے دیکھا کہ یہ لوگ سیدھی طرح راہ راست پر آنے والے نہیں ہیں لات کے بھوت بات سے کب ماننے والے ہیں اس نے برجوں پر کی توپیں اتار کر قلعہ کے سامنے لگا فوج لا کر ڈال دی تمام راستے روک کر محاصرہ کر لیا۔ دلاور خاں اور حمید خاں نے بھی اخلاص خاں کے مکان کی طرف توپیں لگا دیں اور روزانہ دونوں طرف سے گولہ باری ہونے لگی اور ناحق غریب بے گناہ راستہ چلنے والے لوگ مارے جاتے تھے۔ ایک دن مولینا دوست محمد خاں استرآبادی کسی سوداگر کی دوکان پر بیٹھے ہوئے تھے کہ یکایک اخلاص خاں کی طرف سے ایک گولا آن کر گرا جس سے ان کے چھ آدمی پاش پاش ہو گئے۔ اسی طرح روزانہ بازار میں دس پانچ آدمی ہلاک ہو جاتے تھے۔ دوسرے امرا و ارکان سلطنت صدر جہاں شیخ سالم۔ مولینا دوست محمد خاں۔ رفیع الدین شیرازی نے جو اس جھگڑے سے الگ تھلگ تھے جب روز کی یہ خانہ جنگی دیکھی تو بیچ میں پڑے اور بہت کوشش کی کہ یہ نزاع مٹ جائے اور ناحق و ناروا جو لوگ مارے جا رہے ہیں محفوظ رہیں مگر اخلاص خاں ایک بدخواہ اور بڑا آدمی تھا وہ کسی کی سننے والا نہ تھا ع

میں نہ سمجھوں تو بھلا کیا کوئی سمجھائے مجھے

دلاور خاں اور حمید خاں دونوں نے بہت کچھ منت سماجت کی کہ ہم تینوں بھائی بھائی ہیں

اور اس گورنمنٹ کے نمک خوار ہیں آپس میں ملک کی علی السویہ تقسیم کرلیں اور آپ چوں کہ بڑے ہیں علاوہ آپ کے حصّے کے ہم ایک لاکھ ہن اور آپ کی نذر کرتے ہیں اس قضیہ کو طے کیجیے مگر کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی اور برابر دو مہینے تک کشت وخون ہوتا رہا۔ دلاور خاں ایک نہایت سمجھ دار اور مدبر آدمی تھا جب اوس نے دیکھا کہ ؎

با سیہ دل چہ سود گفتن وعظ نرود میخ آہنی در سنگ

تو اُس نے اخلاص خاں کے لشکر میں پھوٹ ڈال دی اور چوں کہ سراسر زیادتی اخلاص خاں کی تھی بادشاہ کی طرف سے بھی اخلاص خاں کے ہمراہیوں کو حکم دیا گیا کہ اس جنگ وجدل سے باز آئیں۔ لوگ روز کی لڑائی سے تنگ آ گئے تھے رفتہ رفتہ کھسکنے لگے اور اکثروں نے اخلاص خاں کا ساتھ چھوڑ دیا۔ آخر کار سارا لشکر شہر سے باہر نکل پڑا۔ عین الملک اور انکس خاں بھی جو اخلاص خاں کے ساتھ تھے وہ بھی ٹوٹ کر دلاور خاں سے آن ملے اور سب نے مل کر رات کو اخلاص خاں کے محل کو گھیر لیا۔ رہے سہے لوگ بھی اخلاص خاں کو چھوڑ کر الگ ہو گئے اور اخلاص خاں بیک بینی دو گوش رہ گیا۔ اخلاص خاں جب بالکل مجبور ہو گیا تو ناچار نرم پڑ گیا اور خدا خدا کر کے راستے پر آیا۔ رات کے وقت خفیہ اخلاص خاں مع اپنے بیٹوں کے حمید خاں کی خواب گاہ میں گیا حمید خاں نے دلاور خاں کے ڈر سے اخلاص خاں کو مُنہ نہ لگایا صرف اتنا کہہ دیا کہ آپ کچھ تشویش نہ کریں آپ کی جاں کو کچھ دھوکا نہیں ہے لیکن اتنا ہے کہ اگر آپ مکہ معظمہ چلے جائیں تو اچھا ہے ورنہ نہیں معلوم کیا معاملہ پیش آئے۔ دلاور خاں نے شہر کے دروازوں پر حکم دے رکھا تھا کہ اخلاص خاں کو شہر سے نکلنے نہ دیں اس وجہ سے وہ اپنے گھر میں بیٹھا ہوا تھا۔ دلاور خاں کی سواری جلوس کے ساتھ نکلی اور اخلاص خاں کے مکاں کے سامنے سے گزر کر دربار شاہی میں گئی کہ وہاں خبر ملی کہ اخلاص خاں حمید خاں کے مکان پر آکر بیٹھ گیا ہے۔ دلاور خاں نے بادشاہ کی جانب سے ایک محل دار کے ذریعہ کہلا بھیجا کہ اب تمھارے واسطے یہی بہتر ہے کہ بسم اللہ کر کے قصد مکہ شریف کا فرمایئے ہم نے تمھاری جان بخشی کی اور بخوشی اجازت دی۔ اخلاص خاں نے دیکھا کہ ساری خدائی اُس کے خلاف ہو گئی ہے میں بتیس ۳۲ دانتوں کے بیچ میں ایک زبان ہوں کس کس کا مقابلہ

کروں گا بہتر یہی ہے کہ یہاں سے مُنہ کالا کروں ع۔

پائے مرا لنگ نیست ملک خدا تنگ نیست

مجبوراً بیجاپور کو خیرباد کہا اور بعزم سفر حرمین شریفین بیجاپور سے نکلا ؎

در و دیوار پہ حسرت سے نظر کرتے ہیں خوش رہو اہل وطن ہم تو سفر کرتے ہیں

احمد خاں خزانہ دار فوج احتشام کے ساتھ اخلاص خاں کو پونہچانے گیا۔ جب مصطفیٰ آباد (مرج[۱]) کو پونہچے تو احمد خاں نے کہا کہ حکم قضا شیم یہ ہے کہ بالفعل آپ چندے یہیں ٹھہریں جب تک کہ دریائی سفر کا موسم آجائے اور سمندر میں سکون ہو۔ اس طرح اخلاص خاں کو مع زن و فرزند قلعہ مرج میں نظر بند کردیا اور تھوڑے دنوں بعد اُس کی آنکھیں بھی نکلوا ڈالیں۔ جب تک کہ دلاور خاں کا دور دورہ رہا اخلاص خاں قید میں رہا لیکن دلاور خاں کے چلے جانے کے بعد ابراہیم عادل شاہ نے اخلاص خاں کے حال زار پر ترس کھاکر بیجاپور بُلا لیا اور اُس کی بسر اوقات کے لئے ایک جاگیر عطا فرمائی جو دم آخریں تک بحال رہی۔ ایسی افسوس ناک حالت میں اخلاص خاں اپنی زندگی کے دن پورے کرتا رہا بالآخر ۱۰۰۰ھ ۱۵۹۱ء میں دنیا کے سارے غم و آلام سے نجات پائی ؎

قفس تن میں نہ گھبرایئو اے طائر روح جو گرفتار ہے اک روز رہا ہوتا ہے

دلاور خاں کی سازش سے حمید خاں کا قید ہونا۔

ابھی یہ جھگڑا فرد نہ ہونے پایا تھا کہ دلاور خاں اور حمید خاں کی چل گئی۔ اخلاص خاں کے معزول ہونے کے بعد یہی دونوں پیش پیش تھے اور دونوں مل کر امورات سلطنت کو سرانجام دیتے تھے حمید خاں سر سرنوبتی کی خدمت کا خواہش مند تھا اور لوگوں کو اُس کے رسوخ سے توقع تھی کہ اُسی کی سرفرازی ہوگی وہ ایک نہایت سنجیدہ آدمی تھا جھگڑے بکھیڑوں سے الگ تھلگ رہتا تھا وہ چپکا بیٹھا تماشہ دیکھتا رہا کہ دیکھو ہوتا کیا ہے۔ لیکن دلاور خاں بازی لے گیا اور اُس کے بیٹے کمال خاں کو خلعت سرسرنوبتی کا مرحمت ہوا جس سے حمید خاں کی اُمیدوں پر پانی پھر گیا اور وہ جان گیا کہ دلاور خاں کا پلہ بھاری ہوگیا اِس وجہ سے دونوں میں کشیدگی بڑھ گئی۔ دلاور خاں نے بادشاہ کی جانب سے

[۱] مدراس ریلوے پونا بنگلور ریلوے کا اسٹیشن۔ یہہ ایک چھوٹا سا سٹیٹ ہے جو دریائے کشنا کے قریب ہے اور کولہاپور اور سانگلی سٹیٹ ریلوے کا جنکشن ہے۔

حمید خاں کو کہلا بھیجا کہ جہاں پناہ کا حکم ہوا ہے کہ تم گھر سے باہر نہ نکلو اور تمام اسباب و دولت ہاتھی گھوڑے سلاح خانہ سرکار میں داخل کرو۔ یہ حکم سنتے ہی حمید خاں نے اپنا مال و اسباب لے کر شہر سے نکل جانے کا قصد کیا مگر دیکھا تو پہلے ہی سے شہر کے دروازوں پر ناکہ بندی کردی گئی تھی جس سے عجب کشمکش میں پھنس گیا نہ جائے رفتن و نہ پائے ماندن۔ ناچار تقدیر پر شاکر ہو کر گھر میں حکم قضا شئیم کے صادر ہونے کا منتظر بیٹھا رہا۔ برابر ڈھائی دن تک حمید خاں کا مال و اسباب ڈھونڈ ڈھونڈ کر محل سلطانی میں داخل کیا گیا اور سارا اثاثہ جو اس کثرت سے تھا کہ کسی دوسرے امیر کے پاس اس کا چوتھائی بھی نہ تھا سب داخل سرکار ہو گیا اور تمام جاگیرات اور مناصب ضبط ہو گئے۔ حمید خاں بے چارہ بیک بینی دو گوش رہ گیا آخر کار ایک قلعہ میں قید کر دیا گیا اور دلاور خاں کے چشم میں جو خار کھٹکتا تھا نکل گیا۔

دلاور خاں کے حالات شاہ ابوالحسن کا مکحول کیا جانا اور پھر قتل

ایمان کی بات یہ ہے کہ دلاور خاں تھا بھی بہت بڑا عقیل و فہیم اور اول درجہ کا مدبر۔ انتظام مملکت نہایت حزم و احتیاط اور خوبی اور دانش مندی سے چلا رہا تھا۔ اُسے اسّی سال کا تجربہ تھا۔ ساری عمر اُس کی بادشاہوں ہی کی صحبت میں گزری تھی اور جو کام کرتا تھا وہ خوش تقدیری اور حسن تدبیر سے راست آتا تھا۔ تمامی امراء سے اُس کے تعلقات اچھے تھے اور بڑے بڑے گھرانوں سے رشتہ داری کے تعلقات بھی مستحکم ہو گئے تھے اور اپنے عزیز و اقربا کو بڑے بڑے عہدوں پر مامور کر کے بجنت ہو گیا تھا۔ اپنے سارے بیٹوں کو امارت کے مراتب اعلیٰ پر پہنچا دیا تھا۔ اس کا ایک لڑکا محمد خاں نامی بادشاہ کا ہم سبق تھا اور دوسرا بیٹا کمال خاں بخشی تھا اور بادشاہ کے ساتھ چوگان بازی میں شریک رہتا تھا۔ تیسرا لڑکا حیرت خاں بادشاہ کا مصاحب اور حاضر باش دربار تھا چوتھا عبدالقادر بیجاپور کا قلعہ دار تھا۔ ہر ہر بیٹے کے پاس دو دو ہزار اور خود بدولت کے پاس چھ ہزار نفیس گھوڑے تھے۔ بلبل خاں بھی ایک متبنیٰ فرزند زمرۂ امراء میں تھا۔ علی عادل شاہ کے زمانے میں پانچ چھ ہزار آدمی ملازم سپاہیاں۔ امراء۔ سوداگراں وغیرہ عراق۔ خراساں۔ روم و شام اکٹھے ہو گئے تھے۔ بہ تدریج ان سب کو نکال باہر کیا معدودے چند گرے پڑے باقی رہ گئے اور صرف سو مغل وہ بھی ضعیف اور ساٹھ

چینی ملازم رکھے وہ بھی اپنے آوردے کے بھردئے۔ حضوری میں جتنے لوگ حاضرباش تھے وہ سب اسی کے علاقے کے غلام یا متوسل تھے حتیٰ کہ خدمت گار اور محلات کی لونڈیاں باندیاں سب اسی کے علاقے کی تھیں اور دروازے کے سرپردہ دار بھی اسی کے تھے۔ غرض کہ ایسا سکہ بیٹھا یا کہ اس کے حکم کے سوا پرندہ پر نہ مار سکتا تھا۔ شاہ ابوالحسن جو اخلاص خاں کے حکم سے ایک قلعہ میں مقید تھا اُس کی بھی آنکھیں نکلوادیں اور تھوڑے دنوں بعد زیادہ وہم بڑھا تو اُسے جان سے بھی مروادیا۔ ابوالحسن کے چار بیٹے تھے اُن کے ساتھ دلاور خاں نے کوئی بدسلوکی نہیں کی بلکہ اون سب کو دو دو ہزار فوج کا کمانڈنگ کردیا۔ تھوڑا بہت رسوخ چاند بی بی کا تھا جو معاملات ملکی میں دخل دیا کرتی تھی اُس کی بھی اُس نے بخوبی روک تھام کردی بادشاہ دلاور خاں کے ہاتھ میں ایک کٹھ پتلی کی طرح تھا جس ناچ چاہتا تھا نچاتا تھا۔ دلاور خاں سے بادشاہ کا خود دم سلب ہوتا تھا۔ اس طرح دلاور خاں کا ستارہ اقبال آٹھ برس چمکتا رہا۔ یہ شخص کٹا حنفی سنّی تھا اس نے مذہب تشیع کی جڑ اُکھاڑ دی۔ دلاور خاں خود بڑا ذی علم تھا اکثر اُس کے ہاں علمی وفقہی مجالس ہوا کرتی تھیں اور ہمیشہ احادیث اور تفاسیر کا مشغلہ رہتا تھا اس نے اپنے بیٹوں کو بھی اچھی تعلیم دلائی تھی۔

دلاور خاں کی سعی سے ابراہیم عادل شاہ کی شادی ابراہیم قطب شاہ کی بیٹی سے اور ابراہیم عادل شاہ کی بہن کی شادی مرتضیٰ نظام شاہ کے بیٹے سے ۹۹۶ھ۔

سلطنت بیجاپور کو علی التواتر احمد نگر اور گول کنڈہ ہی سے مقابلہ کرنا پڑتا تھا۔ اس آئے دن کے کھوج مٹادینے کے لئے دلاور خاں نے بڑی پیش بندی سے ابراہیم عادل شاہ کی شادی ملکہ جہاں عرف چاند سلطان دختر ابراہیم قطب شاہ بادشاہ گول کنڈہ سے اور ابراہیم عادل شاہ کی بہن خدیجہ سلطان کی شادی مرتضیٰ نظام شاہ والی احمد نگر کے بیٹے سے کرادی یہ مصداق رتی بھر رشتہ اور گاڑی بھر دوستی دونوں برابر ہیں۔ اس طرح آپس میں رابطہ خلّت ووداد مستحکم وشدید ہوگیا۔ ان شادیوں کے کروفر اور جلوس کا کیا پوچھنا تھا چالیس روز تک برابر جشن شاہانہ رہا اور طرفین سے مصارف کا کچھ ٹھکانا ہی نہ تھا۔

دلاور خاں کا سخت شورش سے بال بال بچ جانا

بہ مصداق ہر کمالے را زوالے دلاور خاں کا عروج اس درجے بڑھ گیا تھا کہ اُس نے بادشاہ کو ایک وجود معطل کر دیا تھا اور اس کا انجام ضرور یہ ہونا چاہیئے تھا کہ اُس کا زوال ہو۔ دلاور خاں کو جب سب طرف سے اطمینان ہو گیا تو اُس کو یہ اُپج کی سوجھی کہ سرے سے یہ بادشاہ ہی نہ رہے اور ابراہیم عادل شاہ کو معزول کر کے اُس کے بھائی اسمعیل شاہ کو جو قلعہ مصطفیٰ آباد میں مقید تھا تخت پر بٹھانے کی کھد بُد ی پکنے لگی۔ یہ خبر شدہ شدہ بادشاہ اور چاندبی بی اُس کی والدہ کے کانوں تک اُڑتی پڑتی پونہچی اور پھر تو سارے شہر میں بجلی کی طرح کوند گئی اکثر امرا اور تمامی رعایا اس قدر اس صدائے بے ہنگام سے برافروختہ ہوئے کہ جدھر دیکھو اُدھر اسی کے سرگوشیاں ہوتی رہتی تھیں جس دن بادشاہ سلامت اور اُن کی والدہ ماجدہ نے یہ خبر سنی بادشاہ اس قدر غمگین اور آزردہ ہوا کہ اُس دن کھانا بھی نہیں کھایا اور تمام رات اُس کی پلک نہ جھپکی اور سارے محل میں اودھم مچ گئی۔ اہل خدمات اور ارباب قلم بالکل مجبور تھے اُن کے بس کی بات نہ تھی وہ کچھ نہ کر سکتے تھے لیکن اہل سیف اور خدمتگار وغیرہ ہمیشہ اکھڑے ہوتے ہیں اُن سے نہ رہا گیا۔ اور اپنی اپنی جگہ ہر گلی کوچے میں سب دلاور خاں سے انتقام لینے پر تُل گئے اور صرف بادشاہ کے اشارے کے منتظر تھے کہ ذرا اُدھر سے ہوں ہو جائے تو پھر دیکھو کہ ہم اس نمک حرام دلاور خاں کی تکا بوٹی کر ڈالتے ہیں۔ عامۃ الرعایا میں ایک عام شورش برپا ہو گئی تھی۔ دلاور خاں کو جو نہ کرنا چاہیئے تھا وہ اپنے غرور تکبر میں کر بیٹھا۔ محلات میں دلاور خاں کی مخبر عورتیں موجود تھیں اُنھوں نے صبح ہوتے ہی من و عن سارے حالات بادشاہ اور اُس کی والدہ کی پریشانی اور تمام شب بے چین رہنے کے بیان کئے ایک دن حسب معمول دلاور خاں دربار میں آیا اور بعد از سرانجام دہی مہمات بادشاہ کے حضور میں آداب بجالانے کو حاضر ہوا اور عرض کی کہ بندے کو کسی خاص معاملے میں خلوت میں معروضہ کرنا ہے۔ بادشاہ نے خلوت میں جا کر دلاور خاں کو بلا لیا۔ اُس وقت پردے کے پاس رفیع الدین بھی موجود تھا (جس کو علاوہ اور خدمات کے جام دار خانہ اور کسوت خاص کی خدمات بھی سپرد تھیں اور یہی سبب اُس کے وہاں حاضر رہنے کا تھا)

اُس نے دلاور خاں اور بادشاہ کی جو گفتگو ہوئی من وعن سنی - دلاور خاں نے عرض کیا کہ رات کو حضرت اور حضرت کی والدہ کی سمع مبارک تک نصیب دشمناں ایسی کیا خبر پہنچی تھی کہ تمام شب استراحت نہ فرمائی - بادشاہ نے دل کڑا کر کے جو واقعات سُننے تھے اُس کے سامنے دُہرائے - دلاور خاں نے اپنا سر پیٹ لیا اور کہا کہ باوجود یکہ یہ خانہ زاد ہمیشہ جہاں پناہ کا سچا خیرخواہ اور جاں نثار رہا ہی اور مجھ سے کبھی تادم زیست ایسی نمک حرامی ممکن نہیں ہو لیکن پھر بھی خاطر اقدس پر مجھ بدنصیب کی طرف سے اِس قدر بدگمانی ہے تو سوائے میری نارسائی بخت کے اور کیا ہو اور روتا پیٹتا نکل کر سیدھے اپنے گھر کی راہ لی اور جاتے جاتے دربار میں جو لوگ جمع تھے اُن سے بہ آواز بلند کہتا گیا کہ آیندہ سے آپ صاحبوں میں سے کوئی شخص میرے مکان پر نہ آئے اور نہ کوئی قلعہ سے باہر جائے - میں روزانہ دربار میں حاضر ہوں گا جو کچھ مجھ سے کہنا سننا ہو قلعہ ہی میں عرض معروض کر سکتے ہیں - خود اس کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے اور ڈر کے مارے اپنے گھر میں دبک گیا اور بلوائیوں کے ڈر سے پانچ دن تک گھر سے باہر قدم نہ نکالا اور نہ کسی کو اپنے پاس آنے دیا - اگرچہ رومی خاں حاکم قلعہ پہلے دلاور خاں ہی کا دبیر تھا - اُس کی ماں نے شاہ طہماسپ (والدہ ابراہیم عادل شاہ) کو دودھ پلایا تھا - اسی سبب سے اُسے قلعہ کی حکومت سپرد تھی اور اُس کی بیٹی عبدالقادر سے جو دلاور خاں کا بیٹا تھا منسوب تھی اور وہ ہر طرح دلاور خاں کا فرماں بردار تھا مگر کچھ ایسا خوف وہراس طاری تھا کہ اُس کا بھی بھروسہ نہ رہا اور ڈر کے مارے پانچ روز تک قلعہ میں بھی نہیں گیا کہ خدا جانے کیا سانحہ پیش آئے نتیجہ یہ ہوا کہ سارے امرا اور عمال اپنے اپنے گھر بیٹھ گئے اور ایک طرح کا جنرل سٹرائیک[1] ہو گیا - رفیع الدین کہتا ہو کہ اُس کے سپرد توشہ خانہ شاہی تھا اور روزانہ شاہی لباس کے لیے اُس کی حضوری ضرور تھی لیکن پھر بھی وہ محل شاہی میں نہ جا سکا اور نہ بادشاہ کا لباس حسب معمول تبدیل کرایا - اگرچہ چاروں طرف سنسان تھا مگر اہل سیف میں بے چینی اور اضطراب شدید پھیلا ہوا تھا اور منتظر تھے کہ بادشاہ کی طرف سے اگر ایک ذرا سا بھی اشارہ ہو جائے تو پھر دیکھیے کہ آن واحد میں اس کی حویلی کی اینٹ سے اینٹ

[1] ایک دم کاروبار بند ہو جانا - ۱۲ -

بجا دیں اور اس مردود کا کام تمام کر دیں - پانچویں روز دلاور خاں کے فرزند اور امیر حسین مستوفی الممالک جو دلاور خاں کا منہ بولا بیٹا تھا اور سید اسمٰعیل دبیر جس پر دلاور خاں کا کامل بھروسہ تھا - اور رومی خاں سب مل کر دلاور خاں کے پاس گئے اور بہت کچھ سمجھایا لیکن اُس پر مطلق اثر نہ ہوا اور ماش کے آٹے کی طرح اینٹھا ہی رہا ناچار یہ لوگ رنجیدہ خاطر ہو کر اُٹھ آئے لیکن دلاور خاں کے بڑے بیٹے محمد خاں نے جرأت کر کے باپ سے کہا کہ آپ کو کچھ خبر بھی ہی کہ شہر میں کیا آفت برپا ہی - دربار کا رنگ بدل گیا ہی ساری سپاہ آپ کے مقابلے کے لئے مسلح طیار ہی ذرا اشارے کی دیر ہی کہ ہمارا گھر بار لوٹ کر نیست و نابود کر دیں گے - ہمارے اہل و عیال کی عزت خاک میں مل جائے گی اور چوڑے چماروں کے حوالے کئے جائیں گے - آپ عقل کے ناخن لیں اور اس تمردی سے باز آئیں اور خدا کے واسطے اپنے آپ اور ہم سب کی حالت پر رحم کر کے کوئی ایسی معقول تدبیر کیجئے کہ یہ فتنہ فرو ہو کہ چند روز بخیر و خوبی گزر جائیں ورنہ کل صبح ہی آپ دیکھ لیں گے کہ قیامت برپا ہو جائے گی - دلاور خاں یہ حالات سن کر تین چار گھنٹے تک سوچ میں گیا - اُس کے بشرے سے سخت پریشانی ظاہر تھی آخر کار مآل کار کو سوچ کر رومی خاں سے کہلا بھیجا کہ تم سب دوستوں نے جو کہا مجھے منظور ہی کسی طرح اس بھڑکتی ہوئی آگ کو سرد کرو - رومی خاں کی مجال نہ تھی کہ خود قلعہ میں جا سکتا قلعہ کے اندر قدم رکھتے ہوئے دم سلب ہوتا تھا آخر کار ایک بڑھیا کو علیا حضرت چاند بی بی سلطانہ کی خدمت میں بھیج کر معروضہ کرایا کہ آپ کو معلوم ہی کہ چند دنوں سے کیسی کچھ مصیبت کا سامنا ہی سارے کاروبار معطل دربار سنسان پڑا ہی لوگ پریشان خاطر ہیں آپ کچھ ایسی تدبیر فرمائیں کہ معاملے کی یکسوئی ہو جائے ایسا نہ ہو کہ دشمنوں کو یہ خبر معلوم ہو اور لینے کے دینے پڑ جائیں - آپ پر مخفی نہیں ہی کہ دلاور خاں نے بپاس عزت و آبرو مجبوراً کاروبار سلطنت سے دست کشی اختیار کی ہی اور گھر میں بیٹھ گیا ہی جس کی وجہ سے تمام نظم و نسق درہم برہم ہو گیا ہی اگر جہاں پناہ سلامت علی الصباح دلاور خاں کے کلبۂ احزان تک قدم رنجہ فرمائیں اور اُس کی دل جوئی اور جاں بخشی فرما کر اپنے ہمراہ رکاب قلعۂ معلی میں لے آئیں اور دوبارہ سرفراز فرمائیں تو بے کھٹکے یہ ہنگامہ دب دبا جاتا ہی اور کاروبار سلطنت کا جس خوش اسلوبی سے اب تک چلتا تھا چلتا رہے گا - علیا حضرت نے رومی خاں کے معروضہ کو شرف قبولیت بخشا اور

اسی طرح دوسرے دن بادشاہ اسپ ترکی پر سوار ہوکر دلاورخاں کے محل سرا کے دروازے تک پہونچا تھا کہ دلاورخاں دوڑتا ہوا نکلا اور بادشاہ کے قدموں پر سر رکھ کر زار و قطار رونے لگا اور اپنی تقصیرات کی معافی چاہی اور بادشاہ کے گھوڑے کی رکاب پکڑے ہوئے شہر کے باہر دروازے تک آیا کہ اُدھر سے شاہی پالکی آرہی تھی بادشاہ پالکی میں سوار ہوا اور دلاورخاں کو اسپ ترکی پر بٹھلا کر قلعہ میں لایا اور خلعت فاخرہ دلاورخاں کے لیئے حاضر کیا گیا - دلاورخاں نے دست بستہ معروضہ کیا کہ گوشت پوست سب سرکار کا ہی خانہ زاد ہمیشہ خلعتوں سے سرفراز ہوتا رہا حضرت کے جسم مبارک پر جو لباس ہی وہ میرے لئے لاکھوں خلعتوں سے بڑھ کر ہی اگر فدوی کو یہ سرفراز ہوجائے تو بڑی کرم بخشی ہی اور سارے شہر میں اس کی دھوم مچ جائے گی - بادشاہ اُسی وقت محل میں گیا اور لباس اُتار کر دلاورخاں کو بھیج دیا دلاورخاں نے وہیں لباس شاہی پہن لیا اور بخوشی تمام اپنے دولت خانے کو واپس آیا اور اُسی وقت سے مہام سلطنت حسب سابق انجام دینے لگا اور جو کچھ شر و فساد تھا سب فوراً ہی دب دبا گیا -

دلاورخاں کا از سر نو فوج بھرتی کر کے اپنے پاؤں جمانا

دلاورخاں بڑا پولٹیکل تھا اُس نے دیکھا کہ رسیدہ بود بلاے و لے بخیر گزشت - مگر بکرے کی ماں کب تک خیر منا سے گی آج نہیں تو کل پھر ہیں گو ہیں میداں اگر یہی لیل و نہار رہی تو یہ بیل کبھی منڈھے چڑھنے والی نہیں ع

مرد آخر بیں مبارک بندہ ایست

غافل رہنا شرط خرد مندی نہیں ہی بہتر یہ ہی کہ ابھی سے اس امر کا معقول بندوبست کر لیا جائے کہ پھر ایسی بات ہی نہ ہو اور اپنی حالت کو قوی اور مضبوط کرنے کے لئے نئی فوج بھرتی کرنے لگا - پہلی جمعیت تھی سو تھی اور چھ ہزار منتخب سواروں کو جدید طور پر نوکر رکھا جن پر ہزارہا روپیہ صرف کر کے اسلحہ و آلات اور لباس فاخرہ زربفت و مخمل سے خوب آراستہ کیا اور بادشاہ سے عرض کی کہ جاں نثار نے آپ پر سرنثاری کے لئے ایک نئی فوج طیار کی ہی فوج کے ملاحظہ کے لئے بادشاہ شہر پناہ کے ایک برج پر جلوہ فرما ہوا اور تمام سوار احشام اور ہاتھی گھوڑے سر سے پیر تک آراستہ اور پیراستہ ہوکر مارچ پاسٹ[۵۱] ہوا - بادشاہ نہایت خوش ہوا اور دلاورخاں کی بہت

[۵۱] کسی افسر کے سامنے سے مثل بندی سے فوج کا گزرنا ۔ ۱۲

تعریف کی - دلاور خاں اور اُس کے فرزندوں کے لئے خلعت ہائے فاخرہ اور گھوڑے اور ہاتھی اور تلواریں اور خنجر اور مرصع انگوٹھیاں الماس و زمرد اور پکھراج کی سرفراز کیں اور خود دلاور خاں کو ایک نہایت خوب صورت گھوڑا زین اور لگام مرصع کا دیا - کل سرفرازی ایک دن میں دو لاکھ ہن کی ہوئی اور اسی طرح اسی ایک سال میں پانچ مرتبہ مختلف تقریبات میں لاکھوں روپیہ کی سرفرازیاں ہوئیں - اگرچہ دلاور خاں کو فوج کے اخراجات کے لئے پہلے ہی سے بہت سی جاگیریں تھیں مگر اس جدید فوج کے خرچ کو کفاف نہ کرتی تھیں لہذا اور سو مواضع کثیر المحاصل کی گزاشت کا حکم ہوا - دلاور خاں نے مجلسیاں اور امرا اور منصبداروں کے دیہات چھین لئے جس کی وجہ سے پانچ ہزار قدیم فوج تخفیف میں آگئی اور اسی مقدار میں دلاور خاں کی فوج بڑھ گئی الغرض روز بروز دلاور خاں کی قوت بڑھتی جاتی تھی اور پادشاہ دبتا چلا جاتا تھا اور یہی دلاور خاں کا اصلی منشا رکھتا -

برہان نظام شاہ کی امداد کے لئے ابراہیم عادل شاہ کی چڑھائی

علی عادل شاہ کے زمانے میں برہان نظام شاہ اور اُس کے بھائی مرتضیٰ نظام شاہ سے کچھ سوء مزاجی ہوگئی تھی اور برہان نظام شاہ ناراض ہوکر بیجاپور چلا آیا تھا - عادل شاہ نے اُس کی بڑی خاطر مدارات کی اور چاہتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح اُسے احمد نگر کے تخت پر بٹھلا دے مگر افسوس کہ اُس کی عمر نے وفا نہ کی اور یہ آرزو دل کی دل ہی میں رہی - برہان نظام شاہ ابراہیم عادل شاہ کی سلطنت کے اوائل زمانے میں مایوس ہوکر اکبر شاہ پادشاہ کے پاس ہندوستان چلا گیا اور وہاں سے اُن امرا کو جو بیجاپور میں اُس کے دوست تھے اپنی پریشانی اور سرگردانی کے حالات لکھتا رہتا تھا - اِدھر جمائل خاں مہدوی اور دوسرے امرا نے اسمعیل شاہ پسر برہان شاہ کو جو بارہ سال کی عمر کا تھا قید سے نکال کر تخت پر بٹھلا دیا - یہ بات کسی امیر نے دلاور خاں کے کان پر ڈال دی دلاور خاں چاہتا ہی تھا کہ اگر ممکن ہو تو نظام شاہیوں کو اپنا ممنون احسان بناؤں اُس نے وعدہ کر لیا کہ میں برہان شاہ کی مدد کے لئے بسر وچشم حاضر ہوں لیکن بہتر ہوگا کہ اکبر پادشاہ کا ایک فرمان میرے نام اور دوسرا راجے علیخاں فرماں روائے خاندیس اور دوسرے امرائے سرحدی کے نام امداد کا حاصل کریں تو ہم کو اور زور ہوجائے گا اور میں ابراہیم عادل شاہ

کو لے کر آپ کی کمک کو احمد نگر پونہچ کر آپ کو کامیاب کرادوں گا - برہان شاہ نے یہ جواب پاتے ہی فرامین حاصل کئے اور دکن کی طرف چلا جب برہان پور پونہچا تو راجہ علی خاں نے استقبال کیا اور بڑی عزت و احترام سے شہر میں لاکر تخت پر بٹھلایا اور فوج جمع کرنے لگا - دلاور خاں کو جب برہان شاہ کے خاندیس پونہچ جانے کی خبر ملی تو ابراہیم عادل شاہ کے ساتھ ایک بہت بڑا لشکر لے کر مملکت نظام شاہیہ کی طرف بڑھا جب سواری مبارک شاہ درگ پر پونہچی تو آب و ہوا بہت پسند آئی اور چند دن وہیں اقامت فرمائی - دلاور خاں کو اس مہم میں بھی اپنے استحکام کی فکر تھی اور چاہتا تھا کہ کسی طرح شہر بیجاپور اور قلعہ کی حکومت پر کوئی اپنا آدمی رکھے اور نیز چاند بی بی کو جو ہر وقت پادشاہ کی نفس ناطقہ تھی اُسے کسی طرح پادشاہ کی نظروں سے اُتار دے - دلاور خاں نے چند بدمعاشوں کو اشتعال دیا کہ شہر میں خوب چوریاں کریں کہ کسی طرح رومی خاں کی جو نائب غیبت تھا بدنامی ہو - جب شہر میں آئے دن کثرت سے چوریاں ہونے لگیں تو متواتر شکایتیں پونہچیں اور لشکری لوگ اپنے مال و متاع کی طرف سے پریشاں خاطر ہوگئے - شدہ شدہ پادشاہ کے کانوں تک شور و غوغا پونہچا - دلاور خاں کو اچھا موقع ملا - رومی خاں جس کے سپرد شہر کا انتظام تھا اُس کی ناقابلیت اور عدم توجہی کی شکایت کی اور کہا کہ اگر حکم ہو تو میں کسی ایسے لایق شخص کو چن کر مقرر کروں جو شہر اور قلعہ دونوں کا معقول انتظام کر سکے - پادشاہ نے کہا کہ رومی خاں ہمارا قدیم اور معتبر ملازم ہے میں اُس کو علیحدہ کرنا پسند نہیں کرتا البتہ میں اُسے بہت ہوشیاری سے کام کرنے اور اس بدنظمی کے رفع کرنے کی سخت تاکید کروں گا - دلاور خاں کا داؤں نہ چلا سمجھا کہ یہ پادشاہ کی ماں کی صلاح ہوگئی جو پادشاہ نے میری بات ٹالی اور رومی خاں کی پاس داری کی تو دلاور خاں نے ایک چال اور چلی کہ اپنے بال بچوں کو بیجاپور سے بلوالیا - جب پادشاہ نے آگے بڑھنے کا حکم دیا تو دلاور خاں نے علیا حضرت سے عرض کی کہ اب لشکر دشمن کے مقابلے کے لیے جاتا ہے خدا جانے وہاں کیا معاملہ پیش آئے میں اپنے زنانے کو یہیں چھوڑے جاتا ہوں بال بچوں کو لے کر کہاں پھروں گا - خانہ زاد کی گزارش یہ ہے کہ آپ بھی قلعہ ہی میں ہماری واپسی تک رونق بخش رہیں تو بہت مناسب ہے تاکہ زحمت سفر سے محفوظ رہیں - چاند بی بی دلاور خاں کی چال بازی سمجھ گئی کہ مجھے اپنے لخت جگر سے اِس بہانے سے جدا کرنا چاہتا ہے جواب دیا کہ میں

ہرگز بادشاہ کو اکیلا نہ چھوڑوں گی کیا میری جان اُس سے زیادہ عزیز ہی جو اُس پر گزرے گی مجھ پر گزرے گی۔ دلاور خاں کی یہاں بھی نہ چلی ناچار اپنے زنانے کو قلعہ شاہ درگ میں چھوڑ کر لشکر کے ساتھ غنیم کے مقابلے کو روانہ ہوا۔

اسمٰعیل نظام شاہ اور عادل شاہ کی جنگ

جمال خاں حبشی زادہ جبس نے اسمٰعیل شاہ پسر برہان کو تخت پر بٹھلا کر خود وکیل السلطنت اور پیشوا بن گیا تھا۔ اسمٰعیل شاہ کو لے کر ابراہیم عادل شاہ اور برہان شاہ کے مقابلے پر احمد نگر سے نکلا اور طرفین سے جنگ شروع ہوگئی ادھر اور اُدھر دونوں جانب کثرت سے لوگ مارے جاتے تھے ایک دن بڑی سخت لڑائی صبح سے شام تک تمام دن ہوتی رہی رات ہو جانے سے دوسرے دن پر اُٹھا رکھی گئی۔ دوسرے دن پھر گھمسان لڑائی ہوئی آخر کار عادل شاہ کی فوج میں جو سات آٹھ ہزار ہندو جری سوار تھے لشکر کے تعاقب میں چو طرف پھیل گئے اور لوٹ مار کر کے چالیس ہاتھی اور دو ہزار گھوڑے پکڑ لئے جمال خاں اس پُر آشوب وقت میں اسمٰعیل نظام شاہ کو لے کر پہاڑوں میں ایک طرف چھپ گیا تھا اُسے جب معلوم ہوا کہ تمام ہندو سوار ہمارے لشکر کے پیچھے نکل گئے ہیں باقی لشکر عادل شاہیوں کا مال غنیمت سمیٹنے میں لگا ہوا ہی اور دلاور خاں تنہا رہ گیا ہی معدودے چند لوگ اُس کے ساتھ ہیں تو کمیں گاہ سے نکلا راستے میں اس کو عین الملک اور آنکس خاں ملے جو دلاور خاں کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے خدمت سپہ سرداری سے محروم کر دئے گئے تھے بوجہ ناخوشی کے معرکہ جنگ سے الگ تھلگ رہے لیکن جب اُنھوں نے بادشاہ کی فتح یابی کی خبر سنی تو مبارکباد کے لئے جا رہے تھے کہ راستے میں جمال خاں کی فوج سے مٹ بھیڑ ہوگئی۔ یہ بے چارے جنگ کے لئے تیار نہ تھے شکست پائی اور پچاس ساٹھ ہاتھی اور مال و اسباب چھوڑ کر بھاگے۔ جمال خاں کو بلا جد و جہد منہ مانگی مراد ملی اور تازہ دم ہوگیا۔ دلاور خاں نے جب یہہ حال سنا اور دیکھا کہ اُس کے پاس کچھ لشکر باقی نہیں رہا کہ جمال خاں سے مقابلہ کر سکتا مجبوراً بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سب کیفیت عرض کی اور صلاح دی کہ اب یہاں سے چلنا چاہیئے۔ راتوں رات نہایت پریشانی اور سرگردانی سے (۱۸) کوس کی منزل طے کر کے دوپہر کے وقت بادشاہ قلعہ شاہ درگ میں پہونچا وہاں پہونچ کر دیکھا تو کل سامان جنگ و جدال گولی باروت اور مال و متاع جو قلعہ کی حفاظت

کے لئے چھوڑ گئے تھے سب لٹ چکا تھا اس لئے بہ مجبوری چند دن وہیں ٹھیرے رہے اور مستقر بیجاپور سے کل سامان از سر نو فراہم کرنا پڑا -

اسمعیل نظام شاہ کی طرف سے جمال خاں کی لڑائی برہان نظام شاہ سے بمقام برہان پور اور اول الذکر کی شکست اور جمال خاں کا تیر سے ہلاک ہونا

جمال خاں پیشوائے اسمعیل شاہ کو جب خبر ملی کہ عادل شاہ اس طرح دل شکستہ ہو کر شاہ درگ چلا گیا تو فوراً ایلغار احمد نگر پہنچ کر جھٹ پٹ پوری طیاری کر کے چاہتا تھا کہ عادل شاہ کی مدد پہنچنے کے اول ہی برہان نظام شاہ پر چڑھائی کر کے اُس کا کام تمام کر دے اور اسی ارادے سے اسمعیل شاہ کو ساتھ لے برہان پور کی طرف بڑھا - اُدھر برہان نظام شاہ نے راجہ علی خاں اور دوسرے امرائے برار کو بہت کچھ بڑھاوے چڑھاوے دے کر ہموار کر لیا تھا - دلاور خاں کو جب معلوم ہوا کہ جمال خاں نے برار پر چڑھائی کر دی ہے تو بلا طلب محض جمال خاں کو شکست دینے کے لئے دس ہزار سوار کمان دار شاہ درگ ہی سے بھیج دئے لیکن جمال خاں کو جوں ہی بیجاپور کی امدادی فوج کی روانگی کی خبر ملی تو وہ ڈبل ڈبل منزلیں کر کے عادل شاہی فوج کے آنے کے پانچ چھ روز پہلے ہی نظام شاہ کے لشکر پر جا پڑا وہاں جا کر اُس نے دیکھا کہ سارے امرائے برار برہان شاہ کے ساتھ ہیں اور عادل شاہ کی فوج بھی اُمڈی چلی آ رہی ہے تو اُس نے سمجھ لیا کہ اب میری خیر نہیں لیکن پھر بھی پوری جواں مردی سے لڑا اور نظام شاہی فوج کے چھکے چھڑا دیئے اور قریب تھا کہ برہان شاہ کے لشکر کی قلع قمع ہو جائے کہ عین وقت پر دلاور خاں کا لشکر پہنچ گیا - جمال خاں نرغے میں گھر گیا اکیلا کیا کر سکتا تھا - یکایک جمال خاں کو ایسا کاری تیر لگا کہ جس سے وہ جانبر نہ ہو سکا - دشمنوں نے جمال خاں اور اُس کے داماد خداوند خاں کے سر کاٹ کر برہان نظام شاہ کے گھوڑے کے قدموں میں ڈال دیئے اور اسمعیل نظام شاہ کو گھوڑے سمیت گھسیٹ کر لائے - برہان نظام شاہ آخر باپ ہی تھا محبت پدری جوش زن ہوئی بیٹے کو گلے لگا لیا - راجہ علی خاں کو اس جنگ میں بہت سے ہاتھی اور ہزاروں گھوڑے اور مال و اسباب ملا علاوہ اس کے برہان نظام شاہ نے اور تحفہ تحائف دے کر رخصت کیا اور دونوں باپ بیٹے ہنسی خوشی احمد نگر روانہ ہوئے - برہان نظام شاہ تخت نشین ہو گیا اور اسمعیل شاہ کو فوراً قلعہ لوہارگڈھ میں جہاں اُس کا

بھائی ابراہیم نظام شاہ پہلے سے نظر بند تھا قید کر دیا۔

بادشاہ کے عتاب سے دلاور خاں کا بیجا پور سے بھاگنا ۹۹۸ھ

دلاور خاں نے نخواہ مخواہ جمال خاں کی مدد کے لیئے بطور خود لشکر اُٹھا کر بھیج دیا اور مفت کی جنگ اپنے سر مول لی جس میں سخت مالی نقصان کے علاوہ چالیس ہاتھی اور پانچ ہزار گھوڑوں کا نقصان خطیر ہوا۔ دلاور خاں نے ہر طرف سے بادشاہ کو جکڑ رکھا تھا جدھر دیکھو اُسی کے لوگ گھیرے رہتے تھے۔ اور اس قدر سخت نگرانی تھی کہ کسی کی مجال نہ تھی کہ بادشاہ سے کچھ عرض معروض کر سکے۔ بادشاہ دلاور خاں کی خود مختارانہ کارروائی سے سخت تنگ آگیا تھا اور دل سے چاہتا تھا کہ خدا وہ کون سا دن لائے گا کہ اس کے پنجے سے گلو خلاصی ہو۔ برہان پور کی شکست فاش سے دلاور خاں کے مُنہ کا پانی اُتر گیا لوگ اُس پر آوازے توازے کسنے لگے اور ہر طرف سے اظہار ناراضگی ہونے لگا۔ آخر کار بادشاہ کی والدہ نے دو اپنے خاص الخاص لوگوں کو قصبہ طور پر عین الملک کنعانی اور آنکس خاں اور علی خاں امراء کے پاس بھیجا اور کہلا بھیجا کہ بادشاہ دلاور خاں کی خیرہ سری خود مختاری اور سرتابی سے سخت بیزار آگیا ہے اُس نے ناک میں دم کر رکھا ہے تم لوگ ما بدولت کے پشتینی نمک خوار اور خیر خواہ ہو۔ تمھارے آبا و اجداد نے ہمارے خاندان کے ساتھ جاں نثاری کی ہے ہم کو توقع ہے کہ تم اس وقت حق نمک ادا کرو اور اس ملعون کی گوشمالی میں مدد دو تو موجب ہماری خوشنودی کا ہوگا۔ عین الملک نے بادشاہ کا فرمان سر آنکھوں پر رکھا اور دست بستہ عرض کی کہ حضرت کے لیئے ہماری جان حاضر ہے یہ گوشت پوست سب سرکار کا ہے زہے سعادت ہماری کہ ہم غلاموں سے سرکار کی خدمت ادا ہو۔ اگر خداوند نعمت غریب خانے تک قدم رنجہ فرمائیں تو ملاحظہ فرمالیں گے کہ اس نمک حرام کی کیسی گت بناتا ہوں۔ چنانچہ ۱۵ رجب المرجب کی شب میں بادشاہ نے بوقت سحر آنے کا وعدہ فرمایا اور ہر سہ امراء نے خبر نزول اجلال سن کر وقت مقررہ پر سے پیشتر اپنی اپنی فوجوں کو طیار کر لیا اور چشم براہ بیٹھ گئے عادل شاہ حسب قرارداد سحر کے وقت حرم سرا سے برآمد ہوا اور کسی سے کچھ نہ کہا کہ کہاں جاتا ہے صرف اپنے ایک غلام کفش دار خاں کو گھوڑے حاضر کرنے کا حکم دیا۔ غلام نے جلودار سے گھوڑے طلب کیئے۔ جلودار نمک حرام نے صاف انکار کر دیا کہ بلا اجازت دلاور خاں کے اصطبل سے

گھوڑے نہیں آسکتے۔ کفش دار خاں جلودار کا ایسا بیہودہ جواب سن کر ایسا غصے میں آیا اور
جلودار کے ایسا ایک طمانچہ رسید کیا کہ وہ کھڑے قد سے گر پڑا۔ دوسرے جلودار نے جو یہ
دیکھا تو جھٹ گھوڑے حاضر کر دیئے۔ پادشاہ مع غلاموں کے سوار ہو کر نکلا۔ الیاس خاں جس کی
شب میں نشست بھی پادشاہ کو پہچان کر آگے دوڑا اور پوچھا تو پادشاہ نے کہا یہ وقت بات کرنے کا
نہیں ہے جہاں میں جاتا ہوں تو بھی مع اپنے ہمراہیوں کے ساتھ ہو لے۔ الیاس خاں مع خاصہ خیل
کے سو سواروں کے ہمراہ رکاب ہو لیا۔ شہر کے باہر نکلتے ہی عین الملک آنکس خاں اور علی خاں
قدم بوس ہوئے۔ محل میں اُسی وقت پادشاہ کی سواری کی خبر ہو گئی یہ سنتے ہی تمام لوگ خاصہ خیل۔
مجلسیاں اور سر نوبتیاں جن کی نشست شب میں تھی جن میں رفیع الدین شیرازی اور محمد قاسم فرشتہ
بھی تھے مسلّح ہو کر دوڑے اور ایک دم تین ہزار آدمی پادشا کے ساتھ ہو لئے اور جاتے جاتے
راستے میں چند ہاتھی چھوڑتے گئے کہ اگر دلاور خاں آتا ہو تو اُسے ہاتھیوں سے روند دیں۔ دلاور خاں
کے لوگوں نے بھی فوراً خبر دی وہ سنتے ہی آنکھیں ملتا ہوا اُٹھا۔ دلاور خاں اور اُس کے بیٹے پانچ ہزار
سوار اور ہاتھی لے کر صبح صادق کے وقت پادشاہ کی طرف چلے اس خیال سے کہ ہمیں دیکھ کر لوگ
ڈر جائیں گے اور پادشاہ کو چھوڑ کر اِدھر آن ملیں گے۔ جب لشکر شاہی ایک تیر کے فاصلے پر رہ گیا تو
دلاور خاں کی صورت دیکھ کر ہاتھی والوں کا دم نکل گیا اور اُن کی مجال نہ ہوئی کہ روک سکیں۔
الغرض دلاور خاں دنّاتا پادشاہ تک پوہنچ گیا اور نہایت غصے اور غضبناک لہجے میں پادشاہ
سے مخاطب ہوا کہ اتنی رات کو گھر سے نکل کر آپ کہاں چلے اس طرح آپ کا جانا بالکل نامناسب
ہے بہتر ہے کہ ابھی پلٹ چلیئے یہ سنتے ہی پادشاہ غصے سے نیلا پیلا ہو گیا۔ کچھ بھی کہو کیسا ہی دباؤ ہو
مگر تھا تو آخر پادشاہ ہی۔ خون کا سا گھونٹ پی کر رہ گیا اور دلاور خاں کو کچھ جواب نہ دیا۔ اس بیہودہ کے
کیا مُنہ لگتا وہیں پھر کر ایک مصاحب کی طرف مخاطب ہو کر حکم قضا نشیم زبان مبارک سے
فرمایا کہ ہاں دیکھتے کیا ہو اس مردود کی زبان گدّی سے کھینچ لو۔ پادشاہ کی زبان ہلنے کی دیر تھی
کہ خاصہ خیل میں کا ایک شخص ادب نامی اپنے اسپ برق دم کو چمکا کر مثل صاعقہ جھپٹا اور
ایک ایسی تلوار ماری کہ دلاور خاں نیچے گر پڑا۔ تلوار لگی مگر کاری نہ لگی۔ دلاور خاں زخمی تو ہوا
مگر مرا نہیں۔ ایک فیل بان اپنا ہاتھی بیچ میں لے آیا۔ اتنی مہلت ملتے ہی شاہ احمد صفوی جو

دلاور خاں کا داماد تھا اپنا گھوڑا لے آیا دلاور خاں اُس پر سوار ہو کر نوک دم بھاگا اگر ٹھیرتا تو لوگ اُس کے ٹکڑے اُڑا دیتے - بادشاہ کے غضب سے ساری فوج میں سنسنی پھیل گئی - دلاور خاں مع اپنے دونوں بیٹوں محمد خاں اور حیرت خاں کے سیدھا بیدر چلا گیا لیکن وہاں بھی سینگ نہ سمائے تو احمد نگر پونہچا - لوگ کہتے ہیں کہ احمد نگر میں اس کی آؤ بھگت ہوئی اور کوئی خدمت امارت بھی ملی اور بادشاہ کا مصاحب خاص ہو گیا - کمال خاں جو دلاور خاں کا تیسرا لڑکا بھاگا تو وہ بھی تھا مگر اجل اُسے گھیر لائی دوسرے دن پھر بیجاپور آگیا اور جوں ہی لوگوں کو اُس کی واپسی کی خبر ملی کہ اُسے قتل کر ڈالا -

برہان نظام شاہ کی لشکر کشی بیجاپور پر دلاور خاں کا دوبارہ آنا اور مکحول کر کے قید کیا جانا اور آخر کار مر جانا

دلاور خاں کی معزولی کے بعد بادشاہ نے سلطنت کی باگ اپنے ہاتھ قدرت میں لی اور مہمات اہم دستر گ خود انجام دینے لگا - بادشاہ نے بہت کچھ عزل و نصب کیا - ہر شخص اپنی اپنی جگہ بڑی بڑی خدمات پر دانت لگائے بیٹھا تھا - جو لوگ نظروں سے گر گئے وہ ریشہ دوانیاں کرنے لگے - سب سے بڑا مُہرا دلاور خاں تھا - گھر کا بھیدی لنکا ڈہائے وہ ہمیشہ برہان نظام شاہ کو اُبھارتا رہتا تھا اور تعجب ہی کہ برہان نظام شاہ اس قدر جلد اُن تمام احسانات کو بھول گیا جو ابراہیم عادل شاہ نے کئے تھے اور سچ پوچھئے تو اسی کی بدولت کھوئی ہوئی سلطنت ملی ؎

کس نیاموخت علم تیر از من ۔۔۔ کہ مرا عاقبت نشانہ نہ کرد

برہان نظام شاہ نے مملکت عادل شاہ پر لشکر کشی کی ادھر سے رومی خاں مقابلے پر گیا اور اُدھر سے دلاور خاں جس کے رگ و ریشہ میں عادل شاہیوں کا نمک پیوست تھا وہی میر عساکر تھا - برہان نظام شاہ نے دریائے بھالوزہ کے کنارے ایک قلعہ بنانا شروع کر دیا - اور بہت سرعت سے تعمیر کا کام شروع ہو گیا لیکن عادل شاہ نے اس کی کچھ بھی پروانہ کی الغرض روزانہ چھوٹی موٹی لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں اور دونوں طرف کے لوگ کام آتے تھے - دلاور خاں بیجاپور کی مطلق العنان حکومت کا مزہ چکھ چکا تھا اُس کے منہ سے رال ٹپک پڑی تھی اور دل سے چاہتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح پھر وہیں چلا جاؤں اس لئے در پردہ عادل شاہ سے کہلا بھیجا

کہ اگر بندگانِ دولت خانہ زادکی جان ومال کی امان بخشیں اور خطا معاف فرمائیں تو اب بھی غلام سر کے بل چل کر در اقدس پر حاضر ہوتا ہے۔ پادشاہ نے اِس درخواست کو منظور فرمایا اور عہدنامہ بھیج دیا لیکن بدول لوگ دشمن برابر۔ دلاورخاں تاک میں لگا ہوا تھا کہ ذرا میرے پاؤں جم جائیں تو پھر دیکھیں کیسا چن چن کے بدلا لیتا ہوں اور بادشاہ کو ناک چنے چبواتا ہوں۔ یہ کھٹیڑے کھٹیڑے بدلائی تھی پادشاہ بھی اپنی جگہ چوکنا تھا۔ دلاورخاں نے بہت اصرار سے برہان نظام شاہ سے اجازت لی اور مع اپنے فرزند محمد خاں کے بیجاپور آن پونہچا۔ یا یوں کہئے کہ گئی گوائی بلا پھر آئی۔ دلاورخاں جس روز آیا تمامی خلائق دو تین کوس تک پیشوائی کو گئی بڑے کروفر سے شہر میں لائی تمامی امرائے شہر مبارک باد کو ٹوٹ پڑے۔ پادشاہ نے جو اِس قدر گرویدگی خلائق کی دیکھی تو سمجھ گیا کہ اگر دس پانچ دن بھی یہ شہر میں رہا تو ہموں آتش در کاسہ۔ مجھے معطل محض کردے گا۔ اُسی دن پادشاہ دوازدہ امام کے روضے کی زیارت کو گیا تھا سہ پہر کے وقت جب واپس آنے لگا تو دلاورخاں مشرف بملازمت ہوا اور پادشاہ کی رکاب پکڑے ہوئے قلعہ تک آیا۔ پادشاہ نے محل میں نہ بلا کر وہیں دہلیز پر بیٹھنے کا حکم دیا اس سے دلاورخاں بہت گھبرایا کہ معاملہ بگڑ گیا میں نے ناحق ہی اس بلا میں پھر اپنی گردن پھنسائی۔ پادشاہ نے حکم دیا کہ اس کی آنکھیں نکلوا ڈالی جائیں۔ دلاورخاں عجز والحاح کرنے لگا کہ حضرت سلامت کو خلاف مواثیق وعہد ایسا کرنا زیبا نہیں ہے۔ پادشاہ نے کہا کہ میں نے جان ومال کی امان دی ہے نہ کہ اس سے زیادہ سو میں نہ تمھاری جان لیتا ہوں نہ مال رہا آنکھیں نکلوا دینا اس سے نہ ضرر جانی ہے نہ نقصان مال اور میں نے یہ عہد کیا تھا کہ میں تجھے نقصان نہ پونہچاؤں گا سو میں تیری آنکھیں خود تھوڑی نکال رہا ہوں دوسرے کی نقصان رسانی کا میں ذمہ دار نہیں جو آنکھیں نکالتا ہے وہ جانے اور تو جانے اس کے بعد معًا دلاورخاں کی آنکھیں نکال ڈالی گئیں اور قلعہ ٹکُلنا میں قید کردیا گیا اور اسی حالت میں دس سال زندہ رہ کر نوّے سال کی عمر میں انتقال کیا۔

برہان نظام شاہ اور عادل شاہ کی دوبارہ لڑائی کنار رود دھیما پر۔

برہان نظام شاہ جو قلعہ بنا رہا تھا۔ اُس کی تکمیل کرلی اور اُس میں بہت کچھ سامان جنگ اور

غلہ وغیرہ جمع کرلیا اور سواحل رود بھیما[۵۱] کے تمام مقامات پر قبضہ کرلیا - جب یہ خبر ابراہیم عادل شاہ کو پہنچی - رومی خاں اُدھر سے گیا - ادھر سے دلاور خاں دکھنی مع بارہ ہزار سواروں کے موجود تھا کئی دن تک جنگ ہوتی رہی آخر کار نور خاں مع چند امرا کے مارا گیا - عادل شاہ کی سپاہ کو ایک سو ساٹھ ہاتھی اور ہزار گھوڑے اور بہت کچھ اسلحہ اور مال و اسباب ملا اور فتح کامل ہوئی - برہان نظام شاہ کے لشکر میں رسد آنی چوطرف سے بند کردی گئی ناچار برہان نظام شاہ نے پیغام صلح دیا عادل شاہ نے بالکل لاپروائی کی اور ایک مہینے تک جواب ہی نہ دیا جب قطب شاہ اور راجہ علی خاں نے بہت کچھ منت سماجت کی تو عادل شاہ نے اس شرط سے مصالحت پر آمادگی ظاہر کی کہ جو قلعہ تم نے بنایا ہے وہ توڑ کر مسمار کردو - آخر الامر برہان نظام شاہ کو ایسا ہی کرنا پڑا جب کہیں جاکر صلح ہوئی اور پیچھا چھوٹا -

برہان نظام شاہ کی اشتعالک سے اسمٰعیل عادل شاہ کا قید سے چھوٹنا اور ایک عام شورش برپا کرنا

برہان نظام شاہ کو ایسی شرمناک شکست ہوئی کہ وہ جب ہی سے یہ داغ اپنی پیشانی سے مٹانے اور انتقام لینے کی کوشش میں تھا - اُس نے خفیہ مراسلات اسمٰعیل شاہ برادر ابراہیم عادل شاہ سے شروع کی جو قلعہ مصطفیٰ آباد عرف بلگاؤں میں مقید تھا اور ہر طرح امداد کا وعدہ کیا - عین الملک اور آنکس خاں اُسی قریب میں جاگیردار تھے ان سے بھی سلسلہ جنبانی شروع کی کہ یہ دونوں ابراہیم عادل شاہ سے کشیدہ خاطر ہوکر چلے گئے تھے کھڑے ہوگئے - برہان نظام شاہ نے ان کو آمادہ کیا کہ ابراہیم عادل شاہ کے بھائی اسمٰعیل شاہ کی طرف ہوکر اُسے تخت پر بٹھلادیں ان کو تو اتنا اشارہ بس تھا - خوے بدرا بہانہ بسیار یہ لوگ بظاہر تو ابراہیم عادل شاہ کا دم مارتے تھے مگر درپردہ اُس کی جڑ کاٹنے لگے اور رفتہ رفتہ بہت سے امرا کو اپنا ہم خیال کرلیا ایک سال تک یہ کھچڑی پکتی رہی - ساونت راؤ نانکواڑی نے جو اسمٰعیل شاہ کا لنگوٹیا یار تھا اُس نے اپنی ایک لڑکی بھی اسمٰعیل عادل شاہ کو دی اور اس طرح بہت رسوخ پیدا

---

[۵۱] بھیما اور بھیمر دونوں نام ہیں - یہ ندی کرشنا ریلوے اسٹیشن کے قریب دریاے کرشنا میں مل گئی ہے - جہاں ان دونوں ندیوں کے درمیان ایک بہت پرفضا اور خوش نما منظر کا ٹیلہ مثل جزیرے کے قدرتی طور پر بن گیا ہے - ۱۲ -

کرلیا اور اُس نے بہ کوشش تمام قلعہ کی فوج احشام کو ہموار کرلیا اور ایک دن قلعہ دار کو قید کرکے قلعہ پر قبضہ کرلیا - عادل شاہ کو جب خبر ملی تو اُس نے باغیوں کی سرکوبی کے لئے الیاس خاں کو بھیجا اُس نے آتے ہی قلعہ کا محاصرہ کرلیا اور ساتھ ہی بادشاہ نے عین الملک اور آنکس خاں کو بھی حکم لکھا کہ جلد الیاس خاں کی مدد کو پہنچ کر قلعہ پر قبضہ کرلیں - بادشاہ کو ابھی تک ان کی دغابازی کی خبر نہ تھی - عین الملک اور الیاس خاں نے اپنی فوج بظاہر تو عادل شاہ کی امداد کو بھیجی مگر درپردہ برہان نظام شاہ کی مدد مقصود تھی - بجائے اِس کے کہ برہان نظام شاہ کا مقابلہ کرتے اُلٹی اور امداد کرنے لگے اور خفیہ طور پر رسد پہنچانے لگے اور بیجاپور کو بھی اپنے معتمدوں کو بھیج کر بہت سے امراء کو توڑ لیا - خورشید خاں جو ایک ترکی غلام تھا وہ اسمٰعیل شاہ کا بڑا طرفدار تھا اُسی کے ہاں مخالف پارٹی کا جم گھٹا رہتا تھا - اُدھر برہان شاہ اور قطب شاہ دونوں مل کر سرحد پر آگئے تھے - ابراہیم عادل شاہ سنتا سب کچھ تھا مگر اپنی مستقل مزاجی سے اُس نے کچھ پریشانی کا اظہار نہ کیا یہاں تک کہ بادشاہ کو خبر ملی کہ عین الملک نے اسمٰعیل کو قید سے چھوڑ دے کر قلعہ میں تخت پر بٹھا دیا اور بادشاہت کا اعلان بھی کردیا - اس وقت تک پچیس ہزار لوگ اسمٰعیل کے گرد جمع ہوگئے تھے - جب اس قدر شورش ہوگئی تو الیاس خاں بے چارہ بیک بینی و دوگوش کیا کرسکتا تھا محاصرہ چھوڑ کر بیجاپور واپس آگیا اور سب حال عرض کیا - اِدھر اسمٰعیل شاہ نے جنگ کی طیاریاں کردیں - عادل شاہ کے مخبروں نے ایک خط دیونا یک ایک امیر کے بیٹے کا پکڑ لیا جو اُس نے عین الملک کے خط کے جواب میں لکھا تھا کہ میں نے سب ٹھیک ٹھاک کرلیا ہے رومی خاں کو ملا کر بہت سے لوگوں کو ہموار کرلیا ہے اب صرف تم لوگوں کے آنے کا انتظار ہے جس قدر جلد ممکن ہو اسمٰعیل شاہ کو لے کر حوالی شہر میں آجاؤ میں شہر کے باہر تمھارے انتظار میں پڑا ہوا ہوں اور آتے ہی بادشاہ کو قید کرلو یا قتل کرڈالو - غرض اس وقت زمین آسمان ابراہیم کا دشمن ہو رہا تھا اور اِس قدر شر و فساد کی آگ بھڑک رہی تھی کہ عام خیال تھا کہ اسمٰعیل کے آنے کی دیر ہے کہ یہ بساط ہفتے عشرے میں اُلٹ پلٹ ہوجائے گی - ابراہیم عادل شاہ نے اس نازک وقت میں ایک بہت عمدہ چال چلی کہ حمید خاں حبشی کو جسے دلاور خاں نے قید کر رکھا تھا قید سے رہائی دے کر حضوری میں طلب کیا اور منصب امارت اور خلعت وغیرہ سے سرفراز کرکے اس مہم پر بھیج دیا -

حمید خاں کا دشمنوں کی سرکوبی کرنا۔ عین الملک کا قتل۔ اسمعیل عادل شاہ کا مکحول کیا جانا اور اُس کی وفات ۹۴۱ھ ۱۵۳۴ء

۲۴ ربیع الاول ۹۳۱ھ یوم چہار شنبہ کو حمید خاں اسمعیل شاہ کی سرکوبی کو روانہ ہوا اور یہاں بیجاپور میں ۲۸ تاریخ ماہ مذکور کو ابراہیم عادل شاہ نے رومی خاں۔ الیاس خاں۔ عزیز خاں۔ دیونایک اپاجی پنڈت وغیرہ امرا کو جن کی سازش کی خبر پونہچ چکی تھی قید کر دیا۔ حمید خاں جب میدان کارزار کے قریب پونہچا تو اُس نے عین الملک کو کہلا بھیجا کہ اگرچہ میں بادشاہ کے حکم سے اتنا لاؤ لشکر لے کر آپ کے مقابلے پر آیا ہوں لیکن حقیقت میں آپ کے ساتھ ہوں میرا ارادہ ہرگز آپ سے مقابلہ کرنے کا نہیں ہے بلکہ آپ کی مدد کو آیا ہوں اور چاہتا ہوں کہ جس قدر جلد ممکن ہو اسمعیل عادل شاہ کو تخت پر بٹھلا دیا جاے اور جب میں آپ کے ساتھ ہوں تو پھر برہان نظام شاہ کی کمک کی کیا ضرورت ہے اور کیوں مفت میں اُن کا احسان لیا جاے ؎

حقا کہ باعقوبت دوزخ برابر است ۔۔۔ رفتن بپایہ مردی ہمسایہ در بہشت

عین الملک دام تزویر میں آگیا اور حمید خاں کو سچا سمجھ کر کہلا بھیجا کہ ؎

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر می خواست ۔۔۔ آمد آخر زپس پردۂ تقدیر پدید

میں تو آپ کے قدوم میمنت لزوم کا منتظر ہی تھا۔ آپ کی امداد کے لئے چشم براہ تھا الحمد للہ کہ آپ کیا آئے گویا پردۂ غیب سے پیغام مقصد برآری اور فتح مندی کا آیا جس قدر جلد ممکن ہو تشریف لائیے کہ ہم آپ دونوں مل کر اس کار خیر کو باحسن الوجوہ انجام دیں۔ اُس وقت عین الملک کا کیمپ سواضع پنٹے گیری اور رای پاک کے درمیان تھا کہ حمید خاں کے آنے کی خبر پونہچی۔ مجلس آراستہ کی گئی اور عین الملک شاہزادہ اسمعیل عادل شاہ کو لے کر آن پونہچا۔ شاہزادۂ اسمعیل کا سارا لشکر اپنے اپنے کام میں بلا دغدغہ مصروف تھا اُنھیں اصلا خبر نہ تھی کہ کیا ہونے والا ہے۔ حمید خاں نے آتے ہی گولہ باری شروع کر دی۔ سارے لشکر میں ہل چل مچ گئی۔ عین الملک کو ایسے نازک وقت میں سوا اِس کے کچھ نہ سوجھی کہ جس طرح بھی بن پڑے شاہزادۂ اسمعیل کو لے کر نکل جاے۔ لیکن چاروں طرف کے راستے بند تھے جاتا تو کیسے۔ عین الملک گھوڑے پر سوار ہوا اور چاہتا تھا کہ نکل بھاگے کہ عادل شاہ کی ہاتھیوں کی فوج نے اُسے نرغے میں گھیر لیا اور ایک ہاتھی نے

عین الملک کے گھوڑے پر وار کیا۔ عین الملک کی ران میں سخت زخم لگا اور گر پڑا چاہتا تھا کہ پھر گھوڑے پر سوار ہو مگر تاب و طاقت نے جواب دے دیا تب ہاتھی پر پکڑ کر بٹھلایا مگر بیٹھ نہ سکا گھبراہٹ کی حالت میں اپنے بیٹے غالب شاہ کو کہا کہ تو کیا دیکھ رہا ہے یہ وقت دیکھنے بھالنے کا نہیں ہے جھٹ پٹ حرم اور خزانہ شاہی کو لے کر نکل جا۔ غالب شاہ حرم اور خزانہ اور پچاس ہاتھی لے کر بلکنڈہ کی طرف بھاگ گیا اور آنکس خاں بھی اُسی کے ساتھ جان بچا کر اُسی طرف نکل گیا۔ باقی لوگ یا مارے گئے یا زخمی ہوئے جو بہ مشکل بچ گئے وہ جان لے کر بھاگے۔ عین الملک اور شاہزادہ اسمعیل دونوں عادل شاہی فوج کے ہاتھ آگئے۔ اُسی وقت عین الملک کا سر کاٹ کر ابراہیم عادل شاہ کے حضور میں بھیجا گیا جو کئی دن تک بیجاپور کے قلعہ کے صدر دروازے پر لٹکتا رہا۔ شاہزادہ اسمعیل کی آنکھیں نکلوا ڈالیں اور سخت نگرانی میں رکھا جہاں وہ تکالیف کی برداشت نہ کر کے بیمار پڑ گیا اور تھوڑے دنوں بعد بے چارہ مر بھی گیا۔ اس واقعہ کی تاریخ برسم تعمیہ حسب ذیل ہے۔

سحر العدا از رائے کیخسرو دھر ۔۔۔ سر دشمناں شد بہ تدبیر پامال
قضا بہر تاریخ بے سر بدو آورد ۔۔۔ سر جود و عمر را بہ شمشیر اقبال

برہان نظام شاہ احمد نگر سے ایک ہی منزل آگے بڑھا تھا کہ اُسے عین الملک کے قتل اور اسمعیل کی وفات کی خبر ملی وہیں سے شرمسار ہو کر پلٹ گیا۔ رسیدہ بود بلائے و لے بخیر گزشت حمید خاں فتح یاب ہو کر بڑی دھوم دھام سے بیجاپور واپس آیا اور بادشاہ نے اُس کی بے نظیر نمک حلالی اور فتح یابی پر بڑی قدر و منزلت کی اور بڑے اعزاز و سرفرازی کے ساتھ اُسے فخر باریابی حاصل ہوا۔

ابراہیم نظام شاہ اور ابراہیم عادل شاہ کی لڑائی اور اول الذکر کا مارا جانا ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۵۹۵ء

برہان نظام شاہ بوجہ مسلسل بیمار رہنے کے اپنی زندگی سے نا اُمید ہو گیا تھا اس لئے اُس نے اپنے بیٹے ابراہیم نظام شاہ جو قلعہ لہا میں مقید تھا بلا کر ولی عہد مقرر کیا۔ ابراہیم نظام شاہ نے اپنے والد کی وفات کے بعد پہلا کام یہ کیا کہ اپنے باپ کی شکست کا بدلا ابراہیم عادل شاہ سے لیا اور چڑھائی کر دی۔ ابراہیم عادل شاہ

مع لشکر کے بڑھا اور قلعۂ شاہ درگ میں خود ٹھیر کر فوج بھیج دی - روزانہ آپس میں جنگ ہوتی تھی اور دونوں طرف کے لوگ مارے جاتے تھے مگر کسی کی فتح نہ ہوئی - ایک دن مقصود خاں شحنۂ فیلاں نے ساٹھ ستّر ہاتھی لے کر حملہ کیا جس میں بہت سے لوگ روندے گئے اسی معرکہ میں ایک جوان نہایت خوش رو مسلّح گھوڑے پر آیا - ہاتھی پر سے ایک تیر مقصود خاں نے تاک کر مارا جو اُس کے بازو پر لگا تیر کھا کر وہ پلٹ گیا مگر معلوم نہ ہوا کہ یہ جوان کون تھا لیکن اُس کے زخمی ہوتے ہی غنیم کے لشکر میں بھاگڑ پڑ گئی اور قلعۂ پرینڈہ کو بھاگے آخر کار فتح عادل شاہیوں کی ہوئی - بعد میں معلوم ہوا کہ وہ جوان خوش رو جسے تیر لگا تھا خود ابراہیم نظام شاہ تھا جو حوالی قلعۂ پرینڈہ تک پہنچ کر مر گیا - ابراہیم عادل شاہ کو اُس کی جواں مرگی پر بہت رنج ہوا ؎

گر پیر نود سالہ بمیرد عجبے نیست ۔۔۔۔۔ ایں ماتم سخت است کہ گویند جواں مرد

بادشاہ نے نہایت متاسف ہو کر حکم دیا کہ ابراہیم نظام شاہ کے لشکر کا کوئی تعاقب نہ کرے اور وہیں سے مظفر و منصور اپنی دارالسلطنت کو واپس ہوا -

ابراہیم عادل شاہ کا مظفر و منصور شہر بیجاپور میں رونق افروز ہونا شہر کی آراستگی اور بادشاہ کا مہام سلطنت کو بہ نفس نفیس انجام دینا ۹۶۵ھ

بعد فتح وظفر کے بادشاہ قلعۂ شاہ درگ سے بیجاپور واپس آنے کے لئے روانہ ہوا - سلخ ذیحجہ کو لب دریا پر پہنچا جگہہ پسند آئی وہیں اُتر پڑا اور محرّم وہیں کرنے کا ارادہ کیا اور بیجاپور کو لکھ بھیجا کہ بعد عشرہ شریف کے ہم بیجاپور آئیں گے چاہیے کہ شہر کو بخوبی آراستہ و پیراستہ کیا جائے بادشاہ کے حکم کے موافق شہر سنوارا گیا اور ہر طرح کی طیاریاں اعلیٰ پیمانے پر کی گئیں - قلعہ کے دروازے سے اللہ پور کے دروازے تک تمام بازار کی دکانیں آراستہ ہوئیں اور جا بجا دیواروں پر گلکاریاں اور زربفت اور مخمل رومی و شامی کے پردے لٹکائے گئے سارا شہر دلہن بن گیا - سب سے زیادہ آراستگی قلعہ کے سامنے تھی جہاں تخت بچھائے گئے تھے اور انواع و اقسام کے تکلفات کئے گئے تھے اور ہر امیر اپنی اپنی جگہہ تکلفات میں سبقت لے گیا تھا - بازار میں ہر ہر مکان پر نہایت خوش رو اور حسین لوگ عراق و خراسان کے بٹھلائے گئے تھے جو بیوپار کرتے تھے - اللہ پور دروازے سے (۳) میل تک دونوں جانب ٹٹیاں باندہ کر مخمل اور زربفت منڈھ دی گئی تھی اور

جہاں راستہ میں باغ تھے پھولوں اور فواکہ سے آراستہ تھے اور جتنے محلات سرراہ تھے سب میں مجلس رقص و سرود تھی جن میں نہایت نامور اور مشہور گویّے اور نہایت حسین طوائف زیورات اور لباس فاخرہ سے آراستہ ناچ گا رہی تھیں۔ غرض کسی قسم کی آراستگی اور آرائش نہ تھی جو نہایت خوش سلیقگی سے نہ کی گئی ہو۔ چنانچہ ۴ محرم الحرام سنہ ۱۰۰۴ھ کو اعلیٰ حضرت بادشاہ ذی جاہ بہ سواری اسپ بادبہاری خراماں خراماں دو طرفہ شہر کی آراستگی کو ملاحظہ فرماتے ہوئے رونق افروز شہر ہوئے اور اندر محل میں جو اسی بادشاہ کا بنایا ہوا ہی داخل ہوا۔ یہ محل یوں بھی رشک ارم تھا اُس پر بھی بہت سجایا گیا۔ اِس محل میں جو باغ تھا وہ نہایت تر و تازہ اور شاداب تھا الواع و اقسام کے میوہ دار درخت اس میں تھے روشیں اس کی دلکش جابجا نہریں دوڑتی ہوئیں اس کا پتہ پتہ سجایا گیا تھا۔ بادشاہ شہر کی آراستگی سے ازبس محظوظ ہوا اور تمامی اُمراء کو سرفرازی اور خلعت مرحمت ہوئے اور بہت کچھ خیرات کی گئی۔ مشائخ و فقرا مالا مال کر دیئے گئے اور بادشاہ سلامت خود امور سلطنت کی انجام دہی کی طرف متوجہ ہوا اور روزانہ دربار میں تشریف لا کر بادشاہوں وغیرہ کے اشفاق نامے ملاحظہ فرماتا اور جوابات لکھواتا تھا۔ رعایا برایا کی عرائض اور داد فریاد نہایت غور سے سنتا اور وہیں حکم احکام صادر فرماتا تھا۔ غرض جزو کل تمامی امور سلطنت کے بہ نفس نفیس انجام دیتا تھا اور ایسا شہرہ عدل و انصاف کا بیٹھ گیا کہ تمام ملک امن چین میں تھا اور اسی اسلوب پر سلطنت کی مشین بلا دغدغہ چلنے لگی۔

چاند بی بی اور بہادر نظام شاہ سے امرائے نظام شاہی کا شر و فساد۔ ابراہیم عادل شاہ کا رفیع الدین شیرازی کو رفع فساد و مصالحت کے لئے بھیجنا اور اُس کا بے نیل مرام واپس آنا سنہ ۱۵۹۶ء۔

ابراہیم نظام شاہ کے بعد امرا احمد نگر واپس چلے گئے اور امرائے احمد نگر میں پھوٹ پڑ گئی۔ منجو خاں وکیل الریاست قلعہ اور خزانہ دونوں دبا بیٹھا اس بات پر امرائے دکھنی اور حبشیوں میں چل گئی جس میں حبشی غالب رہے۔ منجو خاں اکیلا رہ گیا اور پریشان ہو کر اُسے سوائے اِس کے اور کچھ نہ سوجھی کہ شاہزادہ مراد فرزند اکبر بادشاہ جو احمد نگر کے فتح کرنے کے لئے آتے آتے احمد آباد گجرات میں تھوڑے دنوں کے لئے ٹھیر گیا تھا اُس کی خدمت میں لکھ مارا کہ آپ فوراً تشریف لا کر قلعۂ احمد نگر پر قبضہ فرمالیں۔ شہزادہ والا تبار

کے لئے ممالک دکن میں قیام کے واسطے اس سے بہتر کیا موقع مل سکتا تھا یہ سنتے ہی شہزادہ نے تین ہزار سوار لیکر جوالی احمد نگر میں پونہچ قلعہ کی حوالگی کا مطالبہ کیا۔ لیکن شہزادے کے آنے کے پہلے ہی منجو خاں نے حبشیوں کو مغلوب کر لیا تھا۔ اور امداد کی ضرورت باقی نہ رہی تھی بدیں وجہ قلعہ کی حوالگی سے انکار کرنا پڑا لیکن شاہزادہ مراد ایسی گیدڑ بھبکیوں میں کب آنے والا تھا فوراً قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ چاند بی بی جو نہایت عقلمند شجیع اور دلیر تھی اُس نے احشام قلعہ کو لشکر مغل کے مقابلے پر کھڑا کیا۔ منجو خاں بھی فراہمی لشکر کی کوشش کرنے لگا مگر تمامی امراء اُس کے خلاف تھے کسی نے ایسے نازک وقت میں اُس کا ساتھ نہ دیا ایسے نازک وقت میں سوائے عادل شاہ کے اور کسی سے اُمید نہ تھی اُن سے طالب امداد ہوا چاند بی بی نے بھی عادل شاہ کو لکھا کہ ایسے وقت میں آپ ضرور ہماری سرپرستی کیجئے۔ چاند بی بی سلطانہ اپنی بھانجی خدیجہ خاتون کی شادی میں (جو مرتضیٰ نظام شاہ سے منسوب تھی) بیجاپور سے ایسی گھڑی کی احمد نگر آئی تھی کہ پھر پلٹ کر جانا نصیب نہ ہوا۔ ابراہیم عادل شاہ نے رفیع الدین شیرازی کو بھیج دیا کہ تم جا کر امرا کی جو آپس میں ناحق کٹے مرتے ہیں مصالحت کرا دو تاکہ سب مل کر غنیم کا مقابلہ کر سکیں۔ رفیع الدین شیرازی کے سپرد بہت سے کام تھے چنانچہ شہر بیجاپور کا گورنر بھی یہی تھا اور بادشاہ کے فرزند اکبر کا اتالیق بھی اور چالیس ہاتھی اور سات سو قطار اونٹ اور پندرہ سو گھوڑے بھی اسی کے سپرد تھے اور عاملوں اور حکام کی مکاتبت لوگوں کے عرائض کاغذات راز سب اس کے ہاتھ میں تھے اس نے بادشاہ کے حکم سے اپنے بیٹے کو قائم مقام کیا اور پہلے شاہ درگ گیا کہ وہاں اعتقادالدولہ سہیل خاں خواجہ سرا جو ایک بڑا امیر اور نہایت دلاور شخص تھا جس نے بڑے بڑے کام کئے تھے لیکن دوسرے امرا کی شکایتوں سے بادشاہ کی نظروں سے گر جانے سے قلعہ میں بیٹھ گیا تھا۔ سہیل خاں ایک کوس تک پیشوائی کو آیا اور بہت عزت واحترام سے رفیع الدین کو لے گیا وہاں جا کر دیکھا تو بادشاہی ٹھاٹ تھا بڑے کر و فر سے رہتا تھا تمام محل آراستہ تھا۔ رفیع الدین نے بادشاہ کا پیغام من و عن کہا اور جو وسوسہ سہیل خاں کے دل میں تھا رفع کر دیا سہیل خاں نے بادشاہ کی خدمت میں معذرت نامہ لکھا اور بادشاہ نے بھی فرمان خوشنودی اور خلعت سے سرفراز فرمایا۔ اس کے

بعد رفیع الدین احمدنگر روانہ ہوا وہاں جا کر کیا دیکھتا ہے کہ تمام انتظام درہم برہم ہے اور خلائق از حد خائف و پریشان۔ تمام دیہات ویران۔ آہنگ خاں حبشی مع دیگر امراء کے بیس ہزار فوج کے ساتھ قلعہ کے باہر پڑا ہوا ہے۔ ابراہیم نظام شاہ مقتول کا ایک لڑکا بہادر نظام شاہ پانچ چھ سال کی عمر کا خیرآباد میں تھا چاند بی بی نے اُسے قلعہ میں بلا لیا تھا اور تخت پر بٹھا دیا تھا۔ باغی امراء اس کے مخالف تھے اور قلعہ کو گھیر رکھا تھا اور چاروں طرف سے رسد بند کر دی تھی۔ رفیع الدین جب پہنچا تو آہنگ خاں نے اپنی تمام فوج کو آراستہ کر لیا مقصود اس سے صرف اپنی طاقت بتلانی تھی اور فی الواقع بہت کچھ فوج ان لوگوں کے پاس تھی اُس دن تو ان لوگوں کے اصرار سے رفیع الدین وہیں ٹھیر گیا دوسرے دن سید علی تاریخی جو ایک بہت بڑا امیر تھا مع ایک سرنوبتی کے چاند بی بی کی طرف سے آ کر رفیع الدین کو قلعہ میں بلا لے گیا وہاں بہادر شاہ کی خدمت میں پیش کیا گیا قلعہ میں بھی بہت سے امراء حیران پریشان تھے جنھوں نے آہنگ خاں حبشی کی شکایات کا پل باندھ دیا۔ رفیع الدین نے نہایت حکمت عملی سے کچھ دھمکی کچھ نرمی سے امرائے مخالف کو رام کیا اور آپس میں مصالحت کی ٹھیرائی۔ چنانچہ بادشاہ ایک برج پر برآمد ہوا اور سب امراء نے آ کر نذریں پیش کیں اور سب کو خلعت ملے اور تمام لشکر میں اطمینان و شادمانی پھیل گئی اور عادل شاہ کے حق میں سب نے دعائے خیر کی کہ اُس کی بدولت سارا قضیہ فساد مٹ گیا۔ قلعہ کے لوگ باہر اور باہر کے اندر آنے جانے اور آپس میں اپنے عزیز و اقارب سے ملنے جلنے لگے۔ بادشاہ کی طرف سے نئے نئے عامل مختلف مقامات پر مقرر ہوئے اور انتظام مملکت جیسا چاہیے چلنے لگا۔ ابھی نیا نیا معاملہ تھا چول برابر بیٹھنے نہ پائی تھی کہ پھر بعض فتنہ پردازوں نے جو کسی طرح امن چین نہ چاہتے تھے شر و فساد شروع کیا اور تین چار غلاموں کو قید کر کے بجھی ہوئی آگ کو دوبارہ بھڑکا دیا ناچار قلعہ والے بھی مقابلے پر طیار ہو گئے اور بیس ہزار سواروں نے پھر قلعہ گھیر لیا۔ بادشاہ اگرچہ بہت کم سن تھا لیکن جب اس شورش کا حال سنا تو خود قلعہ کے برج پر برآمد ہوا اور اپنی فوج کو بلوائیوں کے منتشر کرنے میں ہمت دلاتا رہا۔ فریق مخالف کی طرف سے ایک چار چوبہ تیر ایسا آیا کہ بادشاہ سے صرف ایک بالشت ہٹ کر پڑا اور بادشاہ بال بال بچ گیا تیر اُس خواجہ سرا کے حلق کے پار ہو گیا جو بے چارہ بادشاہ کی خواصی میں کھڑا تھا وہ وہیں مر گیا اسی طرح دو تین اور امراء

تیروں سے زخمی ہوئے۔ آخرکار قلعہ پر سے گولہ باری شروع ہوئی بہت سے لوگ دشمنوں کے
مارے گئے اور جو بچ رہے وہ بھاگ کھڑے ہوئے اور اس طرح رفیع الدین کی ساری کی کرائی
محنت رائگاں گئی۔ پھر دوبارہ رفیع الدین نے سب کو لعنت ملامت کی کہ ابھی کل کی بات ہی کہ
تم سب نے قسما قسمی کی تھی اور عہد و مواثیق کئے تھے اور اس قدر جلد تم نے شورہ پشتی کی تمھیں شرم
نہیں آتی کہ شاہزادہ مراد تمھاری بغل میں لشکر لئے بیٹھا ہے اُس کے مقابلے سے تو گئے گزرے
اُلٹے آپس ہی میں کٹے مرتے ہو کچھ تمھیں عقل بھی ہی کہ اس کا انجام کیا ہونا ہی اور کیا یہی شیوہ نمک حلالی
ہی تف ہی تمھاری حمیت اور غیرت پر عقل کے ناخن لو۔ اس طرح کی باتوں سے پھر وہ لوگ نرم
پڑے اور صلح پر آمادہ ہوئے مگر چاند بی بی ہرگز راضی نہیں ہوئی اور کہا کہ آہنگ خاں میرے
باپ کا زر خرید غلام ہی اُس نے باپ بیٹوں میں دشمنی ڈال دی۔ قید ہوا۔ میں نے اُس کو قید
سے چھوڑایا اور اس مرتبۂ امارت پر پہنچایا۔ کیا میرے اِن احسانات کا یہی بدلہ ہی کہ میرے لہو کا
پیاسا ہو گیا ہی اور ہم کو مار کر خود سلطنت کا طلبگار ہی۔ اس کے سوا اُس نمک حرام کا اور
کیا مقصود ہی جو اس طرح دو دفعہ ہم پر لشکر چڑھا کر لایا۔ ہماری ہی بلّی اور ہم ہی سے میاؤں ؎

عاقبت گرگ زادہ گرگ شود گرچہ با آدمی بزرگ شود

ایسے شخص کے قول و فعل پر میں کیسے اعتماد کروں جس کو ذرا ہم پر ترس نہ آیا اور ماہ رمضان المبارک
میں قلعہ کا محاصرہ کر کے ہم پر آب و دانہ بند کر دیا اور ہم نے قلعہ کی باؤلی سے جس میں کھاری
پانی ہی روزہ کھولا اور سڑا گیسا اناج کھا کر دن کاٹے۔ اس آٹھ دن کی تکلیف سے تو ہم کو شاہزادہ
مراد کی کنیزی منظور ہی مگر اس غلام کا احسان میں کبھی نہ لوں گی۔ چاند بی بی نے یہ سب حالات
شاہزادہ مراد کو لکھ دیئے تھے اُس نے اپنے والد ماجد اکبر بادشاہ کو من و عن کیفیت بذریعۂ عرض داشت
لکھ بھیجی۔ اکبر بادشاہ نے اُس عرض داشت کو شاہزادہ سلیم کے سامنے ڈال دیا (جو آگے
چل کر جہاں گیر بادشاہ کے نام سے مشہور ہوا) اور کہا کہ دیکھو خداوند اکبر کی قدرت کہ جو کام لشکر
سے نہیں ہو سکتا خود بخود ہو جاتا ہی۔ انہیں دنوں میں ایک دن بہادر شاہ کے محل کی کوئی عورت
اوپر چڑھی تھی دیکھتی کیا ہی کہ فصیل کے تلے بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں اور ایک ڈھیر روپیہ اور
اشرفیوں کا سامنے دھرا ہی جسے آپس میں سب بانٹ رہے ہیں اُس نے چاند بی بی کو خبر دی۔

چاندبی بی نے جستجو کی تو معلوم ہوا کہ آہنگ خاں نے جمعیت احشام کو بہت کچھ روپیہ قلعہ کا
دروازہ کھول دینے کے لئے دیا ہے - ان لوگوں کو بھی راز فاش ہو جانے کی خبر ملی اور آہنگ خاں
کو کہلا بھیجا کہ چاندبی بی کو خبر ہو گئی ہے اب ہماری خیر نہیں بہتر یہ ہے کہ آپ اب پس و پیش نہ کریں جو
ہونا تھا سو ہوا کل سویرے چلے آیئے ہم دروازہ قلعہ کا کھول دیں گے - حسب قرارداد آہنگ خاں
آن پونچا - دروازہ تو پوری طرح پتھروں سے ایسا چن دیا گیا تھا کہ کھل نہ سکا لیکن ایک کھڑکی کھول
دی اور کہا کہ ادھر سے گھس آؤ - آہنگ خاں نے اپنے ایک غلام عنبر چلو کو کھڑکی میں سے
گھسا دیا - چاندبی بی نے ہر چند چاہا کہ احشام کی جمعیت اب بھی اپنے اس ارادے سے باز آئے
اُن کو نہایت منت سماجت سے بلوایا بھی مگر کوئی نہ آیا لڑنے مرنے پر طیار ہو گئے - بہت ہی
کم لوگ چاندبی بی کی طلب پر حاضر ہوئے اور ان دونوں کے خوب لڑائی ہوئی اور تیر برسنے لگے
پھر بھی چاندبی بی کے مٹھی بھر لوگوں نے ان بلوائیوں کو بھگا دیا اور قلعہ کی فصیل پر ملک صندل
بربری جس کا خطاب مسند عالی تھا دو سو حشم خاصہ کے ساتھ کھڑا ہوا باروت کے شقے کبھی آہنگ خاں
کے لشکر پر پھینکتا تھا اور کبھی باغیوں پر عنبر بے طور پھنس گیا نہ آگے بڑھ سکتا ہے نہ پیچھے ہٹ سکتا
ہے آخر کار اُلٹے پاؤں پھرا - آہنگ خاں قلعہ کے دروازے کے پاس پہنچا اور قریب تھا کہ
دروازہ توڑ کر اندر گھس آئے کہ اُس پر بھی باروت کا مینہ برسنے لگا کئی لوگ اُس کے مارے گئے
اور وہ بھی پسپا ہوا - کچھ لوگ احشام کے نکل بھاگے اور جو بچ رہے وہ کچھ مارے گئے کچھ
پکڑ کر قید کر دئے گئے - خلاصہ یہ کہ خداوند تعالیٰ کو جو منظور ہوتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے - ع -

تدبیر کند بندہ و تقدیر کند خندہ

رفیع الدین چودہ مہینے تک پڑا رہا اور تین چار مرتبہ اُس نے شورش ٹھنڈی کی مگر جب دیکھو ہوں
آتش در کاسہ - آخر کار بالکل عاجز آ گیا اسی اثنا میں سرحد پر سے خبر آئی کہ سلطان مراد کے امرار
دیہات اور پرگنہ جات میں لوٹ مار کرتے ہوئے بڑھتے چلے آ رہے ہیں اور اُن کے پیچھے اور ایک لشکر
جرار اس کی مدد کو بھی آ رہا ہے لامحالہ احمد نگر کو آتے ہی فتح کر لیں گے - رفیع الدین نے یہ سب حال
بادشاہ کی خدمت میں لکھا اور منتظر صدور حکم کا رہا کہ وہاں سے فرمان صادر ہوا کہ اب تمھارا
وہاں زیادہ عرصہ تک ٹھیرنا بالکل بے سود ہے فوراً چلے آؤ - چاندبی بی سے جب رفیع الدین نے

رخصت طلب کی تو چاند بی بی نے کہا کہ میں تمھاری ازبس شکرگزار ہوں کہ تم نے اپنی طرف سے ہماری خیرخواہی میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا اور دو تین مرتبہ شر و فساد کو رفع دفع کرا دیا لیکن اب تم ہم کو کس پر چھوڑے جاتے ہو ہمارا یہاں ایسا کوئی خیرخواہ بیٹھا ہے جو ان موذیوں کے پنجے سے ہم کو چھوڑائے گا الغرض نہایت مجبوری اور آزردگی سے چاند بی بی نے رفیع الدین کو اجازت دی۔ رفیع الدین احمد نگر سے بیجاپور روانہ ہوا اُس کے ساتھ بہت سے امرا رشایعت کو گئے اور اپنا درد دکھ کہتے رہے۔ قریب بیس ہزار امرا و فضلا و رعایا کے اُسی وقت شہر سے نکل کھڑے ہوئے اور رفیع الدین کے ساتھ ساتھ بیجاپور تک آئے وہاں سے جدھر جس کے سینگ سمائے چلے گئے۔ چاند بی بی بے چاری قلعہ میں محصور ہو گئی تھی نجات کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ ابراہیم عادل شاہ کا ایک سہارا تھا وہ بھی نہ رہا تو بحالت مجبوری مغلوں سے مصالحت کرلی اور ملک برار اُن کے تفویض کر دیا۔

شہر بیجاپور میں موئے مبارک کا ورود مسعود ۱۰۰۵ھ

غرہ محرم الحرام ۱۰۰۵ھ میں امیر محمد صالح ہمدانی چند موئے مبارک حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم لے کر عازم بیجاپور ہوئے۔ بادشاہ کو جب یہ مژدۂ جان بخش ملا تو سر کے بل چل کر زیارت سے مشرف ہوا اور اپنی دارالسلطنت میں یہ نعمت عظمیٰ آجانے سے بے حد مسرور ہوا[۵۱] مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا محمد صالح ہمدانی کو انعامات بے شمار دیئے گئے اور اسی سال بادشاہ نے محمد صالح ہمدانی سے خواہش کی کہ قلعہ میں اس تبرک کو لائیں چنانچہ سید موصوف بمصداق[۵۲] اِذَا دُعِيْتُمْ فَاسْتَجِيْبُوْا قلعۂ ارک میں تشریف لائے۔ بادشاہ خود استقبال کو گیا اور بہت کچھ نقد و جواہرات اُن کی نذر کر کے اِس گنج شائگاں کو سر آنکھوں پر رکھا۔ بعد ختم ماہ مبارک محرم الحرام کے حضرت موصوف نے قصد سفر حجاز کا فرمایا۔ اُس وقت پھر بارہ ہزار ہن نقد اور بہت سے تحفے اور ہدایا اور اقمشہ قیمتی نذر دیئے تب حضرت نے دو موئے مبارک جو چاندی کی نلی میں بند ہیں بادشاہ کو دیئے جن کی زیارت اب تک ایام متبرکہ

۵۱۔ اللہ (اپنی) رحمت (کا لنگر) جو لوگوں کے لئے کھولے تو کوئی اُس کا بند کرنے والا نہیں ۱۲۔

۵۲۔ جب کوئی بُلائے تو (خوشی سے) چلا جانا چاہیئے۔ ۱۲۔

میں ہوتی ہے اور آثار محل میں موجود ہیں جس کا تفصیلی حال بضمن عمارات آئے گا۔

نورس پور کی بنا سنہ ۱۰۰۸ھ ۱۵۹۹ع

سنہ ۱۰۰۸ھ ۱۵۹۹ع میں عادل شاہ نے بیجاپور سے دارالسلطنت کو چار میل کے فاصلہ سے بجانب مغرب ایک پر فضا مقام پر منتقل کرنا چاہی۔ اُس مقام پر ایک نئے شہر کی بنیاد ڈالی اور تمام امرائے سلطنت اور تجار کو حکم دیا کہ اپنے اپنے مکانات وہاں بنائیں۔ تعمیر محلات و امکنہ شاہی و حصار شہر کا کام بالکلیہ شہنواز خاں کے سپرد کیا جو منصب شریف "کارملکی" پر سرفراز تھا کہ جس سے بڑھ کر اور کوئی مرتبہ نہ تھا۔ شہنواز خاں نے ملکوں ملکوں سے مشہور کاریگر اور صناعوں کو جمع کر کے نہایت اہتمام سے کام تعمیر کا شروع کیا۔ روایت کی جاتی ہے کہ آٹھ ہزار کاریگر اور مزدور صرف بادشاہ کے محلات پر لگے ہوئے تھے دوسرے امرا اور ذی مقدرت لوگوں اور تاجروں کے ہاں جو کام کرتے تھے اُن کا تو کچھ شمار ہی نہ تھا۔ بادشاہ کا ارادہ یہ تھا کہ ایسا شہر بنے کہ جس کا جواب تمام ملک ہندوستان میں نہ ہو۔ خزانۂ شاہی سے ہر طرح کی کمک اور امداد مالی اُن لوگوں کو دی گئی جو اس خطے پر اپنے اپنے مکانات بنانے چاہتے تھے اور جب خزانۂ شاہی کا دروازہ ان لوگوں پر نہایت سیرچشمی اور فراغت سے کھل گیا تو پھر کیا دیکھنا تھا ہر شخص ایک دوسرے سے تعمیر امکنہ میں سبقت لے جانا چاہتا تھا۔ شہر کی بنا نہایت عمدہ نقشہ پر بہت ہی مرغوب اور دلکش ڈالی گئی محلے اور پورے اور بازار فراخ و کشادہ سڑکیں۔ محلات عالی شان۔ دیوان خانے بالاخانے۔ دکانیں۔ باغ۔ باغیچہ۔ حوض۔ نہریں۔ سب تھوڑے ہی عرصہ میں بن کر طیار ہو گئے جنگل میں منگل ہو گیا۔ بادشاہ کا ایک عظیم الشان محل نہایت تکلف اور اہتمام اور انواع و اقسام کی سنہری اور لاجوردی رنگ آمیزی کا کہ جس کے دیکھنے سے دل کا کنول کھل جاتا تھا اور انسان محو حیرت رہ جاتا تھا بنوایا اور ہر طرح کے اعلیٰ درجے کے سامان فرش فروش ہانڈی لنتر جھاڑ فانوس سے سجایا گیا۔ محل کے سامنے ایک وسیع میدان بطور صحن کے رکھا گیا علاوہ اس کے چاروں طرف مطبخ اور خدمت گاروں اور پہرے والوں اور نوبتیوں کے رہنے کے مکانات طویلے اصطبل سب ہی کچھ بنائے۔ محل شاہی کے عقب میں کئی زنانے محل مطلا اور لاجوردی محلات شاہی کے واسطے اسی خوبی اور آراستگی کے طیار کئے۔ دربار کے سامنے سے بیجاپور تک ایک نہایت چوڑی سڑک ڈالی جس کی دونوں جانب دو منزلہ دکانیں تھیں بیچ میں ایک نہایت

خوب صورت چوک بھی جس کا نام "مانک چوک" تھا جس کے چاروں طرف سے سڑکیں نکال کر مشین و مزین دکانیں بنائی تھیں - امرا ارکان دولت تاجروں اور متمولوں کے محلات کے علاوہ بے شمار مکانات بن گئے تھے - جا بجا بڑے بڑے حوض تھے جن سے انسان و حیوان سیراب ہوتے تھے چاروں طرف آب شیریں کی نہریں دوڑتی تھیں جن میں انواع و اقسام کے فوارے لگے ہوئے تھے - شہنواز خاں نے خود اپنے لئے ایک نئی طرز کا عجیب خوش قطع محل بنایا تھا کہ جس کی خوبی کا حد و حصر نہ تھا - جس میں وسیع دالان بالا خانے اور متعدد حجرے تھے - سب اپنی اپنی طرز پر تراشے - ہر ہر میں قابل دید صنعت نقاشی اور گلکاری اور طرح بہ طرح کی رنگ آمیزی طلائی اور لاجوردی - چاروں طرف چمن بندی جس میں نہایت خوش نما پھول کھلے ہوئے لال بجری کی سڑکیں سنگ مرمر کے حوض اور فوارے اُبلتے ہوئے - غرض ایسا محل بنایا کہ دیدہ شنیدہ جو دیکھتا تھا محو حیرت رہ جاتا تھا اور اس خطہ کے بانی کی خوش سلیقگی پر عش عش کرتا تھا - اگرچہ اس شہر میں بھانت بھانت کے لوگ تھے کوئی رومی کوئی ترکی کوئی ایرانی کوئی تورانی کوئی عربستانی مگر سب اس شہر کو دیکھ کر بے اختیار صدائے احسنت بلند کرتے تھے اور بے اختیار کہہ اُٹھتے تھے کہ روئے زمین پر اس شہر مینو سواد کی نظیر نہیں ہے ؎

اگر فردوس بر روئے زمین ست ہمین ست و ہمین ست و ہمین ست

جس دن اس شہر کی بنیاد رکھی گئی اس کا نام نورہ تھا یہیں کا ایک شخص ایک شیشہ شراب خوش گوار کا بادشاہ کے حضور میں لایا جس کے شغل سے بادشاہ بے حد مسرور ہوا اور ایک تازہ کیفیت مشاہدہ کی - علاوہ بے انتہا نفاست اور خوش ذائقگی کے اُس سے ذرا بھی خمار یا سرگرانی نہ ہوئی بلکہ تفریح بے اندازہ ہوئی - دماغ تمام معطر ہو گیا - بادشاہ نے پوچھا کہ شراب کہاں کی ہے - عرض کیا کہ اسی گاؤں کی کشید کی ہوئی ہے بادشاہ نے کہا "امروز مرا کیفے نو رسیدہ" اس کو تفاول نیک سمجھ کر اس شہر کا نام نورس پور رکھ دیا اور نورس[ل] کے لفظ کو لوگوں نے ایسا لیا کہ سکہ کا نام بھی نورس رکھ دیا اور تمام ملک میں سکہ نورس جاری ہو گیا - بادشاہ کا نام بھی نورس اور بادشاہ کی مہر پر بھی نورس کندہ کیا گیا - عادل شاہیوں کا جو زر د نشان ہے اُس کا نام بھی نشان نورس رکھا گیا - بادشاہ کا وہ محل جس میں

[ل] - اب بھی ساورن کو گنی اور نورس کہتے ہیں -

ہمیشہ رہتا تھا نورس محل کے نام سے نامزد ہوا۔ فن موسیقی میں ایک کتاب بھی نورس کے نام سے لکھی گئی۔ اور جب نویں تاریخ یوم جمعہ کو آن پڑتی تھی تو عید نورس منائی جاتی تھی۔ بمصداق اَلنَّاسُ علیٰ دِینِ مُلُوکِہِم۔ نورس کے لفظ کی ایسی قدر ہوئی کہ ظہوری نے اپنے دیباچہ کا نام بھی دیباچہ نورس رکھا اور محمد قاسم فرشتہ مورخ نے نورس نامہ لکھا۔ عبد القادر جو ایک شاعر فصیح تھا وہ اپنا تخلص نورسی کرنے لگا۔

عید نورس ابراہیم عادل شاہ بڑا رنگیلا پادشاہ تھا اُس نے ایک نئی عید نورس کی نکالی یعنی جس چاند میں نویں تاریخ جمعہ کو آن پڑتی عید منائی جاتی تھی اور تمامی بڑے بڑے امرا مجلس رقص وسرود میں شریک ہوتے تھے اور چوں کہ پادشاہ کو خود فن موسیقی کا بہت شوق تھا سب گاتے بجاتے تھے۔ اس دن دربار عام ہوتا تھا اور سارے شہر کے امرا اور شوقین جمع ہوتے تھے۔ شہر کے تمام نامی گرامی قوال۔ گویئے۔ کتھک۔ طوائف سب ہی آتے تھے۔ مشک وگلاب وعنبر انواع و اقسام کے عطریات اور خوشبوئیں لنڈھائی جاتی تھیں ہر قسم کے فواکہ نادر اور انواع و اقسام کے لذیذ اور پرلطف کھانے پکتے تھے جن سے تمام لوگ دسترخوان شاہی سے بہرہ اندوز ہوتے تھے خدمتگار۔ شاگرد پیشہ اور فقرا اور مساکین اور عامۂ خلائق کو بھی کھانا کھلایا جاتا تھا۔ جتنے امرا کو سرفرازیاں ہوتی تھیں نورس کی عید میں ہی ہوتی تھیں۔ پادشاہ خود بھی نہایت خوش آواز تھا اور گانے کا شیدائی تھا۔ بچپنے سے اُسے فن موسیقی کا شوق تھا جس کی وجہ سے اس فن کا استاد ہو گیا تھا۔ قریب چار ہزار گویوں کے دربار میں حاضر رہتے تھے جن میں سے بیشتر اپنے فن کی معراج الکمال پر پونہچے ہوئے اور مشہور زمانہ کے نامور اُستاد تھے۔

اِن کے تین فرقے تھے۔ حضوری۔ درباری اور شہری۔ حضوری وہ تھے جو اپنے فن میں اعلیٰ درجے کی دستگاہ رکھتے تھے ایسے لوگ رات دن حاضر باش رہتے تھے۔ درباری وہ تھے جو سراپردے کے باہر شبانہ روز نشست رکھتے تھے۔ جو لوگ نورسپور میں رہتے تھے گانے بجانے کے شوقین تھے اور فن موسیقی کا اکتساب کرتے تھے۔ ان سب کے نام درج سیاہہ تھے اور سب کو ماہ بہ ماہ خزانہ عامرہ سے تنخواہ ملتی تھی۔ بعض بڑے بڑے گویوں کو بیش قرار جاگیریں تھیں غرض ہر شخص خوشحال و فارغ البال تھا اور دن عید اور رات شب برات تھی۔ نورس پور کی تعمیر کا تفصیلی حال بہ ضمن عمارات آئے گا۔

اس شہر کی طیاری میں یکایک ڈھیل اس وجہ سے پڑگئی کہ نجومیوں نے بادشاہ سلامت سے عرض کی کہ اگر دارالسلطنت بیجاپور سے اٹھایا گیا تو یہ کچھ سازگار نہ ہوگا اور ضرور کوئی آفت عظیم نازل ہوگی - دوسری روایت اس کے خلاف ہی کہا جاتا ہی کہ شہر روز بروز زیادہ تر آباد ہوتا جاتا تھا اور عمارات اور عالی شان محلّات کثرت سے بنتے جاتے تھے اس طرح سنہ ۱۰۳۴ھ (۱۶۲۴ء) تک برابر ہر اعتبار سے شہر کی ترقی دن دونی رات چوگنی ہوتی گئی کہ ملک عنبر ساٹھ ہزار فوج لے کر ٹوٹ پڑا اور شہر کو لوٹ کر تباہ و برباد کر دیا - شہر کی فصیلوں اور مورچوں وغیرہ کی ابھی تکمیل نہ ہونے پائی تھی کہ یہ آفت نازل ہوئی - بادشاہ کو اپنی کی کرائی محنت اس طرح غارت ہو جانے کا سخت قلق ہوا اور دل کھٹا ہو جانے سے نیا دارالسلطنت بنانے کا خیال چھوڑ دیا -

شاہزادہ مراد کا انتقال سنہ ۱۰۰۸ھ (۱۵۹۹ء) شاہزادہ دانیال کا ملک دکن میں آنا اور اُس کے بعد اکبر پادشاہ کا بہ نفس نفیس تشریف لانا - قلعۂ اسیر گڈھ کا فتح کرنا اور ابراہیم عادل شاہ سے پیش کش طلب کرنا سنہ ۱۰۰۹ھ (۱۶۰۰ء)

اکبر بادشاہ نے شہزادۂ مراد کو خان خاناں کے ساتھ بہت بڑا لشکر دے کر ملک دکن کے انتظام کے لئے متعین فرما دیا تھا - خانخاناں نے ہر چند چاہا کہ دکن کے لوگوں کو راستے پر لائے اور اس معاملے میں عادل شاہ سے بھی مدد چاہی لیکن کچھ بھی کامیابی نہ ہوئی اور نظام شاہ کا ملک بھی نہ لے سکے جس کے لئے خاص کر کے دکن میں آئے تھے - بلکہ وہ لوگ بدستور خود مختار رہے - اکبر پادشاہ کو ان ناکامیابیوں کی خبر وقتاً فوقتاً پہنچتی رہتی تھی جس کے سبب سے وہ برآشفتہ تھا مزید برآں سنہ ۱۰۰۸ھ میں شاہزادہ مراد نے انتقال کیا - اکبر پادشاہ کو اپنے جوان بیٹے کی موت سے صدمۂ عظیم ہوا - مگر اپنے دوسرے بیٹے شاہزادہ دانیال کو مع خانخاناں کے اور تازہ دم فوج دے کر اپنے سے پیشتر بھیج دیا اور خود بھی سنہ ۱۰۰۹ھ میں ملک دکن کی طرف روانہ ہوا اور قلعہ اسیر گڈھ[1] کا جہاں خضر خاں لیسر راجے علی خاں باغی ہو گیا

---

[1] قلعہ اسیر گڈھ جی آئی پی کے ریلوے اسٹیشن چاندنی سے چھ میل ہے جو بمبئی سے ۳۰۳ میل پر ایک چھوٹا سا اسٹیشن ہے - اس قلعہ کو آسا اہیر نے سنہ ۱۳۷۰ء میں بنایا تھا جس کے نام سے یہ موسوم ہے - یعنی آسا اہیر گڈھ جو کثرت استعمال سے اسیر گڈھ ہو گیا - یہ قلعہ سنہ ۱۴۰۰ء میں شاہزادگان خاندیس کے قبضہ میں تھا - پادشاہ اکبر نے برہان پور کے ساتھ سنہ ۱۶۰۰ء میں اسے بھی فتح کر لیا سنہ ۱۷۶۰ء میں باجی راؤ پیشوا کا قبضہ ہوا اور سنہ ۱۷۷۸ء میں مہاراجہ سیندھیا نے سنہ ۱۸۰۳ء میں

تھا محاصرہ کرکے فتح کیا - ادھر شاہزادہ دانیال اور خانخاناں نے قلعہ احمد نگر کا محاصرہ کر رکھا تھا - ان ہی دنوں میں اکبر شاہ نے شریف سرمدی کو ابراہیم عادل شاہ کے پاس بیجاپور روانہ کیا اور پیشکش کا سختی سے مطالبہ کیا - ابراہیم عادل شاہ نے غور کیا تو اپنے میں طاقت و مقاومت کی نہ پائی لہذا پیشکش گذراننے پر بادل ناخواستہ آمادہ ہوگیا اور دونوں بادشاہوں میں رشتۂ اتحاد و یگانگت مستحکم ہوجانے سے بات دب دبا گئی -

ابراہیم عادل شاہ کی صاحبزادی سلطان بیگم کی شادی شاہزادۂ دانیال سے ٹھیرنا اور شاہزادۂ دانیال کا اسی سال ۱۰۱۳ھ میں انتقال کرنا اور ۱۰۱۴ھ میں اکبر پادشاہ کا انتقال

شریف سرمدی کو بیجاپور بھیجنے کے تھوڑے ہی دنوں بعد اکبر پادشاہ نے سید جمال الدین حسین انجو کو جو مقرب بارگاہ سے تھا عادل شاہ کے پاس سلطان بیگم کی شادی شاہزادۂ دانیال سے ٹھیرانے کے لئے بھیجا - ابراہیم عادل شاہ نے مصلحت اسی میں دیکھی اور بخوشی منظور کرلیا - دونوں طرف سے طیاریاں شروع ہوگئیں مگر کُلُّ اَمْرٍ مَرْهُوْنٌ بِاَوْقَاتِهَا پانچ سال بات کی بات میں گذر گئے آخرکار یہہ قرار پایا کہ شاہزادۂ دانیال برہان پور سے احمد نگر تشریف لاکر عقد کرلیں اور اسی غرض سے شاہزادی سلطان بیگم کو مع سامان و اسباب جہیز جس کا اندازہ اسی پر سے کیا جاسکتا ہی کہ کس کی بیٹی اور کس کا بیٹا تھا بہ معیت امراے عظام کے اوائل

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱۱ - جنرل ویلزلی نے فتح کیا اور دوسرے سال حسب صلح نامہ سورنج انجن گاؤں مہاراجہ سیندھیا کے تفویض کردیا - آپا صاحب معزول راجۂ ناگپور کو اس قلعہ میں پناہ دینے کی وجہ سے دوبارہ انگریزوں نے ۱۸۱۹ء میں محاصرہ کرلیا جب سے اب تک یہ قلعہ برٹش گورنمنٹ کے قبضہ میں ہی - برہان پور اور کھنڈوے کے بیچ میں ریل پر سے دہنے ہاتھ کی طرف یہ قلعہ ایک بلند پہاڑ پر صاف دکھلائی دیتا ہی - یہ پہاڑ ۸۵۰ فٹ بلند ہی اور سطح سمندر سے بارہ تیرہ سو فٹ مرتفع ہی - شہر اب ویران ہی - قلعہ کی فصیل کے اندر اسّی ایکڑ زمین ہی - قلعہ میں داخل ہونے کے صرف دو راستے ہیں باقی ہر طرف ۸۰ فٹ سے ۱۵۰ فٹ تک گہری خندق ہی - اس پہاڑ پر کثرت سے پانی کے چشمے ہیں - پہاڑ کے دامن میں جو گاؤں ہی اس میں عمدہ انگور پیدا ہوتے ہیں اور ہمہ اقسام کا چھوٹا بڑا شکار ملتا ہی ۱۲ -

سنہ ۱۰۱۳ھ میں احمد نگر[۵۰] روانہ کر دیا۔ شہزادۂ دانیال نے جب خبر پائی کہ سارا بیجا پور احمد نگر پر اُمنڈ پڑا ہے تو متردد ہوا کہ اتنے بڑے لشکر کا آنا خالی از علت نہیں ایسا نہ ہو کہ در پردہ کچھ اور منصوبہ ہو۔ آخر کار خانخاناں نے اِس وسوسہ کو رفع کیا اور شہزادۂ دانیال احمد نگر میں رونق بخش ہوا لیکن بزم شادی شہر پٹن[۵۱] میں قرار دی جو احمد نگر سے بیس کوس دریائے گوداوری پر واقع ہے۔ دلہن کو میر جمال الدین حسین انجو اور میرزا یرج فرزند خان خانخاناں کے ساتھ پٹن روانہ کر دیا اور حکم دیا کہ پٹن میں جشن شادی کے بعد برہان[۵۲] پور تک پہونچا کر بیجا پور واپس جائیں۔ امرا نے عرض کی کہ بادشاہ سلامت کا حکم صرف

[۵۰] - بمبئی سے ۲۵۷ میل براہ منماڑ ہے اور براہ ڈھونڈ ۲۱۸ میل۔ یہہ شہر ایک بہت بڑا سول اور ملیٹری سٹیشن ہے۔ ریلوے سٹیشن سے شہر تقریباً تین میل ہے اور چھاؤنی (۵) میل مسلمان بادشاہوں کا بنایا ہوا قلعہ موجود ہے جس کے اطراف ایک گہری خندق ہے جس پر ایک پل ایسا بنا ہوا ہے کہ جب چاہا کھینچ لیا اور جب چاہا لگا دیا۔ اب اس قلعہ میں توپ خانہ اور کتب خانہ ہے۔ شہر سے چھ میل ایک بلند پہاڑی پر صلابت خاں کا مقبرہ ہے جو اب بطور تفرج گاہ کے استعمال کیا جاتا ہے۔ ٹرنیسوال کی لڑائی کے بعد جو ۱۸۹۹ء میں ہوئی تھی بوئر قیدی یہیں رکھے گئے تھے جو آگے چل کر اطاعت قبول کرنے سے چھوڑ دیئے گئے جن کی یادگار میں دو کتبے بھی انگریزی اور ڈچ میں لگائے گئے ہیں۔

[۵۱] - ضلع اورنگ آباد میں ایک تحصیل ہے جہاں اہل ہنود کے بہت سے مندر ہیں اور بڑی پرانی بستی ہے بڑے بڑے عالی شان محل اب بھی موجود ہیں جن کا تعلق دیکھنے سے ہے۔ پٹن دریائے گوداوری پر واقع ہے۔ ۱۲-

[۵۲] - بمبئی سے ۳۱۰ میل اور دہلی سے ۷۴۴ میل ہے۔ بمبئی پریزیڈنسی ختم ہو کر ممالک متوسط کا شروع ہے۔ شہر اسٹیشن ریلوے سے تین میل ہے۔ سنہ ۱۴۰۰ء میں ناصر خاں ملک خاندیس کے پہلے خود مختار شاہزادے نے جو تارک خاندان کا تھا اس شہر کو بسایا دو سو برس بعد شہنشاہ اکبر برہان پور فتح کر لیا۔ سنہ ۱۷۲۰ء میں نواب آصف جاہ نظام الملک قابض ہوئے اور یہیں رہنے لگے جن کا انتقال سنہ ۱۷۴۸ء میں ہوا۔ سنہ ۱۷۶۰ء میں پیشواؤں کا قبضہ ہوا جنھوں نے سنہ ۱۷۷۸ء میں مہاراجہ سیندھیا کو دے دیا۔ سنہ ۱۸۰۳ء میں انگریزوں کے لشکر نے جو جنرل ولزلی (جو آگے چل کر ڈیوک آف ولنگٹن کے نام سے مشہور ہوا) کی کمانڈ میں تھا فتح کیا اور دوسرے ہی برس بروے صلح نامہ سورج انجن گاؤں پھر مہاراجہ سیندھیا کو واپس دے دیا۔ پھر سنہ ۱۸۶۰ء میں شمول و خروج علاقہ جات کے سبب برہان پور انگریزوں کے قبضے میں آ گیا اُس وقت سے ممالک متوسط کے ضلع نماڑ میں شریک ہے۔ سنہ ۱۶۱۴ء میں جیمس اول بادشاہ انگلینڈ کا ایلچی سر ٹامس رو شہنشاہ اکبر کے دربار میں حاضر ہوا وہ شاہزادہ پرویز پسر بادشاہ جہاں گیر سے جو یہاں کا

احمد نگر تک مشایعت کاہی پس خلاف حکم شاہی ہم آگے بڑھنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔ اور خواہان معافی ہیں۔ اس لئے وہیں سے پلٹ گئے۔ شاہزادہ مع اپنی دلہن کے پٹن پہنچا اور بہت بڑا شاہی جشن کر کے برہان پور کو روانہ ہوا۔ قضارا اُسی سال اوائل ماہ ذی الحجہ میں شاہزادہ نے کثرت شراب خواری کی وجہ سے انتقال کیا۔ اکبر شاہ کو یہہ دوسرا داغ پہنچا ؎

ہر دم زمانہ داغ دگرگونہ می دہد   یک داغ نیک ناشدہ داغ دگر دہد

اس دوہرے صدمے سے کمر جھک گئی اور دوسرے ہی سال ۱۶۰۵ء ۱۰۱۴ھ میں دنیا سے رخصت ہوا تاریخ وفات اس مصرعہ میں ہے۔ ع

اسف کشید ملائک ز فوت اکبر شاہ

اکبر کی وفات کے بعد شاہزادہ سلیم ملقب بہ جہانگیر پادشاہ تخت نشین ہوا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱۳ - گورنر تھا برہان پور میں آکر ملا۔ ٹیورنیر Tavinier سیاح ہندوستان میں دو مرتبہ ۱۶۴۱ء ۱۶۵۸ء میں آیا وہ برہان پور کی نسبت لکھتا ہے کہ یہہ ایک بہت بڑا شہر ہے مگر ویران۔ اکثر مکانات چھپر کے نظر آتے ہیں البتہ کمخواب کی تجارت بہت کثرت سے ہے جو یہاں سے فارس۔ ترکی۔ مسکو یا۔ پولینڈ۔ عرب مصر وغیرہ کو برآمد کی جاتی ہے۔ تمام شہر میں پانی کے نل دوڑتے تھے اور پانی کی افراط تھی۔ پانی کے نل لگانے میں بے نظیر انجینیرنگ دانش مندی پائی جاتی ہے۔ اب بھی آٹھ نہروں کا پتہ لگتا ہے۔ شہر میں دو نہایت بڑی اور خوب صورت مسجدیں ہیں جن کی جھلک اسٹیشن سے درختوں کے اوپر نظر آتی ہے۔ شہر کے اطراف ایک مستحکم سنگین فصیل ہے جو ڈیڑھ مربع میل رقبہ گھیرے ہوئے ہے۔ قلعہ اب ویران ہے اُس میں صرف ایک زنانہ ترکش حمام باقی ہے۔ جس کی گنبد نما دادکی چھتیں جن میں سے پانی رستا تھا اور سنگ مرمر کا مصفی اور مجلا فرش دیکھنے کے قابل ہے۔ دریا سے تاپتی اس کے نیچے ہی بہتا ہے۔ ایک وسیع چبوترے پر سے جو (۸۰) فٹ بلند ہے دریا کا نظارہ عجیب لطف دیتا ہے قلعہ اسیر گڈھ اس کے عقب میں ہے۔ برہان پور کی مصنوعات میں سنہری اور روپیلی تار کا کام اور پارچہ ہائے ریشمین و زردوزی اب بھی اپنا جواب نہیں رکھتے۔

نوابان برہان پور کی تفریح گاہ لال باغ ریلوے اسٹیشن سے بالکل قریب ہے۔ ماہ جنوری سے اپریل تک اور اگست سے اکتوبر تک بہت سے اعراس اور میلے ہوا کرتے ہیں جس میں حضرت شاہ بھکاری کا عرس بہت مرجع خلایق ہے اور قریب قریب دس ہزار زائرین کے جمع ہوتے ہیں۔ برہان پور کے متصل اب بھی دو مواضع حضور پر نور سرکار عالی نظام دام اقبالہم کے

فاطمہ سلطان دختر ابراہیم عادل شاہ کی شادی سید شاہ حبیب اللہ حسینی سے سنہ ۱۰۱۴ھ۔

مسماۃ فاطمہ سلطان المعروف بہ بادشاہ صاحبہ کی شادی سید حبیب اللہ حسینی بن شاہ یداللہ حسینی (جو حضرت سید محمد گیسو دراز المعروف بہ خواجہ بندہ نواز حسینی کی اولاد میں سے تھے) نہایت تزک و احتشام سے سنہ ۱۰۱۴ھ میں ہوئی۔ نکاح فاضل کامل نقی شاہ محمد بیگی جو سلطنت میں ایک بلند پایہ امیر تھے نے باندھا اور خطبہ نکاح خود حسب ذیل لکھا۔

بَعْدَ التَّحْمِيْدِ وَالتَّمْهِيْدِ وَالْخُطْبَةِ وَكَانَ مَنْ رَغِبَتْ فِيْ هٰذَا الْاَمْرِ الْخَطِيْرِ السَّيِّدِ الْحَسَبِ وَالنَّسَبِ النَّسَّابِ الْعَاقِلِ الْبَالِغِ الْمُسَمّٰى شَاهْ حَبِيْبُ اللّٰهِ بْنِ شَاهْ يَدُ اللّٰهِ مِنْ اَوْلَادِ السَّيِّدِ مُحَمَّدِ الشَّهِيْرِ بَہ گِیسُودَرَاز وَهُوَ فِيْ سَنَةِ سَبْعَ عَشَرَ فَتَزَوَّجَ الْحُرَّةَ الْمُخَدَّرَةَ الْبَالِغَةَ الْعَاقِلَةَ زُبْدَةَ اَقْرَانِهَا وَبِلْقِيْسَ زَمَانِهَا الْمُسَمَّاةَ فَاطِمَةَ سُلْطَانِ الْمَشْهُوْرَةَ بِبَادْشَاهْ صَاحِبَهْ بِنْتِ سُلْطَانِ الْاَعْظَمِ وَالْخَاقَانِ الْمُكَرَّمِ مَالِكِ الرِّقَابِ الْاُمَمِ السُّلْطَانِ ابْنِ السُّلْطَانِ اِبْرَاهِيْمَ عَادِلْ شَاهْ خَلَّدَ اللّٰهُ مُلْكَهُ وَاَجْرَى السَّعَادَةَ فُلْكَهُ وَكَانَ دَارُ السَّلْطَنَةِ بِيْجَاپُوْرَ الشَّهِيْرَةِ بِدَارِ الْسَّعَادَةِ بِيجَاپُوْر فَزَوَّجَهَا بِدَارِ السَّعَادَةِ الشَّهِيْرِ بِسَبْزِ مَحَلِّ الْكَائِنَةِ بِدَارِ السَّلْطَنَةِ الْمَذْكُوْرِ بِاِيْجَابِ قَبُوْلٍ وَسَمَاعِ الشُّهُوْدِ الْاِيْجَابِ وَالْقَبُوْلِ مَعًا مِنَ الْمُوْجِبِ وَالْقَابِلِ فِيْ مَجْلِسِ الْحَفْلِ بَعْدَ مَا تَرَاضَوْا عَلٰى مَهْرٍ قَدْرُهُ اَرْبَعُ اٰلَافِ فَرَسٍ وَخَمْسُمِائَةٍ مِنْ ذَهَبٍ وَاَلْفُ كَنْدِيْ حَرِيْرٍ وَاَلْفُ رَاْسِ جَمَلٍ وَاَلْفُ كَنْدِيْ لَادِيْ فِضَّةٍ وَوَاحِدُ لَكْ دِيْنَارٍ وَوَاحِدُ فِيْلٍ اَبْيَضٍ وَخَمْسُمِائَةِ عَبْدٍ حَبْشِيٍّ وَخَمْسُمِائَةِ عَبْدٍ تُرْكِيٍّ وَخَمْسُمِائَةِ عَبْدٍ دَكْهِنِيٍّ وَخَمْسُمِائَةِ جَارِيَةٍ وَالَّذِيْ زَوَّجَهَا وَكِيْلُ اِلَيْهَا الْمُقَرِّبُ اِلَيْهِ وَهُوَ الْفَاضِلُ الْكَامِلُ الْوَرِعُ الزَّاهِدُ الْمُسَمّٰى شَاهْ مُحَمَّدْ بْنِ السَّيِّدِ نُوْرِ الدِّيْنِ السَّيِّدِ مُحَمَّدِ الشَّهِيْرِ بِالْمَلِكِيِّ الْمَجَالِسِ بِقَوْلِ مُخَاطِبًا بِوَكِيْلِ الزَّوْجِ الْمَذْكُوْرِ الْمُسَمّٰى خَلِيْلُ اللّٰهِ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱۴ - قبضے میں ہیں جو تحصیل کنڑ ضلع اورنگ آباد کے تحت اور ایک کار پرداز کی زیر نگرانی ہیں جو اس بات کی یادگار ہیں کہ کسی زمانہ میں یہ حصہ ملک بھی مملکت سرکار نظام میں شامل تھا - ۱۲-

زَوَّجَتْ مُوَكِّلَتِي فَاطِمَةَ سُلْطَانَ الْمَدْعُوَّةَ بَادْشَاه صَاحِبَ بِنْتَ اِبْرَاهِيْمَ عَادِلْ شَاه بِمُوَكِّلِكَ شَاهْ حَبِيْبُ اللّٰهِ بْنُ شَاهْ يَدُ اللّٰهِ وَقَبِلَ الْقَاضِيْ خَلِيْلُ اللّٰهِ وَكِيْلُ الزَّوْجِ الْمَذْكُوْرِ وَقَبِلَ تَزْوِيْجَهَا شَاهْ حَبِيْبُ اللّٰهِ بْنُ شَاهْ يَدُ اللّٰهِ الْمُشَارُ اِلَيْهِ وَهُوَ حَاضِرٌ فِيْ مَجْلِسِ الْعَقْدِ وَسَمِعَ الْاِيْجَابَ وَالْقَبُوْلَ حُضَّارُ الْمَجْلِسِ وَهُمْ اخلاص خان وشهنواز خان وشجاعت خان ورومی خان وملا یوسف خان وکشفد ار خان حُضَّارَةُ الْمُخَدَّرَةِ الْمَذْكُوْرَةِ زَوْجَةَ كِتَابِ الْمَذْكُوْرِ بِالْمَهْرِ الْمَسْطُوْرِ فَلَهَا الْوَسَطُ مِنَ الْعَبِيْدِ وَالْجَوَارِيْ وَالْخَيْلِ وَالْجِمَالِ وَ اَنْشَاءَ فِيْ مِنْهَا عَلٰى اَنْ لَّا تَزَوَّجَ عَلَيْهَا وَلَا يَشْتَرِيْ عَلَيْهَا فَاِنْ وَفٰى بِذٰلِكَ وَاِلَّا يُؤَدِّيْ لَهَا مَهْرَ مِثْلِهَا ـ بَارَكَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَهَا وَجَمِيْعَ شَمْلِهَا وَرَزَقَ مِنْهَا كَثِيْرًا طَيِّبًا فَتَزَوَّجَ نِكَاحًا صَحِيْحًا شَرْعِيًّا نَافِذًا لَا رَجْعَةَ فِيْهِ وَلَا فَسَادَ وَزَوْجُهَا هٰذَا اَكْفُؤُهَا وَلَيْسَ مِنْهَا سَبَبٌ يُؤَدِّيْ اِلٰى نَقْضِ النِّكَاحِ اَوْ فَسَادِهٖ وَهِيَ امْرَأَتُهٗ لِهٰذَا النِّكَاحِ الْمَوْصُوْفِ وَهٰذَا الصَّدَاقُ لَهَا وَعَلَيْهِ وَحُرِّرَ ذٰلِكَ فِيْ تَارِيْخِ اَرْبَعَ عَشَرَ وَاَلْفٍ مِنَ الْهِجْرَةِ النَّبَوِيَّةِ عَلٰى صَاحِبِهَا اَفْضَلُ الصَّلٰوةِ وَاَكْمَلُهَا ـ

احمد نگر میں امراء کی کٹا چھنی ملک عنبر کا خانخاناں کو پسپا کرنا سنہ ۱۰۱۴ھ

سلطنت نظام شاہی کے امراء میں روز بروز مخالفت بڑھتی جاتی تھی اور اگرچہ کئی بڑے بڑے لوگ بیچ بچاؤ کرنے کو آئے لیکن نتیجہ کچھ نہ ہوا اور آئے دن کی جنگ وجدال سے ہزار آدمی مارے گئے خان خاناں جو رکن السلطنت ہند تھا اور ایک مدت سے ملک دکن میں رہ کر رعایا کو ہمیشہ ہموار کرتا رہتا تھا آخر کار قلعہ احمد نگر اور مضافات پر قابض ہوگیا باقی ملک وسیع امرائے نظام شاہیوں کے قبضے میں بدستور رہا۔ ملک عنبر حبشی جو خاندان نظام شاہیہ کا ایک غلام تھا اور بہت عقل مند اور بہادر تھا اُس نے ایک دوسرے حبشی غلام راجو منا نامی کی شرکت سے قلعہ دولت آباد پر قبضہ کرلیا تھا وہ احمد نگر چلا آیا اور مرتضیٰ نظام شاہ کو تخت پر بیٹھا دیا اور خانخاناں یعنی مغلوں کی فوج سے سخت مقابلہ کیا اور اُن کو پسپا کیا۔ یہ خبر جہانگیر بادشاہ کو پونہچی تو خانخاناں کی کم ہمتی اور نالایقی سے سخت ناراض ہوا اور سمجھ گیا کہ اُس نے دکھنیوں سے سازش کرلی۔ خانخاناں کے دشمنوں کو اچھا موقع ملا اُنھوں نے اور بات پکی کردی آخر کار بادشاہ نے خانخاناں کو واپس طلب کرلیا جو سنہ ۱۰۲۰ھ میں دہلی پونہچ گیا اور اس کے بعد خود بادشاہ خود

دکن کو روانہ ہوا-

جہانگیر پادشاہ کا عزم دکن - ماں کے مانع ہونے پر فسخ عزیمت اور دوبارہ خانخاناں کو روانہ کرنا

جہانگیر کی والدہ نے جب سنا کہ پادشاہ دکن جا رہا ہی تو محبت مادری کے جوش میں مانع ہوئی کہ دو بھائی تمھارے جوان مارے گئے ملک دکن کا سفر ہم کو سازگار نہیں ہی میں تمھیں ہرگز جانے نہ دوں گی اور رونے لگی کہ تم کو دکن جانے کی ایسی کیا ضرورت ہی خداوند تعالی نے سارے ملک ہندوستان کی پادشاہت دے رکھی ہی اب اس سے زیادہ اور کیا چاہیے خدا کا شکر کرو اور فارغ رہو اور اگر ملک دکن کے فتح کرنے کا شوق ہی ہی تو خود جانے کی کیا ضرورت ہی خانخاناں کو کیوں نہیں بھیجتے وہ تمھارے باپ کے وقت کا قدیم نمک خوار وفادار ہی اُس سے ناحق خودغرضوں نے تم کو بدظن کر دیا ہی ورنہ درحقیقت خانخاناں اور اُس کے بیٹوں کے کارنامے اس قابل نہیں کہ چشم پوشی کی جا سکے کیا سندھ اور گجرات اور بعض حصص ملک دکن کا فتح کرنا کوئی منہ کا نوالا تھا پھر دیکھو اُنھوں نے جان لڑا دی اب بھی اگر اس مہم پر اُنھیں کو بھیج دو تو مجھے یقین کامل ہی کہ جہاں تمھارا پسینہ گرے گا وہ اپنا خون بہائیں گے اور ان شاء اللہ تعالی ضرور کامیابی ہوگی - بادشاہ نے اپنی پیاری ماں کا کہنا ٹالنا مناسب نہ جانا اور ارادہ فسخ کرکے خانخاناں کو بلایا اور اُس کو بہت کچھ تسلی و تشفی دے کر دکن کی مہم پر جانے کا حکم دیا-

ملک عنبر کا عادل شاہ سے مدد لینا عادل شاہ کا قلعہ قندہار دے دینا اور عنبر کے ایک لڑکے کی شادی بیجاپور کے ایک امیر سے

خانخاناں جب دہلی چلا گیا تھا تو ملک عنبر عادل شاہ کی طرف رجوع ہوا اور عرض کی کہ میں سلطنت نظام شاہی کا قدیم نمک خوار ہوں اور حضرت ہی کا دست گرفتہ ہوں اور ان دونوں سلطنتوں کا ہمیشہ سے چولی دامن کا ساتھ رہا ہی پس بدون حضرت کی امداد و دستگیری کے ہماری گلوخلاصی ناممکن ہی اب خانخاناں دہلی گیا ہی ضرور وہاں سے بہت بڑا لشکر لے کر چڑھائی کرے گا میرے اکیلے کی کیا تاب و طاقت ہی کہ اُس کا مقابلہ کر سکوں لامحالہ حضور کی امداد کے سوا ہمارا ٹھکانا نہیں ہی - قلعہ احمدنگر پر غنیم نے قبضہ کر ہی لیا ہی اب ہمارے سر کو کوئی ٹھکانے

کی جگہ نہ رہی کہ جہاں ذخیرہ اور خزانہ رکھ سکیں اگر قلعہ قندہار جو ابراہیم نظام شاہ کے بعد حضور کے قبضہ میں آگیا ہے ہم کو بخش دیا جائے تو خاطر جمعی سے وہاں بیٹھ کر ہیں بہت کچھ بند وبست کر سکوں گا علاوہ اس کے میں آپ کو بھی اپنا مالک سمجھتا ہوں اور اقدام مبارک سے جدا نہیں ہوں اور چاہتا ہوں کہ میرے تعلقات سلطنت بیجاپور سے قوی اور مستحکم ہو جائیں اور ہم چشموں میں خانہ زاد کی آبرو بڑھے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اگر حضور پر نور غلام زادہ کا عقد کسی خانہ زاد درگاہ کی لڑکی سے فرماویں تو ہر آئینہ موجب عزت افزائی و تقویت تعلقات ہے - ابراہیم عادل شاہ کو دل سے بقاے خاندان نظام شاہی مرکوز خاطر تھی تینوں درخواستوں کو بخوشی منظور کیا قندہار کا قلعہ واگذاشت کر دیا اور دس ہزار سواران منتخب کا لشکر دیا - اور تین لاکھ ہن سالانہ اس لشکر کی نعل بندی کے لیئے علیحدہ مقرر کیئے اور بیجاپور کے ایک غلام مخصوص بارگاہ یاقوت خاں کی لڑکی کا عقد عزیز الملک سدّی عنبر کے بڑے لڑکے سے ٹھیرا دیا - جب سب کچھ طیاری ہو چکی تو مولنا سید حبیب اللہ کو جنیر جو تخت گاہ نظام شاہیاں تھا عزیز الملک کے لانے کے لیئے بھیجا - صاحب موصوف عزیز الملک کو بیجاپور سے آکر اور بڑی دھوم دھام سے شادی ہو گئی اور مع الخیر جنیر کو وداع کر کے واپس گئے - جنیر میں سدّی عنبر نے بڑا جشن کیا اور تمامی امراے عادل شاہی کی آؤ بھگت کی اور بہت کچھ تحفہ تحائف دیئے - اسی عرصہ میں خانخاناں دہلی سے برہان پور واپس آیا اور عادل شاہ اور سدی عنبر کو اپنے آنے کی اطلاع دی سدّی عنبر نے ظاہر داری برتی اور خود خان خاناں کی ملاقات کو گیا -

شاہ زادہ پرویز اور مان سنگھ کا دکن میں آنا ۱۰۱۷ھ

خانخاناں کے دکن میں پونہچ جانے کے چھ مہینے بعد ۱۰۱۷ھ میں جہانگیر نے اپنے منجھلے بیٹے شاہزادے پرویز کو راجہ مان سنگھ کے ساتھ جو ایک بڑا رکن ریاست تھا ملک دکن کی مہم پر روانہ کیا جب یہ لوگ برہان پونہچے تو ملک عنبر نے بھی اپنا لشکر ان کے مقابلہ کو بھیج دیا - مان سنگھ کو اپنی بہادری کا بڑا غرّہ تھا اُس نے کہا کہ دکھنی سواے لوٹ مار اور قزاقی کے باقاعدہ جنگ کیا جانیں اب ذرا میدان میں تو آئیں میں اُن کے ٹھٹے درست کروں گا اور ایسا سبق دوں گا جو مدت العمر یاد رہے - نظام شاہی فوج راجہ مان سنگھ کی تعلّی اور اُس کی بے شمار فوج دیکھ کر گھبرا گئی اور ابراہیم عادل شاہ

سے اور مدد طلب کی۔ عادل شاہ کی فوج جو طرف بٹی ہوئی تھی کچھ کرناٹک میں مفسدہ پردازوں کی سرکوبی کر رہی تھی کچھ ادھونی کے قلعہ کے محاصرے میں تھی اور کچھ پہلے ہی احمد نگر آچکی تھی۔ بریں ہم چار ہزار سوار جرّار اور بھیجے لیکن احمد نگر کی مرہٹہ فوج جو تتر بتر ہوگئی تھی وہ بھی قریب دس ہزار کے سمٹ آئی۔ یہ مرہٹے لوٹ مار کے بڑے عادی تھے اُنھوں نے مغلیہ لشکر کے اطراف بارہ بارہ کوس تک زراعت کو تلف کر کے چٹیل میدان کر دیا کہیں گھانس کا تنکہ تک باقی نہ رہا اور خوب جان توڑ کر لڑتے اور مقابلہ کرتے تھے کہ دکھنیوں کا نام رکھ لیا اور مغلوں کے چھکے چھوڑا دیئے۔ ہزارہا آدمی دونوں طرف کے مارے گئے۔ راجہ مان سنگھ کا برادر نسبتی اور چند امرائے نامور بھی مارے گئے۔ الغرض روز بروز مشکلات بڑھتی جاتی تھیں اور پھر قحط کی مصیبت جدا۔ مویشی کو دانہ چارہ ندارد گھوڑے اونٹ سب بن موت کثرت سے مرنے لگے اور چاروں طرف اُن کی نعشیں سڑنے لگیں اور مرہٹے اپنے مزے میں تازہ دم تھے روز دھاوے مارتے اور لوٹ مار کرتے تھے آخر کار شاہزادے پرویز نے صلاح کی کہ یہاں سے اُٹھ کر ملک کے اندرونی حصے میں چلیں کہ وہاں غلہ تو ملے گا۔ خانخاناں کو اس ارادے کی خبر ملی تو اُس نے شاہزادے کو لکھا کہ ہرگز آگے بڑھنے کا قصد نہ فرمائیے کہ اس موسم گرما میں سب جگہ یہی حال ہے بہتر یہ ہے کہ برہان پور تشریف لائیے۔ چندے یہاں سستا کر پھر حسب اقتضائے وقت جیسا مناسب ہوگا کیا جائے گا۔

مغلوں کے لشکر کی شکست اور قلعۂ احمد نگر پر دکھنیوں کا قبضہ۔

امرائے دہلی نے خانخاناں کی صلاح کو نہ سنا اور اُسے خود غرض اور دکھنیوں کی پاس داری پر محمول کیا اور احمد نگر کی طرف چل نکلے۔ مرہٹوں کے لشکر نے چاروں طرف سے روک تھام کی۔ بہ ہزار مشکل لڑتے مرتے عادل آباد[۵۱] تک پہنچے آخر کار ایسی جگہ اُترے کہ جو بالکل کوہستان اور سنگلاخ تھا اور پہاڑوں کے بڑی بڑی گھاٹیاں تھیں۔ دکھنیوں نے ان کو گھیر لیا اور بہت سے لوگوں کو مار ڈالا۔ شاہزادہ پرویز گھبرا گیا اور پھر خان خاناں کو لکھا کہ تمھاری صلاح پر عمل نہ کرنے سے ہم پر یہ مصیبت پڑی ہے اب تم کسی تدبیر سے ہم کو اس بلا سے نکالو۔ خانخاناں نے فوراً امرائے دکن کے نام متعدد خطوط لکھے کہ اس لشکر میں جہانگیر بادشاہ کا صاحبزادہ ہے ایسا نہ ہو کہ

---

[۵۱] مملکت نظام کا ایک ضلع ہے جو چاندہ کے ہم سرحد جی۔ آئی۔ پی ریلوے کی شاخ وردا الیچپور شاہ کے متصل ہے۔

خدانخواستہ اُسے کوئی نقصان پونہچے تو دکھنیوں کے منہ کو کالک لگ جائے گی اور تمھارا جن بچہ کولھو میں پلوادیا جائے گا اس لئے مناسب یہ ہی کہ تم اُن کی راہ چھوڑ دو۔ امرائے نظام شاہی اور عادل شاہی نے کہا کہ دشمن تو بالکل عاجز آگئے ہیں اب ہم کو اُن کے مارنے کی کیا ضرورت وہ خود پانچ چھ روز میں اس مصیبت سے ہلاک ہوجائیں گے اس لئے منت کرم داشتن خانخاناں کی نیک صلاح پر کاربند ہوئے اور بہ ہزار خرابی وجاں کاہی مغلوں کا لشکر بنہایت خستہ اور تباہ حال ہوکر برہان پور پونہچا لیکن امرائے دہلی سب کا یہی خیال تھا کہ یہ ساری مصیبت ہم پر خانخاناں کے سبب سے آئی ہی اور ایک ایک کی دس دس لگاکر بادشاہ کو خبردی بادشاہ پھر برہم ہوگیا۔ نظام شاہی اور عادل شاہی لشکر مغلوں کے لشکر کو برہان پور تک نکال کر پلٹا تو قلعہ احمد نگر کا محاصرہ کرلیا۔ قلعہ کے لوگ اِس آس پر دن کاٹ رہے تھے کہ اب شاہزادہ پرویز ہماری مدد کو آتا ہی مگر جب سنا کہ وہ برہان پور چلا گیا تو ان کے ہاتھ کے طوطے اُڑ گئے اور سوائے قلعہ کو حوالہ کردینے کے اور کوئی مفر نہ تھا اس کے بعد سب کے سب گرتے پڑتے برہان پور پونہچے اور اس طرح قلعۂ احمد نگر پھر دکھنیوں کے ہاتھ آگیا۔

مرتضیٰ نظام شاہ اور ملک عنبر کی ناچاقی اور ابراہیم عادل شاہ کے سمجھانے بجھانے سے مل جانا۔ ۱۰۱۹ھ

۱۰۱۹ھ میں نظام شاہ جنیر سے آکر دولت آباد میں رہ پڑا تھا اتفاقاً اُس زمانے میں ملک عنبر اور مرتضیٰ نظام شاہ کے ناچاقی ہوکر خصومت بڑھتی چلی جارہی تھی۔ پہلے بھی ۱۰۱۶ھ میں دونوں کے ان بن ہوگئی تھی تو ابراہیم عادل شاہ نے ملا دیا تھا اب بھی وہی بیچ میں پڑا اور کہا کہ تم دونوں ایک طباق میں کھاتے ہو اور دونوں کے دل مکدر ایسا نہ ہو کہ تیسرا اُچک لے جائے اور بہت کچھ زجر و توبیخ کی اور اونچ نیچ سمجھا کر دونوں کو گلے ملوادیا۔

خان اعظم کی دکن پر چڑھائی اس کے بعد عبداللہ خاں حاکم گجرات کا محاصرہ قلعۂ دولت آباد میں شکست پانا ۱۰۲۰ھ . . . . .

شاہزادۂ پرویز کو جب شکست ہوئی تو ملک عنبر کے مقابلے کے لئے جہانگیر بادشاہ نے ۱۰۲۰ھ میں خان اعظم کی سرکردگی میں ایک بہت بڑا لشکر بھیجا اور عبداللہ خاں حاکم گجرات کو بھی اپنی فوج

ے کر دکن جانے کا حکم دیا چنانچہ دولت آباد کا محاصرہ کر لیا ملک عنبر نے مرتضیٰ نظام شاہ کو قلعہ میں چھوڑ کر موضع کھڑکی کے چٹیل میدان میں جو دولت آباد سے پانچ کوس پر ہے لشکر ڈال دیا۔ کھڑک دکھنی زبان میں سنگلاخ کو کہتے ہیں اسی وجہ سے اس موضع کا نام کھڑکی تھا۔ ملک عنبر کو بڑی بھاری لڑائی کے بعد فتح کامل نصیب ہوئی عبداللہ خاں شکست کھا کر گجرات واپس گیا۔ ملک عنبر نے اس جگہ کا نام فتح نگر رکھ دیا جسے آگے چل کر اورنگ زیب نے آباد کیا اور اورنگ آباد نام رکھا۔

شاہ زادہ خرم کا ملک دکن کو فتح کرنا ۱۰۲۴ھ

شاہ زادہ پرویز اور راجہ مان سنگھ دونوں مدتوں تک دکن میں رہے مگر فتح نہ کر سکے آخر کار بادشاہ نے ان کو واپس بلا کر ۱۰۲۴ھ میں شہزادہ خرم کو جو آگے چل کر شاہ جہاں کے لقب سے بادشاہ ہوا دکن کی مہم سر کرنے کے لئے بھیجا۔ پہلے پہل تو ملک عنبر نے مقابلہ کیا مگر پھر آگے چل کر بہ مصلحت وقت سارا ملک نظام شاہی سوائے قلعۂ دولت آباد کے صلح کر کے حوالہ کر دیا اس از غیبی فتح سے بادشاہ بے انتہا خوش ہوا۔ اور اس فتح کی خوشی میں شاہ جہاں کا خطاب سرفراز فرمایا اور ایک الماس جس کی قیمت ایک لاکھ روپیہ تھی جو شاہ عباس بادشاہ خراسان نے جہانگیر بادشاہ کو بطور تحفہ دیا تھا وہ بھی سرفراز فرمایا۔

ابراہیم عادل شاہ کا قلعہ بیدر پر قبضہ کرنا ۱۰۲۹ھ سلطان خسرو کی وفات ۱۰۳۰ھ قلعہ کرنول کی فتح ۱۰۳۱ھ

۱۰۲۹ھ میں ابراہیم عادل شاہ نے بیدر پر لشکر کشی کی اور بریدیہ خاندان کے آخر امیر برید کو مع اس کے فرزندوں کے قید کر کے بیجاپور لے آئے اور اسی سال سے قلعۂ بیدر عادل شاہیوں کے قبضے میں آگیا۔ ملک عنبر کو فرصت ملی اس نے چھیڑ چھاڑ کی اور جو ملک دفعتہً مغلوں کو دے دیا تھا پھر دبا بیٹھا۔ شاہ جہاں کو ملک نکل جانے کا سخت قلق ہوا اور شاہزادہ خرم عرف شاہ جہاں کو پھر دوبارہ دکن پر بھیجا اور اس کے ساتھ ہی جہانگیر کا بڑا لڑکا سلطان خسرو جو نظر بند تھا وہ بھی آیا اور یہاں آکر ۱۰۳۰ھ میں بمقام برہان پور مر گیا اور ۱۰۳۱ھ میں اس فوج نے جو قلعہ

---

(۱) منماڑ جنکشن سے (۷۱) اور حیدر آباد سے (۳۰۹) میل مستقر صوبہ داری ہے۔ ۱۲

ادھونی پر متعین تھی قلعۂ کرنول فتح کر لیا اور " ابراہیم بت شکن " اس فتح کی تاریخ ہے۔

ملک عنبر کا بیجاپور کو لوٹنا اور نورس پور کی اینٹ سے اینٹ بجا دینا ۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء اور ملک عنبر کی وفات ۱۰۳۵ھ / ۱۶۲۵ء

دیکھئے دنیا کی حالت یہی ملک عنبر عادل شاہ کی جوتیاں اٹھاتا تھا اور عادل شاہ کا بڑا دم مارتا تھا۔ گزشتہ واقعات اُن متواتر احسانات کو بتلا رہے ہیں جو ابراہیم عادل شاہ نے ملک عنبر کے ساتھ کئے اور ہر دفعہ اُس کو کمک دی اور عادل شاہ ہی کی بدولت ملک عنبر کامیاب و فائز المرام رہا۔ ملک عنبر کا دماغ فلک ہفتم پر تھا وہ کسی کو خاطر میں نہ لاتا تھا اور اپنے جامے سے باہر ہو گیا تھا اور بات بات پر ابراہیم کے سر چڑھنے اور گستاخی کرنے لگا۔ ابراہیم عادل شاہ نے جب دیکھا کہ یہہ کسی طرح راہ راست پر نہیں آتا تو ۱۰۳۳ھ / ۱۶۲۳ء ایک بڑا لشکر اُس کی سرکوبی کو بھیجا اور بمقام بھنوری پر ایک عظیم الشان لڑائی ہوئی مگر افسوس کہ اُس میں عادل شاہ کو شکست ہوئی۔ ملک عنبر کا اب کیا پوچھنا تھا اور کھل کھیلا اور اگلے ہی برس ۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء میں ساٹھ ہزار سوار لے کر بیجاپور پر چڑھ آیا اور آتے آتے تمامی علاقہ جات میں لوٹ مار کر کے تباہ و ویران کر دیا اور اس طرح ملک کو برباد کرتے کرتے عین قلعۂ بیجاپور کی فصیل تک پونہچ گیا۔ نورس پور جس کو پادشاہ نے کس شوق سے بنایا تھا اور ابھی کار تعمیر جاری ہی تھا شہر پناہ مکمل ہونے نہ پائی تھی کہ اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور بالکل مسمار کر دیا لیکن ملک عنبر اِس مہم کے دوسرے ہی سال ۱۰۳۵ھ / ۱۶۲۵ء میں مرگیا اور اُس کی موت نے اُس کا پردہ ڈھک لیا اور اس وجہ سے ابراہیم عادل شاہ کو اُس کے سر چڑھ کر آنے کا بدلہ لینے کا موقعہ نہ ملا۔

ابراہیم عادل شاہ کی نسبت مذہبی بدگمانی

ابراہیم عادل شاہ خود ذی علم سنی اور موحد تھا لیکن فن موسیقی کی ایسی لت پڑ گئی تھی کہ بس راگ کا دیوانہ تھا اور اکثر گوئیے چوں کہ ہندو تھے اُن کی صحبت کا اثر اس کی طبیعت پر بھی پڑا تھا۔ اور سرستی جو علم کی دیوی جو طنبورہ ہاتھ میں لئے مور پر سوار رہتی ہے اُس کی تعظیم و تکریم کرتا تھا۔ خوش گلوئی اور راگ داری کا شیفتہ و فریفتہ تھا اس وجہ سے دیوی کی طرف تھوڑا سا میلان ضرور تھا جس پر لوگوں نے حاشیہ چڑھا دیا کہ اکبر بادشاہ کی طرح یہہ بھی مذہب اسلام سے منحرف ہو گیا ہے ورنہ درحقیقت یہ بات نہ تھی صرف گانے کے شوق سے میل خاطر ہنود کی طرف ضرور تھا۔

شاہ صبغۃ اللہ صاحب کا مدینۂ منورہ سے بیجاپور تشریف لانا سنہ ۱۰۱۱ھ

حضرت شاہ صبغۃ اللہ صاحب الحسینی جو حضرت شیخ الاسلام شاہ وجیہ الدین علوی الحسینی الاحمد آبادی کے خلیفہ ہیں اور ایک مدت سے ملازم حرم نبوی کے تھے آپ کو بشارت ملک دکن جانے کی ہوئی اور آپ سنہ ۱۰۱۱ھ میں رونق افروز بیجاپور ہوئے چند ہی دن میں حضرت کے گوش مبارک تک بھی پادشاہ کے ہنود کی طرف میلان کا غلغلہ پونہچا آپ نے امر معروف پونہچانے کی نیت سے پادشاہ سے کہا کہ تم اپنے اس عقیدے سے توبہ کرو پادشاہ نے کہا کہ نعوذ باللہ میرا کوئی عقیدہ مذہب اسلام کے خلاف نہیں ہی البتہ میں راگ کو از بس پسند کرتا ہوں اور اس طرف میرا دلی میلان ہی۔ حضرت نے فرمایا مضائقہ نہیں تم توبہ کرو خداوند تعالیٰ خود اس ولولہ شیطانی کو دور فرما دے گا چنانچہ پادشاہ نے توبہ کی اور اس سبب سے پادشاہ کے روضہ پر یہ آیت کلام مجید کی ثبت ہی[۱] مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا۔ پادشاہ کی طرف سے یہ آیت ہی کھلا ہوا جواب ہی۔ صرف استقامت دین ہی کے لئے حضرت کو دکن جانے کا حکم ہوا تھا۔ آپ نے پادشاہ کو تین نصیحتیں فرمائیں ایک یہہ کہ شراب کی سب دکانیں بند کر دی جائیں دوسرے فاحشہ عورتوں کا نکاح کرا دیا جاوے اور تیسرے یہ کہ کسی شیعہ کو حاکم مقرر نہ کرے۔ ان تینوں باتوں کے عوض خدا سلطنت میں توقیر کرے گا اور اس کے معاوضہ میں اور تین ملک قبضہ میں آجائیں گے۔ اس کے بعد آپ نے قصد مراجعت فرمایا تو پادشاہ مانع ہوا اور چاہتا تھا کہ ایسے بزرگ کا رہنا بڑا موجب برکت ہی چندے ہیں رہیں لیکن آپ کے اصرار پر بعد زیارت آثار مبارک کے آپ کو چار لاکھ ہن دے کر رخصت کیا۔

ابراہیم عادل شاہ کا جگت گرو کے نام سے مشہور ہونا

ابراہیم عادل شاہ ثانی جگت گرو کے نام سے مشہور ہی پبلک نے اس کو یہ خطاب دیا تھا جگت کے معنی عالم اور گرو کے معنی استاد یعنی ”استاد جہاں“ یا ”پیشوائے جہاں“ اور ابراہیم عادل شاہ اول سے رفع التباس کے لئے بھی جگت گرو کا لقب استعمال کیا جاتا تھا۔ بعض جگت گیر بھی کہتے ہیں جیسے عالمگیر۔ یعنی دنیا کا فتح کرنے والا۔ دونوں اپنی اپنی جگہہ درست ہیں۔

---

[۱] ابراہیم نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی بلکہ ہماری ایک سرکار کے بندۂ فرماں بردار تھے۔ ۱۲

بادشاہ کی بیماری اور وفات ۱۰۳۷ھ ۱۶۲۷ء -

ہر آنکس را کہ عمر آید بپایاں ٭ خورد از نوشدارو نیش ہجراں
شود ہر دم فزوں دردش ز پرہیز ٭ تباشیر آتش تپ را کند تیز
دماغش از گلاب آتش فروزد ٭ اگر صندل بہ تن مالد بسوزد
چو خواہد جاں وداع تن نماید ٭ ز حکمت ہیچ کارے بر نیاید

بادشاہ کو بھگندر ہو گیا تھا۔ بڑے بڑے حاذق حکیم بھی اس کے علاج سے عاری تھے۔ یونانی علاج سے جب کچھ فائدہ نہ ہوا تو بیجاپور میں ایک فرنچ ڈاکٹر فارنالوپ Farna Lup نامی تھا اُس کی یاد ہوئی مگر اس کے علاج سے بھی کچھ فائدہ نہ ہوا بلکہ بدرجہا اور تکلیف بڑھ گئی۔ بادشاہ نے پوچھا کہ کیا دوا دی تھی جو مرض میں اس قدر اشتداد ہو گیا۔ ڈاکٹر نے کہا کہ مجھے اس مرض کا تجربہ نہ تھا بطور آزمائش میں نے دوا دی۔ بادشاہ بڑا خلیق اور رحم دل تھا کہا کہ تم نے تو میرا کام تمام کر دیا۔ خیر۔ مگر میرے بعد تمہاری جان کی بھی خیر نہیں ہے۔ بہتر یہ ہے کہ جب تک میرے دم میں دم ہے شہر چھوڑ کر نکل جاؤ ورنہ میرے بعد یہ لوگ تم کو یقیناً مار ڈالیں گے اور اُس وقت تم سے کچھ کرتے دھرتے بن نہ پڑے گی لیکن ڈاکٹر نے نہ سنا۔ بادشاہ نے ۱۱ محرم الحرام ۱۰۳۷ھ ۱۶۲۷ء کو انتقال کیا۔ تاریخ وفات یہ ہے۔ "ابراہیم عادل شاہاں باداد شد" - ۱۰۳۷ھ

بادشاہ کا دم نکلنا تھا کہ لوگ ڈاکٹر پر ٹوٹ پڑے کہ اسی نے ہمارے بادشاہ کو مار ڈالا۔ خواص خاں نے ڈاکٹر کی ناک اور لب زیریں کاٹ لئے۔ فارنالوپ نے ناک اور ہونٹ چپکے سے اُٹھائے اور اس عمدگی سے ٹانکے دے کر جوڑ لئے کہ جوں کا توں چنگا ہو گیا یہ دیکھ کر لوگ ہکّا بکّا رہ گئے اور اس کے عمل جراحی کے آگے سب نے کان پکڑے اور لوگ پھر ڈاکٹر کی طرف رجوع ہونے لگے چنانچہ چند ہی دنوں میں پھر اُس کی پہلی سی شہرت اور قدر ہونے لگی۔

ابراہیم عادل شاہ کی اولاد بادشاہ کے چار فرزند اور دو لڑکیاں تھیں :-

(۱) درویش بادشاہ - از بطن ملکہ جہاں۔
(۲) سلطان سلیمان از بطن کمال خاتون۔
(۳) سلطان محمد از بطن تاج سلطانہ۔

(۴) - کم سن شیر خوار بچہ از لبطن سکندر محل -

(۵) سلطان بیگم - (۶) فاطمہ سلطان عرف پادشاہ صاحبہ -

اخلاص خان حبشی جو بڑے خاں کے نام سے مشہور تھا اور وزیر اعظم اور بادشاہ کے مزاج میں ایسا دخیل تھا کہ بلا اُس کی مشورت کے تنکہ اِدھر کا اُدھر نہ ہوسکتا تھا اور دیانت الملک شیرازی جو شہنواز خاں کا داماد تھا منصب کار ملکی سے سرفراز تھا اور امین الملک آقا رضا شیرازی جو مہمات مالی و ملکی کی خدمت سرخیلی رکھتا تھا اور جسے پادشاہ بہت چاہتا تھا اور "نواب خاں بھائی" پکارتا تھا اور بہت سے ارکان و اعیان سلطنت و برہمنان سب کے سب درویش پادشاہ کی طرف تھے لیکن پادشاہ اُسکی ماں سے کسی بات پر ناراض ہوگیا تھا اور اس وجہ سے درویش پادشاہ نظر سے گرگیا جب پادشاہ مرض الموت میں مبتلا ہوا تو اُس نے مرزا محمد امین لاری کو بلاکر ارشاد فرمایا کہ اخلاص خاں تو جو میں کہوں گا وہ کرے گا لیکن دیانت الملک وغیرہ میرے بعد درویش پادشاہ کو تخت پر بٹھلانا چاہتے ہیں میں تم سے بارہا کہہ چکا ہوں کہ اگر ایسا ہوگا تو قطب شاہ کا سا حال ہوجائے گا کہ تمام پردیسی اور شیعہ بھر جائیں گے اور ملک برباد ہوجائے گا - میں کسی حالت میں اس بات پر راضی نہیں ہوں میری اولاد میں ہر اعتبار سے سلطان محمد لائق و فائق ہے میں نے میرے بعد تم کو مختار کیا ہے تم سر مو میرے حکم کے خلاف نہ کرنا - میرزا محمد امین نے پادشاہ کے ارشاد کو بسر و چشم قبول کیا - لیکن عرض کی کہ میں اکیلا کیا کرسکتا ہوں حضور انور میرے ساتھ کسی اور کو بھی شریک فرماویں - ارشاد ہوا کہ جس پر تم کو بھروسہ ہو اُس کا نام لو - محمد امین نے دولت خاں کا نام لیا پادشاہ نے کہا کہ تم کو اختیار ہے مگر مجھے اُس پر بھروسہ نہیں کہ وہ کمینہ ہے جو دراصل مرہٹہ تھا جس کا نام اصلی دولیا تھا جس کو ہم ہی نے دولت خاں بنایا - ایک دفعہ پادشاہ شکار سے شب کے وقت واپس آیا تو دولت خاں نے فوج کے لئے دروازہ نہ کھولا اور کہا کہ جب تک پادشاہ کو میں نہ دیکھ لوں دروازہ نہ کھولوں گا - پادشاہ کے آتے ہی اُس نے دروازہ کھول دیا مگر یہ امر ناگوار خاطر عاطر ہوا اور اُسی وقت دولت خاں کو خدمت حوالداری سے معزول کرکے قید کردیا لیکن پھر محمد امین کی سفارش سے اُسے خدمت حوالداری پر بحال کردیا اس خیال سے پادشاہ کو دولت خاں پر بھروسہ نہ تھا -

ابراہیم عادل شاہ کا کیرکٹر

ابراہیم عادل شاہ نے ۴۹ سال سلطنت کی۔ پادشاہ صورت اور سیرت دونوں میں ممتاز تھا۔ نہایت شکیل۔ صادر رہے کار عیت پرور اپنی رعایا کی فلاح و بہبودی کا بڑا خیال رکھتا تھا۔ علم کا بڑا قدر دان تھا۔ علماء و فضلاء اور ذی علم لوگوں کی بڑی جگہہ اُس کے دل میں تھی اکثر بزرگان دین اسی کی سلطنت میں بیجاپور آئے۔ شعراے نامور بھی اسی کے زمانے میں آئے۔ ملا ظہوری وغیرہ ہر فن کے صاحب کمال اور ہر ہنر کے اُستاد اور کامل اس کے وقت میں جمع تھے۔ محمد قاسم فرشتہ مشہور مورخ۔ میر رفیع الدین شیرازی جامع تذکرۃ الملوک بھی اسی کے دور میں تھے۔ بڑا منصف مزاج۔ شجیع اور رحم دل تھا۔ صنعت اور دست کاری کا بڑا قدر دان تھا خود پادشاہ کو خطاطی۔ نقاشی اور مصوری میں کمال تھا۔ خط ثلث اور نسخ اور نستعلیق وغیرہ بہت خوب لکھتا تھا اور اسی طرح فن موسیقی اور نغمہ پردازی میں ایسی دست گاہ رکھتا تھا کہ دور دور سے لوگ سمٹ آئے تھے۔ اس جانب اس قدر رجحان طبع تھا کہ ہندو گویوں کی توقیر بہت کچھ بڑھ گئی تھی جس سے لوگوں کو یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ اہل ہنود اور اُن کے دیوتاؤں سے حسن عقیدت رکھتا ہی۔

ابراہیم عادل شاہ کے وقت کی عمارات وغیرہ

۹۹۰ھ / ۱۵۸۲ء میں سات کھم کا محل بنوایا جو اب "ساتِ منزلی" کے نام سے مشہور ہی۔ دل کشا محل۔ حیدر برج جو عوام میں اُپری برج مشہور ہی۔

۹۹۶ھ / ۱۵۸۷ء مسجد ملکہ جہاں۔

۹۹۸ھ / ۱۵۸۹ء انند محل۔

بناے شہر نورس پور سنہ ۱۰۰۸ھ سے سنہ ۱۰۱۴ھ تک

سنہ ۱۰۰۹ھ سنگت محل عرف نورس محل۔

سنہ ۱۰۳۴ھ شاہی نورس پور۔

تعداد لشکر۔ سواراں باون ہزار۔ احشام ایک لاکھ۔ فیلان ۹۵۵ مطربان و مغنیان و سازندگان ۱۴۷۵ جن کے شاگرد وغیرہ ملا کر تین چار ہزار کی تعداد تھی۔

ساتواں باب

سلطان محمد عادل شاہ ۱۶۲۷-۵۵ء

کہ شاہا بقائے تو جاوید باد	لوائے تو برتر ز خورشید باد
سزد تخت گاہت قضائے سپہر	منور بہ انوار رخسار مہر
جہاں بہ کہ سیرت وخور مدام	موافق بہ حکمت شود صبح وشام
سزد گر ز مالک یمن تا زچیں	سلاطین ایران و توران زمیں
بہ خدمت ببندند پشت و کمر	نہ پیچد کس از طوق فرمانت سر

سلطان محمد عادل شاہ کی تخت نشینی ۱۰۳۷ھ ۱۶۲۷ء

ابراہیم عادل شاہ کی خبر مرگ کو مرزا محمد امین اور دولت خاں نے مخفی رکھ کر شہر کے دروازے بند کر دیئے صرف کھڑکیاں کاروبار کے لئے کھلی رکھیں۔ اخلاص خاں۔ دیانت الملک۔ آقا رضا متصدیان مہام کو بلا کر دیوان خانے میں بٹھلایا اور خواجہ سراؤں نے آکر بادشاہ کی طرف سے اخلاص خاں کو کہلا بھیجا کہ حضرت جہاں پناہ کا حکم ہے کہ سلطان محمد کو تخت پر بٹھلایا جائے۔ دیانت الملک نے کہا کہ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ بڑے کو چھوڑ کر چھوٹے کو مالک تخت وتاج کیا جائے یہ تو وہی مثل ہوئی کہ سر کو چھوڑ کر گھٹنے پر سہرا باندھا جائے۔ دولت خاں بہت تیز مزاج تھا اس نے دیانت الملک کو ڈانٹا کہ آپ سے کون پوچھ رہا ہے خواہ مخواہ دخل در معقولات دیتے ہو آپ خاموش رہیئے۔ دولت خاں نے اخلاص خاں سے پوچھا کہ آپ فرمایئے کہ آپ کی کیا رائے ہے۔ اخلاص خاں نے کہا کہ بڑی صاحبہ سے پوچھو میں بادشاہ کے بعد خود کنارہ کش ہونے والا ہوں۔ درویش بادشاہ اور سلطان محمد میں کچھ نہیں جانتا کہ دونوں میرے مالک ہیں میں کس کو ترجیح دوں جس کو بڑی صاحبہ فرمائیں اسی کو تخت نشین کرو۔ دولت خاں اٹھ کر بڑی صاحبہ کے

دربار میں گیا اور عرض کیا جواب ملا کہ جس کو بادشاہ نے کہا ہے اُسی کو بٹھلاؤ۔ پس مرزا محمد امین اور دولت خاں نے بتاریخ ۱۱ محرم الحرام ۱۰۳۵ھ ڈھائی بجے دن کے شاہزادہ سلطان محمد کو جس کی عمر پندرہ سال کی تھی تخت پر بٹھلا دیا اور اخلاص خاں کو رخصت کر کے دیانت الملک اور آقا رضا اور برہمنان وغیرہ کو محل میں قید کر دیا۔ بادشاہ کو تجہیز و تکفین کے بعد روضۂ نورس پور میں جو اُس نے خود نورس سلطان کے واسطے بنوایا تھا دفن کیا اس کے بعد۔ درویش بادشاہ کو مکحول کر دیا سلیمان کی چھنگلی کاٹ دی اور چھوٹے بچے کو بھی ناقص کر دیا۔ دیانت الملک اور آقا رضا اور برہمنوں کو قید سے چھوڑ کر دوسرے دن دربار ہوا اور نذریں ہوئیں۔ تاریخ جلوس "کشورستان" ہے آقا رضا کو کار ملکی اور دیانت الملک کو سر خیلی کی خدمات سرفراز ہوئیں مرزا محمد امین لاری کو مصطفیٰ خاں اور دولت خاں کو خواص خاں کے خطابات سرفراز ہوئے۔

برہان نظام شاہ کی چڑھائی کیچ دہارور پر اور شکست ۱۰۳۷ھ

برہان نظام شاہ نے اپنے قدیم مقبوضات پر عمل دخل حاصل کرنے کے لئے سلطان محمد کے جلوس کے سال اول ہی میں کیچ دہارور پر چڑھائی کر دی۔ عادل شاہیوں کا لشکر اُن کے مقابلے پر پہنچا اور ایک خوں ریز لڑائی کے بعد نظام شاہ کو شکست دے کر وہیں آرام لینے کو چند سے ٹھیر گئے۔ نظام شاہیوں نے اِن کو غفلت دے کر سعادت خاں اور اعتبار خاں کو پکڑ لیا لیکن نظام شاہ نے اُن سے کچھ بدسلوکی نہیں کی بلکہ گھوڑے اور خلعت دے کر اجازت دی تب عادل شاہیوں کی فوج وہاں سے اُٹھ کر دریائے کرشنا کے کنارے آن پڑی۔

برہان نظام شاہ کی دوبارہ چڑھائی بیجاپور اور پھر شکست پانا

اس کے کچھ دنوں بعد حمید خاں کے اغوا سے نظام شاہ نے بیجاپور پر دوبارہ لشکر کشی کی اور لوٹتا مارتا شہر بیجاپور تک پہنچ گیا عادل شاہ نے نواب خان بابا۔ اخلاص خاں۔ اعتماد خاں سرنوبت اور دوسرے امراء کے ساتھ مقابلے کے لئے فوج بھیجی اور کُدری کنور پر دونوں عساکر کی مٹھ بھیڑ ہوئی اور بڑی گھنگھور لڑائی کے بعد حمید خاں سر لشکر پسپا ہوا اور لشکر عادل شاہی فتح یاب ہو کر داخل بیجاپور ہوا۔

کدم راؤ گورنر بنکاپور کی بغاوت اور اُس کا قتل

اس کے بعد ہی کدم راؤ حاکم قلعۂ بنکاپور کی بغاوت کی خبر ملی کہ اُس نے گردو نواح میں اودھم مچا رکھی ہے۔ عادل شاہ نے اُس کی سرکوبی کے لئے میر علی رضا کو بھیجا۔ علی رضا جوں ہی قلعہ بنکاپور کے پاس پونچا دیکھا تو کدم راؤ مقابلے کے لئے بالکل طیار بیٹھا تھا اور ایک سال تک برابر اُس سے جھڑپ ہوتی رہی اور آخر کار بہت سی لڑائیوں کے بعد کدم راؤ گرفتار کیا گیا اور قتل بھی کیا گیا اس کے بعد رضا علی بیجاپور واپس آیا۔

امرائے نظام شاہی کی باہمی مخالفت سے زوال سلطنت اور برہان نظام شاہ کی وفات

حمید خاں جو وکیل السلطنت تھا اُس سے اور ملک عنبر کے بیٹے فتح خاں سے ناچاقی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حمید خاں نے برہان نظام شاہ کو فتح خاں کی طرف سے خوب بھرا اور آخر کار اُسے ایک قلعہ میں قید کرا دیا یہ حالت دیکھ کر دوسرے امرا کو اپنی اپنی پڑ گئی نہیں معلوم کہ ہماری کیا گت بنے سب نے یہاں سے بھاگ کر مغلوں کی پناہ میں جانے کا ارادہ کر لیا۔ برہان نظام شاہ کو بھی امرا کی بد دلی کا حال معلوم ہو گیا۔ اخلاص خاں اور حمید خاں سے بادشاہ نے کہا کہ جادو راؤ بھی بدل کر بیٹھا ہے ایسا نہ ہو کہ وہ مغلوں سے جا ملے تو بڑی خرابی ہو جائے گی کہ وہ ہمارے کچے چٹھے سے واقف ہے۔ اخلاص خاں اور حمید خاں نے کہا کہ بہتر یہی ہے کہ جادو راؤ کو قید کر کے اُس کے بیٹے اچلوجی کو کسی قلعہ کا حاکم مقرر کر کے بھیج دیا جائے بادشاہ نے بھی اس رائے سے اتفاق کیا اور فرہاد خاں اور صفدر خاں کو حکم دیا کہ موتی خاں کلناله کی مدد سے جادو راؤ کو قید کر لیا جائے چنانچہ جادو راؤ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا تھوڑی دیر کے بعد بادشاہ دربار سے اُٹھ کر خلوت خانے میں چلا گیا فرہاد خاں۔ صفدر خاں اور موتی خاں تینوں جادو راؤ اور اُس کے بیٹے اچلوجی پر جا گرے اور اُن کی تلواریں چھین لیں یہ دونوں بھی بہادر تھے مجلس کا رنگ بے رنگ دیکھ کر کٹاریں نکال کر مقابلے پر آمادہ ہو گئے۔ صفدر خاں کے ہاتھ سے جادو راؤ مارا گیا اور اچلوجی گرفتار ہو گیا۔ کھنوجی جادوجی کا بھائی تھا تغلغ خاں کے حوض کے پاس اُترا ہوا تھا یہ خبر سنتے ہی بھاگا اور سیدھا مغلوں کی پناہ میں جا گھسا۔ شاہ جی بھونسلے جو جادو راؤ کا داماد تھا وہ قلعۂ پرینڈہ کے حوالی میں تھا وہ بھی اس خبر کے سنتے ہی اُٹھ کھڑا ہوا

اور لوٹتا مارتا پونے[۱] پونہچ کر ایک شورش عظیم برپا کروی اور اطراف واکناف کے ملک نظام شاہ
اور عادل شاہ دونوں میں ہلکہ مچادی - خواص خاں کو جب اس لوٹ مار کی خبر پونہچی تو اس نے بیجاپور
سے مراری پنڈت کو اس کے مقابلے کو بھیجا - شاہ جی نے جب دیکھا کہ اب خیر نہیں تو سرنوبا ات
کو جو سہر نا ایک قلعہ بھیمری کا تھا اُس کو ملا کر قلعہ میں جا بیٹھا - مراری پنڈت نے پونا اور اندا پور[۲] وغیرہ
مقامات مقبوضہ شاہ جی کو خوب لوٹا اور جلا کر خاکستر کر دیا اور وہاں سے بھولیشور کے پہاڑ کی طرف
چلا گیا جو پونے سے سوطھا کوس ہے اور وہاں ایک قلعہ بنانا شروع کیا - آبا راو کو دو ہزار سوار دے کر

[۱] بمبئی سے ۱۱۹ میل ہے - جی - آئی - پی اور سدرن مرہٹہ ریلوے کا جنکشن ہے - ملک دکن کا ایک بڑا شہر ہے جس کی آب وہوا نہایت خوش گوار او معتدل ہے خصوصاً ماہ جون سے ستمبر تک بہت اچھا موسم رہتا ہے - بارش کا اوسط (۲۹) انچ ہے موسم میں بارش میں گورنر بمبئی پونے میں رہتے ہیں بمبئی پریزیڈنسی کی فوج کا مستقر ہے - آبادی ایک لاکھ نفوس کی ہے جس میں زیادہ تر ہنود ہیں - پونے کی شہرت ملک دکن میں زیادہ تر اس سبب سے ہے کہ مدتوں تک پیشواؤں کا دار السلطنت رہا ہے - یہاں کی مشہور مصنوعات مٹی اور گنجی کی پتلیاں اور مورتیں - ظروف مسی و برنجی پارچہ ریشمی و زری ہیں - یہ شہر مولا ندی کے جنوبی کنارے پر واقع ہے - تھوڑی دور آگے چل کر مولا اور موٹھا دونوں ندیوں کا سنگم ہو گیا ہے - پاربتی کا دیول بہت مشہور ہے جو اسی نام کے پہاڑ پر شہر کے جنوب و مغربی گوشہ میں واقع ہے - یہ مقام قابل دید ہے - اس پہاڑ کے دامن میں ہیرا باغ ہے جو پیشواؤں کا تفرج گاہ تھا اور اب اس میں ٹون ہال ہے - پونے میں عیسائیوں کے مختلف فرقوں کے بڑے بڑے گرجا ہیں - مشہور عمارات کونسل ہال - دکن کالج سیول انجنیرنگ کالج - یروڈا سنٹرل جیل - محکمہ فنانس - ڈیوڈ ساسون ہاسپٹل - ڈاک خانہ - گورنمنٹ ہوس اور بوٹینکل گارڈن پونے چار میل کے فاصلے پر گنیش کھنڈ میں ہے - کھڑکی جہاں بہت بڑی فوجی چھاؤنی ہے پونے چار میل ہے جہاں بڑا بھاری کارخانہ باروت اور ہتھیار بنانے کا ہے جس کی یہیں سے تمام بمبئی پریزیڈنسی میں تقسیم کی جاتی ہے - مولا اور موٹھا پر ایک بہت بڑا بند باندھا گیا ہے جس کا آبشار بہت دلکش اور خوش نما ہے - پل بھی بہت خوش نما ہے اس مقام پر ایک نہایت نفیس باغ ہے - غرض یہ مقام بلحاظ بے نظیر منظر کے قابل دید ہے - آب رسانی کا بڑا کارخانہ پونے سے دس میل کے فاصلے میں ہے جہاں سے نہ صرف سارے شہر اور چھاؤنی میں پانی پونہچتا ہے بلکہ اس سے بہت سی زراعت تری کی بھی ہوتی ہے - سنگڑھ اور پورندھر کے مشہور قلعے پونے سے دس اور بیس میل علی الترتیب ہیں یہ مقامات اب بطور صحت گاہ کے استعمال کئے جاتے ہیں - کوہ مہابلیشور سدرن مرہٹہ ریلوے کے واتھر سٹیشن سے (۴۰) میل ہے - گرمیوں میں گورنر اسی پہاڑ پر رہتے ہیں سطح سمندر سے ساڑھے چار ہزار فٹ بلند ہے - واتھر ٹانگہ پر پانچ گھنٹے میں بہ آسانی پونہچ جاتے ہیں - پانچ گنی کا پہاڑ بھی واتھر سے (۹) میل مہابلیشور کی سڑک پر ہے جہاں بارہ مہینے لوگ رہتے ہیں - یہاں یورپین لڑکوں کا سکول اور رومن کیتھولک کا نونٹ بھی ہے -

[۲] یہ ضلع پونا کا ایک تعلقہ ہے -

قلعہ کی حفاظت کے لئے چھوڑا اور راجہ چندر راؤ اور باجی ولوے وغیرہ سرداروں کو فوج دے کر ملک کوکن کی طرف بندر دابل کو روانہ کیا اور خود بیجاپور کو چلا آیا۔ شاہ جی جو قلعہ جُنیر میں سہو کا اس کی پناہ میں تھا اس کے رہنے سہنے کا ٹھکانا کہیں نہ تھا اس نے بھیم گڑھ میں ایک پرانے اُفتادہ قلعہ کو جو مدتوں سے ویران پڑا تھا از سر نو تعمیر کرایا اور شاہ گڑھ نام رکھا اور رفتہ رفتہ چھ ہزار سوار جمع کر کے ملک بالاگھاٹ میں جُنیر سے سنگمنیر سے لے کر احمد نگر اور دولت آباد تک فتح کر لیا اور اپنے قدم خوب جما لئے۔ اُدھر باجی ولوے نے دابل سے پاٹ کر دہار۔ کورے گاؤں نظام پور اور بہت سا سیر حاصل ملک دبا لیا۔ سدّی مرجان نے جو برہان نظام شاہ کی طرف سے ملک کوکن کا گورنر تھا ان کا بہت کچھ مقابلہ کیا لیکن خود مارا گیا۔ یوں نظام شاہیوں کا بہت سا ملک نکل گیا اور عادل شاہیوں نے بندر چیول تک سارا ملک اپنے قبضے میں کر لیا۔ برہان نظام شاہ نے جب سدّی مرجان کی شکست کی خبر سنی تو سدّی سابا عنبر خانی کو اخلاص خاں کی فوج دے کر عادل شاہیوں کے مقابلے کو بھیجا۔ سدی سابا پونے اور جُنیر کا گھاٹ اُتر کر چیول کے بندر میں جہاں عادل شاہی فوج پڑی ہوئی تھی پہنچا اور دونوں کا مقابلہ کولار[۵۱] مقام پر ہوا اور بہت بڑی لڑائی ہوئی اس میں باجی دلوے مارا گیا اور باقی لوگ بھاگ گئے اس لڑائی میں نظام شاہ کو فتح ہوئی۔ سدّی بابا نے پھر چیول وغیرہ مقامات پر قبضہ کر لیا اور دو ہاتھی جو نظام شاہ کے اُن کے پاس تھے وہ بھی واپس لے لئے اور کلیان[۵۲] میں مقام کیا۔ یاقوت خاں اور داجی رام نے برہان نظام شاہ کی خدمت

---

[۵۱] اسٹیشن بورنگ پیٹ مدراس سے (۱۷۶) میل ہے۔ یہاں سے کولار کے معدن طلا کو ایک شاخ گئی ہے جس کا فصل (۸) میل ہے۔ تمام دنیا میں سب سے مشہور معدن طلا یہی ہے جس کا تعلق ریاست میسور سے ہے۔ اس معدن میں تیس ہزار آدمی (جن میں یورپین اور مکینیکل انجنیئر وغیرہ ماہر فن بھی ہیں) شبانہ روز کام کرتے ہیں۔ اس مقام پر سائنس کی بے انتہا قوت اور انواع و اقسام کے اختراعات اور زمانۂ حال کی نو ایجاد کلیں دیکھ کر انسان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں [۵۲] بمبئی سے (۳۴) میل جی۔ آئی۔ پی۔ ریل کی شمال و مشرقی اور جنوب و مشرقی لینوں کا جنکشن ہے۔ مئی کے مہینے میں یہاں مسلمانوں کا ایک بہت بھاری میلا "بندرہ میلا" ہوتا ہے۔ اینٹ اور کھپریل کی بھٹیاں یہاں کثرت سے ہیں۔ کلیان سے چار میل کے فاصلے پر انبرناتھ کا مشہور مندر ہے۔ اسٹیشن سے ملی ہوئی رکمی بائی کی اسپتال زیر نگرانی گورنمنٹ ہے۔ کلیان ایک بہت پرانا بندر گاہ ہے۔

میں معروضہ لکھا کہ ایسے وقت میں مغلوں کی فوج ہمارے سر پر پڑی ہوئی ہے ملک میں اس طرح کے
اندرونی فسادات بہت خطرناک ہیں۔ جادوجی اس سلطنت کا قدیم امیر ہے اُس سے بگاڑنا اور اُس کو
دشمن بنانا بالکل خلاف مصلحت ہے جس کی وجہ سے سارے ملک میں شورش بپا ہو گئی ہے اب
آپ کے پاس ایسا کون رہ گیا ہے جو مہام سلطنت کو انجام دے سکے اور مغلوں جیسے قوی دشمنوں
سے مقابلہ کر سکے اس لئے ہم خیر خواہان سلطنت کی صلاح یہ ہے کہ فتح خاں کو (جو صاحب شمشیر
اور مدبر دونوں ہے اور جس کے باپ (سیدی عنبر) نے ساری عمر آپ کی خیر خواہی اور نمک حلالی میں
گزار دی ہے اور بڑی بڑی قابل قدر خدمات کی ہیں) قید سے آزاد فرما کر اُس کی کامل تشفی اور دلجوئی
کی جائے اور اُس سے ایسے نازک وقت میں کام لیا جائے۔ بادشاہ نے امرائے دربار سے
مشورہ کیا امرا نے کہا کہ فتح خاں ایسا کون سا بڑا سور ما ہے اور پھر اُس کا دل کب صاف ہو سکتا ہے
وہ نہایت خود را ہے اور فتنہ انگیز ہے بگڑا ہوا دشمن برابر ایسا نہ ہو کہ وہ برسر اقتدار ہوتے ہی کھل
کھیلے اور کی کرائی محنت سب اکارت جائے۔ بادشاہ نے کہا کہ نہیں ایسا کبھی نہ ہوگا میں اُس سے
اچھی طرح پکی کر لوں گا اور قرآن پر قسم کھلواؤں گا۔ امرا نے کہا کہ بہت خوب جو حضرت کی مرضی
مبارک ہو ہم بھی راضی ہیں ہم تو صرف ملک و دولت کی بہتری کے خواہاں ہیں۔ الغرض بادشاہ نے
اخلاص خاں۔ فرہاد خاں اور صفدر خاں کو بھیج کر قلعہ سے طلب کیا۔ فتح خاں پالکی میں بیٹھ کر
نکلا لوگوں نے پردہ ڈال دیا فتح خاں نے کہا کہ پردہ کیوں ڈالتے ہو اور پردہ اُلٹ دیا تمام لوگ
فرحاں و شاداں سلام کرتے تھے اور جو دیکھتا تھا باچھیں کھل جاتی تھیں اور کہتا تھا کہ عنبر کا چراغ
ہے۔ فتح خاں خیرات بکھیرتا ہوا دربار میں پونچا بادشاہ نے بہت عزت و توقیر سے لیا اور قول و قرار
واثق لے کر خلعت سرفراز کیا اور کہا کہ اپنے باپ کی طرح بادشاہ و ملک کی خیر خواہی میں سرمو
فرق نہ کرنا۔ فتح خاں کی اقامت کے لئے عنابت خاں کا محل ملا اور ملک کا نظم و نسق چند روز
بہت عمدگی سے چلتا رہا کہ یکایک برہان نظام شاہ کو جنون ہو گیا فتح خاں نے بہت کچھ علاج
معالجہ کیا بادشاہ کو محل شاہی سے اپنے محل میں لے آیا اور خود دوسری جگہ جا ٹھہرا دو مہینے
تک برابر علاج ہوتا رہا آخر کار انتقال کیا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ فتح خاں کی سازش سے
ایسا ہوا واللہ اعلم بالصواب۔

زوال سلطنت نظام شاہی کے دوسرے اسباب۔ شاہ جہاں بادشاہ کے ایلچی کا بیجاپور آنا اور سلطنت نظامی شاہی کی نصفا نصف تقسیم کا معاہدہ ۱۰۳۶ھ

ناظرین سے مخفی نہ ہوگا کہ سلطان غفران پناہ ابراہیم عادل شاہ کا سلوک نظام شاہیوں سے پدرانہ رہا ہے اور جب جب ضرورت ہوئی ہرطرح کی مدد دی اور ان کی عزت کو بہ مصداق حق الجار مقدم رکھتا ہی رہا لیکن نظام شاہیوں کی ناشکر جماعت نے نیکی کا بدلا بدی ہی دیا اور جب دیکھو سلطنت عادل شاہی پر ہی چڑھ چڑھ کر آتے تھے جس ہانڈی میں کھائیں اسی میں چھید کریں لیکن با ایں ہمہ ابراہیم عادل شاہ کے دل میں ذرا ہراس نہ آیا اور مغلوں کے حملے میں اگر وہ مدد نہ کرتا تو کبھی کے یہ خاک میں مل چکے ہوتے مگر ابراہیم عادل شاہ کی پالیسی یہ تھی کہ نیکی کن و بدریا انداز۔ وزیر المند خان خاناں بارہا اکبر اور جہاں گیر سے ابراہیم کے متعلق کہا کرتا تھا کہ وہ ایسا زبردست شخص ہے کہ اگر کسی کم زور کی طرف ہو جائے تو کاہ کو کوہ بنا دے اور اگر دشمن کوہ ہو تو اس کے دبدبہ اور جبروت سے دم میں کاہ ہو جائے۔ الغرض ابراہیم کا دلی مقصد یہ تھا کہ Buffer State ہے یعنی سرحدی ملک ہے اس کی دولت و ثروت قایم رہے اسی وجہ سے سدی عنبر پر عنایت بے غایت تھی اور ابراہیم ہی کی پشتی لینے سے وہ کیا سے کیا ہو گیا لیکن بہ مصداق۔ ع

اصل بد از خطا خطا نہ کند

سدی عنبر اپنی اصالت پر گیا اور بھتوڑی کی جنگ میں اور علی الخصوص نورس پور کی تباہی میں جو حرکات گستاخانہ اور ناشائستہ سدی عنبر سے ظہور میں آئے ابراہیم کو از حد ناگوار ہوئیں ؎

آزار از جراحت بیگانگاں رسد　　مرہم منہ کہ زخم دل از آشنا رسید

ابراہیم عادل شاہ گو کوہ تمکنت تھا اور اس کے دل میں مادہ در گزر کا تھا مگر پھر بھی۔ ع

دل راشکستہ نہ کہ گوہر شکستہ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ غَضَبِ الْحَلِیْمِ بادشاہ نے مصمم ارادہ کر لیا کہ اب کی دفعہ نظام شاہیوں کا نام و نشان مٹا دوں گا لیکن من درچہ خیالیم و فلک درچہ خیال - ابراہیم عادل شاہ کی حیات مستعار نے وفا نہ کی ورنہ وہ نورس پور جیسے بنے بنائے شہر کو اس بے دردی سے تباہ کرنے کا بدلہ گن گن کر لیتا

یہی وجہ تھی کہ مصطفیٰ خاں دانت پیس رہا تھا اور چاہتا تھا کہ اگر پدر نہ تواند پسر تمام کند اب ان کا کھوج مٹادوں وہ خود بھی نظام شاہیوں کا جانی دشمن تھا کہ سدی عنبر نے ملّا بابا کا سر کاٹ لیا تھا جو مصطفیٰ خاں کا خسر تھا ان ہی دو وجوہ سے مصطفیٰ خاں کی دلی خواہش تھی کہ مغلوں کا ساتھ دے کر نظام شاہیوں کی بیخ کنی کی جائے۔ اتفاقاً ۱۰۳۸ھ میں شیخ معین الدین شاہ جہاں بادشاہ کا ایلچی دہلی سے تہنیت نامہ جلوس کا لے کر بیجاپور پہونچا۔ مصطفیٰ خاں نے یہ موقع غنیمت جان کر ارادہ کیا کہ ان سے مل کر نظام شاہیوں کا قلع قمع کریں اور آدھا ملک ہم مغلوں کو دے کر بقیہ نصف خود لے کر نورس پور کی ویرانی اور بربادی کا معاوضہ لے کر دل ٹھنڈا کریں۔ مصطفیٰ خاں نے اس معاملہ اہم و سترگ میں خواص خاں سے مشورت کی۔ خواص خاں بڑا جہاں دیدہ شخص تھا اُس نے صاف کہہ دیا کہ خدارا کہیں ایسا غضب نہ کرنا ورنہ اُلٹے لینے کے دینے پڑجائیں گے ایسا نہ ہو کہ نیکی برباد گنہ لازم مثل ہم ہی پر ہاتھ صاف کریں اور ہمارا دم مفت ہی نکل جائے مگر اس کی صلاح مصطفیٰ خاں ماننے والا نہ تھا ایک مجلس شوریٰ منعقد ہوئی۔ بہت سے امرا خاندان نظام شاہی کی بربادی کے خلاف تھے چنانچہ قاضی سعید جو رندولہ خاں کا وکیل اور ایک بڑے پایہ کا امیر تھا اُس نے جرأت کر کے سخت اختلاف کیا اور عرض کی کہ بجائے اس کے کہ ہم نظام شاہی سلطنت کے مٹانے کی کوشش کریں ہم کو اپنے مصالح کے لحاظ سے اُس خاندان کی پرداخت اور تقویت کی کوشش کرنی چاہیے۔ علاقہ نظام شاہ ہمارے اور مغلوں کے درمیان ایک بڑی حد فاصل ہے اگر وہ نہ رہے تو براہ راست ہم کو مغلوں سے سابقہ پڑے گا اب تو بندر کی بلا طویلے کے سر نظام شاہی سب بلا جھیل لیتے ہیں اور جب یہ آڑ اُٹھ گئی تو ہم کو سخت مشکل کا سامنا ہوگا۔ اس معاملے میں مصطفیٰ خاں اور سعید خاں کے باہم سخت جھگڑا ہوگیا۔ خواص خاں بے چارہ سخت مشکل میں پڑ گیا اور سمجھ گیا کہ چلے گی مصطفیٰ خاں ہی کی ناچار اُس کے ہم زبان ہونا پڑا پھر دیر کیا تھی فوراً لشکر جمع کیا گیا اور رندولہ خاں کی سرکردگی میں ایک بڑی فوج مغلوں کی مدد کو بھیجنا قرار پایا اور مغلوں اور عادل شاہیوں میں عہد و پیماں واثق نظام شاہی سلطنت کی نصفا نصف تقسیم کا ٹھیر گیا۔ سلطان محمد نے شیخ معین الدین ایلچی کو خلعت وغیرہ دے کر رخصت کیا لیکن امراء میں سخت ناچاقی ہوگئی اور

بیشتر امرائے مصطفیٰ خاں سے بدظن ہو گئے کہ ع

اے باد صبا ایں ہمہ آوردۂ تست

تھوڑے ہی دنوں میں مصطفیٰ خاں اور خواص خاں کے آپس میں سخت مخالفت اور دشمنی ہو گئی دہلی کے ایلچی کی واپسی کے چند روز بعد خبر ملی کہ مغلوں ہی کی طرف سے عہد شکنی ہوئی اور مغلوں کی فوج چڑھتی چلی آرہی ہے اور قلعہ کیسوار تک پونہچ گئی ہے۔ سلطان نے فوراً ملک مرجان کے پاس قاصد دوڑایا اور شیخ معینا (معین الدین) کو راستے میں سے پکڑوا کر قید کر دیا۔

بیجاپور پر شاہ جہاں کے لشکر کی چڑھائی اور مغلوں کی غیر معمولی شکست

شاہ جہاں کی طرف سے خواجہ ابوالحسن دیوان و بخشی پہلے ہی سے ملک دکن میں نظام شاہ کے ملک کی تسخیر کے لئے برہان پور میں مقیم تھا اُس نے ارادت خاں کو نظام شاہ کی طرف بھیجا اور نصرت خاں کو قندہار۔ نصرت خاں نے قلعہ قندہار کا فتح کرلیا اور ارادت خاں نے قلعہ پرینڈہ کا رُخ کیا لیکن وہاں کامیابی کی امید نہ ہونے سے قلعہ دہارور کو فتح کیا۔ اسی اثناء میں شاہ جہاں کو شیخ معین الدین کے قید ہو جانے کی خبر ملی۔ بادشاہ نے نور جہاں بیگم کے بھائی آصف خاں کو جو ایک بڑا امیر تھا مع دیگر امرائے عظام کے بیجاپور بھیجا۔ آصف خاں برہان پور آکر ابوالحسن اور ارادت خاں کو ساتھ لے لوٹتا مارتا گلبرگہ تک آیا اور وہاں سے سیدھا بیجاپور کے قلعہ کی فصیل تک پونہچا اور اپنا لشکر جرار رنگریزوں کے تالاب کے پائین میں ڈال دیا اور روزانہ چھوٹی موٹی لڑائیاں ہونے لگیں مگر ایک دن بہت بڑی لڑائی ہوئی جس میں سکندر علی خاں ایک نامور سردار دہلی کا مارا گیا اس کے بعد پانچ چھ دن تک مغل بیجاپور کا محاصرہ کیے پڑے رہے اور طرح طرح کے مظالم کرنے لگے امرائے دکن اُن کی شورہ پشتی کی تاب نہ لا سکے اُن کی رگ حمیت جوش میں آئی اور دلاوری اور شجاعت کی خوب داد دی اور ایسی جان توڑ کر لڑے کہ مغلوں کو شکست ہوئی اور دکھنیوں نے اُن کا تعاقب کیا۔ مراری پنڈت مغلوں کی فوج اپنی سرحد سے باہر کرکے قلعہ پرینڈہ میں آن بیٹھا۔

توپ ملک میدان قلعہ پرینڈہ سے بیجاپور پونہچی سنہ ۱۰۴۲ھ

برہان نظام شاہ کی طرف سے آقا رضوان پرینڈہ کا قلعہ دار تھا اُسی نے قلعہ مذکور عادل شاہیوں کے

سپرد کر دیا تھا۔ آصف خاں کے تعاقب کے بعد مراری پنڈت پرینڈہ کے قلعہ میں آگیا تھا۔ بادشاہ نے کہ توپ ملک میدان بیجاپور طلب کی۔ یہہ توپ اتنی بھاری تھی کہ آج سارے ہندوستان میں ایسی گراں ڈیل دوسری توپ نہیں مگر بادشاہ کا حکم قضا شیم سر آنکھوں پر تھا خدا جانے کیا کیا مشکلات پیش آئیں مگر بھجوا تو دی جو ۱۵ صفر ۱۰۴۰ھ کو اُس برج پر چڑھا دی گئی جو مابین مکہ دروازہ اور شاہ پور دروازے کے ہے۔ اِس توپ کا تفصیلی بیان عمارات بیجاپور کے ضمیمہ میں آئے گا۔

حسین نظام شاہ کی تخت نشینی مہابت خاں کا قلعۂ دولت آباد کا محاصرہ کرنا

جب آصف خاں کی شکست کی خبر شاہ جہاں بادشاہ کو پہنچی تو بادشاہ کو سخت قلق ہوا۔ بادشاہ نے فوراً مہابت خان صوبہ دار لاہور کو طلب کیا اور خاندیس کا گورنر مقرر کر کے ملک دکن کی تسخیر کے لئے روانہ کیا۔ مہابت خاں ایک بہت بڑا لشکر لے کر برہان پور پہنچا۔ اس کے پہلے ہی برہان نظام شاہ مر چکا تھا اور فتح خاں نے حسین نظام شاہ پسر برہان شاہ کو جو صرف سات سال کی عمر کا تھا تخت پر بٹھا دیا تھا اور مہام سلطنت خود انجام دیتا تھا سایاجی انند جو ملک عنبر کا بڑا معتمد تھا اور سیواجی پنڈت متصدی اور سکورام مکاسہ نویس جو اراکین سلطنت تھے فتح خاں کی دار و گیر سے گھبرا کر شاہ جہاں کے دامن میں جا چھپے باقی لوگ جلا وطن ہو گئے اور جہاں سینگ سمائے چلے گئے اور تمام سلطنت میں زیادہ سے زیادہ ایک ہزار سوار اور چند امرا اپنی جان مٹھی میں لئے ہوئے باقی رہ گئے اور اس زمانے میں قحط بھی ایسا سخت پڑا کہ غلہ کا دانہ نہ رہا آدمی آدمی کا گوشت کھانے لگا۔ لیکن قلعۂ دولت آباد میں کچھ ذخیرہ غلہ کا جمع تھا فتح خاں نے ہر گھوڑے کے لئے سیر بھر دانہ مقرر کیا اور لوگوں کو بھی بہت تنگی ترشی سے غلہ دیا جاتا تھا اس طرح بمشکل ایک سال تک گزر ہوئی۔ مہابت خاں کو جب امراء کے منتشر ہو جانے اور اس قحط کی خبر ملی تو اُس نے اِن سب بکھرے ہوئے امرا کو جمع کیا اور چالیس ہزار سوار جمع کر کے رندولہ خاں کی سرکردگی میں عادل شاہ کی فوج پہنچنے کے اول ہی قصبۂ دولت آباد میں جا پہنچا اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور افواج عادل شاہی و نظام شاہی قلعہ کے باہر پڑی ہوئی تھیں روزانہ چھوٹی موٹی لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں۔ فتح خاں مع حسین نظام شاہ کے قلعہ کے اندر مورچہ بندی کئے ہوئے بیٹھا ہوا تھا۔ یاقوت خاں احمد نگر سے جا کر پہلے ہی مغلوں کی فوج میں ملازم ہو گیا تھا وہ

اس وقت فتح خاں کو در پردہ خبریں پونہچاتا رہتا تھا۔ مہابت خاں کو اس سازش کی بھنک پونہچ گئی اور یاقوت خاں پر بہت خفا ہوا۔ یاقوت خاں فوراً بدل گیا اور کھلے خزانے اپنے چار ہزار سوار لے کر دکھنی لشکر میں جا ملا فتح خاں کو یاقوت خاں کا ایسے نازک وقت میں آجانا بس غنیمت ہوا۔ ان لوگوں نے چاروں طرف سے لشکر مغلیہ میں رسد آنی بند کر دی اور غلہ کا ایسا توڑا پڑ گیا کہ ایک پائلی (تین سیر) اناج ایک ہن کو بدقت ملتا تھا۔ سارا لشکر بھوکوں مرنے لگا۔ مہابت خاں نے تنگ آکر محاصرہ اُٹھا دیا اور دو منزل گیا تھا کہ دکھنیوں نے پیچھا کیا اور لڑائی پھر ہونے لگی۔ ایک معرکہ میں بائیس زخم کھا کر یاقوت خاں بے چارہ جاں بحق ہوا۔ یاقوت خاں کا مرنا مہابت خاں کے لئے فال نیک تھا وہ وہیں سے پھر پلٹا اور دوبارہ دولت آباد پونہچ کر از سر نو لڑائیاں شروع ہو گئیں۔ فتح خاں سخت مصیبت میں گھر گیا ادھر تو قلعہ میں رسد نُچڑ گئی اُدھر غنیم از سر نو آمادہ جنگ وجدال ہوا ناچار سلطان محمد کی خدمت میں امداد کی درخواست کی کہ اگر اس وقت آپ امداد کریں تو میں مغلوں کو پس پا کر کے قلعہ دولت آباد آپ کے حوالے کر دوں گا۔

نظام شاہیوں کی مدد کے لئے مراری پنڈت کا دولت آباد پونہچنا۔

سلطان محمد پہلے ہی رندولہ خاں کی سرکردگی میں لشکر بھیج چکا تھا اب دوسرا لشکر مع کافی رسد جنس وغلہ کے جمع کرنے کے لئے خواص خاں کو تاکید بلیغ کی عرصہ قلیل میں ادھر اُدھر سے سب فوج سمیٹ کر یک جا کی گئی اور مراری پنڈت کے ساتھ فوراً دولت آباد روانہ کی گئی اور سخت تاکید کر دی کہ یلغار پونہچ کر تم فوج سابق وحال کے ساتھ فتح خاں کی مدد کرو اور قلعہ کو مغلوں کے لشکر سے چھوڑانے میں پوری کوشش اور ہمت صرف کر کے اُن کو پس پا کرو ہرگز اس میں فرق نہ آنے پائے۔ مراری کے پونہچنے سے پہلے لشکر کا جی چھوٹ گیا یہ لوگ مراری سے خوش نہ تھے اور نہیں چاہتے تھے کہ فتح کا سہرا اس کے سر رہے اس لئے ان لوگوں نے ایک دم لڑائی بند کر دی۔ فتح خاں نے ہر چند مراری سے منت سماجت کی کہلا بھیجا کہ بادشاہ نے تمھارے ساتھ رسد جو ہمارے لئے بھیجی ہے خدا کے لئے جلد بھیجو کہ یہاں ایک دانہ کھانے کو نہیں ہے اور لوگ الجوع الجوع پکار رہے ہیں اور جاں بلب ہیں مگر مراری اس کان سنتا تھا اور اُس کان اُڑا دیتا تھا۔ جب فتح خاں نے کئی بار بہ اصرار تقاضا کیا تو مراری پنڈت نے بہت استغنا سے جواب دیا کہ

کہ رسد کا تقاضا کیوں کر رہے ہو تم کو رسد سے کیا غرض تم قلعہ خالی کر دو کنجیاں میرے حوالے کرو
میں جانوں اور قلعہ اگر سیدھی طرح تم قلعہ میرے حوالے کر دو تو تمھاری خیر ہے ورنہ یاد رکھو کہ میں
تمھارے ہاتھ پاؤں باندھ کر قلعہ کے برج پر سے خندق میں ایسا دھکا دوں گا کہ تمھاری ہڈی
پسلیاں چورا چورا ہو جائیں گی۔ مراری پنڈت اوندھی مت کا آدمی تھا نہ اس نے خواص خاں
کے کہنے پر عمل کیا نہ بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی خلاصہ یہ کہ سامان رسد فتح خاں کو نہ دینا
تھا نہ دیا۔

مغلوں کا قلعہ دولت آباد کو فتح کر لینا

فتح خاں نے جب دیکھا کہ مراری پنڈت کا یہ حال ہے کہ وہ میری کچھ سنتا ہی نہیں اور بجائے امداد کے اُلٹی کاٹ کر رہا ہے
اس سے بہتر یہی ہے کہ مغلوں ہی سے کیوں نہ مصالحت کر لی جائے۔ ملک قطب محمد گجراتی اور
بھاسکر راؤ اپنے دونوں معتمدوں کو صلح کے لئے مہابت خاں کے پاس بھیج دیا اور کہلا بھیجا کہ قلعہ
دولت آباد کو میں شاہ جہاں بادشاہ کے سپرد کرنے کے لئے اس شرط پر آمادہ ہوں کہ آپ بھی میری
چند شرائط قبول فرمائیں۔ مہابت خاں نے جب معتمدین کی گفتگو سنی تو اُس کی باچھیں کھل
گئیں فوراً حسب خواہش فتح خاں کے عہد نامہ جو معاہدات موثق اور قسم ہائے شرعیہ و مغلظہ سے
مستحکم تھا لکھ دیا کہ میں تم کو اور حسین نظام شاہ دونوں کو نہایت عزت و احترام سے بادشاہ کی
حضور میں پونچا کر مورد عنایت شاہی کراؤں گا اور حسین نظام شاہ کی بادشاہت اور تمھاری
وکالت اور وزارت بدستور برقرار رہے گی اور ہر طرح تمھارا بہی خواہ اور ممد و معاون رہوں گا
اور نیز چالیس ہزار اشرفیاں قلعہ سپرد کرنے کی آپ کو دوں گا اور یہ عہد نامہ اپنے فرزند ارادت خاں
کے ساتھ بھیجا اور ساتھ ہی اس کے بہت سامان رسد بھی بھیج دیا۔ فتح خاں کا جب ہر طرح
اطمینان ہو گیا اور چالیس ہزار اشرفیاں بھی مل گئیں تو قلعہ مہابت خاں کے سپرد کر دیا اور پانچ ہزار
سوار لے کر برہان پور روانہ ہوا اور خان زماں خاں کو فتح خاں کے پیچھے لگا دیا کہ وہ ایک دم
نظر سے اوجھل نہ ہونے دیتا تھا گویا فتح خاں نظر بند تھا اسی طرح منزل بہ منزل جعفر آباد و مالیگاؤں
تک پونچے۔ ایک مقام پر کیمپ میں حسب معمول خیام اور سراپردہ کھڑے کئے گئے تھے لیکن
مہابت خاں نے سراپردے کے پیچھے چند راجپوتوں کو بٹھلا دیا اور فتح خاں کو بلوا بھیجا

فتح خاں

کے قید کر کے ماہی

دغا بازی دیکھی تو

سنانے لگا لیکن ا

قلعۂ دولت آباد

کچھ سرفراز کیا اور

ت

سناہی

ا

ن بالوں

ہندوؤں کے

قلعہ اور

ایوں

فتح خاں کے آتے ہی ڈیرے کے پردے چھوڑ دیئے اور فتح خاں کو مع حسین نظام شاہ کے قید کرکے ماہی مراتب آفتاب گیری وغیرہ چھین لی۔ فتح خاں نے جب مہابت خاں کی یہ دغا بازی دیکھی تو بہ مصداق ہر کہ دست از جاں بشوید ہر چہ در دل آید بگوید مہابت خاں کو کھلی کھلی سنانے لگا لیکن اسی طرح بہ حالت قید ان دونوں کو دہلی تک لے گیا۔ شاہ جہاں کو جب خبر فتح قلعۂ دولت آباد معلوم ہوئی (جو بہت مشہور اور مستحکم قلعہ مشہور آفاق ہی) تو مہابت خاں کو بہت کچھ سرفراز کیا اور حسین نظام شاہ کو قلعۂ گوالیار[۵۱] میں قید کردیا اور اس کے بعد سے ہی نظام شاہی

---

[۵۱] بمبئی سے (۷۶۳) اور دلّی سے (۱۹۵) میل ہی۔ گوالیار مہاراجہ سیندھیا کا دارالخلافہ ہی۔ گوالیار تین باتوں کے اعتبار سے دیکھنے کے قابل ہی (۱) جینیوں کی ایک قدیم پرستش گاہ ہونے کی وجہ سے۔ (۲) ہندوؤں کے عروج وکمال کے زمانہ (۱۴۸۶-۱۵۱۶ء) کے فن تعمیر محلّات کی بہترین یادگار۔ (۳) بوجہ اُس کے بے نظیر قلعہ اور رئیس کے جو آج باعتبار اپنی وسیع مملکت اور ذاتی روشن خیالی کے ہندوستاں کے بہترین فرماں رواؤں میں شمار کیا جاتا ہی۔ یہاں کے قلعہ کی تعریف "تاج المآثر" میں بالکل ٹھیک لکھی ہی کہ "اس کی شان وشوکت اور ارتفاع عمارت وموریچہ جات کی وجہ سے ہوا بھی یہاں دبے پاؤں چلتی ہی اُس کی پرواز اس کی بلندی کے مقابلے میں ہیچ ہی اور جس کے مرتفع برجوں پر بادل کا سایہ بھی مشکل سے پڑ سکتا ہی" ایک دوسرا مورخ لکھتا ہی کہ "بت پرست ہندوؤں نے بے نظیر ناقابل التسخیر قلعہ بنایا ہی" اس قدیم قلعہ کے ساتھ بہت سے تاریخی واقعات متعلق ہیں کیوں کہ یہ قلعہ کیا بلحاظ اپنی ساخت اور کیا بلحاظ اپنے بے نظیر اور دل چسپ موقع ومنظر کے اپنا جواب نہیں رکھتا۔ اِس قلعہ کے تاریخی واقعات جو ہم کو دستیاب ہوئے ہیں اگرچہ کچھ بہت پرانے نہیں ہیں تاہم موقعی حالات کو دیکھ کر ہر شخص کو ماننا پڑے گا کہ یہ قلعہ صدہا سال پیشتر بھی ایک قابل قدر اور فخر چیز رہا ہی اور افواج وعساکر کے لئے ایک بہترین حصن حصین تھا۔

قلعہ ایک مرتفع پہاڑی پر جس کی بلندی تین سو فٹ ہی بنایا گیا ہی جو چاروں طرف سے الگ تھلگ ہی۔ قلعہ کا طول پونے دو میل اور ۲۸۰۰ فٹ عرض ہی۔ پہاڑ کے اوپر فصیل کی بلندی ۳۰ فٹ ہی۔ نیچے سے اوپر جانے کے لئے بڑی بڑی سیڑھیاں تراشی گئی ہیں۔ مشہور روایت یہ ہی کہ کچھ اقوام کا سردار سورج سین اس قلعہ کا بانی ہی جو مجذوم تھا۔ ایک دن شکار کھیلتے کھیلتے اپنے ہمراہیوں سے بھٹک کر اس جگہ گوپاگیری کے پہاڑ پر آن پہونچا جہاں اب قلعہ ہی۔ سورج سین کو شدت سے پیاس لگی اِدھر اُدھر پانی تلاش کیا کہیں نہ ملا ایک گوسائیں نے جس کا نام

خاندان کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا۔ احمد نظام شاہی بحری سے لے کر حسین نظام شاہ تک ایک سو تیس سال کی مدت میں اس سلسلے میں گیارہ بادشاہ ہوئے۔ اس کے بعد بھی شاہ جی بھونسلہ نے خواص خاں اور مُراری کے اتفاق سے نظام شاہ کی اولاد میں سے مرتضیٰ نظام شاہ ثانی کو قلعہ بھیم گڑھ عرف شاہ گڑھ میں تخت پر بٹھلا کر دو تین سال تک کام چلایا لیکن خواص خاں اور مُراری

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۹ ۔ گوالیا تھا تھوڑا سا پانی پلایا جس سے سورج سین کا مرض جذام کافور ہو گیا۔ اس واقعہ عظمیٰ کی یادگار میں سورج سین نے اُس تالاب کو جس کا پانی پیا تھا وسعت دے کر بنوایا اور قلعہ بھی تعمیر کیا اور گوسائیں کے نام پر قلعہ کا گوالیا وار نام رکھا گیا جو رفتہ رفتہ گوالیار کے نام سے مشہور ہو گیا۔ راجہ نے ایک نیا لقب سوہن پال کا لیا اور گوسائیں نے کہہ دیا کہ جب تک تیری نسل میں پال کا لقب رہے گا تیری حکومت قائم رہے گی چنانچہ (۸۳) راجہ اس خاندان کے حکمران رہے سلسلے کے نمبر (۸۴) کے راجہ نے تیج کرا کا لقب لیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُن کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔ اس کے بعد سات راجہ پریہارا خاندان کے ہوئے جن سے ۱۲۳۲ء میں سلطان التمش نے ملک لے لیا اور اسی طرح سلسلہ بہ سلسلہ ۱۳۹۸ء میں تیمور یہ خاندان کا تسلط بزمانہ راجہ بیر سنگھ کے ہوا۔ راجہ مان سنگھ اسی خاندان کا ایک بڑا نامور راجہ تھا جس کی عہد حکومت میں اس قلعہ کی بڑی رونق اور متعدد جدید تعمیرات ہوئیں چنانچہ اس کا قابل دید محل اب تک موجود ہے۔ یہ راجہ بڑا شوقین تھا اس کو عمارات بنانے کا بڑا مذاق تھا۔ مان سنگھ کی وفات کے بعد بابر نے قلعہ فتح کر لیا۔ آگے چل کر انگریزوں کے قبضے میں آ گیا۔ ۱۸۵۷ء کے غدر میں مہاراجہ سیندھیا کے پاس جو ایک مرہٹہ رئیس تھا بڑی بھاری فوج تھی جس کے افسر انگریز تھے۔ مہاراجہ خود بڑا جری اور شجیع تھا اگر وہ باغیوں کا ساتھ دیتا تو یقیناً بڑی خوں ریزی ہوتی اور انگریزوں کو بڑی مشکل کا سامنا ہوتا۔ لیکن اوس کے وزیر باتدبیر نے راجہ کو عمدہ اور بہترین مشورت دی جس پر وہ کاربند ہوا تاہم کچھ انگریزی عہدہ دار مارے گئے پھر بھی مہاراج نے بہت سے انگریزوں اور اُن کے بال بچوں کو بچا لیا اور بحفاظت تمام آگرہ بھیج دیا۔ ۱۸۵۸ء میں باغیوں کو جو سبز کردگی تانتیا ٹوپی کے تھے انگریزوں نے شکست دی وہ قلعہ گوالیار میں جا گھسے۔ مہاراجہ نے ہر چند اُن کا مقابلہ کیا مگر شکست پائی۔ میلیسن نے اس لڑائی کا حال لکھا ہے کہ "جب باغیوں کی فوج پہنچی تو مہاراجہ کی آٹھ توپوں نے گولہ باری شروع کی لیکن ابھی ان توپوں کا دھواں فرو نہ ہوا تھا کہ باغیوں کے دو ہزار سوار ایک دم آن پڑے اور توپیں چھین لیں۔ باغیوں نے تب باڈی گارڈ پر حملہ کیا اُنھوں نے مردانگی سے اپنا بچاؤ کیا مگر کدھر یہ اور کدھر وہ ان کی اُن کی تعداد میں زمین آسمان کا فرق تھا۔

دونوں مارے گئے۔ اِن کے بعد مصطفیٰ خاں نے کام سنبھالا وہ شاہ جہاں سے مل گیا اور
مرتضیٰ نظام شاہ کو شاہ جی سے لے کر شاہ جہاں کے حوالے کردیا رہا سہا نام بھی اس خاندان کا
مٹ گیا۔ مصطفیٰ خاں کو نظام شاہیوں سے ملّا بابا کے قتل کی عداوت تھی جس زمانے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴۰ - مہاراجہ سیندھیا کو پسپا ہونا پڑا اور بہت تھوڑے بچے کھچے لوگوں کے
ساتھ بھاگا اور آگرہ پوہنچنے تک دم نہ لیا - اس فتح کے بعد نانا صاحب گوالیار کا پیشوا بن گیا کہ انگریز آن گھسے
اور بڑی شدید جنگ کے بعد شہر گوالیار کو فتح کرلیا - اس معرکہ کے اواخر میں جھانسی کی رانی کو ایک سولجر نے
مار ڈالا اُسے خبر نہ تھی کہ یہ عورت کون تھی کیوں کہ رانی بھیس بدل کر آئی تھی - اب انگریزوں کے لئے قلعہ کا فتح
کرنا باقی رہا - لفٹنٹ روز اور والس دو سردار فوج لے کر قلعہ پر چڑھ گئے اِن کے ساتھ ایک لوہار بھی تھا
یہ دراتے گھسے اور یکے بعد دیگرے دروازے توڑتے ہوئے چھٹے یعنی آخری دروازے پر پہونچ گئے -
تب گرد بڑ مچی قلعہ کے اندر کی فوج نکلی اور دوبدو کی لڑائی ہونے لگی اور طرفین کے بہت سے لوگ مارے گئے
آخر کار قلعہ والے بھاگے مگر افسوس کہ لفٹنٹ والس عین قلعہ کی فتح کے وقت مارا گیا اُس زمانے سے
سنہ ۱۸۸۴ء تک قلعہ انگریزوں کے قبضہ میں رہا سنہ ۱۸۸۵ء میں سرکار انگریزی نے جھانسی لے کر قلعہ پھر مہاراجہ
سیندھیا کے سپرد کردیا - قلعہ کے مشرق میں گوالیار کا وسیع اور پرانا شہر واقع ہے - پہلے دروازے میں
داخل ہوتے ہی اُس سے ملی ہوئی حضرت محمد غوث کی درگاہ ہے جو اکبر بادشاہ کے اوائل زمانہ سلطنت
میں بنی تھی - اس کے بعد اونچی سڑک پر چڑھتے چلے جاؤ تو یکے بعد دیگرے پانچ دروازے ملتے ہیں - ہمارے
ایک ہاتھ کی جانب تو فصیل ہے اور دوسری طرف بہت بڑے بڑے پہاڑی گنبد ہیں جو عین سر پر
جھکے ہوئے معلوم دیتے ہیں - جوں جوں ہم بلندی پر چڑھتے جاتے ہیں نیچے کا حصہ صاف نظر آتا جاتا ہے
اور وہ میدان جس میں بڑی بڑی جنگیں ہوئی ہیں اور ہزاروں لاکھوں آدمی مارے گئے ہیں ہماری آنکھوں
کے سامنے آجاتا ہے - موسم بارش میں تو چوطرف سبزہ نظر آتا ہے باقی خالی دنوں میں چٹیل میدان ہی میدان
دور تک دکھلائی دیتا ہے پہلا دروازہ موسوم بہ عالمگیری دروازہ سنہ ۱۶۶۰ء کا بنا ہوا ہے - بادل گرہ دروازہ
بادل سنگھ کا بنایا ہوا بلحاظ نفاست تعمیر قابل دید ہے - تیسرا دروازہ بنسور دروازہ ہے جو سنہ ۱۴۴۵ء میں تعمیر
ہوا - اِن کے بعد گنیش دروازہ اور لچھمن دروازہ ہیں اور آخری ہاتھی دروازہ خود مان سنگھ کا بنایا ہوا ہے
دوسرے دروازے کے اوپر دارمان سنگھ کی بیوی کا دو منزلہ محل ہے جو اب بالکل کھنڈر ہے - چوتھے اور

میں مہابت خاں دولت آباد سے برہان پور جارہا تھا اور بوجہ قحط کے اُس کا سارا لشکر تباہ حال تھا حتیٰ کہ اپنے جانور اونٹ وغیرہ کاٹ کاٹ کر کھاتے تھے اور پاؤں میں طاقت چلنے کی نہ تھی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴۱ - پانچویں دروازوں کے درمیاں بہت سے پتھروں پر تصاویر بہ نہایت نزاکت اور عمدگی سے کندہ ہیں اور قلعہ کی یہہ صناعی بھی بہت مشہور ہی - یہیں اوپر دار کو مان سنگھ کے مشہور محل کی دیواریں سر بفلک کھڑی ہیں - درحقیقت ایسے قلعہ کے واسطے ایسا ہی وسیع اور پر از شان و شوکت محل چاہیئے تھا جو افسوس کہ اب بالکل ویرانہ ہی - یہہ محل ۱۵۱۶-۱۴۸۶ء کے مابین بنا - اس کا طول و عرض بیرونی رخ سے ۳۰۰×۱۶۰ فٹ ہی اور مشرقی رخ سے اس محل کی بلندی سو فٹ ہی اور شمالی رخ کی چٹاں ۳۴۲ فٹ بلند ہی اور اسی طرف بڑی بڑی جنگی تراشی ہوئی مورتیں اور بت کھڑے ہوئے ہیں - محل کی چار دیواری میں پانچ کھلی ہوئی برجیاں مناسب فاصلے سے ہیں جن کو نہایت خوش نما فصیل سے ملا دیا گیا ہی جو نہایت سڈول اور خوش نما پتھروں کی بنائی گئی ہی - اگرچہ یہہ محل بہت بڑا ہی اور بڑی عمارت کا خوش نما ہونا ذرا مشکل بات ہی لیکن بنانے والے نے کوئی دقیقہ اس کی آراستگی میں اُٹھا نہیں رکھا اور لکھوکھا روپیہ پانی کی طرح بہا دیا - اس کی تمام اینٹیں مینا کاری کی ہیں جو لاجوردی سبز اور سنہری رنگ کی بڑی جگمگا رہی ہیں اور اس ترکیب سے جوڑی گئی ہیں کہ ہاتھی - مور اور دوسرے انواع و اقسام کے چرند و پرند کی تصاویر دل کو بھاتی ہیں اور بے اختیار صناعوں کی داد زبان سے نکل جاتی ہی اسی وجہ سے اس محل کو عموماً رنگین محل کہتے ہیں - اس محل کے نیچے دُہرا تہ خانہ بھی ہی جو گرمیوں میں بہت ٹھنڈا رہتا ہی چھٹا اور آخری دروازہ پار ہونے کے بعد ہم قلعہ کی بلندی پر پہنچ کر جو نیچے دیکھتے ہیں تو قلعہ کی مضبوط فصیل بھاری بھاری مستحکم اور شان دار برج اور انواع و اقسام کی رنگ آمیزی سب پیش نظر ہوتی ہی اور انسان محو حیرت رہ جاتا ہی ۱۵۲۷ء میں شاہنشاہ بابر اس قلعہ میں آیا تھا لیکن کچھ پسند نہ آیا اور اُس نے ریمارک کیا کہ ”یوں تو اہل ہند بڑے ذہین ہیں مگر بیکار آمد عمارات بنانے کا اُنھیں سلیقہ نہیں“ قلعہ کے بعض بعض مقامات محفوظ ہیں جہاں ہر شخص نہیں جا سکتا اُن میں یا تو کوئی عہدہ دار رہتے ہیں یا یہہ کہ جنگی سامان کا ذخیرہ ہی - گوالیار میں ہنود کے مندر کثرت سے ہیں جن میں ساس بہو کے دو مندر جینیوں کے بہت مشہور ہیں - ایک کتبہ سے جو برآمدے میں ہی معلوم ہوتا ہی ۱۰۹۳ء میں بنے ہیں - یہہ مندر وشنو کے ہیں جو پدم ناتھ تر تھا نکر اشٹم کے نام پر بنائے گئے ہیں جو اب بالکل تباہ حالت میں ہیں اب صرف ایک منڈپ باقی ہی جو ۱۰۰×۶۳ فٹ طول و عرض میں ہی - برآمدہ سہ منزلہ ہی اور فی الجملہ درست حالت میں ہی مگر چھت اُس کی بھی شکستہ ہی - دونوں مندر اندر باہر تمام مورتوں اور مختلف تصاویر سے منقش ہیں - بڑے

دو دو تین تین کوس چل کر پڑ جاتے تھے - مُراری اور دوسرے عادل شاہی اُمراء نے مغلوں کے لشکر کا تعاقب کیا اور ہاتھی گھوڑے اونٹ جو ملتے پکڑ لیتے اور جو ملتا مار ڈالتے - مہابت خاں اُمرائے عادل شاہیوں کو خوشامد در آمد کچھ نقد و جنس دے دلا کر آرام کرتا تھا غرض ہزار خرابیوں سے گرتا پڑتا برہان پور پونچا اور مُراری اور رندولہ خاں اور شاہ جی اپنی سرحد سے انھیں نکال کر

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴۲ - مندر کی بھاری چھت معلوم ہوتی ہے کہ جو چار بڑے ستونوں پر کھڑی تھی - مندر بارہ فٹ بلند چبوترے پر واقع ہے اور مندر کے کئی منزلہ ہونے کی علامتیں اب بھی برآمدوں کے ستونوں سے معلوم ہوتی ہیں - چھوٹا مندر ایک منزلہ ہے اور چاروں جانب سے کھلا ہوا ہے - اس کے ستون گول ہیں جن کا نیچے کا حصہ مثمن ہے اور مندروں کے اندر تمام دیواروں کی کڑیوں پر نقش و نگار اور تصاویر بہایت نفاست سے بنائی گئی ہیں - دوسرا مشہور مندر تیلی کا مندر ہے جس کو کسی تیلی نے گیارھویں صدی عیسوی میں بنایا تھا اب ۱۸۸۱ء میں برٹش گورنمنٹ نے اس کی دل کھول کر مرمت کی ہے - یہ عمارت ساٹھ فٹ مربع اور (۱۱۰) فٹ بلند ہے - اس مندر کی چھت کی صناعی قابل دید ہے - دروازہ (۳۵) فٹ بلند ہے جس کی پیشانی پر عقاب کی تصویر ہے - پہلے یہ مندر وشنو کا تھا مگر پندرھویں صدی سے شیو کا ہو گیا ہے - اس قسم کی پرانی عمارات کی سنبھال بدون اڑواڑیں اور سہارے لگانے کے ہو نہیں سکتی اور جابجا اس طرح تھم لگانے سے لامحالہ مکان کی خوب صورتی میں فرق آ ہی جاتا ہے میجر کیتھ انجنیر کے اہتمام سے اس کی ترمیم ہوئی ہے صاحب موصوف نے تمام گرے پڑے پتھر اور تھم سمیٹ کر مندر کے سامنے جمع کر دیئے ہیں - سیاح کو چاہیئے کہ جس راستہ سے قلعہ میں داخل ہوا ہے اُدھر سے نہ پلٹے بلکہ اروا ہی دیلی کے دوسرے راستے سے پلٹے تو راستے میں اُسے بہت سی بے نظیر بت تراشی اور قابل دید نقاشی جابجا پتھروں پر ملے گی -

گوالیار اور دریائے چنبل کے درمیان کثرت سے شکار ہے مگر وہ سب مہاراجہ کی شکارگاہ محفوظ ہے اور بدون اجازت کے شکار ممنوع ہے - اسٹیشن کے قریب گھوڑ دوڑ کا وسیع میدان ہے - یہاں مارچ اور نومبر کے مہینوں میں گھوڑ دوڑ ہوتی ہے -

گنیشور کا بہت بڑا میلا آخری ماہ نومبر سے وسط دسمبر تک ہوتا ہے جس میں چاروں طرف سے کثرت سے تاجر آتے ہیں اور اسی میں گھوڑوں اور مویشی کا بھی بیوپار ہوتا ہے -

محل کے بائیں باغ میں عجائب خانہ بھی ہے - شہر گوالیار کے علاوہ گوالیار سے ملی ہوئی بستی لشکر کہلاتی ہے -

ستارے پونہچے وہاں سے شاہ جی بہیم گڑھ اور رنارولہ خاں اور مراری بیجا پور کو چلے گئے۔ خواص خاں نے مُراری کی خبر لی کہ تیری ہی شرارت سے فتح خاں نے قلعہ دولت آباد مہابت خاں کے حوالے کردیا اور تیری ہی نالایقی سے سارا کام بگڑا اور اتنا لشکر اور اتنا بہت سارا روپیہ برباد گیا۔ مراری کے پاس اِس کا کیا جواب تھا شرمساری اور ندامت سے سر جھکا کر خاموش بیٹھ گیا۔

سلطان محمد اور شاہ جہاں کی باہمی ناچاقی اور مخالفت

مراری پنڈت کی شرارت سے دولت آباد جیسا مشہور قلعہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نظام شاہیوں اور عادل شاہیوں دونوں کے ہاتھ سے نکل گیا۔ سلطان محمد اور شاہ جہاں کی اس معاملہ پر ناچاقی بڑہ گئی سلطان محمد نے دو سال سے خراج بھیجنا روک دیا دونوں طرف سے سخت تحریریں ہونے لگیں شاہ جہاں دباؤ ڈالتا تھا اور سلطان محمد کلّہ بہ کلّہ جواب دیتا تھا چنانچہ ذیل کی دو مراسلتیں نمونتہً درج کی جاتی ہیں۔

(۱) نقل مکتوب شاہ جہاں۔ سپاس و ستائش مر اوے را کہ بہ قدرت کاملۂ خود از قطرۂ آب در رحم نقش لبستہ انسان بوجود آوردہ مارا پادشاہ جہاں گردانید پس ضرور افتاد کہ در اطراف و اکناف گیتی خصوصاً در ملک بیجاپور و گلگنڈہ و بھاگ نگر (حیدر آباد) بلکہ لنکا ہا و پر لنکا ہا خطبۂ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴۳ - مرار کی چھاؤنی گوالیار کے قریب ہی ہی جو جھانسی جانے سے پہلے یوروپین فوج کی چھاؤنی تھی اب یہاں رزیڈنٹ اور دوسرے یوروپین عہدہ دار سٹیٹ کے رہتے ہیں۔ مرار کا نام اُس ندی پر سے پڑا ہی جو اس نام کی اس جگہہ ہی۔ قلعہ سے مرار تک دو میل کا فاصلہ ہی اور ایک نہایت اچھی سڑک جس کی دونوں جانب گھنے سایہ دار درخت ہیں دونوں مقامات کو ملاتی ہی یہ سڑک آگے چل کر شمال رخ آگرہ کو پھٹ جاتی ہی اور جنوب میں شہر گوالیار کو جہاں مہاراجہ صاحب تشریف رکھتے ہیں۔ مرار میں فوج کے رہنے کی بہت ساری بارکیں گوالیار کے سنگ سرخ کی صرف زرکثیر سے بنائی گئی ہیں جو ہر طرح بلحاظ گنجایش و حفظان صحت کے پسندیدہ ہیں۔ بمبئی کی طرف سے جب ہم گوالیار کے قریب آتے ہیں تو ریل بہت سی سنگ سرخ کی پہاڑیوں میں سے گزرتی ہی۔ مہاراجہ کی لیٹ ریلوے گوالیار سیپری۔ گوالیار بھنڈ۔ گوالیار شیو پور کلاں اسٹیشن سے دکھلائی دیتی ہی۔ مہاراجہ بہادر نے اپنے شوق سے یہ ننھی منی ریل بنوائی ہی بعض اوقات خود بنفس نفیس اس کے انجن کو بھی چلاتے ہیں۔ ۱۲

سکہ و درعہ شاہ جہانی اجرا نمایم شایاں کہ درآں دیار مانند ہُدہُد ہر یک پادشاہ می گویانند النسب و اولی آں ست کہ حبل الاطاعت در رقبۂ جاں خود اندا ختہ درآں شہر ہا خطبہ و سکہ و درعہ شاہ جہانی نمایند و گرنہ از چنگل باز منقار قہر گوشت از پوست کشیدہ بہ غلیواز از جہاں یغما خواہیم نمود۔ ایں سخن را از گوش ہوش بشنوند بتغافلی خواب خرگوش نہ کنند کہ عقاب در تجسس است بنا بریں زبدۃ الامراے وفاکیش خلاصۂ نوابان ادراک اندیش ہم جلیس مجلس خاص مکرمت خاں را فرستادہ شد آنچہ بہبود خود دانند دراں کوشند۔"

(۲) جواب سلطان محمد عادل شاہ "منت ایزد را است کہ در جہاں تکبر و منی ہیچ کس را نگزاشت بلکہ کنندۂ نخوت را با خاک برابر ساخت ؎

مراورا رسد کبریا و منی   کہ ملکش قدیم ست و ذاتش غنی

مراسلۂ کہ از دبیران خام طبع نگاشتہ ترسیل دادہ بودند ظاہر و باہر گردید و اظہر من الشمس است کہ ہُدہُد را تاج شاہی و افسر پادشاہی از روز ازل دادہ اند چہ شد کہ حضرت سلیمان علیہ السلام چند روز باز را سرفراز فرمودہ بودند باز را چہ یارا کہ چنگل زند و اساس قدیم را منہدم ساختہ بدعت نو نہد۔ خرگوش ہر چند بہ خواب رود بوقت کار چناں دود کہ عقب گرفتہ را ہلاک می سازد و عقاب ہر چند در تجسس است فاما از شوم طبعی بطمع گوشت خرگوش در مطرح قید می افتد ایں سخن را از بطون راہ بہ ظہور نہ دہند بلکہ در خیال ہم نگزارند آنچہ پیشکش دادہ ام خواہم داد انشاءاللہ تعالیٰ تحریرا واقع است ؎

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ   کہ گردن نہ پیچد از حکم تو ہیچ

مملکت نظام شاہیہ کا ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا: مملکت نظام شاہ کا اب کوئی سر دھرا نہ رہا۔ ملک میں ایک اودھم مچ گئی۔ ضلع دار قلعہ دار امراے نظام شاہی جو جہاں تھا جتنا قابو چلا ملک دبا بیٹھا۔ سدی ریحان نے شولا پور۔ شاہ جی نے بیم گڑھ۔ سرنیواس راؤ نے جنیر۔ سدی سابا اور آصف خاں نے ملک کوکن۔ سدی عنبر نے جزیرہ راجپوری دوسرے قلعہ دار اور زمیندار جاگیردار جو جہاں تھے ملک دبا بیٹھے اور اپنی اپنی جگہ پھیل پھیل کر بیٹھ گئے اور اس طرح چو طرف طوائف الملوکی ہو گئی۔ سدی ریحان نے تھوڑی سی فوج کے ساتھ مہابت خاں کو نیچا دکھا دیا تھا اُس نے چار پانچ ہزار سوار اپنے جمع کر لئے اور اُس کا

تمام بہادری میں لگل گیا - خواص خاں سے اُس سے دوستی تھی - خواص خاں نے حافظ نصراللہ کو اُس کے پاس بھیج کر بادشاہ کی طرف سے پیغام دیا کہ تم سے بادشاہ بہت خوش ہو کہ تم نے مردانگی کا کام کیا اور تم کو سرفراز کرنا چاہتا ہو - سدی ریحان نے سدی فولاد - دولت خاں اور نعمت خاں کو بھجوایا - بادشاہ نے سدی ریحان کو کولاپور[۵] - خاناپور وغیرہ جاگیرات محاصلی ایک لاکھ ہُن کی سرفراز کیں اور سرحدی ملک کی حفاظت اُس کے سپرد کی اور فولاد خاں اور نعمت خاں کو اپنے دربار میں رکھ لیا -

مرتضیٰ نظام شاہ کو برائے نام تخت پر بٹھلا کر شاہ جی بھوسلے کا اکثر حصہ ملک نظام شاہیہ پر تسلط

شاہ جی بھوسلے نے میدان خالی پاکر بھیم گڑھ پر قبضہ کر ہی لیا تھا اور جہاں جہاں موقع ملا بہت سا ملک دبا لیا - پونے سے بالا گھاٹ تک اور حوالی جنیر اور سنگمنیر اور ناسک غرض اس طرف کا سارا ملک شاہ جی ہی کے قبضے میں آگیا اور سات آٹھ سو سواروں کی فوج بھی جمع کر لی - ارادت خاں جو قلعہ دولت آباد میں تھا اُس نے بابوجی بھوسلے کے ذریعہ سے شاہ جی سے دوستی گانٹھ لی اور وعدہ کیا کہ میں تمھیں شاہ جہاں بادشاہ کے حضور میں پونہچا دوں گا اور سفارش لکھ کر امرائے شاہ جہانی میں اُسے شریک کرا کے گراں بہا خلعت بھی سرفراز فرمایا اور ہمیشہ اُس کی خاطر مدارات اس غرض سے کرتا تھا کہ جہاں تک ممکن ہو مملکت نظام شاہیہ پر قبضہ کرتا چلا جائے لیکن شاہ جی بڑا پولیٹیشن تھا ع

[۵] - پونے سے ۱۸۹ میل ہو - اور سطح سمندر سے اٹھارہ سو فٹ بلند - یہ ایک ہندو سٹیٹ ہو - یہ مقام بہت قدیم مندروں کی وجہ سے ہمیشہ متبرک رہا ہو - مہالکشمی کا ایک بہت بڑا دیول یہاں ہو جس کے متعدد حجرے اب تک زیر زمین دبے ہوئے ہیں سنہ ۱۸۸۰ء میں ایک بلوری صندوقچی مندر کے قبضے میں سے نکلی تھی جس کے ڈھکنے پر تیسری صدی قبل مسیح اسوکا کے زمانے کا کتبہ تھا - بہت سے چھوٹے چھوٹے مندر زیر زمین ہیں جو برابر نکلتے چلے آتے ہیں - کوہلا پور سے (۵) میل ایک پہاڑی پر چیتر ماس (مارچ) میں جلٹیبا (کیدار سنگ) کی جاترا ہوتی ہو - مہاراجہ سیندھیا رکا یہی گرو ہو جو شیو کا اوتار سمجھا جاتا ہو - یہاں دوسرے مشہور مقامات یہ ہیں - (۱) پراونشل کالج جو سنہ ۱۸۸۰ء میں بنا - (۲) ایلبرٹ ایڈورڈ ہاسپٹل - (۳) مہاراجہ کا نیا محل - (۴) ٹٹون ہال - (۵) مدرسہ حرفت و صنعت (۶) رنکلا اور کلمبا تالاب - ۱۲۰ -

مرد آخر بیں مبارک بندہ ایست

در پردہ مراری پنڈت کے ذریعے سے خواص خاں سے ساخت باخت رکھتا تھا اور کہلا بھیجا کہ اگر نظام شاہ کے چونتیس قلعوں میں سے صرف ایک قلعۂ دولت آباد نکل گیا تو کیا مضائقہ ہے آپ کا ہاتھ میرے سر پر رہے تو میں پھر نظام شاہ کا جھنڈا گاڑ دوں گا۔ خواص خاں کا دلی منشا بھی یہی تھا مگر مصطفٰی خاں اس کے خلاف تھا۔ خواص خاں کو دولت آباد کے نکل جانے سے تلملی پڑ گئی تھی۔ بادشاہ سے عرض معروض کر کے مراری پنڈت کو کافی لشکر دے کر شاہ جی کی مدد کو بھیج دیا۔ شاہ جی نے مرتضٰی نظام شاہ کو جو قلعۂ جودھن میں مقید تھا۔ (جُنیر سے آٹھ کوس ہے) اور نظام شاہی خاندان کا ایک لڑکا گیارہ سال کی عمر کا تھا چھوڑا کر قلعۂ بھیم گڑھ میں تخت پر بٹھلا دیا اور فتوحات کا دائرہ وسیع کرنے کے لئے لشکر جمع کرنا شروع کیا۔ سدی سابا۔ سیف خاں ملک کوکن پر قابض ہو کر کلیاں میں بیٹھا ہوا تھا مراری نے اُس کو لکھا کہ مرتضٰی نظام شاہ کی اطاعت قبول کرو لیکن سیف خاں راضی نہ ہوا اور ملک کوکن کو خالی کر کے دو ہزار سوار لے کر مراری کے پاس چلا آیا۔ اس طرح کوکن کا تمام ملک شاہ جی کے قبضے میں آگیا۔ مراری نے شاہ جی کو مرتضٰی نظام شاہ کی جگہ اصلی بادشاہ بنا دیا اور مزید برآں عنبر خاں کو پانچ چھ ہزار سوار دے کر شاہ جی کی اور تقویت کر کے خود بیجاپور کو واپس آیا۔ شاہ جی جب دریائے بھنورہ اور ایدرامنی کے سنگم پر پہونچا تو ادائے رسوم مذہبی اشنان وغیرہ کی غرض سے ٹھیر گیا اور اپنے کو ساتوں دھاتوں میں تول کر خیرات کی۔ سیف خاں کوکن سے چلا آیا تھا۔ شاہ جی سیف خاں سے بوجہ عدم قبول اطاعت ناراض تھا۔ جنگ میں کچھ ہاتھی پکڑے جانے کا جھگڑا نکال کر کھیر مقام پر جو بابل سے چھ کوس ہے ایک سخت لڑائی ان دونوں میں ہوئی بہت سے لوگ مارے گئے اور مجروح ہوئے۔ سدی عنبر آتش خانی کہ سیف خاں کا سپہ دار تھا مجروح ہو کر شاہ جی کی قید میں آگیا اور دو روز تک کھیر میں قید رہا۔ مراری نے اپنی فوج بھیج کر اُسے چھوڑایا اور بیجاپور میں بادشاہ کے حضور میں پیش کیا بادشاہ نے دو لاکھ ہن انعام دئے اور اُس کو ہرپن ہلی کے نایک کی بغاوت فرو کرنے کو مامور کیا جو اس معرکہ میں گولی لگ کر مارا گیا۔ مراری کے بیجاپور آجانے کے بعد شاہ جی نے سرنیواس راؤ حاکم قلعۂ جنیر کی لڑکی کی اپنے بڑے لڑکے سبنھا جی سے خواستگاری کی لیکن دغا و فریب سے قید کر کے قلعہ جات جنیر۔ جودھن۔ سونڈا۔ بھوکر۔ پربس گڈھ

ماہول۔ کھوج پر قبضہ کر لیا اور بہت سامال و متاع ہاتھ آیا اور اس طرح نظام شاہ کا پراگندہ لشکر پھر اکٹھا ہو کر بارہ ہزار سوار جمع ہو گئے۔ مہابت خاں نے جب شاہ جی کا عروج اور نئے سرے سے نظام شاہ کا اُٹھ کھڑا ہونا سنا تو بہت پریشان ہو کر حسب الحکم شاہ جہاں کے شاہزادہ دارا شکوہ کو برہان پور سے لے کر قلعہ پرینڈہ کا محاصرہ کر لیا جس کا گورنر اس زمانے میں رندولہ خاں تھا اور ایک بڑی نقب لگائی۔ عادل شاہی فوج کے سردار رندولہ خاں۔ پیش جنگ خاں فرہاد خاں۔ انکس خاں وغیرہ قلعہ کے سامنے پڑے ہوئے تھے قلعہ والوں سے روزانہ لڑائی چلتی رہتی تھی۔ اس طرح چار مہینے تک برابر قتال و جدال جاری رہا جب معلوم ہوا کہ قلعہ کسی طرح فتح نہیں ہوتا اور نقب لگانا بے سود ہوا تو مہابت خاں نے بے زار ہو کر محاصرہ اُٹھا لیا اور برہان پور واپس چلا گیا۔

خواص خاں کا مصطفیٰ خاں کو قلعہ بلگاؤں میں قید کر دینا اور مصطفیٰ خاں کی بغاوت

اس زمانے میں خواص خاں کا طوطی بول رہا تھا مصطفیٰ خاں وزیر اعظم سے وہ کبیدہ خاطر تو پہلے ہی سے تھا موقع پاتے ہی اُسے قلعہ بلگاؤں میں قید کر دیا۔ اب اُس کے عروج کا کیا پوچھنا اور اُس کی طاقت کا کون اندازہ کر سکتا تھا ابراہیم عادل شاہ نے وقت ولی عہدی سلطان محمد کے جو پیشین گوئی دولت خاں کی بے وفائی کی نسبت کی تھی وہ اب برسوں کے بعد صحیح ہوئی چنانچہ جب دیکھو وہ اپنے ہی استحکام کی تدابیر میں لگا رہتا تھا اُس نے رفتہ رفتہ قدیم ملازموں کو نکال باہر کیا اور اپنے آوردوں کو جا بجا بھر دیا اور رعایا برایا پر من مانی حکومت اور طرح بہ طرح کے مظالم کرنے لگا۔ سلطان محمد شروع ہی سے اُس سے ناراض تھا اب جب کہ اُس نے مصطفیٰ خاں جیسے جلیل القدر رکن سلطنت کے ساتھ ایسی غدارانہ کارروائی کی تو بادشاہ اور بھی رنجیدہ خاطر ہوا۔ چنانچہ بادشاہ نے بواسطہ ایک معتمد خاص کے رندولہ خاں کو اپنے دلی منشا سے آگاہ کیا دوسرے امرا تو اشارے کے منتظر تھے سب کے سب متفق ہو گئے اُنھوں نے ایک چھیڑ نکالی کہ مراری پنڈت کا طرز عمل اچھا نہیں ہے آپ اُسے نکلوائیے ہم سب آپ کے ساتھ ہیں۔ خواص خاں نے سختی سے جواب دیا کہ چہ خوب ایں رنگ دیگر شگفت آج آپ لوگ

مراری پنڈت سے ناراض ہو گئے اور اُسے بے قصور نکلوانا چاہتے ہیں کل کو آپ مجھ سے بلا وجہ
ناراض ہو جائیں گے اور میرے ساتھ بھی یہی سلوک کریں گے۔ خواص خاں نے یہ جواب دیتے
تو دے دیا مگر دل ہی دل میں پریشان ہوا اور بہ مصداق گُربہ کشتن روز اول شیخ محی الدین اپنے
دبیر کو شاہجہاں بادشاہ کے حضور میں روانہ کیا اور کہلا بھیجا کہ یہ موقع بہت اچھا ہے اگر آپ کی طرف
سے اس وقت لشکر کی امداد آجائے تو میں بلا غل وغش شہر بیجاپور آپ کے حوالے کر دوں گا۔ امرائے
سلطنت کو بھی خواص خاں کی اس مفسدہ پردازی کی خبر مل گئی اور روز بروز عداوت بڑھنے لگی ناچار
علی فرہاد خاں۔ حیرت خاں۔ علی خداوند خاں۔ محمد یاقوت۔ راگھو پنڈت۔ کھیلوجی بھوسلہ
شرزہ راؤ گھاٹگہ وغیرہ بہت سے امرا جو سرحدات پر مامور تھے سب رندولہ خاں سے اتفاق کر کے
گلبرگہ میں جمع ہوئے۔ امام خاں حوالدار نے کھُلّم کھُلّا خواص خاں سے سرتابی کی۔ خواص خاں کو امام خاں
کی سرکوبی کا اچھا بہانہ ملا اُس نے مراری پنڈت کو لشکر دے کر آنکس خاں۔ چاند خاں۔ درویش محمد
مصطفیٰ خاں نظام شاہی کو مع دس ہزار سواروں کے بیگیر (جو غالباً زمانہ حال کا یادگیر ہوگا) کی طرف
امرائے باغی شدہ کے مقابلے کے لئے بھیج دیا۔ اُدھر رندولہ خاں جب پوری طرح طیار ہو چکا تو
خواص خاں کی خبر لینے کو گلبرگہ سے نکلا اور بیجاپور کی راہ لی۔ کملا پور کے پاس ملک ریحان بھی شولاپور
سے چل کر ایک جماعت کثیر کے ساتھ امرائے سے آن ملا۔ رندولہ خاں نے ملک ریحان اور راگھو پنڈت
دونوں کو مقدمۃ الجیش قرار دے کر حکم دیا کہ بھونرہ ندی پور جا رہی ہے آگے بڑھ کر تم پار اُترو ہم سب
بھی تمھارے پیچھے آتے ہیں۔ راگھو پنڈت بھاگیواڑی میں اور ملک ریحان ٹاکلی میں پونچے اور
ندی پار ہونے کا انتظام کرنے لگے۔ خواص خاں نے خفیہ طور پر ملک ریحان کو کہلا بھیجا کہ رندولہ خاں
نے محض مراری پنڈت کی عداوت سے مفت کا فتنہ و فساد برپا کر رکھا ہے اور ناحق بدخواہ سلطنت
ہو گیا ہے عن قریب اُس کا قلع قمع ہوا چاہتا ہے تم بادشاہ کے جاں نثار اور میرے خیر خواہ قدیم ہو ہرگز
اُس کے کہنے میں نہ آؤ۔ ملک ریحان ٹاکلی سے پلٹ کر علاقہ شولاپور میں موضع مندروپ پونچ کر
ندی کے کنارے رک گیا۔ راگھو پنڈت دیون گاؤں کے مقدم کو ہموار کر کے پانچ چھ ہزار کی جمعیت
سے کر بھونرہ ندی کے پار اُتر کر دیون گاؤں سے ایک کوس کے فاصلے پر ٹھیر گیا۔ مراری خواص خاں
کے حکم کی تعمیل میں یادگیر پر ایک مہینے تک بے فائدہ پڑا رہا جب اُس نے سنا کہ راگھو پنڈت دیون گاؤں

میں اکیلا پڑا ہوا ہی اور رندولہ خاں کا لشکر اُس کے پاس اب تک نہیں پونچا اور بلا انتظار کسی قسم کی امداد کے جنگ شروع کردی۔ اوائل جنگ میں ہی مراری کی طرف کا ایک مشہور سردار عثمان شیر کوٹی مارا گیا اور راگھو پنڈت کی فتح ہوئی۔ مراری بھاگا سارا لشکر تتر بتر ہوگیا۔ مراری صرف پندرہ سواروں کے ساتھ قلعۂ شاہ نور پونچا وہاں اُس سے مصطفیٰ خاں نظام شاہی آن ملا دونوں مل کر موضع بارکندی کو گئے وہاں کے مقدم کو قتل کیا وہاں سے دیودوار پونچے وہاں سے ایک موضع جو رندولہ خاں کی جاگیر تھا لوٹا وہاں سے دریائے کشنا کے کنارے موضع جملگدیں آکر چھ دن مقام کیا۔ ہرچند لوگوں نے سمجھایا کہ یہ لوٹ مار اچھی نہیں خواص خاں مزے میں بیٹھا ہوا تم کو کٹوا رہا ہی مگران لوگوں نے ایک نہ سنی دریائے کرشنا پار ہوکر املہ میں ٹھیرے۔ خواص خاں نے جب مراری کے بھاگ جانے اور امراء کے لشکر کی آمد کا حال سُنا تو شہر پناہ کے دروازے بند کرلئے اور اندر بیٹھ گیا۔ رندولہ خاں نے ہرچند سمجھایا کہ فساد بڑھانے سے کیا فائدہ دروازے کھول دو مگر اُس نے نہ مانا۔

بادشاہ کے اشارے سے خواص خاں کا قتل کیا جانا ۸۸۵ھ

سلطان محمد کو جب موقع ملا اُس نے سدی ریحان رقعہ رساں[۱] کو جو بادشاہ کا محرم راز تھا خلوت میں یاد فرماکر اشارہ کردیا کہ یہ وقت غنیمت ہی خواص خاں کا کام تمام کردیا جائے۔ سدی ریحان نے اپنے دوست کریم شرزہ محل دار اور کریم حسین خاں پسر میاں جی سرسلاک کو پکّے مواثیق کے بعد اس کام پر آمادہ کیا چنانچہ دونوں آخر الذکر اشخاص چہار شنبہ کے دن ۸۸۵ھ میں طیار ہوکر دربار میں آئے خواص خاں دربار سے اُٹھ کر اپنے گھر چلا تھا کہ کریم شرزہ نے ایک وار خنجر کا خواص خاں کے سینہ پر کینہ پر لگایا لیکن خواص خاں گرا نہیں تب حسین خاں نے دوسری ضرب ماری لیکن جب بھی خواص خاں نکل بھاگا۔ سدی ریحان نے دیکھا کہ اگر یہ بچ گیا تو خدا جانے کیا کیا بلا لائے فوراً خندق میں سے نکل کر باہر نکلا اور خاصہ خیل کے چند لوگوں کو لے کر تعاقب کیا لیکن جب تک کہ سدی ریحان پونچے پونچے خواص خاں نے اپنے محل میں داخل ہوکر دروازے بند کرلئے کہ بادشاہ نے دوبارہ تاکیدی حکم بھیجا کہ خبردار جانے نہ پائے سدی ریحان دیوار توڑ کر گھر میں جا گھسا اور خواص خاں کا سر کاٹ لیا۔ حسین خاں جو خواص خاں کا بڑا دم بھرتا تھا ہاتھی پر سوار ہوکر خندق تک پونچا ہی تھا کہ اُسے بھی ٹھنڈا کردیا۔ حسین خاں کا بھائی داؤد خاں البتہ بچ رہا کہ وہ ہمیشہ سے خواص خاں سے

---

[۱] رقعہ رساں اُس کو کہتے تھے جو خلوت میں بادشاہ کے حضور میں ارباب حاجات کے معروضے پیش کیا کرتا تھا۱۲۔

الگ اور بادشاہ کی طرف تھا - رندولہ خاں اور دوسرے امراء شاہ پور دروازے کے حوض کے پاس آن اُترے اُن کے پاس خواص خاں اور مبارک خاں کے سر بھیج دئے گئے - خدا کی شان دیکھئے کہ یا تو بارش کی اِس قدر کشش تھی کہ تمامی رعایا کی نگاہ آسمان کی طرف لگی ہوئی تھی یا اُسی شب ایسا موسلا دھار مینہ برسا کہ جل تھل بھر گیا اور لوگوں نے قحط اور اِس ظالم دونوں کے ہاتھوں سے نجات پائی - دوسرے دن بادشاہ نے دربار عام کیا اور بہت سے امراء کی سرفرازی ہوئی اور ملک ریحان کو مندروپ میں خلعت بھیجا گیا اور اُسی دن سدی ریحان کو خطاب اخلاص خاں اور منصب وزارت پر سرفراز ہوا اور کار ملکی کا منصب نواب خاں کو اور سرنوبتی کی خدمت احمد خاں فرزند خداوند خاں کو سرفراز ہوئی - خواص خاں کا کانٹا نکل گیا اور سلطنت کا کاروبار بلا غل و غش باحسن الوجوہ چلنے لگا - خواص خاں نے آٹھ سال خدمت پیشوائی اور مدار المہامی کی انجام دی ہے "ریحاں سرش بریدہ" قتل کی تاریخ ہے -

سدی ریحان کا حال ۱۰۴۵ھ سدی ریحان جیسا کہ اُس کے نام سے ظاہر ہے حبشی تھا - اس کی سات سال کی عمر تھی جب اُس کو مع اُس کی ماں کے نورس پور میں فروخت کرنے لائے تھے - ابراہیم عادل شاہ نے اُسے بچہ دیکھ کر خرید لیا اور شاہزادہ سلطان محمد کے پاس بھیج دیا اور اُس کی ماں کو علی خاں آثاری نے خریدا - چوں کہ سدی ریحان شاہزادہ محمد کا ہم سن تھا ساتھ کھیلنے لگا اور شاہزادہ اُسے بہت چاہنے لگا ایک دن کا ذکر ہے کہ دونوں کھیل رہے تھے بادشاہ دور سے دیکھ رہا تھا کہ شاہزادے نے ریحان کی ٹوپی اُتار کر حوض میں پھینک دی - یہ لونڈا رونے لگا اور بادشاہ سے شکایت کی - بادشاہ نے ٹوپی دلوادی اور کہا کہ ان شاء اللہ ایک دن وہ آئے گا کہ شاہزادہ تو بہ فضل خدا بادشاہ ہوگا اور یہی لونڈا اُس کا معتمد علیہ اور مدار المہام ہوگا اور ایسا ہی ہوا -

مصطفیٰ خاں کا قید سے چھوٹنا سلطان محمد جب خود امور سلطنت انجام دینے لگا تو اُس نے سید شاہ حسن فرخ آبادی کو قلعہ بنکاپور بھیجا جہاں مصطفیٰ خاں قید تھا اُنہیں چھوڑا کر تین دن شاہ حسن بلگاؤں سے شہر بیجاپور میں بہ عزت و اکرام لایا اور بادشاہ نے کار ملکی کی معزز خدمت سرفراز فرما کر پہلے سے بھی زیادہ اُس کے مراتب و مناصب میں افزونی فرمائی -

مراری پنڈت کا انجام مراری پنڈت شکست پاکر پانچ سواروں کے ساتھ دھارواڑ[51] چلا گیا تھا
وہاں لوگوں نے اُسے حصار شہر میں گھسنے نہ دیا لیکن دلپت راؤ اور سوریا راؤ وغیرہ نایک واڑیوں
نے قلعہ سے باہر نکل کر ملاقات کی مراری نے ان کو قید کرلیا اور احشام کے چند لوگوں کو سزا بھی
دی کہ شہر کے اندر انھوں ہی نے گھسنے نہ دیا تھا۔ مراری چار روز دھارواڑ میں تھا کہ خواص خاں کے
مارے جانے کی خبر سنی۔ سنتے ہی اس کے ہوش وحواس پرّاں ہوگئے راتوں رات ایک
گھوڑے پر سوار ہوکر لیھال کے قلعہ میں پونہچا وہاں پونہچنے کی دیر تھی کہ عامل شہر نے اُسے قید
کرکے بادشاہ کی خدمت میں بھیج دیا۔ بادشاہ کے سامنے بھی یہ اپنے پاجی پنے سے نہ چوکا اور
گستاخانہ لہجے میں گفتگو کرنے لگا۔ پادشاہ نے اس ہرزہ سرائی کی یہ سزا دی کہ فوراً اُس کی
زبان گدّی سے کھنچوالی اور سارے شہر میں اُس کے ایک ایک عضو کو جدا کرکے گشت کرایا۔
خواص خاں کے قتل کے ایک مہینے کے بعد مراری پنڈت کا یہ واقعہ ہوا۔

شاہ جہاں اور سلطان محمد کے درمیان صلح ۱۰۴۵ھ شیخ محی الدین دبیر کو خواص خاں نے شاہ جہاں کے
حضور میں آگرہ روانہ کیا تھا شاہجہاں پہلے ہی سے
دکن جانے کا متمنی تھا فوراً طیار ہوگیا اور عجالتہً دولت آباد پونہچا۔ خواص خاں جن کی بدولت یہ
سب فتنہ پردازی ہوئی تھی وہ تو چل بسے تھے۔ شاہ جہاں حیران ہوگیا کہ اب کیا کرنا ہوگا۔ شاہ جہاں
نے اپنے لشکر کی دو تفریق کی ایک تو شاہ جی کے مقابلے پر بسرکردگی خان زماں بھیجا اور دوسرا بیجاپور
کی طرف۔ بہرحال عادل شاہ سے نظام شاہ کے ملک کا تقاضا شروع کیا اور چاروں طرف مملکت
نظام شاہی میں اپنے سرداروں کو متعین کردیا۔ سید خان جہاں کو پرینڈہ کی طرف پرندولہ خاں کے
مقابلے پر بھیج دیا اور خان دورہ خاں کو بیدر اور چنچولی[52] پر بہ مقابلہ بھلول خاں۔ گھیٹر[53] کی طرف
عنبر خاں اور شاہ جی کو۔ اس طرح چوطرف اپنے آدمی پھیلا دئے اور جدھر دیکھو میدان کارزار
گرم ہوگیا۔ امراے عادل شاہیہ دہلی کے سرداروں کے مقابلے پر طیار ہوگئے۔ سلطان محمد بے چارہ

[51] - بمبئی پریزیڈنسی کا ضلع ہی۔ سطح سمندر سے ۲۴۲۰ فٹ بلند ہی۔ یہاں کی آب وہوا خوش گوار اور معتدل ہی شہر
بڑا اور تجارت کی منڈی ہی۔ ۱۲

[52] ضلع گلبرگہ کی تحصیل ہی [53] ۔ ضلع ناندیڑ کی تحصیل ہی۔

تنہا بادشاہ دہلی کا کیا مقابلہ کرسکتا قلعہ کے اندر جا بیٹھا اور بیجاپور کے اطراف واکناف میں بیس بیس میل تک تمام چارہ کٹوا دیا اور جتنا غلہ تھا سب تلف کروا دیا کیوں کہ شہر کے اندر لا نہیں سکتے تھے۔ تالابوں کا پانی نکلوا دیا اور سارے ملک کو ویران اور لق و دق میدان کر دیا۔ جہاں ایک تنکہ گھانس کا اور ایک دانہ اناج کا نہ رہا ہو تو پھر بتلایئے بادشاہ دہلی کا اتنا بڑا لشکر کیوں کر ٹھیر سکتا تھا۔ عساکر سلطانی کو جب قدم قدم پر دقتیں پیش آنے لگیں تو ناچار صلح پر آمادہ ہوگئے شاہ جہاں نے گو بظاہر لڑائی چھیڑ دی تھی مگر ان مصائب اور تکالیف کے لحاظ سے دل سے یہی چاہتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح صلح ہو جائے تو اچھا ہو کہ یہ جھگڑا مٹے اور عادل شاہ کو ایسی بری آبنی تھی کہ چاروں طرف ملک میں لوٹ مار ہو رہی تھی وہ بھی صلح کو بدرجۂ اولی پسند کرتا تھا۔ مصطفیٰ خاں رکن السلطنت عادل شاہی پہلے ہی سے مغلوں سے صلح کرنے کا کوشاں تھا۔ اس نے شاہ داؤد و لد وفا خاں۔ شاہ ابوالحسن کو نہ۔ قاضی سعید کو دولت آباد بھیج دیا۔ رندولہ خاں صلح کے سخت خلاف تھا اور ہمیشہ کہتا تھا کہ جو کچھ بھی ہو مغلوں سے ہمت ہارنا مناسب نہیں لڑنا شیوہ مردانگی ہے دب کر صلح کرنا کیا معنی۔ سعید خاں نے کہلا بھیجا کہ اب وقت لڑائی کا ہرگز نہیں ہے ہم سب صلح پر آمادہ ہیں تم بھی چلے آؤ اور مصطفیٰ خاں کے ہم خیال ہو جاؤ۔ رندولہ خاں آیا۔ مصطفیٰ خاں نے رندولہ خاں کو اپنا مہمان کیا اور پندرہ دن تک برابر سمجھا بجھا کر صلح پر راضی کر لیا۔ الغرض صلح اس شرط پر ہوئی کہ رود کشنا کے اُس طرف کا تمام ملک شاہ جہاں کے قبضے میں رہے اور اِس طرف کے تمام ملک پر عادل شاہ بدستور قابض رہے۔ شاہ جہاں نے کہا اچھا عہد نامہ لوح طلا پر کندہ کیا جائے۔ چوں کہ عرصے سے لشکر پڑے پڑے تنگ آگیا تھا۔ رسد کی بندش قحط سالی اور گرانی نے اور بھی پریشان کر رکھا تھا بادشاہ کو از حد جلدی تھی کہ کہیں صلح ہو جائے کہیں جاؤں۔ طہماسپ نامی قاصد کو جو بڑا چلنے والا مشہور تھا بیجاپور اس قرار سے بھیجا کہ پانچ دن میں واپس آجائے۔ طہماسپ دولت آباد سے بیجاپور برابر ڈھائی دن میں پونچا اور ویسے ہی اُلٹے پاؤں جواب لے کر پلٹا۔ شاہ جہاں نے اُس کی واپسی کا بھی انتظار نہ کیا خیمے وغیرہ روانہ کر کے خود پا برکاب بیٹھا تھا کہ پانچویں دن سات آٹھ بجے دن کے طہماسپ حسب وعدہ خود آگیا اُس کے آتے ہی بادشاہ دہلی روانہ ہوا۔ عہد نامہ ماہ ذیحجہ ۱۰۴۵ھ میں ہوا اور حسب قرارداد

باہمی سلطان محمد نے بیس لاکھ روپیہ سالانہ خراج دینا قبول کیا اور قلعہ شولاپور - پرینڈہ
اور کچھ حصہ ملک احمدنگر جو مابین دریاے بھیما اور نیرا کے ہے اور تمام حصہ ملک کوکن عادل شاہ
کے پاس چھوڑ کر باقی سارا ملک دریاے کشنا کے اُس جانب کا شاہ جہاں نے لے لیا اور یہ
بھی شرط ہوئی کہ شاہ جی کو کسی قسم کی مدد نہ دی جاے - خان فرمان خاں اگرچہ شاہ جی کے مقابلے
پر گیا تھا لیکن شاہ جی اُس کے اکیلے کے بس کا نہ تھا لہذا سلطان محمد کی طرف سے رندولہ خاں مدد
کو دیا گیا اور ملک ریحان بہ معیت سدی مرجان ایک ہزار چالیس سوار لے کر رندولہ خاں کی مدد
کو پہنچا - خان زماں اور رندولہ خاں نے دونوں نے قلعہ ماہولی پر پہنچ کر محاصرہ کیا اور شاہ جی کو
گھیر لیا - شاہ جی نے بہت کچھ کوشش مقابلے کی کی لیکن کوئی صورت بن نہ پڑی ناچار صلح کرلی -
مرتضی نظام شاہ کو خان زماں کے سپرد کر دیا اور قلعہ ماہولی عادل شاہ کے حوالہ کیا - خان زماں خاں
نظام شاہ کو لے کر دولت آباد چلا گیا شاہ جی جس نے سلطان محمد کی اطاعت قبول کرلی تھی - رندولہ خاں
کے ساتھ بیجاپور چلا گیا اور وہاں پہنچتے لشکر عادل شاہی میں ایک بڑے عہدے پر مامور کر لیا گیا -
اس کے بعد ۱۶۳۶ء سے تا وفات محمد شاہ جو ۱۶۵۶ء میں ہوئی بیجاپور کی مملکت میں اندرونی اور
بیرونی فسادات اور حملوں سے کامل سکون رہا - اور اس زمانے میں پادشاہ اپنے عظیم الشان اور
لاجواب مقبرے اور بہت سی دوسری عمارات کی طیاری میں مصروف رہا -

قلعہ ابکیری پر سلطان محمد عادل شاہ کی چڑھائی

جب اس بڑے دغدغے سے پادشاہ کو نجات ملی تو پادشاہ نے ملک کرناٹک کی تسخیر کا ارادہ کیا
اس لڑائی کا رنگ مذہبی تھا چنانچہ پادشاہ نے مجاہد اور غازی کا لقب بھی لیا - سپہ سالار
رندولہ خاں اور ملک ریحان کی سرگردگی میں پہلے ابکیری پر چڑھائی ہوئی - ملک ریحان سدی عنبر کالہ
کو قلعہ شولاپور میں چھوڑ کر چار ہزار سوار لے کر رندولہ خاں سے جا ملا - ابکیری میں راجہ ایرکھیدرا
تھا وہ مسلمانوں کا ٹڈی دل لشکر دیکھ کر گھبرا گیا اور تیس لاکھ ہن دے کر صلح کرلی جس میں سولھا
لاکھ تو نقد دیا اور باقی چودہ لاکھ تین سال کی اقساط میں ادا کرنے کا معاہدہ ہوا - اور رندولہ خاں
بیجاپور واپس آکر نورس پور میں ٹھیر گیا -

قلعہ شولاپور پر قبضہ

ملک ریحان ابکیری سے شولاپور[1] چلا گیا اور قلعہ پر قبضہ کر لیا -

[1] بمبئی سے ۲۸۳ میل ہے مستقر ضلع ہے - تجارت کی بہت بڑی منڈی اور گنجان بسا ہوا شہر ہے - سٹیشن عین وسط آبادی

بادشاہ نے ملک ریحان کو پانچ لاکھ ہن اس صلہ میں انعام دیئے۔ اب حسن رومی خاں شولاپور کا قلعہ دار مقرر ہوا۔

قلعۂ ابکیری کی فتح ۱۰۴۶ھ رندولہ خاں فتح قلعۂ شولاپور کے بعد اپنی جاگیرات ہوکیری اور راے باگ چلا گیا۔ راجہ بھدرا نے باوجود وعدہ کے دو سال تک قسط مقررہ نہ بھیجی تو پھر دوبارہ چڑھائی کرنی پڑی اور قلعہ کو راجہ کے قبضے سے لے لیا۔

ملک کرناٹک پر چڑھائی اس کے چند دنوں بعد بادشاہ نے رندولہ خاں کو کرناٹک کی مہم پر بھیجا اور بہت سے امرا بھی ساتھ تھے جن میں ملک ریحان بھی تھا۔ سدی عنبر سدھور میں دو ہزار سوار لے کر جا بیٹھا تھا۔ رندولہ خاں نے افضل خاں کو پانچ ہزار سوار دے کر سدی عنبر کو قید کرنے کا حکم دیا۔ افضل خاں کے سدھور آنے کی خبر سنتے ہی سدی عنبر نے جانا کہ اب خیر نہیں ہے خود اپنے پاؤں میں بیڑیاں ڈال پالکی میں سوار ہو کر افضل خاں کے استقبال کو آگے بڑھا اور عرض کی کہ بادشاہ کا فرمان سر آنکھوں پر ہے۔ قبل ازیں ملک عنبر کے زمانے میں جب خیریت خاں اور عنبر خاں کالا کوٹ قلعۂ دولت آباد میں قید ہوئے تھے ملک ریحان قلعہ دار تھا اور سلوک سے پیش آیا تھا اسی تعارف سے ملک ریحان اور خیریت خاں دونوں نے بیچ میں پڑ کر رندولہ خاں سے قصور معاف کرا دیا اور اُس کی دولت اور جاگیر بدستور بحال رہی۔ اِس کے بعد رندولہ خاں چوبیس ہزار سواروں کا لشکر لئے ہوئے عرصہ تک ملک کرناٹک کے مختلف مقامات اور قلعوں کو فتح کرتا رہا۔ مسلسل سفر اور مختلف مقامات کے پانی سے لشکری بہت سے بیمار ہو گئے۔ بادشاہ نے اُن کو واپس بلا لیا اور تھوڑے دنوں بعد خان محمد اور ملک ریحان کو گنجی کوٹے کی فتح کو روانہ کیا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵۴۔ میں ہے۔ عادل شاہیوں کا بنایا ہوا۔ چار سو برس پیشتر کا قلعہ سٹیشن کے نزدیک ہے۔ اس کے اطراف ایک عمیق اور وسیع خندق ہے۔ یہاں پارچہ بافی کی کئی گھرنیاں ہیں۔ روئی کا بیوپار کثرت سے ہوتا ہے۔ شہر سے تین میل کے فاصلے سے ایک بہت بڑا تالاب جس کو جھیل کہا جا سکتا ہے سات میل دور کا جو نہایت عمیق بھی ہے موسوم بہ "ایکارخ" یا "ہیپرگہ تالاب" موجود ہے جس سے علاوہ آب رسانی شہر کے بہت سی زراعت تری بھی کی جاتی ہے۔

ملک کرناٹک میں رائلوں سے لڑائی ۱۰۵۷ھ

ملک کرناٹک میں اس زمانے میں راجہ رایل کا بڑا زور و شور تھا اور وہ کسی دوسرے کی کچھ حقیقت نہ سمجھتا تھا۔ سلطان محمد نے جب اُس کا زور زورہ سنا تو ایک بہت بڑا لشکر جمع کر کے نواب مصطفیٰ خاں کو اُس کے مقابلے پر روانہ کیا۔ نواب مصطفیٰ خاں نے اپنے جانے سے پہلے شاہ جی بھونسلہ اور اسد خاں کو تھوڑی فوج دے کر آگے بھیج دیا تھا بعد خود چلا۔ شاہ جی اور اسد خاں جب قریب سرحد ملک رائلان کے پونہچے تو اُن کے نامور سردار ایلوارا اور کشتا اور دوسرے امراء مقابلے پر آگئے اور لڑائی شروع ہو گئی۔ شاہ جی کی سواری کا ہاتھی اور بہت سا مال و اسباب لوٹ کر لے گئے اور غلبہ رائلوں کا رہا۔ مصطفیٰ خاں ابھی سات آٹھ منزل اِدھر ہی تھا کہ شاہ جی کی شکست کی خبر پونہچی۔ مصطفیٰ خاں نے بھاری بھرکم سامان بنگلور کو روانہ کر دیا اور خود مع ہلکے پھلکے سامان کے رائلوں کی طرف متوجہ ہوا اور سلطان محمد کو اس شکست کی خبر دے کر امداد طلب کی۔ پادشاہ نے خان محمد اور ملک ریحان کو مدد دینے اور مہم پر جانے کا حکم دیا اور خان محمد کو لکھا کہ بالفعل گنجی کوٹہ کی مہم کو ملتوی رکھو یہ کام ضروری ہی پہلے اسے نبٹاؤ۔ ملک ریحان نے معروضہ لکھا کہ ہم کو جانے میں عذر نہیں مگر عرصہ سے لشکر اس مہم پر پڑا ہوا ہی اور بہت ہلکان ہو گیا ہی اور عرصہ سے حضرت کے قدم نہیں دیکھے پہلے وہاں آ کر پھر جہاں حکم ہوگا جاتے۔ کوطیار ہیں۔ اسی اثناء میں پادشاہ کو خبر ملی کہ رائل تازہ دم ہو کر بہت بڑی فوج کے ساتھ ماستی گھاٹ پر چڑھ آیا ہی۔ پادشاہ نے اس وجہ سے ملک ریحان کو عجالتہً اپنی تصویر بھیج دی کہ یہ موقع یہاں آنے کا نہیں ہی ہماری تصویر دیکھ کر اطمینان خاطر حاصل کرو اور دانہ یہاں کھاؤ تو پانی وہاں پیو۔ ملک ریحان حکم پونہچتے ہی خیریت خاں اور علی خداوند خاں وغیرہ سرداروں کو لے کر منزل بہ منزل کوچ مقام کرتا ہوا درمیان بنی کالورا اور ماستی کے مصطفیٰ خاں سے جا ملا اور وہاں سے دونوں رائلوں کی جنگ پر روانہ ہوئے اور ایلور[۱] مقام پر دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا۔ اور

[۱] مدراس ریلوے کی شمالی مشرقی لین کا اسٹیشن ہی جو ضلع گوداوری کا ایک بڑا قصبہ ہی۔ بلحاظ تاریخی حالات کے یہ مقام اس سبب سے مشہور ہی کہ ملک مشرقی سرکار کا قدیم دارالسلطنت تھا جس میں زمانۂ حال کے اضلاع گنجام۔ وزیگاپاٹم۔ گوداوری۔ کسٹنا اور ایک حصہ نلّور کا شامل تھا۔ قصبہ سے جانب شمال آٹھ میل

دونوں طرف سے بڑی بھاری لڑائی ہوئی کبھی ہندو غالب آتے تھے کبھی مسلمان کہ ناگاہ واملواڑ جو ایک بڑا مشہور بہادر تھا آن پونہچا اور اسد خاں اور شاہ جی کی فوج پر گرا۔ اسد خاں زخمی ہوکر گھوڑے سے گر پڑا۔ بابا علی لاری اور خواجہ حسین جنیجی دونوں پاس کھڑے تھے بابا علی نے اپنا گھوڑا پیش کیا لیکن وہ اپنے ہی گھوڑے پر پھر سوار ہوا اُس کے سوار ہوتے ہی واملواڑ جھپٹا ملک ریحان نے دیکھا کہ معاملہ نازک ہی وہ پیچھے سے دوڑا لیکن جب تک واملواڑ مصطفیٰ خاں سے قریب پونہچ گیا تھا۔ نواب تالاب کے بند پر کھڑا ہوا جنگ کا مشاہدہ کر رہا تھا کہ اسی وقت ملک ریحان کا علم واملواڑ کے پیچھے دکھلائی دیا۔ مصطفیٰ خاں نیچے اُترنا چاہتا تھا کہ تمیاجی صاحب نے کہا کہ اس وقت آپ کا یہاں سے ہٹنا مناسب نہیں ہی آپ ہٹے اور لشکر کے پاؤں اُکھڑے یہ باتیں ہوہی رہی تھیں کہ واملواڑ ہاتھی پر بیٹھا ہوا چاروں طرف نگاہ کرتا ہوا آتا ہوا نظر آیا کہ ملک ریحان بھی اُسی کے ساتھ آن پونہچا۔ واملواڑ وہیں سے اُس کے مقابلے کو پلٹا۔ اور دونوں کی افواج گتھ گئیں۔ واملواڑ کی شکست ہوئی۔ مصطفیٰ خاں تالاب کے بند پر سے ملک ریحان کی دلیری اور شجاعت کا تماشا دیکھ رہا تھا کہ ہندوؤں کی فوج بھاگی اور مسلمانوں نے اُن کا تعاقب کیا سارا میدان نعشوں سے پٹ گیا اور سامان و اسلحہ بے تعداد ہاتھ لگا دو ہاتھی خاصہ کے جس میں سے ایک کا نام رنجیت اور دوسرے کا واملواڑ تھا مسلمانوں کے ہاتھ لگے۔ مصطفیٰ خاں سے کسی نے کہہ دیا تھا کہ اسد خاں مارا گیا اور ملک ریحان گھر گیا کہ اتنے میں ملک ریحان چار سواروں کے ساتھ آ پونہچا۔ مصطفیٰ خاں بہت خوش ہوا اور ملک ریحان کے بازو کو بوسہ دیا اور جو تلوار خود لگائے ہوئے تھا کھول کر ملک ریحان کے باندھ دی اور جس گھوڑے پر خود سوار تھا ملک ریحان کو اُس پر بٹھلایا اور کہا کہ آج صرف تمھاری ہی بہادری اور جرات اور استقلال کی بدولت ہم سب کی عزت بچی اور لشکر اسلام کی فتح ہوئی اور بہت کچھ اُس کی عزت اور توقیر کی۔

نواب مصطفیٰ خاں اور ملک ریحان کی ناچاقی۔ جب کسی شخص کو رسوخ حاصل ہوتا ہی دنیا کا قاعدہ ہی کہ حاسدین رخنہ اندازی شروع کرتے ہیں۔ مصطفیٰ خاں اور

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵۶ — کے فاصلے پر قلعہ کی پُرانی عمارت نظر آتی ہی چلوکیا خاندان کی پُرانی دارالسلطنت جو مقام ونگی میں تھی وہ دراصل بودہ قوم کی بنائی ہوئی تھی اُس کی ویرانی کے بعد یہ قلعہ بنا۔ ۱۲

ملک ریحان میں گاڑھی دوستی تھی خدا جانے حاسدوں نے کیا جوڑ چلا کہ اوپر جو ذکر آیا اس سرفرازی کے دوسرے ہی دن شب نویس کے کہنے پر اعتبار کر لیا کہ رائیوں پر فتح جو ہوئی وہ سب کیا دھرا اسد خاں کا تھا نہ کہ ملک ریحان کا۔ اس پر ملک ریحان کو کہلا بھیجا کہ ہاتھی جو کل تم سے گئے ہو فوراً واپس کرو۔ ملک ریحان نے کہلا بھیجا کہ اسد خاں کا اور میرا حال اظہر من الشمس ہے کسی پر مخفی نہیں ہے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے صرف شب نویس کی بادہوائی باتوں پر کان دھرا ہے خیر آپ کو اختیار ہے لیکن میں ہاتھی ہرگز واپس نہ کروں گا اگر ایسا ہی ہے تو میں خود بادشاہ کے حضور میں داخل کر دوں گا اور آگے کو ہمارے آپ کے قطع تعلق ہے۔ آپ نے خود اپنے خاصہ کا ہاتھی گم کر دیا تھا اور بے یار و مددگار رہتے اور قریب تھا کہ شکست ہو یہ خاکسار ہی کا جگر تھا کہ وقت پر پہنچ کر فتح حاصل کی۔ نواب اس جواب سے بہت منفعل ہوا لیکن اُس وقت مصلحتہً خاموش رہ گیا بعد میں عذر معذرت بھی کی لیکن دلوں میں بل پڑ چکا تھا نہ نکلنا تھا نہ نکلا۔ بادشاہ کو جب اس جھگڑے کی خبر ملی تو اُس نے نواب کو لکھا کہ جنگ اور فتح کا معاملہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے ؎

زبانِ خلق کو نقارۂ خدا کہئے بجا کہے جسے عالم اُسے بجا کہئے

ملک ریحان نے جو قابل قدر کام کیا ہے وہ ہم کو معلوم ہے۔ ہاتھیوں کے ذرا سے معاملے پر ملک ریحان کی دل شکنی کرنا مناسب نہیں ہے وہ جب ہمارے حضور میں حاضر ہوگا خود بخود گزران دے گا۔ بہر حال اب تلافی مافات کیجئے اور جس طرح ممکن ہو ملک ریحان سے مل جائیے دلوں میں کدورت رہنا اچھا نہیں ہے۔ بادشاہ نے سارے امرا کے لئے خلعت اور تلواریں بھجوائیں اور سب سے بڑھ کر خلعت ملک ریحان کو بھیجا اور بہت کچھ حوصلہ افزا کلمات تحریر فرمائے ملک ریحان کی اس قدر خاطر تواضع نواب کو ناگوار ہوئی اور سب امرا جدھر کے اُدھر متفرق ہو گئے مصطفیٰ خاں قلعۂ جنجی کی تسخیر کو چلا گیا اور ملک ریحان چیتل کے قلعہ کو فتح کر کے سرا کو چلا گیا اور وہیں اپنی دونوں لڑکیوں کی شادی نکار خاں اور سید عبدالرحمن سے کر کے قلعۂ جنجی کے محاصرہ میں جا کر مصطفیٰ خاں کا شریک ہو گیا۔

شاہ جی بھونسلے کا قید ہونا

ملک کرناٹک میں بیجاپور کی طرف سے شاہ جی

لبطور گورنر کے مقرر تھا۔ شاہ جی کا آبائی علاقہ وہاں سے قریب پونے میں تھا جہاں وہ اپنی نہایت عاقلہ و فرزانہ - عالی حوصلہ بیوی جی جی بائی اور اپنے لڑکے سیواجی کو چھوڑ آیا تھا۔ سیواجی نے ایک بے چین طبیعت پائی تھی اور نہایت اولوالعزم اور جری آدمی تھا۔ جب وہ جوان ہوگیا تو اُس کی خداداد قابلیت اور بلند نظری نے اُس کو مرہٹوں کی ایک جداگانہ سلطنت قایم کرنے کی ہمت دلائی اس غرض کی تکمیل کے لئے اُس نے چھانٹ چھانٹ کر بڑے بڑے نامور اور بہادر لوگوں کو جمع کیا اور رفتہ رفتہ اُس کی طاقت نے ایسی مضبوط جڑ پکڑی کہ گھاٹوں کے بہت سے قلعوں پر وہ بادشاہ بیجاپور کے معتمد ہونے کی آڑ میں قابض ہوگیا اور اُس کی جرات ایسی بڑھ گئی کہ چند ہی دنوں میں شاہی خزانے کو روک لیا۔ بادشاہ کو جب خبر ملی تو اُس نے سیواجی کی بغاوت کا اعلان کردیا اور اُس کے باپ شاہ جی کے گرفتار کرنے کا حکم دیا کیوں کہ عام خیال یہ تھا کہ سیواجی کی اتنی جرأت نہیں ہوسکتی جب تک کہ اُس کے باپ نے اُسے آنکھ نہ دی ہو مصطفیٰ خاں شاہ جی کے قید کرنے کی فکر کرنے لگا۔ ایک دن باباجی۔ الیشونت راؤ اور اسد خاں کو شاہ جی پر چڑھا دیا۔ شاہ جی اتفاق سے اُس شب میں تمام رات جلسہ میں جاگ کر صبح کو سو گیا تھا۔ جوں ہی اُسے اِن لوگوں کے چڑھ آنے کی خبر ملی گھبرا کر اُٹھا اور ایک گھوڑے پر سوار ہوکر اکیلا نکل بھاگا۔ باباجی نے تعاقب کیا اور پکڑ لیا اور مصطفیٰ خاں کے سامنے لایا مصطفیٰ خاں نے اُسے قید کردیا شاہ جی کے ہمراہی کے تین ہزار سوار چوطرف بکھر کر لوٹ مار کرنے لگے۔ اسی اثناء میں خیریت خاں مرگیا۔ نواب اور ملک ریحان کے درمیان جو ناچاقی ہوگئی تھی وہ باوجود بادشاہ کی فہمایش کے بھی روز افزوں تھی دونوں ایک دوسرے کی کاٹ پر تلے ہوئے تھے۔ جب کبھی ملک ریحان ملاقات کو جاتا تھا تو بہت سنبھل کے جاتا تھا اب جو شاہ جی کے قید ہوجانے کی خبر سنی اور زیادہ پریشان ہوگیا کہ خدا جانے میری کیا گت بنتی ہے اس لئے احتیاطاً اور دو ہزار سوار بھرتی کرلئے۔ مصطفیٰ خاں نے اعتراض کیا کہ تم نے دو ہزار کی نئی جمعیت کیوں بھرتی کی ہے۔ ملک ریحان نے جواب دیا کہ آپ کو تو بہت سی مہموں کا سامنا ہے جس کی وجہ سے جنگل جنگل پھر رہے ہیں اُدھر قلعۂ جنجی کا محاصرہ آپ کے سر ہے اِدھر آپ نے شاہ جی کو قید کرلیا ہے اور دشمنوں کا یہ حال ہے کہ ہر طرف سے نرغہ کئے ہوئے ہیں اگر خدانخواستہ کوئی اونچ نیچ ہوجائے تو بادشاہ تو مجھ سے مواخذہ کرے گا آپ الگ رہ جائیں گے

اس لئے سلطنت اور خود آپ کی نگہبانی کے واسطے میں نے جا بجا سوار رکھے ہیں۔ ملک ریحان نے اپنے حسن سلوک سے دوسرے امرا کو اپنی طرف کر لیا تھا اس سبب سے اکیلے مصطفیٰ خاں کی کچھ چلتی نہ تھی۔ بادشاہ کو معلوم ہو گیا کہ مصطفیٰ خاں کا ارادہ ملک کرناٹک میں رہ پڑنے کا ہے بادشاہ ان دونوں امرا کی باہمی رنجش سے نہایت کبیدہ خاطر تھا پھر دوبارہ مصطفیٰ خاں کو لکھا کہ ملک ریحان ایک اعلیٰ مرتبہ کا وزیر ہے اور بڑا صاحب جمعیت و سپاہ ہے اور ہمارا دلی خیر خواہ ہے اس سے بگاڑ کرنے میں ملک کی تباہی ہے میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں اور اب پھر لکھتا ہوں کہ تم دونوں آپس میں مل جاؤ۔ اور ملک ریحان کو لکھا کہ میں نے مصطفیٰ خاں کو بہت کچھ لکھ دیا ہے اب وہ تم سے پرخاش نہ کرے گا اگر اب بھی تم کو اس پر بھروسہ نہیں ہے تو خیر تم اپنی احتیاط کر سکتے ہو لیکن ما بدولت کی طرف سے اطمینان کلی رکھو کہ میں تم سے بالکل راضی اور خوش ہوں اسی پر ایک دن مصطفیٰ خاں نے اچانک ملک ریحان کو بلا بھیجا کہ کچھ ضروری کام ہے ابھی آؤ۔ ملک ریحان چند لوگوں کے ساتھ خالی الذہن آگیا کہ اشونت راؤ اور اسد خاں نے اسے گھیر لینا چاہا لیکن ملک ریحان کے لشکر میں بھی یہ خبر پھیل گئی اور سب سمٹ آئے معاملہ رفت گذشت ہو گیا دسترخوان بچھایا گیا اور دونوں نے مل کر کھانا کھایا بعد کھانے کے مصطفیٰ خاں اپنے خیمہ سے نکل کر دور تک اکیلا ملک ریحان کو پونچانے آیا اور بہت کچھ لِلّو پتّو کی باتیں بنائیں۔

نواب مصطفیٰ خاں کی وفات اور قلعہ جنجی کی فتح ۱۰۵۸ھ

جنجی[ف] کے محاصرے میں مصطفیٰ خاں کو پورا ایک برس لگ گیا۔ اس اثناء میں مصطفیٰ خاں سخت بیمار پڑ گیا کوئی علاج کارگر نہ ہوتا تھا آخر کار اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا۔ ملک ریحان نے مصطفیٰ خاں کی خطرناک حالت

ف صوبہ مدراس میں سب سے مشہور قلعہ گنجی کا ہے جسے جنجی بھی کہتے ہیں اور جو اسٹیشن ٹنڈی وانم سے (۱۶) اور مدراس سے (۹۷) میل ہے۔ لیکن بہت سے لوگوں نے اس قلعہ کا نام بھی نہ سنا ہوگا حالاں کہ بلحاظ اس کی مضبوط اور عالی شان عمارت اور شاندار فصیل اور برجوں کے اب بھی قابل دید ہے کیوں کہ گورنمنٹ کی طرف سے اس کی نگہداشت ہوتی رہتی ہے۔ اس مقام پر پونچنے کا بہترین راستہ ریل کا ہے ریل سے اتر کر پانچ چھ گھنٹے میں گنجی پونچ جاتے ہیں۔ راستہ میں بھی کئی عمدہ عمدہ مندر اور سنگ مرمر کی مورتیں ملتی ہیں۔ سڑک کا راستہ بھی ہے لیکن پل وغیرہ ناقص ہونے سے خراب ہے۔ قلعہ کا منظر دور سے کچھ سہانا نہیں ہے۔ پہاڑ پر بڑے بڑے گنبد دیکھ کر وحشت ہوتی ہے۔

سے اطلاع دی اور لکھا کہ خان محمد کو یہاں بھیج دیا جائے۔ بادشاہ نے خان محمد کو جو نندی ہال میں سات ہزار سواروں کے ساتھ متعین تھا مصطفیٰ خاں کی جگہ فوراً پہنچ جانے کا حکم دیا اور افضل خاں کو شاہ جی کے لشکر کو گرفتار کرنے کے لئے اور خواجہ سرا اعتبار خاں کو خیریت خاں متوفی کے مال و اسباب ضبط کرنے کے لئے بھیج دیا۔ یہ لوگ ابھی راستہ ہی میں تھے کہ ۲۳ ذی قعدہ ۱۰۵۰ھ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۰ - یہ قلعہ سولہویں صدی میں راجگان بیجانگر کا سب سے مضبوط اور نامور قلعہ تھا جن کا دارالسلطنت ضلع بلھاری میں ہمپی مقام پر تھا لیکن اس سے پیشتر کے حالات کہیں دستیاب نہیں ہوتے ۱۶۴۴ء میں ڈچوں نے فرانسیسیوں کو پانڈی چری سے بے دخل کر دیا تھا لیکن چھ سال کے بعد پھر انھیں کا قبضہ ہو گیا اس واقعہ کے چند سال پیشتر انگریز فورٹ سینٹ جارج بنا چکے تھے۔ بادشاہ بیجاپور کی جانب سے ۱۶۴۷ء میں گنجی کا قلعہ دار اور حاکم محمد خاں تھا اس کی خواہش تھی کہ انگریز اس نواح میں اپنے کارخانے قائم کریں جس پر سے ۱۶۹۰ء میں مدراس کے برٹش عہدہ داروں نے اس قطعہ زمین کے خریدنے کی کارروائی کی جہاں پہلے زمانہ کا ایک محصور قلعہ تھا اور اب فورٹ سینٹ ڈیوڈ ہے ۱۷۵۰ء میں فرانسیسیوں نے گنجی کے قلعے کو فتح کر لیا دو سال کے بعد انگریزوں نے حملہ کیا مگر ناکامیاب رہے لیکن آگے چل کر ناکہ بندی کر لی اور آخر کار محصورین نے قلعہ حوالہ کر دیا۔ اس کے بعد حیدر علی کے ملک کرناٹک پر حملہ (۱۷۸۰ء) کرنے تک کوئی تازہ واقعہ پیش نہیں آیا۔ قلعہ کے دو عظیم الشان دروازے ہیں۔ (۱) پھلچری (پانڈی چری) دروازہ۔ (۲) آرکٹ یا ویلور دروازہ۔ یہ دونوں دروازے قدیم ہیں لیکن اب تو فصیل توڑ کر سڑک ڈال دی گئی ہے۔ قلعہ کی تین طرف پہاڑ ہیں جن کو فصیل اور برجوں سے محصور کر لیا ہے اور جا بجا برجوں پر توپیں چڑھی ہوئی تھیں اور بندوقوں کے سر کرنے کے روزن بنے ہوئے ہیں۔ قلعہ کی بلندی پانسو سے چھ سو فٹ تک ہے فصیل کا عرض (٦٠) فٹ اور خندق کا (٨٠) فٹ ہے۔ یہ پہاڑیاں کشناگری شمال میں۔ چندرائن جنوب میں اور راجہ گری مغرب میں ہیں۔ کشناگری سے فصیل اور برجوں اور وسیع خندق کا سلسلہ اس طرح شروع ہوا ہے کہ بقیہ دونوں پہاڑیاں بھی گھر گئی ہیں جس سے ایک مثلث تمام محاط ہو گیا ہے جس کا دور قریب تین میل کے ہے۔ یہ قلعہ کا حصہ زیرین ہے علاوہ اس کے تینوں مرتفع پہاڑیاں بجائے خود ایک ایک قلعہ ہیں۔ علاوہ اس فصیل کے جو اطراف دوڑی ہوئی ہے۔ ہر پہاڑی کی جدا جدا حفاظت کی گئی ہے خصوصاً راجگری کی جس پر تہری فصیل یکے بعد دیگرے ہے۔ قلعہ کا نظارہ اچھی طرح کرنے کے لئے مناسب یہ ہے کہ شارع عام پر سے ہم فصیل پر چڑھ کر پھلچری دروازے

روز پنجشنبہ کو مصطفیٰ خاں نے انتقال کیا۔ مصطفیٰ خاں نے اپنے مرنے سے پہلے ہی ملک ریحان کو بلا کر اعتبار خاں خواجہ سرا کے سامنے جو کچھ نقد و جنس سرکاری اور نیز اپنی سب حوالہ کر دی اور تاکید کی کہ خان محمد کے آنے تک شاہ جی کی حراست اور محاصرہ قلعہ جنجی کا پورا اہتمام رکھیں۔ مصطفیٰ خاں کی وفات کے بعد ملک ریحان نے ایشونت راؤ اور اسد خاں کی طمانیت خاطر کر کے نواب کے علاقہ کے لوگوں کو سارا اثاثہ تفویض کر دیا اور ڈہائی ہزار ہن دے کر نعش کو بڑے تزک و احتشام سے بیجاپور روانہ کر دیا۔ اعتبار خاں نے شاہ جی اور خیریت خاں کی جائداد اور کارخانجات کو ضبط کر لیا اور مہر پادشاہی لے کر کام چلانے لگا۔ خان محمد بھی حکم پہنچنے کے ساتھ ہی نندی ہال سے چل کر جنجی پہنچ گیا۔ ملک ریحا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۱ ۔ کا راستہ لیں جس کے بلند برج پر سے سارا قلعہ کٹورے میں معلوم دیتا ہے ویسے ہی چندرایین کی طرف اور آگے بڑھ جائیں اور سیڑھیوں پر چڑھ کر دیکھیں تو راجہ گری سامنے ہی ہے سب سے نمایاں ونکٹ رمنا کا مندر ہے اس سے آگے بڑھ کر کلیان محل۔ غلہ کا کوٹھا اور پھر قلعہ کے اندرونی حصہ میں داخل ہونے کا راستہ ہے۔ ونکٹ رمنا کے دیول کے اندر بے شمار ستون اور بہت سے حجرے ہیں۔ قلعہ کا اندرونی دروازہ تہری پردے کی دیواروں سے محفوظ ہے۔ دروازے کے اندر جانے کے بعد سیدھی جانب کلیان محل ہے اور بائیں طرف نہایت خوب صورت زنانے حمام کی دلکش عمارت ہے اس سے اور آگے بڑھ کر ایک بہت بڑا سنگ بست تالاب ہے جس کی ایک جانب پختہ گھاٹ بنا ہوا ہے یہاں بھی غلہ کا گودام ہے اور یہہ تمام حصہ قلعہ کا پوری طرح محفوظ و محصور ہے اور اسی طرح راجہ گری جو راجہ کے رہنے کا مقام تھا خاص طور پر مستحکم و محفوظ بنایا گیا ہے۔ کشنا گری میں کوئی خاص چیز دیکھنے کی نہیں ہے مگر پہاڑوں کے گنڈوں میں جو چکردار سیڑھیاں تراشی ہیں وہ بجائے خود ایک عمدہ پناہ گاہ ہیں اس پہاڑی کی چوٹی پر بھی ایک چھوٹا سا مندر ہے۔ کچھ گرا پڑا حصہ دربار ہال کا باقی ہے۔ جس کی محرابیں اور کھڑکیاں اب تک موجود ہیں۔ اغلب ہے کہ یہہ قلعہ راجگان بیجانگر کا بنایا ہوا ہے اور پھر جس جس کا قبضہ رہا وہ اپنے حوصلہ اور ضرورت کے موافق ترمیم و تعمیر کرتا گیا۔ اس قلعہ کے استحکام کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ ذوالفقار خاں کو (جو اورنگ زیب کا گورنر تھا) پورے سات برس اس کے سر کرنے میں لگے۔ ۱۲۔

سے نے مصطفیٰ خاں کی وفات کے بعد بے سردار کے لشکر کی سنبھال اچھی طرح کی پچپیس ہزار ہن
فوج کی تنخواہ چڑھی ہوئی تھی وہ شاہی خزانہ سے دلوادی اور قلعہ کا محاصرہ اور سختی سے کرلیا۔
اس طرف کے ملک کے کچھ حصہ پر قطب شاہیوں کا قبضہ بھی تھا جس پر (میر جملہ متعین تھا
میر جملہ گنجی کوٹہ مضافات ایلور میں جو جنجی سے پانچ کوس تھا رہتا تھا) مصطفیٰ خاں کی زندگی میں
ان دونوں میں یہ طے پاچکا تھا کہ نواب قلعہ جنجی میں رہیں اور میر جملہ گنجی کوٹے میں اور دونوں ایک
دوسرے کی امداد کریں۔ مصطفیٰ خاں کی وفات کے بعد میر جملہ نے دیکھا کہ اُس کا لشکر منتشر
ہوگیا۔ خیریت خاں کا مال واسباب ضبط ہوگیا اور شاہ جی مقید ہے اب ملک ریحان اکیلے
سے قلعہ جنجی کا محاصرہ کیا سنبھلے گا آخرکار ناچار ہوکر محاصرہ اُٹھانا ہی پڑے گا تو میں ہی
قلعہ جنجی پر قبضہ کیوں نہ کرلوں لہٰذا کُھلّم کُھلّا ملک ریحان سے کہلا بھیجا کہ آپ کا یہاں ٹھیرنا
ہمارے مقاصد کے مخل ہے قلعہ کے لوگ آپ کی پناہ دہی میں ہیں آیندہ اگر کچھ اُلٹ پلٹ
ہو جائے تو مجھ پر کچھ الزام نہیں ہے اگر مصطفیٰ خاں مرگیا تو میں تو زندہ ہوں اور میں بادشاہ
(عادل شاہ) کے احکام کی تعمیل کو حاضر ہوں۔ ملک ریحاں نے دیکھا تو بے یار و مددگار
تھا مجبوراً قلعہ کا محاصرہ چھوڑ کر مقام وسواتی میں جو ایلور سے سات کوس ہے جا کر ٹھیر گیا کہ اتنے
میں خان محمد خان مع لشکر کے آن پونہچا اور پھر دونوں نے مل کر قلعہ کا محاصرہ کرلیا۔ راجہ
روپ نایک کے آباواجداد قلعہ جنجی کی حکومت سات سو برس سے کر رہے تھے اور آج
تک کسی نے اُن کو چھیڑا نہ تھا اور قلعہ بہت مرفہ الحال اور آباد تھا لیکن روپ نایک خلاف
راجگان سابق کے لہو و لعب اور عیش و عشرت میں پڑ گیا اور کاروبار ریاست سے
بالکل بے خبر ہوگیا بہت سے امراء اور راجگاں اُس کے خلاف ہوگئے چنانچہ چینچا وڈ کے
راجہ نے سرتابی کی اور محاصرے کے وقت ذرا بھی مدد نہ دی آخر طوالت مدت محاصرہ اور
بندش رسد سے عاجز آکر قلعہ جنجی ۲ ذیحجہ ۱۰۵۹ھ میں عادل شاہ کے حوالہ کردیا گیا اور
سوائے اُس دولت کے جو دوران محاصرے میں لوٹی گئی تھی جواہرات اور نقریات ملا کر
چار کرور ہن کی دولت ملی اور اس کے بعد بہت سے قلعہ جات ملک کرناٹک مقبوضہ ہنود
مسلمانوں کے قبضے میں آگئے۔

حضرت ہاشم علوی کا اپنی عمر میں سے دس سال بادشاہ کو بخش دینا

سکندر عادل شاہ کے مرشد شاہ نعیم اللہ گنج الاسرار میں لکھتے ہیں کہ ایک دن قطب الاقطاب حضرت سید شاہ ہاشم الحسینی العلوی شاہ پور کی جامع مسجد میں وعظ فرما رہے تھے کہ سلطان محمد کی طرف سے ایک خادم نے حاضر ہو کر معروضہ کیا کہ بادشاہ کا مزاج بالکل نادرست ہے اطباء علاج سے معذور ہیں مجھے حضرت اقدس کی خدمت میں بھیجا ہے کہ آپ دعا فرمائیں آپ نے خادم سے کہا کہ ایک رومال لاؤ اور رومال پر کچھ دم فرما کر دیا کہ مقام ماؤف پر باندھو اللہ تعالیٰ فضل کرے گا لیکن عجب اتفاق ہوا کہ مرض میں کچھ کمی نہ ہوئی۔ گو بیجاپور میں بہت سے بزرگ تھے لیکن بادشاہ کو حضرت ہی سے زیادہ اعتقاد تھا اس لئے دوبارہ پھر التماس کو آیا۔ آپ نے فرمایا کہ بادشاہ کے باپ ابراہیم عادل شاہ کا مجھ پر بہت بڑا احسان ہے کہ مجھے قید فرنگ سے چھوڑایا جس کا معاوضہ ضرور ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ بادشاہ کی عمر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے اور جب تک جان کے بدلے جان نہ دی جائے کچھ ہو نہیں سکتا لہٰذا میری زندگی کے دس سال باقی ہیں وہ میں بہ خوشی بادشاہ کو بخشتا ہوں اور یہ کہتے ہی بادشاہ کی بیماری آپ کو لاحق ہو گئی۔ اور فریش ہو گئے۔ فرماتے تھے کہ عاشق صادق کو خود موت کی تمنا رہتی ہے۔ اَلْمَوْتُ جِسْرٌ یُوْصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ [ط] اس واقعہ کے تیسرے دن آپ نے رحلت فرمائی اور بادشاہ چنگا ہو گیا۔

حضرت کے محروس ہو جانے کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ جس وقت آپ حج بیت اللہ سے واپس تشریف لائے تھے تو بندر گوا میں کشتیوں کا داخلہ ممنوع تھا آپ کو معلوم نہ تھا آپ کی کشتی چلی آئی گورنر گوا نے آپ کو مع جملہ سواران کشتی کے قید کر لیا۔ ادھر یہ واقعہ گزرا ادھر بیجاپور میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہ سے خواب میں ارشاد فرمایا کہ ہمارا ایک فرزند سید ہاشم قید فرنگ میں گھر گیا ہے اسے چھوڑا دے۔ بادشاہ نے امراء کے سامنے اس خواب کا ذکر کیا جو لوگ اس امر سے واقف تھے کہا کہ بندر گوا میں کچھ لوگ قید ہو گئے ہیں ممکن ہے کہ ان میں کوئی سید صحیح النسب ہو۔ بادشاہ نے اسی وقت حاکم بندر گوا کو اشفاق نامہ لکھا۔ گورنر نے فوراً

[ط] موت ایک پل ہے جو دوست سے دوست کو ملا دیتا ہے ۱۲۔

جیل پر حکم رہائی سید ہاشم کا بھیج دیا وہاں پوچھا کہ اس نام کا کوئی شخص ہے تو حضرت خاموش ہو رہے اور دوسروں سے کہا کہ تم اپنا نام بتا کر نکل جاؤ چنانچہ جتنے آدمی اس نام کے تھے سب چھوڑ دئے گئے۔ لیکن دوسری مرتبہ پھر بشارت ہوئی کہ تو نے ہمارے کہنے پر اب تک عمل نہیں کیا اور ہمارے فرزند کو نہ چھوڑایا۔ بادشاہ بہت گھبرایا اور دوبارہ گورنر کو لکھا گورنر نے اور تیس شخص جو اپنا یہی نام بتلاتے تھے چھوڑا دئے لیکن بار سوم پھر بشارت ہوئی تب بادشاہ سے لوگوں نے کہا کہ غالبًا ایسا ہوگا کہ جن سید کی نسبت ارشاد ہوا ہے وہ اب تک رہا نہ ہوئے ہوں گے اور وہ نہ چاہتے ہوں گے کہ اکیلے رہا ہوں اُن کی آڑ میں دوسرے لوگ چھوٹ گئے ہیں اور شاید اُن بزرگ کا منشا یہ ہوگا کہ جتنے لوگ پکڑے گئے ہیں جب تک سب نہ چھوٹ لیں میں اکیلا رہا ہونا پسند نہیں کرتا تب بادشاہ نے سہ بارہ لکھا اور بادشاہ کے لکھنے پر جتنے قیدی گرفتار کئے گئے تھے سب کے سب چھوڑ دئے گئے۔

سلطان محمد کے عہد کے علماء و شعرا ملا ظہوری مشہور شاعر لکھتا ہے کہ سنہ ۱۰۵۱ھ میں نواب خاں بابا نے بہ حکم شاہ ذی جاہ حکم فرمایا کہ تدوین تاریخ کا کام میرے سپرد کیا جاوے اور احوال سلاطین دکن جو رفیع الدین ابراہیم شیرازی قلم بند کر رہا تھا میں نے اُس کی تکمیل کی ابراہیم خاں یہ شخص بڑا ذی علم اور چوٹی کا شاعر بے بدل تھا۔ سید نور اللہ بڑا بھاری منشی اور نثار تھا۔ حکیم آتشی بڑا مشہور اور حاذق حکیم تھا۔ مرزا مقیم۔ مرزا دولت شاہ یہ دونوں بھی شاعران بلند پایہ تھے۔

سلطنت عادل شاہیہ کی توسیع بعہد سلطان محمد اس بادشاہ کے عہد میں سلطنت عادل شاہیہ کی بڑی توسیع ہوئی۔ خاندان عادل شاہیہ میں یہی پہلا شخص ہے جسے شاہ کا خطاب ملا اور اسی کے عہد میں شرفائے مکہ و والیان کشور عرب اور شاہ صفی اور شاہ عباس ثانی نے اپنے اپنے ایلچی تحفے اور ہدایا کے ساتھ بھیجے۔ قطب شاہ اور تمام امراء و سر برآرائے دکن اور انگریزوں اور راجہ ملیبار اور کرناٹک اور تمامی امراء اور روسائے چاروں طرف سے نذریں اور پیشکش اور باج و خراج دینا قبول کیا۔ جب بادشاہ نے تاج جہاں بیگم سے عقد کیا جو عبدالرحمن کی لڑکی اور بادشاہ کی ماموں زاد بہن تھیں تو کلامی صاحب قرآن ثانی اور

شاہ عباس ثانی اور جملہ پادشاہان اور راجگان نے اپنی اپنی طرف سے علاوہ تحف اور ہدایا کے
ایلچی بھیجے۔ فتوحات بھی اس کے عہد میں بے شمار ہوئیں چنانچہ قلعۂ شولا پور جو بڑا مشہور اور مستحکم
قلعہ تھا تھوڑی سی فوج سے اسی نے فتح کیا۔ سدی ریحان قلعہ دار نے شکست پائی اور قلعہ سپرد
کرکے خود اسی پادشاہ کے امرا میں داخل ہو گیا۔ نقل ہے کہ ایک شب ماہ میں پادشاہ عدالت محل
کی چھت پر برآمد تھا اور خاص طور پر اہتمام کرکے تمام فرش سفید کیا گیا تھا۔ اور تمام امرا بھی لباس سفید
میں حاضر تھے۔ اس سادگی میں عجیب لطف تھا محل بقعۂ نور بنا ہوا تھا اور مجلس رقص و سرود
وجشن شاہی کی برپا تھی۔ آدھی رات کے وقت پادشاہ نے کھڑے ہو کر شہر کی حالت دیکھی تو
ہر طرف سے سوائے نائے سور اور صدائے سرور اور آواز چنگ درباب اور طنطنۂ شادی و نشاط
کے کچھ سنائی نہ دیتا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر پادشاہ تھوڑی دیر کے لئے نیچے اُتر گیا اور دوگانہ شکریہ
اور سجدۂ شکر درگاہ رب العزت میں ادا کیا کہ الحمد للہ والمنۃ کہ میرے زمانے میں رعایا فارغ البال
رنج والم سے آزاد ہے۔ کسی بادشاہ کے لئے اِس سے بڑھ کر کیا مسرت ہو سکتی ہے کہ اُس کی رعایا
اُس کے سایۂ عاطفت میں امن چین کی زندگی بسر کرتی ہو۔ افضل خاں سراپردے کے پاس کھڑا تھا
پادشاہ نے کہا کہ افضل خاں جی! شہر کیا کہتا ہے۔ افضل خاں آداب بجالایا اور عرض کی کہ سارا شہر
اپنے پیارے پادشاہ کے حق میں دعائے خیر کرتا ہے اور دن عید اور رات شب برات ہے حضرت
کے عدل وانصاف سے شیر بکری ایک گھاٹ پانی پیتے ہیں۔ پادشاہ یہ سن کر خوش ہوا لیکن
ساتھ ہی ذرا سوچ میں گیا اور تھوڑی دیر کے بعد افضل خان سے دوبارہ مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ
تو کہو کہ اگر شاہ جہاں سے ہم سے چھٹ جائے تو ہمارے ملک کا کیا حال ہوگا افضل خاں نے
کہا جہاں پناہ یہ تو دنیا کا قاعدہ ہی ہے سارا کارخانہ درہم برہم ہو جائے گا اور یہ پھلا پھولا چمن بگڑ
جائے گا۔ بجائے سور و سرور کے نالہ ہائے واویلا بلند ہوں گے [1] اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً
اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْا اَعِزَّةَ اَهْلِهَا اَذِلَّةً خدا نہ کرے کہ ایسا ہو۔

سلطان محمد کے عہد میں شاہان مغلیہ کے ایلچی کا آنا۔ پادشاہ سے اور افضل خاں سے جو گفتگو

[1] - بادشاہ جب کسی شہر کو (بزور فتح کرکے اُس) میں داخل ہوا کرتے ہیں تو (اُن کا دستور ہے کہ) اُس کو خراب اور
وہاں کے معزز لوگوں کو ذلیل کر دیا کرتے ہیں۔

ہوئی اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ایک ہفتہ پیشتر بادشاہ دہلی کا فرمان عتاب آموز صادر ہوا تھا جس میں تین اعتراض تھے۔

(۱) ہمیشہ سے عدالت گاہ اندرون قلعہ ارک تھی خلاف عمل درآمد سابقہ بیرون قلعہ داد محل بنانے کی کیا وجہ ہے سلطان محمد نے ایک قصر عالی شان بیرون قلعہ بنایا تھا۔ جس کا نام داد محل رکھا جو اب آثار محل کے نام سے مشہور ہے۔

(۲) پہلے بادشاہوں نے قلعہ میں ہی ایک وسیع میدان فوج کے ملاحظہ اور ہاتھیوں کی جنگ کے واسطے رکھا تھا لیکن تم نے قلعہ کے باہر ایک دوسرا وسیع میدان محاذی برج شرف جو اب اکٹ کے نام سے مشہور ہے بلا وجہ مقرر کیا۔

(۳) اپنے وزیر کو بطور خود خلاف عمل درآمد سابق بدون ہماری استرضا کے "خان خاناں" کا خطاب دیا۔ حالاں کہ بادشاہان مغلیہ سلاطین دکن کو اپنا مطیع اور باج گزار سمجھتے ہیں اور سلاطین دکن میں سے کسی کو "شاہ" نہیں لکھتے لیکن ہم نے ہی (شاہ جہاں) نے ۱۰۴۵ھ میں خطاب شاہی سے مخاطب فرمایا۔ ان تین امور کے متعلق اعتراض ہوا تھا کہ خلاف عمل درآمد سابق آپ نے جدت کی ہے اور یہ امور شاہان خود مختار کے شایاں ہیں نہ کہ آپ کے لہذا ان کی فوراً اصلاح کیجئے ورنہ جنگ کی طیاری کیجئے۔ بادشاہ نے مجلس شوریٰ منعقد کر کے مشورت کی سب نے یہی کہا کہ دبنا ٹھیک نہیں ہم مقابلے کے لئے طیار ہیں اور جواب دیا گیا کہ بسم اللہ ہم بھی مقابلے کے لیئے حاضر ہیں اور چاہتے ہیں کہ شمشیر زہر آب دکھنی اور تیغ فولاد ہندی کا مقابلہ ہو جائے اور ہم بالکل طیار ہیں کہ کنار رود نربدا آپ کی ہماری افواج کے جوہر جواں مردی کھل جائیں۔ یہی جواب لکھ کر ایلچی کو رخصت کیا اور اسی رات کو بادشاہ عدالت محل پر چاندنی کی سیر کو برآمد ہوا اور اس بارے میں جو گفتگو بادشاہ اور افضل خاں کے ہوئی ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔ بادشاہ نے افضل خاں سے پوچھا کہ اب تمہاری صلاح کیا ہے؟ - افضل خاں نے عرض کیا کہ اگرچہ بافضال الٰہی و باقبال سرکار ہم ہر طرح بادشاہان مغلیہ کے مقابلے کی طاقت رکھتے ہیں اور ممکن ہے کہ ہم ان کو نربدا کے اس پار نہ اترنے دیں لیکن اس میں ہزارہا جانیں ضائع ہوں گی اور کتنے بچے یتیم اور کتنی عورتیں بیوہ ہو جائیں گی۔ اور ملک تباہ ہوگا سو الگ۔ فدوی کی رائے میں اگر یہ نوبت ہی نہ آئے تو اولیٰ اور انسب ہے۔ بادشاہ

نے افضل خاں کی رای پسند کی اور ایلچی کو تین منزل سے واپس بلالیا اور جواب صلح آمیز اور مطیعانہ لکھا اور عدالت گاہ اور جنگ فیلاں دونوں موقوف کرکے پھر قلعہ کے اندر لے گیا اور خطاب خان خاناں کے واسطے معذرت کی اور اس طرح بڑی خوں ریزی سے ملک کو بچایا یوں برابر بتیس[۳۲] سال تک رعایا اس بادشاہ کے عہد میں میٹھی نیند آرام سے سوتی رہی - ناظرین پر مخفی نہ ہوگا کہ سلطنت عادل شاہیہ کا دور دورہ یوسف عادل شاہ کے زمانے سے لے کر سکندر عادل شاہ تک دو سو سال رہا لیکن بمصداق خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُہَا سلاطین عادل شاہیہ کی معراج الکمال کا زمانہ اگر پوچھئے تو سلطان محمد اور اسکے والد ماجد ابراہیم عادل شاہ کا تھا - دونوں کو ملالو تو صرف اسّی برس[اسّی برس] گزرے کہ جس میں رعایا برایا مرفہ الحال افواج ولشکر ہمہ جہت آراستہ و پیراستہ تھا یاں یوں کہئیے کہ یوسف کے وقت میں آفتاب سلطنت کا طلوع ہوا اور ان دو بادشاہوں کے زمانے میں نصف النہار تھا اور اس کے بعد زوال شروع ہوا اور رفتہ رفتہ سکندر کے زمانے میں غروب ہوگیا -

شاہزادۂ اورنگ زیب کا دکن میں آنا سنہ ۱۶۵۵ع -

شاہزادۂ اورنگ زیب پھر ملک دکن میں سنہ ۱۶۵۵ع میں آیا اور آتے ہی بادشاہاں گولکنڈہ سے چھڑ گئی جس کی وجہ سے اورنگ زیب کو فوج کشی کرنی پڑی جس کے واقعات ہم نے اس وجہ سے نظرانداز کئے کہ ہماری اس تاریخ سے اُس کو تعلق نہیں ہے اُس کے لئے جداگانہ کتاب درکار ہے -

سلطان محمد عادل شاہ کی وفات سنہ ۱۰۶۷ھ - ۱۶۵۶ع

سلطان محمد عادل شاہ نے ۲۸ محرم سنہ ۱۰۶۷ھ روز شنبہ کو نو بجے دن کے انتقال کیا اور اپنے بنائے ہوئے مشہور گول گنبد میں جسے بول گنبد بھی کہتے ہیں جو بہترین عمارات بیجاپور ہے مدفون ہوا - یہ گنبد نہایت عظیم الشان اور قابل دید ہے جس کا مفصل ذکر عمارات کے ذیل میں آئے گا - مدت سلطنت اکتیس سال ہے - گنبد میں وفات کے تاریخ کے کتبے جنوب رخ دروازے کے اندرونی جانب تین رواقوں میں جدا جدا لگے ہوئے ہیں یہ ہیں -

عاقبت محمد محمود شد	سلطان محمد جنت آشیانی -	محمد شد دار السلام شد
سنہ ۱۰۶۷ھ	سنہ ۱۰۶۷ھ	سنہ ۱۰۶۷ھ

[۱] - درمیانی روش سب سے اچھی ہوتی ہے ۱۲ -

سلطان محمد کا کیرکٹر یہ پادشاہ بڑا رعایا پرور اور رحم دل تھا چنانچہ نقل ہے ایک دن ایک معزز مہاجن مع چند اپنے رفقاء اور لوگوں کے کسی کام پر جا رہا تھا اور دروازۂ آلسد پور سے باہر نکلا - دروازے میں نایکواڑیوں کا مہتر بیٹھا ہوا تھا اُس کو مہاجن نے سلام کیا - اُس نے ویسے ہی بیٹھے بیٹھے دو اُنگلیاں ماتھے پر رکھ لیں ذرا تعظیم نہ دی - یہ بات مہاجن کو سخت ناگوار ہوئی کہ دیکھو اس کا غرور ہم رعایائے پادشاہ ہیں پادشاہ تو ہماری خاطر کرتا ہے اور اس نفرے نے ذرا پروا نہ کی اب نایکواڑیوں کی نظر میں ہماری کیا وقعت رہے گی آج کو یہ کل کو ان کی دیکھا دیکھی دوسرے لوگ بھی ہماری بے وقعتی کرنے لگیں گے اور رفتہ رفتہ پادشاہ بھی ہم کو حقارت سے دیکھے گا چلو اس شہر کو ہی خیرباد کہیں - مردن بعلت بہ از زندگانی بذلت - غرض سب کے سب جلاوطن ہو گئے اور رات کو اپنے اپنے گھروں میں نہ آئے - پادشاہ ذی جاہ کو جب یہ خبر ملی تو بہت متاثر ہوا اور فوراً سزا دلان قہرناک کو نایکواڑیوں کی سزادہی کے لئے مقرر کیا اور اپنے خاص لوگوں کو مہاجنوں کی دلجوئی اور استمالت کے لئے بھجوا کر بہ فہمائش تمام اُن کو واپس بلوایا - مہاجنوں نے اڑی کی کہ اب ہم پھر اُس دروازے سے تو شہر میں کبھی نہ گھسیں گے جہاں ہماری اس طرح تذلیل ہوئی ہے - پادشاہ کو اس قدر رعایا کی خاطر عزیز تھی کہ اُن کی ہٹ کو قبول کیا اور فوراً میر معمار کو حکم دیا کہ جس قدر جلد ممکن ہو فصیل توڑ کر نئے دروازے سے ان سب کو شہر میں لاؤ چنانچہ راتوں رات دروازہ بن گیا اور یہی وہی دروازہ ہے جو " پادشاہ دروازے" کے نام مشہور ہے -

نقل ہے کہ ایک دن پادشاہ جہاں پناہ ایک بلند محل کے اوپر برآمد تھے اور آبادی کا نظارہ فرما رہے تھے - دیکھا کہ جو محلے آباد ہیں وہاں سے کھانا پکانے کا دھواں اُٹھ رہا ہے لیکن دیانت پور کی طرف سے جسے بہمن پلی بھی کہتے ہیں اور مضافات شہر میں خاص برہمنوں کی آبادی ہے کہیں دھوئیں کا پتہ نہیں - مصاحبین سے اس کا سبب پوچھا عرض کی کہ یہ آبادی برہمنوں کی ہے وہ ایک ہی وقت پکاتے ہیں اور ایک ہی مرتبہ کھاتے ہیں - رحم دل پادشاہ نے خیال کیا کہ غالباً مفلسی اور تنگ دستی کی وجہ سے ان لوگوں کو دو وقت روٹی بھی نصیب نہیں ہوتی اُسی وقت حکم دیا کہ ان لوگوں کی معاش دو چند کر دی جائے کہ پیٹ بھر کے دو وقت کھائیں - پادشاہ کو یہ معلوم

نہ تھا کہ غریب ہوں یا امیر برہمنوں کی عادت ہی ایک وقت کھانے کی ہے مصاحبین جانتے تھے
مگر مصلحتہً خاموش رہے اور اُسی دن سے جتنے برہمن تھے سب کی معاش دوچند ہو گئی۔

سلطان محمد شاہ کے وقت کی عمارات اور مشہور تاریخی واقعات

دولت خاں کو خواص خاں کا خطاب ملا۔ ۱۰۳۶ھ میں دولت پور المشہور بہ رسول پور کی بنیاد پڑی۔ ۱۰۳۷ھ میں آثار رضوان سے قلعہ پرینڈہ کو فتح کیا۔ اسی سال ملک میدان مشہور توپ کو پرینڈہ سے مراری پنڈت بیجاپور لایا۔ ۱۰۴۲ھ میں مراری پنڈت کے اہتمام سے کلنگی میں چوکھنڈی بنائی گئی۔ ۱۰۴۴ھ میں نواب مصطفیٰ خاں اور دولت خاں کے آپس میں نفاق ہو کر جنگ ہوئی۔ اسی جنگ میں حضرت شاہ مرتضیٰ (فرزند حضرت شاہ ہاشم چشتی العلوی و پدر شاہ برہان الدین قدس اللہ سرہٗ) مصطفیٰ خاں کے پاس بیٹھے تھے کہ تیر لگا اور وفات پائی۔ اسی سال خواص خاں نے نواب کو دھوکا دے کر قلعہ بلگاؤں میں قید کر دیا۔ اسی سال خواص خاں مارا گیا اور نواب قید سے چھوٹا۔ شاہ جہاں دولت آباد کو آیا اور عادل شاہ سے صلح ہو گئی۔ ۱۰۴۷ھ میں شہزادہ علی عادل شاہ پیدا ہوا۔ ۱۰۴۸ھ میں نیلکورا اور سرا دونوں فتح ہوئے۔ ۱۰۴۹ھ میں رندولہ خاں کے اہتمام سے لسبوا پٹن فتح ہوا جس کی تاریخ یہ ہے مصرع

کند رندولہ فتح از لطف دیاں

۱۰۵۶ھ لگن محل جل گیا اسی سال دا د محل نہایت مطلا مذہب اور رنگ آمیز بنوایا گیا۔ جو اب آثار محل کے نام سے مشہور ہے۔ محرم ۱۰۵۸ھ میں شہنواز خاں کا انتقال ہوا۔ اسی سال رجب کے مہینے میں شاہ جی کو قید کیا۔ ذی قعدہ میں نواب مصطفیٰ خاں کی وفات ہوئی ذیحجہ میں قلعہ جنجی فتح ہوا۔ ۱۰۶۱ھ شاہ جہاں کی طرف سے سلطان محمد کو محمد عادل شاہ کا خطاب ملا۔ ۱۰۶۳ھ خان محمد نے قلعہ پلکنڈہ فتح کیا۔ ۱۰۶۴ھ بیگم تالاب سے قلعہ کے اندر پانی لایا گیا جس کا نام "آب افضل ندا" ہے۔ اسی سال ایک بڑا زلزلہ آیا اور اسی سال ایلور فتح ہوا۔

تعداد لشکر سوار ساڑھے تین لاکھ۔ احشام دو لاکھ۔ ہاتھی ڈیڑھ ہزار۔ پیادگان بے شمار۔

سلطنت بیجاپور کی وسعت اور آمدنی چوں کہ اس ملک کی اصلی زبان کنڑی ہی اس واسطے کرناٹک کہلاتا ہی - یہاں کے اصل باشندے نہایت جری محنت کش ہیں - یہ ملک گویا دکن کا بڑا حصہ ہی جنوبی سرحد بدا لوز ہی - مشرقی حیدر آباد دکن - شمالی اور غربی تا بہ ساحل سمندر - یہ ملک تمامی اقالیم ہند میں بڑا زرخیز ہی چنانچہ زباں زد خاص و عام ہی کہ دکن میں ہُن برستے ہیں - مشہور ہی کہ ایک سلطنت بیجانگر ہی کی آمدنی بیس کروڑ ہن تھی اور پھر اس کے سوائے اور بہت سے بڑے بڑے راجہ بھی تھے اُن کا شمار نہیں - اس ملک کا سکہ مروجہ ہُن - مُہر - پرتاب - دھرن - بگوڑا تھا - صرف عالمگیر کے وقت سے روپیہ چلا - سلسلہ عادل شاہیہ کا آغاز یوسف بیگ سادی سے ہوا اُس نے ہی قلعۂ ارک کی بنیاد ڈالی اور بیجاپور کو پایہ تخت بنایا - اس کے بعد ابراہیم عادل شاہ بن اسمعیل عادل شاہ نے قلعہ کی دونوں فصیلیں پختہ و سنگ بست از سر نو تعمیر کرائیں اس کے بعد اُس کے بیٹے علی عادل شاہ نے شہر کا حصار بنوایا - سرکار بیجاپور میں دوسو اکیاسی محال یعنی پرگنہ تھے اور کل محاصل صوبۂ بیجاپور کا بروے دفتر آصف جاہی سات کروڑ چوراسی لاکھ اکسٹھ ہزار سترہ روپیہ ڈیڑھ آنہ تھا اور یہ تعداد عالمگیر کی مقرر کی ہوئی ہی - اس کے علاوہ مختلف بندرگاہیں قبض و تصرف میں تھیں - بندر دابل - سات ہزار - بندر کیل سات ہزار - بندر جیول پندرہ ہزار بندر سنگر دس ہزار - بندر گوا سینتیس ہزار پانسو جو آگے چل کر پرتگالیوں کے قبضے میں آ گیا - اسلام بندر عرف راجہ پور چوبیس ہزار - بندر ساہتی دس ہزار - بندر کھاڑی پانچ ہزار بندر پھلچری (پانڈ پچری) پانچ ہزار - بندر ساتولی تین ہزار پانسو - بندر محمد آباد عرف اسدھو پانچ ہزار - بندر کیرا پانچ ہزار - مختلف مقامات سے حسب ذیل پیش کش آتا تھا جو پچھلے حساب کے علاوہ ہی اور جس کی میزان پانچ لاکھ اکسٹھ ہزار چھ سو انتالیس روپیہ اس تفصیل سے ہے :-

۱- زمینداران سنگ پٹن -	۲- دوسر از میندار ائسی نواح کا -	۳- زمیندار سوندا -
ملے لک	یک کرور دو لاکھ	معہ لک
لہ صہ الہ سہ ۵ ۱۲	سہ سکا صہ ۵	عہ لالہ معہ ۵

ہر طرح آراستہ اور پیراستہ ہو اور ہمیشہ اُن کی اصلاح حالت میں کوشاں اور اُن کی ضروریات کا قرار واقعی بند و بست کرے۔ وزیر صائب الرائے مدبر شائستہ اور نمک حلال جس پر کامل بھروسہ ہو مقرر کرے۔ فوج کی تقسیم دو حصوں پر ہو۔ (۱) وزراء۔ جماعت خاص امراء (۲) خاصہ خیل کہ جس میں اچھے اچھے لوگوں کی گنجایش ہو۔ پایۂ تخت اور قلعہ جات کا کافی انتظام کر کے ہمیشہ غنیم کی مدافعت پر مستعد رہے۔ جو زمیندار خودسر اور خودمختار ہوں اُن کا زور توڑ کر اُن کو تابع فرماں کرے اور جو بغاوت کرے اُس کا ملک چھین لے۔ جو نیا ملک فتح ہو وہاں کے لوگوں سے نرمی اور آشتی سے پیش آئے اُن کی معاش ہائے سابقہ تنخواہ و جاگیر و انعام و یومیہ بدستور جاری رکھے ورنہ یہی لوگ چوطرف پھیل کر فتنہ و فساد پھیلائیں گے اور ایک عام شکایت پیدا ہو جائے گی۔ اپنی قلمرو میں احکام اہل اسلام کے جاری کرے۔ غیر قوم کے لوگوں کو بڑی بڑی حکومتیں دینا خطرناک ہے۔ ملک مفتوحہ کے کسی وارث کو اُس جگہ نہ رہنے دے بلکہ کسی دوسری جگہ معقول وظیفہ دے کر رکھے اور اُس کی خاطر داری اور دلجوئی اس طرح کرے کہ بھول کر بھی اُس کو اپنی موجودہ حالت پر افسوس نہ ہو۔ بہت سے غلام وحبشی، ترکی، ہندی جمع کر کے اُن کو تعلیم دلائے اور حسب حوصلہ اُن کو خدمات دے اور اپنے گرد و پیش حاضر باش رکھے اُن میں جو نالایق اور شریر ہوں فوراً اُن کو نکال دے۔ محض سنی سنائی باتوں پر بلا ثبوت کے مواخذہ نہ کرے۔ ثبوت ملے تو سزا دئے بغیر نہ چھوڑے تاکہ دوسروں کو عبرت ہو۔ فریقین مقدمہ کی پوری تحقیقات کرے جو اُس میں جھوٹا ہو اُسے سخت سزا دے تاکہ جھوٹے استغاثوں کا سدّ باب ہو۔ قلعوں اور سرحدی مقامات پر سوائے معتبر اور اپنے بھروسہ کے آدمیوں کے دوسروں کو نہ رکھے اور ہر تین سال کو اُن کا تبادلہ ایک جگہ سے دوسری جگہ کرتا رہے۔ جس قلعہ کے تحت میں بہت سا ملک ہو وہاں ایک نائب غیبت بھی مقرر کرے۔ قاضی اور خطیب اور سب حاکموں کو انصاف رسانی اور دادرسی مظلومان اور رعایا سے بہترین سلوک کرنے اور احکام شرعیہ کے مطابق عمل رکھنے کی سخت تاکید کرے۔ ملک کی تقسیم صوبوں میں کی جائے اور بڑے بڑے مقامات کو محصور کیا جائے۔ رشوت ستانی کی تا بہ امکان روک تھام کی جائے دیانت داروں کی قدر کریں۔ تمام ملک میں یکساں اوزان ہوں نہ رتی بھر زیادہ نہ کم جس حصہ

ملک کے جو قدیم اوزان ہوں وہ قایم رہیں مگر یہ نہ ہو کہ لینے کے ایک وزن ہوں اور دینے کے دوسرے یا کسی کو ایک ماپ سے دیں اور کسی کو دوسرے سے ان میں یکسانیت ضرور ہے - نماز جمعہ اور خطبہ کا انتظام رکھیں - سب لوگوں کو جامع مسجد میں نماز ادا کرنے کی تاکید کریں اگر جامع مسجد کافی نہ ہو تو البتہ دوسری مسجدوں میں لوگ جا سکتے ہیں - دوسرے مذاہب کے لوگوں کے تہوار مثلاً ہولی دیوالی وسہرہ و دیگر رسوم میں معترض نہ ہوں - مقامات متبرکہ جامع مسجد - آثار مبارک - روضہ ہائے اولیائے کرام میں جہاں جہاں لنگر اور جو معاش جاری ہی بدستور بحال رکھیں مگر ادائے شرط خدمت کی نگرانی کریں کہ طعام و آش لنگر مستحقین اور مساکین و محتاجین کو ملے - کسی قسم کی ملونی لنگر میں نہ ہو جو طیار ہو اچھا ہو - صفائی رہے یہ نہیں کہ کتے بلی منہ نہ ڈالیں - غیر مستحقین کو ہرگز نہ دیں نہ ایک دانہ بیجا صرف ہو - آثار شریف میں دو مدرس ہمیشہ مقرر رہ کر حدیث شریف اور فقہ کی دینی تعلیم دیں - طالب العلموں کو صبح کو آش و نان بریانی اور مزعفر دی جائے - شام کو گیہوں کی روٹی اور کھچڑی اور متفرق خرچ کو ایک ہن ماہانہ - تمامی قسم کی کتب عربی و فارسی سرکار سے ملتی تھیں - ہر سال امتحان ہوتا تھا اور ہن انعام میں تقسیم ہوتے تھے - جامع مسجد میں دو ملا بچوں کو پڑھاتے تھے اور دو مدرسے عربی کے اور ایک فارسی کا تھا - طلباء جو مفلس اور غریب ہوتے تھے اُن کو صبح کو دو روٹیاں گیہوں کی اور کھچڑی اور شام کو بریانی مزعفر اور کچھ میٹھا دیا جاتا تھا اور ہر مہینے ایک ہن اور کتابیں مفت ملتی تھیں - سالانہ ماہ ذیحجہ میں امتحان ہو کر نقدی انعام ملتا تھا اور جو لائق نکلتا تھا اُسے معقول خدمت دی جاتی تھی - تمامی مسجدوں میں پیش امام موذن چراغ بتی کے لئے معاشیں جاری تھیں دارو غہ کے متعلق اہتمام جاروب کشی بوریہ جانماز شطرنجی وغیرہ کا تھا - رمضان شریف میں ختم کلام مجید ہوتے تھے - کوئی شخص جا بے جا بلا اجازت مسجد نہ بنا سکتا تھا کہ مسجد ثواب کے واسطے بنواتے ہیں بے موقع مساجد بنانے سے بوجہ بے اہتمامی و بے حرمتی ہوتی ہی اور بجائے ثواب کے اُلٹا گناہ ہوتا ہی - اگر شخص ثواب مقصود ہی تو مسافر خانے - سرا - پل اور کنوئیں جو چاہے اور جہاں چاہے بنا سکتا ہی - یوں تو تمام مساجد معمور تھیں مگر خاص کر رمضان شریف میں بڑا اہتمام ہوتا تھا اور سرکار سے حفاظ قاری و سامع مقرر ہو کر نماز تراویح ادا ہوتی تھی

اور اسی طرح بزرگان دین کے اعراس - قبروں کے خلاف وغیرہ کا بڑا اہتمام تھا - تکیہ داروں اور سبیل داروں کو بھی معاشیں تھیں - ہر جگہ لنگر خانے جاری تھے جس میں پختہ غذا ملتی تھی اور محتاج ہنود کو سیدھا آٹا اور چاول دیا جاتا تھا - ہندو مسافر کو فی کس سوا سیر آٹا اور آدھ سیر چاول اور پاؤ سیر دال ارہر یا مونگ کی اور چار چھٹانک گھی اور تین جیتل (پیسے) مسالے اور لکڑی وغیرہ کے واسطے ملتے تھے - مال غنیمت اور زکوۃ اور خمس وغیرہ سب جامع مسجد اور آثار محل میں جمع رہتا تھا اور حسب احکام شرع اُس کا صرف ہوتا تھا - دو قاضی دو مفتی دو مشایخ دو صدر الصدور اور ایک خطیب مسجد جامع اور خطیب عیدگاہ اور ایک امین اور ایک کوتوال ان کی کمیٹی مصارف بالا کی ذمہ دار تھی - مشایخ اور علماء کو وظائف اور یومیہ اور انعام حسب حیثیت مقرر تھے - سالانہ آثار محل میں ماہ ربیع الاول کی پہلی تاریخ کو ایک ہزار ہن دوسری کو دو ہزار وقس علی ہذا - تا دوازدہم شریف جملہ اٹھتر ہزار ہن اور اسی طرح عشرۂ محرم میں پچپن ہزار ہن اور علاوہ انعامات و وظائف کے چار مواضع مصارف کے لئے خدام کو جاگیر بھی تھے - چنانچہ سکندر شاہ کا فرمان اسی مضمون کا کاغذ مطلا پر نہایت تکلف سے لکھا ہوا متولی کے پاس اس وقت تک موجود ہے - قلعہ دار کے پاس پانسو سوار رہتے تھے تاکہ وقت ضرورت کام آئیں اس کے علاوہ پانچ ہزار برق انداز جنگی بھی مقرر تھے - توپ انداز - بان انداز - ہمیشہ معتبر ہوں - شہر میں جابجا سواروں اور احتشام کی نشست تھی - شہر کے دروازوں پر واقعہ نویس اور اخبار گو معتبر اور چند سوار رہا کرتے تھے جن کی نشست باری باری سے مقرر تھی اور احتیاط اس امر کی تھی کہ کوئی اجنبی شخص بلا اجازت ابواب کے نہ شہر کے اندر آسکے نہ شہر سے باہر جاسکے اور نیز اس امر کی تحقیقات کے بدوں کوئی شہر میں نہ آنے پائے کہ کہاں سے آیا ہے کہاں جائے گا کتنے دن کہاں ٹھیرے گا کس کام کو آیا ہے - دار الضرب میں سکہ ہائے طلائی و نقرئی و مسی و ہن و نیم ہن و ربع ہن روپیہ اٹھنی چونی ششش جیتل - سہ جیتل - دو جیتل - یک جیتل مسی موجود رہتے تھے جو وزن میں بالکل یکساں تھے اور زر و نقرہ خالص کے مسکوک ہوتے تھے عیار نہیں ملایا جاتا تھا اور بہت نگرانی رہتی تھی کہ کوئی کھوٹ نہ ملاوے - شہر میں باغات کثرت سے تھے اور بازاروں میں غلے کے انبار کے انبار ہر طرف لگے رہتے تھے - چوڑے چوڑے کشادہ راستے اور سڑکیں تھیں - دربار شاہی سے دونوں

دروازوں تک بڑی بڑی سڑکیں تھیں جن کے دونوں طرف دکانیں تھیں جن کے سامنے سائبان
یا چھپر ڈالنے کی اجازت نہ تھی کہ علاوہ بے رونقی کے راستے تنگ ہوجاتے ہیں۔ کوتوال شہرات
دن شہر کی حفاظت کا ذمہ دار تھا۔ چوروں اُچکوں اور کیسہ بروں سب پر اُس کی نگاہ رہتی تھی۔
جہاں کہیں چھوٹی یا بڑی چوری ہوگئی اس کا سراغ عمدگی سے لگاکر سارقین کو حسب احکام شرع
شریف سزا دی جاتی تھی۔ قیدیوں کو خوراک سرکار سے دی جاتی تھی۔ امرا و شاہزادگان کے ملازمین
غلام وغیرہ کسی پر زیادتی نہ کرنے پائیں اگر احیاناً ایسا ہوجاتا تو پہلے اُن کے مالک کو اطلاع کرکے
اُن لوگوں کو سزا دی جاتی تھی۔ پادشاہ نے داد محل اور سات محل پر ایک ایک گھنٹی لگاکر رسی
باہر چھوڑ دی تھی کہ جس کسی کی داد و فریاد کو حکام نہ پونچیں وہ گھنٹی ہلاکر پیشگاہ حضوری میں دادخواہ ہو
اور سخت تاکید تھی کہ کوئی دادخواہوں کو نہ روکے۔ لیکن شرط یہ تھی کہ پہلے حاکم مجاز کے پاس اپنی
فریاد لے جاے اگر وہاں دادرسی نہ ہو تو ہم تک پونچے۔ داد فریاد کے لئے کوئی وقت مقرر نہ تھا
صبح سے شام تک جس کسی کو ضرورت ہو بلا تامل جاکر گھنٹی ہلا دیتا تھا اور پادشاہ اُس کی داد کو پونچتا
تھا۔ شہر گلی کوچہ سب میں صفائی کا پورا انتظام تھا شارع عام پر کبھی کوڑا کرکٹ پڑا نہ رہتا تھا۔ راستہ
کی دکانیں ہمیشہ آباد سجی سجائی اور درست حالت میں رکھی جاتی تھیں۔ کفار سے حسب ذیل جزیہ
وصول کیا جاتا تھا۔ کافر مالدار سے جو بے کسب کے گزران کرتا ہو ایک تولہ چاندی ماہانہ کافر مالدار
جو کسب کرکے جیتا ہو نصف تولہ چاندی۔ عام پیشہ ور لوگوں سے جن کو اپنے اہل وعیال کے
مصارف سے کچھ بچ رہتا ہو پاؤ تولہ چاندی۔ ذیل کے لوگ اداے جزیہ سے مستثنیٰ تھے۔ عورتیں
نابالغ بچے جو پندرہ برس سے کم ہوں۔ غلام۔ اندھے۔ بیمار جو سال بھر یا چھ مہینے سے علیل ہوں۔ وہ
شخص جو قبل از اداے جزیہ مرگیا ہو۔ مفلوج۔ بڈھے۔ فقرا جن کے پاس کچھ مال نہ ہو۔ جو کافر
مسلمان ہوجاے۔ ایسا شخص جو نصف سال متمول رہا ہو اور بقیہ نصف سال میں مفلس جزیہ
متوسط وصول ہو۔ بھٹ اور جنگموں سے حسب حیثیت جزیہ بیت المال جمع ہوکر اُس کے مصارف
حسب احکام شرعیہ ہوتے تھے۔ جاگیرات جو بہ معاوضہ جمعیت دی جائیں جمعیت کی تعداد دیکھ کر
گھوڑوں پر داغ کردیں۔ خزانہ کو کبھی کبھی شمار کریں۔ ملازمین حاضر باش کی حاضری لی جاے اگر غیر حاضر
ہوں پہلے تاکید کی جائے بعد تنخواہ وضع کی جائے۔ دیہات کی سالانہ جمعبندی کی جاے۔ پادشاہ کو

چاہیئے کہ صبح سے نو بجے تک علماء اور فضلاء اور شعرائ کو باریابی دے اور ملک کے اخبار سنے اور حکم احکام نافذ فرمائے۔ دس سے بارہ تک دربار عام میں برآمد ہو اور امراے سلطنت اور سپاہ کا مجرئی سلام لے۔ بعد خلوت میں جاکر ضروری کام انجام دے اور آرام لے۔ تیسرے پہر سے شام تک جو ضروری کام ہو تنہا بیٹھ کر انجام دے اور رات اپنے اختیار میں ہے۔ اس پابندی سے روزانہ کام کرے کسی دن اوقات مقررہ میں ایک منٹ کا فرق نہ آئے۔ عیدین اور شب برات اور سالگرہ میں شہر آراستہ ہوتا تھا جشن کیا جاتا تھا لوگوں کی نذریں قبول ہوتی تھیں۔ نوروز میں بیرون شہر کسی عمدہ مقام پر جشن ہوتا تھا اور وہاں بازارات لگائے جاتے تھے اور بڑا بھاری جشن ہوتا تھا مشہور مشہور گوئیے اور طوائف حاضر دربار ہوتے تھے۔ ماہ ربیع الاول میں بارہ دن مجالس میلاد شریف ہوتی تھیں اور روزانہ بڑے اسکیل پر امرار و فضلاء و عمائدین اور غربا کی باری باری دعوتیں ہوتی تھیں۔ پادشاہ روزانہ سویرے ہی واد محل میں برآمد ہوتا تھا۔ بازار میں ہر قسم کے پیشہ ور اور کاریگر کثرت سے تھے تل دھرنے کی جگہ باقی نہ تھی۔ تمام سڑکوں پر دو رویہ سایہ دار درخت تھے۔ جابجا بڑے بڑے حوض ستھرے پانی سے لبالب تھے۔ روزانہ سڑکوں پر چھڑکاؤ ہوتا تھا۔ جو شخص معمر و سن ہو جاتا تھا تو اُس کی اولاد اُس کی جگہ مقرر کی جاتی تھی اگر لاولد ہو تو تا دم زیست پوری ماہوار جاری رہتی تھی۔
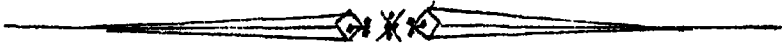
آٹھواں باب

علی عادل شاہ ثانی بن سلطان محمد عادل شاہ غازی

۱۰۶۶ھ تا ۱۰۸۳ھ

گلِ امید شگفت و وزید باد مراد | مراد خلق خدا آں چناں کہ باید داد
زدست فتنۂ دوراں جہاں لشد ایمن | کہ پادشاہ جہاں پائے بہ سریر نہاد

علی عادل شاہ ثانی کا تولد اور شاہزادگی کے حالات ۱۰۴۸ھ

مخفی مبادکہ سلطان محمد عادل شاہ کی تمامی مرادات و مقاصد دلی بہ افضال الٰہی بدرجہ اتم حاصل تھیں اور جو صفات اور خصائل حسنہ (کرامت۔ سخاوت۔ شجاعت۔ نصفت و عدالت۔ دوربینی۔ مآل اندیشی۔ رعیت پروری۔ غربانوازی۔ حق شناسی۔ خدا ترسی۔ پرہیزگاری۔ صفائی اعتقاد۔ نصرت دین و تقویت اسلام) جو ایک بہترین پادشاہ میں ہونے چاہیئیں اللہ تعالیٰ نے کوٹ کوٹ کر اس ذات مستجمع الصفات میں بھر دی تھیں جس کی وجہ سے وہ پچھلے پادشاہوں سے بہت زیادہ کامیاب اور عزیز خلایق رہا مگر ایک اولاد کی تمنا باقی تھی جس کے لئے وہ شب و روز درگاہ رب العزت میں دست بدعا تھا۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ یہ دعا بھی مستجاب ہوئی اور ملک میں جو اس طرف سے مایوسی تھی مبدل بخوشی و شادمانی ہو گئی کہ ۱۶ ربیع الثانی ۱۰۴۸ھ کو شاہزادۂ بلند اقبال مشکوے معلی میں تولد ہوا۔ داد و دہش کا دروازہ خاص و عام پر کھل گیا۔ شاہزادۂ نومولود کی پرورش حاجی بڑی صاحبہ نے اپنے ذمے لی جو محمد قطب شاہ کی صاحبزادی اور حرم معلی سلطان محمد عادل شاہ کی تھیں۔ انند محل میں شاہزادے کو لاکر وہ نہایت حزم و احتیاط اور شفقت مادرانہ سے پرورش کرنے لگیں۔ خواجہ آقا جو ایک نامور شاعر دربار کا تھا اُس نے شاہزادہ کے تولد میں ذیل کا قطعہ لکھ کر گزرانا جس کے صلے میں وہ مالا مال ہو گیا۔

شاہ عدالت پناہ خسرو شاہنشہاں | آں کہ پے بندگیش قامت گردوں خمید
تو گل بستان عدل نخل شہنشاہ را | کرد عطا از کرم خالق عرش مجید
ہاتفے از نہ فلک از سر ذوق نشاط | مولد شہزادہ گفت کوکب شوکت رسید

جب شاہزادے کی عمر چار سال چار مہینے چار دن کی ہوئی حسب سنت نبوی ۲۰ شعبان روز جمعہ ۱۰۵۲ھ میں تقریب بسم اللہ خوانی کی نہایت دھوم دھام تزک واحتشام سے ہوئی اور نہایت اہتمام سے تعلیم شروع ہوگئی کہ تھوڑے ہی عرصہ میں نوشت وخواند وآداب سلطانی۔ ورزش پہلوانی۔ سواری اسپ۔ شمشیر و نیزہ بازی و تیر اندازی اور جمیع فنون سپہ گری جو بادشاہوں کو آنے چاہئیں سب میں دستگاہ کامل حاصل کی۔ جب سات سال کی عمر ہوئی تو شب جمعہ ماہ رجب ۱۰۵۵ھ میں رسم گل پوشی (ختنہ) ہوئی اور شہر میں بڑی کر و فر اور زیب و زینت سے گشت کرایا گیا۔

تخت نشینی علی عادل شاہ ثانی سنہ ۱۰۶۷ھ

بعد وفات سلطان محمد عادل شاہ کے علیا حضرت حاجی بڑی صاحبہ اور وزیر مملکت خان محمد اور دیگر ارکان و امرائے سلطنت نے بالاتفاق بہ تاریخ ۲۸ محرم روز سہ شنبہ ۱۰۶۷ھ نو بجے دن کے شاہزادہ جوان بخت اور جواں سال کو انیسویں سال تخت سلطنت پر بٹھلایا۔ کسی شاعر نے مولانا ہلالی کے مصرعہ سے تاریخ جلوس اس قطعہ میں نکالی ہے ؎

ہر سال جلوس شاہ دکن | گفت ہاتف سحر بصوت جلی
نیست آخر دریں سخن حرفے | جانشین محمد است علی

عبدالنبی شاعر نے یہ مصرعہ تاریخی کہا ہے۔ مصرع۔

نوبت شاہی زدہ بعد محمد علی

ملا محمد قلی نے یہ قطعہ کہا ہے ؎

منت ایزد را کہ بر تخت خلافت جلوہ کرد | آفتابے کز طلوعش گشت عالم منجلی
در میان شہریاران افتخار او را سزد | زاں کہ شد ہم چو علی ملک محمد را ولی
سال تاریخ جلوسش خواستم از عقل کل | گفت امیر المومنین بعد از محمد شد علی

شعرا کو کافی صلہ ان قطعات پر سرفراز ہوا۔ اوائل زمان سلطنت میں محمد خان المخاطب

بہ خاں خاناں وزیر مملکت تھا اُس کے قتل کے بعد ابراہیم خاں وزیر ہوا۔ جب وہ حضرت بڑی صاحبہ کے ساتھ حج کو چلا گیا تو اس کے بیٹے میاں عبدالمحمد کو خدمت وزارت اور مدار المہامی ملی جو آخر عہد سلطان علی عادل شاہ تک مامور بہ کار رہا۔

شاہان مغلیہ اور شاہان عادل شاہیہ کے تعلقات

چوں کہ شاہنشاہ دہلی اور بیجاپور کے فیما بین تہ نامہ سالانہ خراج دینے کا پہلے ہی ہو چکا تھا اس لئے شاہجہاں[۵۱] مملکت بیجاپور کو بالکل اپنا باج گزار اور تابع فرمان سمجھتا تھا اور اسی بنا پر اندرونی معاملات میں دخل دہی شروع کر دی۔ اکبر پادشاہ سے لے کر اب تک سب کا دانت ملک دکن پر رہا اور ہمیشہ

[۵۱] ۔ شہاب الدین محمد شاہ جہاں بادشاہ نے ۱۶۲۷ء-۵۸ء تک سلطنت کی ہے۔ شب پنجشنبہ یکم ماہ ربیع الاول ۱۰۰۰ھ میں بمقام لاہور پیدا ہوا۔ ۸ جمادی الثانیہ ۱۰۳۷ھ کو اکبر آباد (آگرہ) میں تخت نشین ہوا۔ (۳۱) برس (۴) مہینے (۲۲) دن حکمرانی کر کے یکم فروری ۱۰۷۶ھ کو اکبر آباد میں (۷۴) سال کی عمر میں رحلت کی اور تاج گنج میں مدفون ہوئے۔ جہانگیر بادشاہ کے دو بڑے صاحبزادے باپ کی حیات میں ہی وفات پا چکے تھے اس لئے شاہزادہ خرم شاہ جہاں کے لقب سے تخت پر بیٹھا۔ تخت پر بیٹھتے ہی اس نے اپنے بھائی شہریار کو قتل کروا دیا۔ اس کی حکومت میں سوائے ملک دکن کے ہر طرف امن و امان رہا۔ اس نے پادشاہ بیجاپور سے خراج وصول کیا اور احمد نگر کی سلطنت کا خاتمہ کر دیا۔ آگرہ کی بے نظیر موتی مسجد اور تاج گنج جو بادشاہ کی پیاری بیوی ممتاز محل کا مقبرہ ہے اسی کی بنائی ہوئی عمارتیں ہیں۔ تاج گنج کے روضہ کی تعمیر کے لئے دور دور سے کاریگر بلائے گئے اور لاکھوں روپیہ کے صرف سے ایک ایسی بے نظیر عمارت بنائی گئی جس کی نظیر آج صفحۂ دنیا پر نہیں ہے۔ اس کی تعمیر مسلسل بائیس برس تک ہوتی رہی جس پر بیس ہزار آدمی ہمیشہ لگے رہتے تھے۔ خدا جانے اُس زمانے میں دولت کیسی پھٹی پڑتی تھی کہ باوجود بے گنتی روپیہ اس پر صرف ہوا تب بھی خزانہ جوں کا توں معمور تھا اور طرفہ یہ کہ کسی سے ایک دمڑی ٹیکس نہیں لیا جاتا تھا۔ آگرہ چھوڑ کر دہلی کو اسی نے پایۂ تخت بنایا اور شاہ جہاں آباد نام رکھا۔ دہلی کی مشہور جامع مسجد اور دیوان خاص اور موتی مسجد لاہور کا مشہور باغ شالامار سب شاہ جہاں ہی کے بنوائے ہوئے ہیں۔
شاہ جہاں کے عہد میں سلطنت مغلیہ ہر اعتبار سے معراج الکمال پر تھی۔ امن عام حسن انتظام اور قوی گورنمنٹ کا سکہ بیٹھا ہوا تھا۔ مشہور تخت طاؤسی بھی اسی کا تھا۔ جون ۱۶۵۸ء میں اورنگ زیب نے اپنی بہن روشن آرا کی سازش سے اپنے باپ کو قلعہ میں قید کر دیا جہاں وہ اپنی بیٹی جہاں آرا کے ساتھ رہتا تھا اگرچہ شاہ جہاں

دکن پر حملے کرتے رہے یہاں تک کہ بہ تدریج کچھ ملک بھی دبالیا - پہلے خاندیس لیا پھر براڑ پھر ولایت نظام شاہیوں پر بار بار چڑھائی کی آخر کار شاہ جہاں اور سلطان محمد کا صلحنامہ ہو کر نصف ملک نظام شاہیوں کا مغلوں کو گیا اور بقیہ نصف اِن کے پاس رہا لیکن سلطان محمد کا مرنا تھا کہ اورنگ زیب نے سارے معاہدوں کو بالائے طاق رکھ دیا - اب جو شاہ جہاں نے سنا کہ بلا مابدولت کی منظوری کے بدون علی عادل شاہ کو تخت پر بٹھلا دیا تو مداخلت کے لئے اچھا خاصہ بہانہ ہاتھ آیا شاہ جہاں نے سرے سے علی عادل شاہ کو سلطان محمد کا وارث جائز ہی تسلیم کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ سلطان محمد کو کوئی اولاد نرینہ تھی ہی نہیں - علی کو محمد شاہ کی بیگم نے جو بادشاہ گولکنڈہ کی بہن تھی متبنیٰ لیا تھا اور ظاہر ہے کہ متبنیٰ کا کوئی حق مذہب اسلام میں نہیں ہے - علی عادل شاہ گو کم سن تھا مگر جب اُس نے ان بادر ہوا اعتراضات کا سختی سے ترکی بترکی جواب دیا -

اورنگ زیب کا قلعہ جات بیدر اور کلیانی کو فتح کرنا ۱۰۶۷ھ

اورنگ زیب کا دانت پہلے ہی سے بیجاپور پر تھا اور دل ہی دل میں میر جملہ کی صلاح سے منصوبہ گانٹھ رہا تھا کہ ذرا موقع ملے اور میں آن دباؤں - سب سے پہلے گولکنڈہ سے بیدر کا رخ کیا اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا - عادل شاہ ابھی تو تخت پر بیٹھا تھا ہنوز پاؤں

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۰ - نظربند تھا اور باہر کہیں نہیں جاسکتا تھا مگر ہر طرح کا آرام اُسے پہونچایا جاتا تھا اور کسی قسم کی روک ٹوک نہ تھی جولائی ۱۶۵۸ء میں اورنگ زیب نے سلطنت کی باگ اپنے ہاتھ میں لی مگر باقاعدہ طور پر جشن تخت نشینی مئی ۱۶۵۹ء میں ہوا -

تاریخیں سالِ تاریخ فوت شاہ جہاں "رضی اللہ" گفت افشہ خاں

شاہِ والا مالک اقلیم ہند	آں شہاب الدین شہ دورِ زماں
اہلِ دل رستم قوی دل گفتہ ام	سال تولیدش بقول صالحاں
رحلتِ آں بادشاہِ اہلِ جاہ	شد عیاں مشکل کشا شاہِ جہاں ۱۰۰۰ھ
باز گو سال وصال آں جناب	نورِ اہلِ دیں شہنشاہِ جہاں ۱۰۷۶ھ

بھی نہ جمے تھے کہ یہ آفت آئی۔ افضل خاں اور ملک ریحان کو بیدر بھیجا۔ ملک مرجان قلعہ دار
بیدر نے چھ سال تک مقابلہ کیا اور ہمیشہ خوں ریزی ہوتی رہی کبھی یہ غالب آتے تھے کبھی وہ
آخر کار ۲۵ جمادی الثانی روز شنبہ ۱۰۶۷ھ کو اورنگ زیب نے قلعہ بیدر فتح کر لیا اور اس کے
بعد ہی قلعہ کلیانی کا محاصرہ کیا اور تین مہینے کے بعد ۲۷ شوال کو اس پر بھی قابض ہو گیا۔

اورنگ زیب کی بیجاپور پر چڑھائی ۱۰۶۷ھ

فتح کے بعد اورنگ زیب نے بیجاپور پہنچ کر شہر کا محاصرہ
کر لیا۔ بیجاپور کی افواج جو بیدر وغیرہ مقامات پر مقابلے
کو آئی تھیں ان کو اورنگ زیب نے حکمت عملی سے طمع دے دلا کر ملا لیا اور اس وجہ سے
وہ بلا روک ٹوک دارالسلطنت تک آن پہنچا۔ یہاں شہر کے اندر امرا میں ایسی کھچڑی پک رہی
تھی کہ ایک کا ایک جانی دشمن اور خون کا پیاسا تھا اور آپس میں ہی کٹے مرتے تھے لیکن ان
لوگوں نے جب یہ دیکھا کہ اورنگ زیب سر پر آن پہنچا اور شہر کا محاصرہ کر لیا تو چند دنوں کے واسطے
ان باہمی جھگڑوں کو تہ کر دیا اور سب کے سب ایک زبان اور ایک دل ہو کر افواج مغلیہ کے
مقابلے پر تل گئے۔ اورنگ زیب کا دلی منشا یہ تھا کہ سلطنت بیجاپور کو صفحۂ دنیا سے اسی طرح
نیست و نابود کر دے جیسے نظام شاہیوں کا کھوج مٹا چکا تھا۔ ایسی حالت میں اس نے علی
عادل شاہ کے پیغامات صلح پر کان نہ دھرا اور کہا کہ بجز اس کے کہ تم بلا کسی قسم کی شرائط کے ہماری اطاعت
قبول کرو اور کوئی راستہ صلح کا نہیں ہے۔ روز بروز محاصرے کی شدت سے شہر کے لوگ پکار اٹھے
تھے۔ ان کے دل نا امیدی سے بیٹھ گئے تھے کہ ایسے وقت میں شاہ جہاں کی سخت علالت
کی خبر دہلی سے آئی۔ اورنگ زیب سنتے ہی محاصرہ چھوڑ چھاڑ عادل شاہ سے دوبارہ صلح کر کے
یلغار دہلی پہنچا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ شاہ جہاں کی آنکھ بند ہو جائے اور تخت دہلی کا اور کوئی مالک
بن بیٹھے۔

خان محمد خان خاناں کا قتل ۱۰۶۸ھ

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ خان خاناں مغلوں کے مقابلے پر بھیجا گیا
تھا چنانچہ وہ سرحد پر پڑا ہوا تھا کہ ایک دن اسے خبر ملی کہ مغلوں نکلا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۱ - بہ تقدیر آن قادر ذوالجلال | چو رفت از جہاں آہ شاہ جہاں
رقم کرد سرور بہ تاریخ او | شہ اہل دیں شاہ شاہ جہاں ۱۰۷۶ھ

لشکر دو تین منزل کے فاصلے پر پہاڑوں میں پڑا ہوا ہے۔ خانخاناں فوراً گیا اور گھاٹی کو اس طرح روکا کہ
مغل کسی طرح باہر نہ نکل سکتے تھے۔ مغلوں کے لشکر کو بڑی مشکل آن پڑی۔ رسد بند ہو گئی۔
جان کے لالے پڑ گئے گویا ایک پنجرے میں پھنس گئے۔ ناچار اورنگ زیب نے خان خاناں
کو شقہ لکھا کہ اس نازک وقت میں ہماری خاطر سے راستہ چھوڑ دیں تو ہم مدت العمر آپ کے ممنون
رہیں گے اور ہم وعدہ کرتے ہیں کہ آپ جب تک مدار المہام رہیں گے مغلوں کی طرف سے کبھی
بیجاپور پر پھر چڑھائی نہ ہو گی۔ کہتے ہیں کہ خان خاناں نماز عصر پڑھ کر مصلّے پر بیٹھا ہوا تھا کہ اورنگ زیب
کا یہ رقعہ پونہچا دیکھتے ہی خان خاناں بول اٹھا کہ یہہ رقعہ کیا ہے گویا میری موت کا پیغام ہے بہت
دیر سوچنے کے بعد جواب لکھ دیا کہ اچھا خیر آپ طیار ہی کر لیجئے اور اپنے لشکر سمیت راتوں
رات جھپٹ کر نکل جائیے اور اپنے لشکر کو بھی ایما کر دیا کہ کوئی مانع و مزاحم نہ ہو الغرض مغلوں کا لشکر
جان بچا کر نکل بھاگا۔ گویا پنجرے کی کھڑکی کھول کر شکار کو اڑا دیا۔ دوسرے امرا نے یہہ خیال کیا
کہ شبخوں مار کے نکل گئے ہیں سب دوڑے ہوئے خانخاناں کے پاس آئے کہ یہہ کیا غضب
ہوا کہ سونے کی چڑیا ہاتھ سے نکل گئی خیر اب بھی کچھ نہیں گیا فوراً تعاقب کر کے اُن کو گرفتار کر لینا
ممکن ہے کیوں کہ پھر ایسا موقع ہم کو کہاں ملے گا لیکن خان خاناں نے کہا کہ اب کیا ہو سکتا ہے
بہتر یہی ہے کہ خاموش رہو یہہ بھی ہمارا سلوک اُن کو مدتوں یاد رہے گا اور ہمارے منت کش رہیں گے
امرا نے جب خود خان خاناں کی ڈھیل دیکھی تو وہ بھی ساکت رہے لیکن افضل خاں بگڑا اور
اُس نے کہا کہ چہ خوش اس سے تو یہہ معلوم ہوا کہ آپ نے دیدہ و دانستہ اِن کو چھوڑ دیا ہے یہ آپ نے
کیا غضب کیا کہیں ایسا موقع بار بار آسکتا ہے۔ آل تیمور میں سے اگر کسی سے ہم کو گزند پونہچنے کا اندیشہ
ہے تو وہ یہی اورنگ زیب ہے اگر ہم اسے پکڑ لیں تو پھر کیا مجال ہے کہ کوئی اور دکن کا رخ بھی کر سکے۔
خان خاناں نے کہا ہاں جی ہاں جو تم کہتے ہو وہ تو سب ٹھیک ہے مگر جانتے بھی ہو کہ وہ کون ہے ممالک
ہندوستان کا شاہزادہ ہے اُس کو لطف و مدارا سے چھوڑ دینا اچھا ہے یا پکڑ کر قید کر لینا تم عقل کے
ناخن لو اگر ہم اسے قید کر لیں تو شاہجہاں ہمارا جن بچہ کولھو میں پلوا دے گا۔ افضل خاں نے
گستاخانہ کہا کہ بس بس آپ کی مردانگی معلوم ہوئی ناؤ کس نے ڈبوئی خواجہ خضر نے اُن کے لئے
تو میں اکیلا ہی بس ہوں۔ آسمان بر ان پڑے تو ہاتھوں سے تھام لوں۔ ہمت مرداں مدد خدا

افضل خاں نے خان خاناں کو بہت ڈانٹا مگر بلا اُس کی رای کے یہ اکیلا خود کیا کر سکتا تھا اُسی وقت
نقارہ کوچ کا بجایا اور بیجاپور کو چل دیا جس دن بیجاپور پونہچا ہی دونوں ہاتھوں میں دو پٹے لے کر
دربار شاہی میں حاضر ہوا - پادشاہ سے عرض کی گئی کہ افضل خاں بہت بدلا ہوا ہی اور دونوں
ہاتھوں میں پٹے لے کر آیا ہی - پادشاہ نے کہا کہ کچھ مضائقہ نہیں جس طرح وہ چاہتا ہی بے تامل
آنے دو - افضل خاں نے آتے ہی دونوں پٹے زمین پر پٹک دئے اور کہا کہ آپ کے غلام کی کی کرائی
ساری محنت برباد ہوگئی - پادشاہ نے جب تفصیلی واقعات سُنے تو خان خاناں پر بہت ناراض
ہوا اور فوراً طلب کیا خاں خاناں کی طلبی کا حکم پونہچتے ہی وہ سمجھ گیا کہ یہ خالی طلبی نہیں ہی بلکہ موت
کا پیغام ہی - خان خاناں ڈھیل دیتا ہوا چلا دو دو تین تین دن مقام کرتا کراتا آخر کار جس دن
مکہ دروازے سے شہر بیجاپور میں داخل ہوا دروازے سے لگے ہوئے دونوں طرف دو مغل خونخوار
کھڑے ہوئے تھے جوں ہی خان خاناں کی پالکی داخل ہوئی کہ دونوں جانب سے دونوں مغلوں نے
حربہ آبدار بھونک دئیے اور وہیں اُن کا ڈھیر کر دیا - قتل کی تاریخ "آہ خان محمد شہید" اور "دغا داد"
ہی - خان خاناں کی تدفین کے بعد خان خاناں نے اُسی رات ایک اپنے دوست کے خواب میں
آکر کہا کہ دیکھو میری چھنگلی رہ گئی ہی دفن نہیں ہوئی صبح جاکر دیکھا تو واقعی مکہ دروازے کے پاس چھنگلی
پڑی ہوئی تھی جسے اُٹھاکر دوبارہ دفن کیا - بیجاپور سے جو سالانہ پیشکش شاہان مغلیہ کو جاتا تھا -
اُس سال پادشاہ نے معاف کر دیا اور حکم دیا کہ خان خاناں کے مقبرہ کی طیاری میں صرف کیا
جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا -

سیواجی[۵۱] کی بغاوت ملک کوکن ایک زرخیز ملک ہی جو سمندر سے جاملا ہی جس میں بہت
سے بندر مثل دابل چیول - ہینگولہ - شامستی وغیرہ اور قلعہ جات مستحکم ہیں علاوہ اس کے بڑے بڑے

---

۵۱ مرہٹے نہایت جفاکش اور جری قوم ہی جو مغربی گھاٹوں میں رہتے تھے جو اب بمبئی پریزیڈنسی میں ہی - ان کی جدا
جدا ٹکڑیاں تھیں جو مختلف مقامات میں اپنے اپنے سرداروں کے ساتھ رہا کرتی تھیں - ان کے سردار کسی
نہ کسی قلعہ میں رہتے تھے جن کے پاس تھوڑے بہت گاؤں ہوتے تھے - یہ لوگ عموماً زراعت کرتے تھے
اور جب زراعت سے فارغ ہو جاتے تھے تو بہت سے لوگ بادشاہان احمد نگر اور بیجاپور کی فوج میں بھرتی
ہو جاتے تھے - یہ لوگ ہمیشہ اچھی نسل کے میانہ قد کے یابوؤں پر سوار ہوتے تھے اور تلوار اور برچھے باندھتے

پہاڑ اور گھنے جنگل ہیں۔ اس ملک میں ناریل اور سیاہ مرچ وغیرہ کی کثرت سے پیداوار ہوتی ہے اور بیشتر اجناس کرانہ یہیں سے آتی ہیں۔ پہلے یہ ملک نظام شاہ کا تھا جب نظام شاہ کے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۴ سے تھے بادشاہ احمد نگر کے لشکر میں ایک شخص مالوجی نامی تھا جس کے ایک چھوٹا سا لڑکا شاہ جی تھا (مالوجی کو ایک مقدس بزرگ سے بہت عقیدت تھی اس لئے اُس نے اپنے بیٹے کا نام شاہ جی رکھا) ایک دن مالوجی لوک جی جادھوراؤ ایک مرہٹہ سردار کے ہاں دعوت میں گیا۔ شام کے وقت لوک جی اپنی ۳ سالہ لڑکی جی جی بائی کو گھٹنے پر لئے بیٹھا تھا اور دوسرے گھٹنے پر اُس نے شاہ جی کو بٹھا لیا اس طرح دونوں کو کھلا رہا تھا اور مذاقیہ طور پر بے اختیار اُس کے مُنہ سے نکلا کہ دیکھو اِن دونوں کا کیا انمول جوڑا ہے اتنی بات کہہ کر وہ چپ ہو گیا۔ شاہ جی کا باپ اُڑ گیا کہ لڑکی میری ہو چکی تم عام مجمع میں قول ہار چکے ہو۔ لوک جی یہ سن کر آگ بگولا ہو گیا اور کہا کہ چہ خوش مجھ کو دیکھو کہ میں دیوگیری کے یادو راجاؤں کی نسل سے ہوں اور شاہ جی کا باپ تو معمولی مرہٹہ ہے میرا اُس کا کیا جوڑ بایں ہمہ وہ بات سچ ہوئی کہ ہر شخص کا جوڑا عرش پر سے اُترتا ہے آگے چل کر شاہ جی کی شادی جی جی بائی سے ہو کر رہی اور ۱۶۲۷ء میں سیوا جی پیدا ہوا۔ اورنگ زیب کے زمانے میں سلطنت مغلیہ کا زوال شروع ہوا اور مرہٹوں کی طاقت بڑھنے لگی۔ یہ لوگ جم کر لڑنے کے عادی نہ تھے بلکہ لٹیروں کی طرح لٹیرے تھے۔ رسد روک دینا۔ چھوٹے موٹے فوج کے دستہ کو راستے میں لوٹ لینا گاؤں میں گھس پڑنا لوٹنا اور جلانا۔ آج یہاں کل وہاں۔ غرض چاروں طرف ان کی لوٹ مار آئے دن رہتی تھی۔ ان کے پاس تازہ دم گھوڑے رہتے تھے آناً فاناً منزلوں نکل جاتے تھے مغلوں کا لشکر کسی طرح ان کو پکڑ نہ سکتا تھا۔ جب سپاہی کو دیکھو اُس کا کھانا خورجی میں موجود۔ ضروری کپڑے بھی ساتھ نہ ان کو رسد کی ضرورت تھی نہ کسی اور سامان کی بیک بینی دوگوش چھڑے چھانٹ تھے۔ مغلوں کا لشکر بھاری بھر کم۔ سامان جنگ سے آراستہ اُن کی نقل وحرکت کچھ آسان کام نہ تھا۔ شاہی قیام گاہ ہی کا دور صرف تین میل کا ہوتا تھا اور سارے لشکر کو دیکھو تو ٹاڑی دل جہاں تک نظر کام کرتی تھی سپاہیوں اور گھوڑوں سے پٹا پڑا تھا جن کی تعداد دس دس لاکھ تک پہنچتی تھی۔ امرا آرام طلب عیش ونشاط میں منہمک بھلا ان سے کب ہو سکتا تھا کہ مرہٹوں کی طرح چھلاوا بن جائیں کہ ابھی یہاں تھے ابھی دیکھو تو پچاس کوس کے فاصلے پر لوٹ رہے ہیں۔ مغلوں کے زوال کے ساتھ مرہٹوں کا عروج پورے سو برس رہا ان کا ملک شمال میں سورت سے لے کر جنوب میں گوآ تک اور مشرق میں ناگپور اور حیدرآباد سے مغرب میں بحیرۂ عرب تک تھا

ملک کو شاہ جہاں اور عادل شاہ نے نصفا نصف بانٹ لیا تو ملک کوکن عادل شاہیوں کے حصے میں آگیا جس پر سلطان محمد نے ملا احمد کو گورنر مقرر کیا مگر دو پرگنے پونے اور سوپہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۵ - ان کی قوم میں سیواجی ایک بڑا نامی گرامی سردار نکلا۔ سیواجی اسی زمانے میں پیدا ہوا جب کہ شاہ جہاں تخت پر بیٹھا۔ یہ ذات کا چھتری تھا۔ اس کے باپ شاہ جی کی جاگیرات احمد نگر کے علاقہ میں تھیں جس کا صدر مقام پونا تھا۔

ملک دکن کے مسلمان بادشاہ مذہبی تعصب سے بالکل مبرا تھے وہ نہ صرف اپنی ہندو رعایا کو انعامات جاگیرات مناصب فراخ دلی سے دیتے تھے بلکہ اہل سیف اور اہل قلم کے مراتب جلیلہ پر بھی ممتاز کرتے تھے۔ شاہ جہاں نے احمد نگر فتح کر لیا تھا اس وجہ سے شاہ جی کا تعلق بیجاپور سے ہو گیا تھا۔ بادشاہ بیجاپور نے شاہ جی کو ملک کرناٹک کی مہم سر کرنے کے لئے متعین کیا اور اس کے صلے میں تانجور میں ایک اور جاگیر دی اس وجہ سے شاہ جی کو پونا چھوڑنا پڑا۔ شاہ جی نے اپنے صغر سن بیٹے سیواجی کو اور اپنے سٹیٹ کو داداجی کونڈدیو برہمن کے سپرد کیا اور خود تانجور میں جا کر رہنے لگا۔ داداجی نے سیواجی کو بہترین تعلیم مذہبی اور فن سپاہ گری کی دلائی۔ سیواجی کا اعتقاد زیادہ تر بھوانی دیوی پر جم گیا۔ سیواجی کی ماں بھی اپنے بچے کے ساتھ ہی رہتی تھی اور چونکہ وہ بڑی دانش مند تھی اور یہ ظاہر ہے کہ بچوں کی پہلی تعلیم گاہ ماں ہی کی گود ہوتی ہے وہ ہمیشہ اپنے بچے کو بڑے بڑے بہادروں کے نمایاں کارناموں کی کہانیاں سنایا کرتی تھی۔ مغل عرصہ دراز سے ملک دکن پر دانت لگائے بیٹھے ہوئے تھے۔ ہندو اس کے نتیجہ سے ناواقف نہ تھے کہ اگر ایسا ہوا تو اُن کی مذہبی آزادی میں بڑا فرق آ جائے گا۔ سیواجی کے کان لڑائی اور فتوحات کے قصے سن سن کر بھر گئے تھے جس کا گہرا نقش بچپنے سے اُس کے دل پر جم گیا تھا چونکہ وہ بڑا اولوالعزم تھا ابھی وہ اُنیس ہی برس کا تھا کہ ۱۶۴۶ء میں اُس نے ایک چھوٹی سی فوج پیدل اور سواروں کی اکٹھی کر کے اطراف کے کئی قلعہ فتح کر لئے اور خود بھی چند قلعوں کی تعمیر کی۔ سیواجی نے بیجاپور کے علاقہ کے دو قلعے تورنا اور پورندر فتح کر لئے اور رائے گیر میں اپنے رہنے کے لئے ایک قلعہ بنایا۔ بادشاہ بیجاپور کا بہت سا خزانہ اس نے لوٹ لیا تھا۔ بادشاہ نے اس کے مقابلے کے لئے افضل خاں سپہ سالار کو مقرر کیا اُس نے وعدہ کیا کہ اس پہاڑی چوہے" کو زندہ یا مردہ جس طرح بن پڑے گا پکڑ لاؤں گا۔ سیواجی ایسی کچی گولیاں کھیلے ہوئے نہ تھا وہ خوب جانتا تھا کہ باقاعدہ جنگ میں وہ کبھی سر بر ہو نہیں سکتا۔ سیواجی ایک پولیٹیکل چال چلا۔ افضل خاں کے آنے کی خبر

شاہ جی کو جاگیر دے دیئے وہیں سیواجی رہا کرتا تھا اور جس کی وجہ سے سیواجی نے بالکلیہ اطاعت قبول کرلی - کرناٹک کی مہم پر شاہ جی بھی بھیجا گیا - شاہ جی کا بیٹا سیواجی پونے میں رہا - جب

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۶ - کسن کرانس نے پیغام سلام صلح کا شروع کیا اور کہا کہ میری کیا طاقت ہے جو بادشاہ بیجاپور کا مقابلہ کرسکوں اور افضل خاں سے کہلا بھیجا کہ آپ قلعہ پرتاب گڑھ میں مجھ سے تنہا مل کر بات چیت کریں - افضل خاں دام میں آگیا ادھر سے افضل خاں پونچا اُدھر سے سیواجی آتا ہوا نظر آیا - دیکھا تو نہتا تھا - لیکن سفید جامہ نیمہ کے اندر زرہ پہنے ہوا تھا اور تلوار بھی دبی ہوئی تھی اور بائیں ہاتھ پر پنجۂ فولادی "شیر پنجہ" چڑھا ہوا تھا - سیواجی آتے ہی افضل خاں کے قدم چومنے کو جھکا - افضل خاں اُسے اُٹھانے اور بغل گیر ہونے کی غرض سے جھکا - سیواجی کو موقعہ ملا اُس نے شیر پنجہ افضل خاں کے پیٹ میں بھونک دیا جس سے وہ وہیں ڈھیر ہوگیا ادھر افضل خاں کا کام تمام ہوا اُدھر سیواجی کی فوج جو اِدھر اُدھر چھپی ہوئی تھی عادل شاہی لشکر پر ٹوٹ پڑی جن کو بھاگتے ہی بنی اور میدان سیواجی کے ہاتھ رہا - اب سیواجی کے واسطے میدان صاف تھا بے کھٹکے لوٹ مار کرنے لگا - عادل شاہیوں نے ناچار سیواجی سے صلح کرلی اور تمام دکن کا ملک پونے سے لے کر دریائے کشنا تک اُس کو چھوڑ دیا اور پھر اُس سے متعرض نہ ہوئے - سیواجی کی جرأت اب بہت بڑھ گئی اور اُس کی اولوالعزمی کی کوئی حد نہ رہی اب اُس نے مغلوں کے مقبوضات پر یورش کرنے کا مصمم قصد کرلیا - اورنگ زیب سے اُسے سخت نفرت تھی اُس نے مسلمانوں کے تعصب کی مہیب شکل پیش کرکے تمام مرہٹوں کے دلوں میں تازہ روح پھونک دی - اورنگ زیب نے سیواجی کی روک تھام کے لیے اپنے چچا شایستہ خاں کو دکن بھیجا - ایک دن سیواجی چند چیدہ لوگوں کے ساتھ پونے میں اس طرح داخل ہوا جیسے کہ کوئی برات آتی ہو - کسی کو کانوں کان بھی خبر نہ ہوئی - رات ہوتے ہی یہ سارے کا سارا دھاڑا مغل کیمپ میں باورچی خانے کی طرف سے جا گھسا - شایستہ خاں بے خبر پڑا سو رہا تھا گڑبڑ سن کر سٹپٹا گیا اور بھاگنا چاہا کھڑکی میں سے رسّی ڈال کر نیچے اُتر ہی رہا تھا کہ کسی نے ایسی تلوار ماری کہ شایستہ خاں کے ہاتھ کی دو اُنگلیاں اُڑ گئیں مگر جان بچ گئی تب سیواجی کے لوگ مشعلیں روشن کرکے باہر نکلے اور دراتے اپنے قلعہ راے گیر میں جو پونے کے قریب ہی جا داخل ہوئے - اورنگ زیب نے دوبارہ راجہ جے سنگھ کے ساتھ فوج بھیجی - جے سنگھ نے سیواجی کو کسی نہ کسی طرح قابو میں کرلیا - اور دہلی بھجوایا - لیکن جب سیواجی مع اپنے پنج سالہ لڑکے کے دہلی پونچا تو بادشاہ نے سخت غلطی کی کہ اُس سے کشادہ پیشانی سے پیش نہ آیا اور دونوں کو نظر بند

سلطان محمد سخت بیمار ہوا تو ملّا محمد کو کوکن سے بلا لیا۔ سیواجی نے میدان خالی پایا اور ایک اودھم مچا دی۔ اُس کے ساتھ اُسی کی ذات والے اور بہت سے اشرار اُس سے جا ملے اور

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۷۔ کردیا لیکن سیواجی بھلا کب پھنس سکتا تھا۔ ایک رات جب چاندنی چھٹکی ہوئی تھی سیواجی اور اُس کا بیٹا دونوں مٹھائی کے ٹوکروں میں بیٹھ کر نکل گئے اور سیدھے متھرا پہنچے۔ سیواجی سنّیاسی کا بھیس بدل کر منزل بہ منزل چلتا ہوا اپنے ملک میں آن پہنچا اور تازہ دم ہو کر دوبارہ سر اُٹھایا۔ جتنے قلعے اُس کے قبضے سے اس اثناء میں نکل گئے تھے سب ایک ایک کر کے واپس لئے۔ اورنگ زیب نے اب تیسری مرتبہ سیواجی کے مقابلے پر لشکر کشی کی لیکن کچھ بن نہ پڑا اور اورنگ زیب کی ایما سے مغلوں کے سپہ سالار نے صلح کرلی اور راجہ کا خطاب بھی دیا گیا۔ چند سالوں بعد بیجاپور اور گولکنڈہ بھی دب گئے اور اُسے چوتھ دینی قبول کی۔ جب کہ سیواجی چاروں طرف سے فتح یاب ہوا تو ۱۶۷۴ء میں اُس نے بمقام رائے گیر تاج شاہی زیب سر کیا اور اپنے نام کا سکہ بھی جاری کیا۔ سیواجی کا انتظام ملک داری بتلا رہا ہے کہ وہ ایک بڑا دانش مند مدبّر تھا۔ سیواجی کی فوج معمولی نمائشی اور آخور کی بھرتی نہ تھی بلکہ معقول تنخواہ یاب باقاعدہ سواروں کا لشکر تھا۔ اُس کی بحری طاقت بھی کم نہ تھی اُس کے پاس ایک بیڑہ جہازوں کا تھا جس کے ذریعے سے وہ چار ہزار سپاہیوں کو لے جا سکتا تھا۔ سلطنت کا سب سے بڑا حکمراں حاکم وقت وہ خود تھا۔ اُس کے بعد وزیر تھا جو پیشوا کہلاتا تھا۔ راجہ کا پراویٹ سکرٹری "منتری" "سپہ سالار" "سیناپتی" تھا۔ خزانہ پر دو عہدہ دار تھے ایک فنانس کا وزیر دوسرا محاسب۔ پنڈت راؤ امور مذہبی کا اعلیٰ عہدہ دار تھا۔ عدالتی اعلیٰ عہدہ دار "نیایادیس" کہلاتا تھا۔ سب ملا کر آٹھ وزیر تھے جو "اشٹ پردھان" کہلاتے تھے۔ نظام دیہی۔ پٹیل مالی عہدہ دار کلکرنی یا پٹواری (متصدی حسابی) تھے۔ ان کے اوپر یکے بعد دیگرے ویسائی دار۔ تعلقہ دار اور صوبہ دار تھے۔ تصفیہ قضایا حسب احکام دھرم شاستر پنچایت کے ذریعے سے ہوا کرتا تھا۔ افسوس ہے کہ سیواجی کی عمر نے وفا نہ کی اس نے (۵۳) برس کی عمر میں ۱۶۸۰ء میں رائے گیر میں انتقال کیا۔ سیواجی میں درحقیقت بہت سی خوبیاں تھیں۔ مسلمان مورخین لکھتے ہیں کہ وہ قرآن مجید کا بڑا پاس ادب اور مساجد کا احترام ہمیشہ مدّنظر رکھتا تھا۔ اُس کا سلوک عورتوں اور بچوں کی ضعیف صنف سے ہمیشہ قابل تعریف رہا ہے اُس کا نام ابدالآباد تک تاریخ ہند میں نمایاں رہے گا کہ یہ بانی مبانی مرہٹوں کی سلطنت کا تھا۔ سیواجی کی غیر معمولی ذہانت اور جرأت کے حالات سن کر دل میں ایک جوش آفرین کا موج زن ہوتا ہے۔ سیواجی سے پہلے مرہٹوں کا کوئی

قلعۂ جنیر پر قبضہ کر لیا اور چاروں طرف غارت گری اور لوٹ مار سے ادھر دکھنیوں کا اُدھر مغلوں کا دم ناک میں کر دیا۔ اُس کا دلی منشا یہ تھا کہ ملیچھ مسلمانوں کو نیست و نابود کر کے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۸ - جتھا نہ تھا اور جو جہاں چیدہ چیدہ تھا وہ آپس میں ہی لڑا کرتے تھے سیواجی نے اُن کو مسلح کیا اور اُن میں مردانگی کی تازہ روح پھونکی اور ایسی قلب ماہیت کر دی کہ تمام ہندوستان مرہٹوں کے نام سے لرز جاتا تھا۔ ہندو مسلمانوں سے مغلوب تھے حتیٰ کہ راجپوت بھی ان کے ذلیل تھے اُن کے دلوں میں سے بھی جوش مردانگی جاتا رہا تھا۔ سیواجی گوارا نہیں کر سکتا کہ اُس کی قوم مسلمانوں کی غلام بنی رہے۔ ایسی مردہ حالت میں سیواجی کا اُن کو اُبھارنا ایک ایسی مثال ہے جس کی نظیر تاریخ میں مل نہیں سکتی۔ سیواجی میں جہاں ساری خوبیاں تھیں ایک عیب بھی تھا کہ وہ بڑا چالباز اور عیار تھا (لیکن ہمارے خیال میں سیواجی کی اس میں کچھ خصوصیت نہیں اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ (لڑائی ایک چھل بٹے بازی کا نام ہے) یہی اس کا جواب ہے۔ اس کے علاوہ اُس کا سختی سے چوتھ وصول کرنا بھی اُس کے کیرکٹر پر ایک دھبہ ہے۔ جس مقام سے اُس کا لشکر گزرتا تھا جبراً چوتھ وصول کر کے اس کو تباہ کر دیتا تھا۔ یہ طرز عمل دوسرے الفاظ میں لیٹروں کی حالت سے کچھ بہتر نہیں کہا جا سکتا۔ سیواجی کی وفات کے بعد اُس کا بیٹا سنبھاجی راجہ ہوا۔ لیکن افسوس ہے کہ اُس نے سیواجی کا نام ڈبو دیا۔ ایسے نامور باپ کا ایسا نااہل بیٹا! سنبھاجی اپنے وزیر کالوشاہ کے ہاتھ میں کٹھ پتلی کی طرح ناچتا تھا۔ سوائے عیش و عشرت لہو و لعب کے اُسے خبر نہ تھی کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ اورنگ زیب نے سنبھاجی کو قید کر لیا اور بہت تکلیف دے دے کر ۱۶۸۹ء میں قتل کر دیا۔ اس کے بعد سنبھاجی کا شیر خوار بچہ سیواجی خورد (جسے عموماً ساہو کہتے تھے) برائے نام راجہ ہوا اس نابالغ کی پرورش اُس کا چچا راجہ رام کرتا تھا تھوڑے ہی دنوں بعد اورنگ زیب نے ساہو اور اُس کی ماں دونوں کو قید کر لیا۔ ساہو کے چلے جانے کے بعد راجہ رام نے حکومت شروع کی۔ اس زمانے میں وہ ستارے میں رہتا تھا۔ اُس نے کھمبا راؤ دہابوری کو گجرات اور پرا ساواجی بھونسلے کو برار میں چوتھ وصول کرنے کو بھیجا۔ یہی دونوں مورث اعلیٰ خاندان گائکواڑ کے ہیں جو اب بڑودہ میں حکمران ہیں اور بھونسلے خاندان کی حکومت ناگپور میں ہے۔ راجہ رام کے مرنے کے بعد اُس کا بیٹا سیواجی سوم راجہ ہوا جس کی ریجنٹ اُس کی ماں تارا بائی تھی یہ عورت بلا کی شیر دل تھی۔ اس نے مرہٹوں کی کمزور حالت کو پھر سنبھال دیا اور اس طرح جرأت

مرہٹوں کی مستقل سلطنت قایم کرے کہ عین ایسے نازک وقت میں سلطان محمد کا انتقال کیا ہوا سیواجی کی منہ مانگی مراد ملی۔ یہ خبر سنتے ہی درانہ ملک کوکن اور تمام قلعوں پر قبضہ کرلیا اور کھلا باغی ہوگیا۔

سیواجی کے ہاتھ سے افضل خاں کا قتل ۱۶۵۹ء جب سیواجی کی تمردی حد سے بڑھ گئی تو یہ صلاح ٹھہری کہ افضل خاں کو اس کی گوشمالی کو بھیجا جائے کہ سوائے افضل خاں کے دوسرا کوئی اس کا ہم پلہ نہ تھا اور افضل خاں کے نام سے یہ بھی کان پکڑتا تھا خان محمد کی جگہ افضل خاں کو سپہ سالار مقرر کیا گیا۔ افضل خاں تمام فوج کو درست کرکے اس

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۹ - اور استقلال سے لوٹ مار شروع کردی کہ شہنشاہ دہلی انگشت بدنداں رہ گیا۔ ایک مرتبہ بلامبالغہ اُس نے بادشاہ کو اُس کے کیمپ میں گھیر کر اُس کی آنکھوں کے سامنے خزانہ شاہی لوٹ لیا اور بادشاہ سے کچھ بن نہ پڑی۔ آخر کار اورنگ زیب نے زچ ہوکر ساہو کو قید سے چھوڑ دیا جو پھر ستارے میں حکومت کرنے لگا۔ تارابائی اس بات سے راضی نہ ہوئی اور ساہو سے کشت وخون پر آمادہ ہوگئی لیکن ساہو کے ساتھ سب کوئی تھے اور تارابائی بچاری کا اکیلے رہ جانے سے کچھ چل نہ سکا۔ مرہٹوں کی سلطنت کے ٹکڑے ہوگئے ساہو ستارے میں رہنے لگا اور سیواجی سوم کوھلاپور میں (۱۷۰۸ء)

سیواجی کے بعد مرہٹوں کی روح رواں چلی گئی۔ ساہو نے بالاجی وسواناتھ کو جو ایک باخبر آدمی تھا اپنا وزیر پیشوا مقرر کیا۔ سیواجی کا خاندان روز بروز گرتا چلا جاتا تھا اور پیشواؤں کی جڑ مضبوط پکڑتی جاتی تھی نتیجہ یہ ہوا کہ سیواجی کا خاندان معدوم ہوگیا اور پیشواؤں کا دور دورہ شروع ہوا۔ اگرچہ ساہو نے چالیس برس سلطنت کی (۱۷۰۸-۴۸ء) لیکن برائے نام دراصل پیشواؤں ہی کی گورنمنٹ تھی جن میں کے تین پہلے پیشوا یان ذیل بڑے مشہور اور نامی گرامی ہوگزرے ہیں۔

(۱) بالاجی وسیواناتھ ۱۷۱۴-۲۰ء۔

(۲) باجی راؤ ۱۷۲۰-۴۰ء۔

(۳) بالاجی راؤ ۱۷۴۰-۶۱ء۔

عظیم الشان مہم پروانہ ہوا - لیکن افضل خاں کے جاتے وقت منجموں نے پیشین گوئی
کی تھی کہ اس مہم میں افضل خاں کی جان کی خیر نہیں ہے - افضل خاں کو اس پیشین گوئی
کا کچھ ایسا یقین کامل ہوگیا کہ اُس نے اپنے جانے سے پہلے ہی اپنی چونسٹھ بیویوں کو باؤلی
میں ڈبو کر ہلاک کردیا چنانچہ تاروہ کی سڑک سے تھوڑی دور جانب شمالی اور شہر بیجاپور کے
باہر جانب مغرب میں سات قطاریں زنانی قبروں کی ایک ہی چبوترے پر بنی ہوئی ہیں اور
یہی افضل خاں کی سب بیویوں کا مدفن ہے اور وہیں ایک بڑی باؤلی بھی ہے جس میں ان سب کو
ڈبویا گیا تھا - اس مقام سے اور تھوڑی دور آگے شمال کی طرف خود افضل خاں کا مقبرہ ہے جو
اُس کی زندگی میں طیار ہوا تھا لیکن اُس میں وہ دفن نہ ہوسکا کیوں کہ اُس کی مٹی قلعہ جاؤلی
عرف پرتاپ گڑھ کی تھی - وہیں اس کو سپرد خاک کیا - اب ہم پھر اصل مطلب کی طرف رجوع
کرتے ہیں - افضل خاں فوج لے کر قلعۂ پرتاپ گڑھ کی طرف بڑھا جہاں سیواجی موجود تھا - افضل خاں
کے آنے کی خبر سن کر سیواجی نے دوچار آدمی بغرض معذرت افضل خاں کے پاس پہلے ہی سے
بھجوادیے تھے اُنھوں نے کھلے الفاظ میں کہا کہ سیواجی آپ سے لڑنا نہیں چاہتا بلکہ آپ کا
ہر طرح مطیع و فرماں بردار ہے اور اپنے قصور کا معترف اور خواہان معافی ہے یہ کچھ ایسی بات نہیں
بالمشافہ ملاقات میں بات کی بات میں یہ معاملہ بہ احسن الوجوہ طے ہوجائے گا - ان لوگوں نے
اپنی چکنی چپڑی باتوں سے افضل خاں کو آمادہ کرلیا کہ وہ اپنی فوج قلعہ کے نیچے جو ناہموار و غیر
مسطح درہ ہے وہاں سے لے جائے اور ایک ایسی جگہ ملاقات کے لئے مقرر کی جو دامن کوہ
میں تھی اور آپس میں یہ طے ہوا کہ افضل خاں اور سیواجی دونوں صرف ایک ایک مسلح ہمراہی کے
ساتھ آئیں زیادہ بھیڑ بھاڑ کی ضرورت نہیں - یہاں تو یہ سبز باغ دکھلایا جارہا تھا اور اُدھر
چپکے چپکے سیواجی کی فوج نے بادشاہی فوج پر گھیرا ڈال دیا - الغرض ملاقات کے لیے جو جگہ
مقرر ہوئی تھی افضل خاں پونچا ہی تھا کہ سیواجی بھی ادھر سے آگیا - سیواجی معانقہ کو بڑھا اور
چشم زدن میں شیر پنجہ جو اُس نے چھپا رکھا تھا افضل خاں کے پیٹ میں بھونک دیا - افضل خاں
نے پھر بھی بڑی ہمت اور جرأت سے وار کرنا چاہا لیکن سیواجی اور اُس کے مصاحب تاناجی لو
سرا سے اُس پر پل پڑے اور وہیں ٹھنڈا کردیا - اودھر افضل خاں تڑپ رہا تھا اُدھر اشارہ

کرتے ہی سیواجی کی ساری فوج جو دروں میں چھپی ہوئی تھی ٹوٹ پڑی اور بیجاپور کے سارے لشکر کی تکا بوٹی کر ڈالی صرف معدودے چند جان بچا کر بھاگے۔

سیواجی کے مقابلے پر جوہر صلابت خاں کا جانا اور اُس سے مل جانا

علی عادل شاہ نے جب اپنے جاں نثار افضل خاں کے مارے جانے کی خبر سنی تو بہت آزردہ ہوا اور فکر میں تھا کہ کس کو بھیجوں کہ اتنے میں سدّی جوہر جو محمد نگر عرف کرنول میں جا بیٹھا تھا اُس کا معروضہ بادشاہ کی خدمت میں آیا کہ خانہ زاد اپنی سرکشی کی سزا قرار واقعی پا چکا اور اب خواہاں عفو تقصیر ہے اگر حکم ہو تو اقدام مبارک میں حاضر ہو کر حق نمک ادا کرے رحم دل بادشاہ نے اُس کا قصور معاف فرما دیا اور اُسے ہی صلابت خاں کا خطاب دے کر اس مہم پر روانہ کیا وہاں پونہچتے ہی اتنا بڑا لشکر دیکھ کر سیواجی کے چھکے چھوٹ گئے نا ایک واڑیوں کی پناہ میں قلعۂ پنالہ میں جو ایک مشہور مستحکم پہاڑی قلعہ ہے جا بیٹھا جہاں پر تدہ پر نہ مار سکتا تھا اور وہیں سے گولی باروت تیر تفنگ چلانے لگا۔ صلابت خاں کو بڑی مشکل کا سامنا پڑا۔ سیواجی کا یہ حال تھا کہ کہیں اُسے قرار نہ تھا آج اس قلعے میں ہے تو کل اُس میں آخر کار قلعۂ پنالہ میں وہ گھر گیا۔ سیواجی نے جب دیکھا کہ اب بری طرح پھنس گیا تو اپنا پرانا جال ڈالا اور بہت لجاجت سے صلح کا پیغام دیا کہ آپ کی تشریف آوری کی خبر سن کر میں از حد مسرور ہوا اور چاہتا تھا کہ آپ کی پیشوائی کو حاضر ہوں مگر کیا کروں کہ خوف و ہراس کی زنجیر پاؤں میں تھی۔ آپ کے سوائے میرا کون ہے اگر آپ براہ بزرگانہ میری خطا کو معاف فرمائیں اور جاں بخشی فرما کے اجازت حضوری دیں تو بندہ سر کے بل چل کر حاضر ہوتا ہے۔ صلابت خاں خود غلام تھا اَلْجِنْسُ یَمِیْلُ اِلَی الْجِنْسِ ؎

کند ہم جنس باہم جنس پرواز	کبوتر با کبوتر باز با باز

پھسل گیا اور اس کی چکنی چپڑی باتوں میں آکر نرم پڑ گیا اور بادشاہ کے کہنے کی مطلق پروا نہ کی کہ بھیجا تو مجھے بادشاہ نے اس کے نیست و نابود کرنے کو اور سخت تاکید بھی کر دی مگر میں یہ کیا کر رہا ہوں اور جواب کہلا بھیجا کہ اچھا تم پکا عہد وفاداری کا کرلو تو میں تمھارا پیچھا چھوڑ دونگا اور تا بہ امکان تمھارا ساتھ دوں گا۔ سیواجی آگیا اور صلابت خاں نے اُس کو بڑی قدر

منزلت سے لیا اور بڑا جشن کیا اور دونوں شیر وشکر ہوگئے۔ سیواجی مل چل کر اسی شب کو قلعہ میں واپس چلا گیا۔ مخبروں نے یہ خبر بادشاہ کو دی بادشاہ آگ بگولا ہوگیا اور خود بہ نفس نفیس اس مہم پر چلا۔

سیواجی اور صلابت خاں کے مقابلے پر علی عادل شاہ کا جانا اور قلعۂ پنالہ کو فتح کرنا

علی عادل شاہ خود لشکر لے کر یلغار چلا اور منزل بہ منزل قلعۂ مرج کو پونہچا۔ سیواجی نے جو خبر سنی تو ساری چوکڑی بھول گیا اور ابھی بادشاہ مرج سے آگے نہ بڑھا تھا کہ سیواجی قلعۂ پنالہ چھوڑ کر بھاگ گیا اور بلا کسی قسم کی زحمت کے بادشاہ کا قبضہ ہوگیا اُس زمانے کی دکھنی اُردو میں میاں نصرتی نے فتح قلعہ کی تاریخ میں یہ مصرعہ کہا ہی

"علی نے پل میں پنالہ لیا صلابت سوں"

ہر چند فوج کو سیواجی کے پیچھے دوڑایا مگر خدا جانے کس پہاڑ میں جا چھپا کہ کہیں اُس کا پتہ نہ لگا اور بادشاہ بیجاپور کو واپس آگیا۔

جوہر صلابت خاں کی بغاوت

علی عادل شاہ کو خبر ملی کہ ملناڈ زمیندار نے براہ سرکشی پیشکش داخل کرنے سے انکار کردیا ہی اس غرض سے اُس پر چڑھائی کا عزم تھا کہ صلابت خاں کی بغاوت کی خبر آئی۔ بادشاہ کو بہت رنج ہوا کہ ہم نے اُس کا قصور معاف کرکے اسے مراتب علیا پر پونہچایا بریں ہم اس بداصل نے پاؤں نکالے ع

اصل بد از خطا خطا نکند

جس وقت ابراہیم خاں اور ملّا احمد بیجاپور واپس آرہے تھے تو صلابت خاں نے پانچ ہزار سواروں سے انھیں گھیر لینا چاہا اور ممکن تھا کہ وہیں صلابت خاں کو مزہ چکھا دیا جاتا لیکن بادشاہ کی اجازت نہ تھی طرح دے کر بیجاپور آگئے بادشاہ کو جب یہ حال معلوم ہوا تو پیچ وتاب کھانے لگا لیکن ان لوگوں نے ٹھنڈا کیا اور صلاح دی کہ ہم اُسے سمجھا بجھا کر قدموں میں لا کر ڈال دیں گے۔ چنانچہ بادشاہ نے ایک خط نصیحت آمیز ایسے حرکات ناشایستہ سے باز آنے کا بہ صحابت ابراہیم خاں۔ ملا احمد اور شاہ ابوالحسن کے روانہ کیا۔ اِن تینوں صاحبوں نے جا کر صلابت خاں کو بہت کچھ لعنت ملامت کی کبھی نرم ہوئے کبھی گرم اور جہاں تک ممکن

تھا اُسے سمجھایا بجھایا اور راہ راست پر لانے کی کوشش کی مگر ؎

باسیہ دل چہ سود گفتن وعظ   چوں نوشت است پند بر دیوار

بیجاپور جانے سے صاف انکار کر دیا تو جب اُس نے بدرجۂ آخر اُسے تسلّی و دلاسہ دے کر کہا کہ خیر بیجاپور تک نہ چلو مگر پادشاہ سلامت رود کشنا پر بمقام چمپلگہ رونق افروز ہونے والے ہیں وہیں چل کر قدم بوسی سے مشرف ہو۔ بلحاظ دفع الوقتی اُس نے ہامی بھر لی اور یہ تینوں حضرات بیجاپور واپس گئے اور جو گزرا تھا وہ پادشاہ کے گوش گزار کر دیا۔ چند دنوں کے بعد سدّی مسعود جوہر خاں کا داماد اور حمزہ خاں دونوں صلابت خاں کی طرف سے پادشاہ کے حضور میں حاضر ہو کر عذر خواہ ہوئے اور عرض کی کہ حضور کی ذرّہ نوازی اور بندہ پروری میں کچھ شک نہیں وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ [۵۱] خانہ زادوں کو ہر طرح اطمینان خاطر ہے لیکن بعض مفتریوں نے اُس کے دل میں وہم ڈال دیا ہے اگر ایک دو سطریں امان جان کی سرفراز ہو جائیں تو اُس کی جان میں جان آجائے۔ پادشاہ نے یہ درخواست منظور کی اور دونوں خوش خوش تحریر شاہی لے کر پہنچے جس سے جوہر صلابت خاں کے حواس ٹھکانے لگے اور بمقام چمپلگہ حاضر ہوا پادشاہ نے خلعت خاصہ سرفراز کیا اور منصب اور جاگیرات سب بحال کر دیں۔ پادشاہ نے نواب عبدالرحیم خاں بہلول کو مہم کرناٹک پر بھجوایا اور اُس کے ساتھ جوہر صلابت خاں کو بھی دیا۔ صلابت خاں دل سے صاف نہ تھا جبراً اُسے گھسیٹ کر لائے تھے اجازت ملتے ہی سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا۔ پادشاہ سلامت چند روز دریائے کرشنا پر سیر و شکار میں مصروف تھا کہ

قلعۂ تورگل پر علی عادل شاہ ثانی کا ورود بعض مصاحبین نے معروضہ کیا کہ قلعۂ تورگل یہاں سے قریب دو منزل پر ہے اگر سواری مبارک وہاں رونق افروز ہو تو قلعہ کا ملاحظہ بھی ہو جاتا ہے اور قلعہ دار کی تنبیہ بھی۔ پادشاہ نے حسبہ تورگل کا رُخ کیا۔ سدّی یاقوت قلعہ دار پادشاہ کا پرورش یافتہ غلام تھا۔ چند حرکات ناشائستہ اُس سے سرزد ہو گئی تھیں پادشاہ آمد کی خبر سن کر گھبرا گیا اور سمجھا کہ یہ تشریف آوری ضرور میرے ہی لئے ہے اور یہاں آنے کے بعد جو حالات معلوم ہوں گے اُن سے پادشاہ اور زیادہ برہم ہو گا اور کسی صاحب

---

[۵۱] - اور غصے کو روکتے اور لوگوں (کے قصوروں) سے درگزر کرتے ہیں۔ ۱۲

نے یہ بھی اُڑا دی کہ نواب بہلول خاں اس قلعہ کو لینا چاہتے ہیں اور اسی لئے پادشاہ آرہا ہے کہ تم کو بدر کر کے قلعہ اُس کے حوالے کرے۔ یاقوت جواَب تک دربردہ شرارتیں کرتا تھا اب کھلا باغی ہوگیا اور پیش خانۂ پادشاہی پر گولہ باری شروع کردی۔ پادشاہ نے حکم دیا کہ فوراً قلعہ کو مسمار کردیا جائے۔ امرا نے عرض کی کہ یہ تو بالکل آسانی سے ممکن ہے لیکن اس میں دوسرے قلعہ داروں کی دل شکنی ہوگی اور اعتبار اُٹھ جائے گا اس سے بہتر یہ ہے کہ ہم قلعہ کا محاصرہ کرلیں۔ محاصرہ کرتے ہی یاقوت نے پھر سلسلہ جنگ کا شروع کیا۔ پادشاہ کو خفیہ خبر لگی کہ یاقوت میں اتنا دم نہیں ہے جو ہمارا مقابلہ اس بے باکی سے کرسکے بلکہ ضرور جوہر بے وفا ہرپنہلی میں بیٹھ کر دربردہ مدد دے رہا ہے۔ پادشاہ کو جوہر کی اس تمرّدی پر سخت غصہ آیا کہ ہم تو بار بار اُس کے حرکات سے چشم پوشی کرتے جاتے ہیں اور وہ اُلٹا جب دیکھو ہماری مخالفت کرتا ہے اس دفعہ ضرور اس کا خاتمہ کردینے کے سوائے چارہ کار نہیں۔ اصل سے خطا نہیں اور کم اصل سے وفا نہیں مگر میاں عبدالمحمد نے پادشاہ کے غصے کو دھیما کیا اور کہا کہ یہ شخص کبھی راہ راست پر نہ آئے گا ؎

درختے کہ تلخ ست اورا سرشت	گرش درنشانی بہ باغ بہشت
وراز جوئے خلدش بہنگام آب	بہ بیخ انگبیں ریزی و شہد ناب
سرانجام گوہر بہ کار آورد	ہماں میوۂ تلخ بار آورد

جب تک قلعۂ تورگل اس سے چھین نہ لیا جائے گا یہ کبھی راہ راست پر آنے والا نہیں۔ پادشاہ نے قلعۂ تورگل کا محاصرہ اُٹھا دیا اور ہرپنہلی کی طرف بڑھا۔ یہ سنتے ہی جوہر وہاں سے بھاگا۔ اور قلعہ دار مدگل کو جو پادشاہ کے سرراہ تھا بھڑکا دیا کہ خبردار ہمت نہ ہارنا دیکھو تورگل کے حبشی نے آخر قلعہ نہ دیا پادشاہ کے دانت کھٹے کرہی دئیے۔ میں تمھاری مدد کو موجود ہوں لیکن مدگل کا قلعہ دار وفادار تھا وہ جوہر کے جُل میں نہ آیا۔ پادشاہ کے آتے ہی قلعہ کی کنجیاں خوشی سے حاضر کردیں۔ پادشاہ قلعہ میں داخل ہوا اور دو تین روز ٹھیر نے کے بعد خبر ملی کہ قلعۂ کھبنو[۵۱] میں جو ہر حبشی آن کر جنگ کی طیاریاں کر رہا ہے۔

قلعہ کھبنو پر عادل شاہ اور جوہر کا مقابلہ اور جوہر کی شکست | پادشاہ سنتے ہی پونہچا اور

[۵۱] قدیم نام کھبنو ہے جس کی وجہ تسمیہ کچھ معلوم نہیں دیتی۔ یہ مقام رایچور کے مغرب میں (۲۶) میل کے فاصلے پر ہے۔

لشکر ظفر پیکر کو نواب بہلول خاں نے آراستہ کیا۔ میمنہ پر ملا احمد اور شریف خاں۔ میسرہ پر محمد اخلاص خاں اور خواص خاں اور قلب لشکر پر خود پادشاہ اور ساقہ عزیز خاں اور دوسرے امرا تھے اور بڑی بھاری اور خوں ریز لڑائی ہوئی جس میں ہزاروں آدمی مارے گئے عین میدان جنگ میں گئے۔ ہاتھیوں کی روندن اور گھوڑوں کی ٹاپوں سے جوہر صلابت خاں گھوڑے پر سے گرا اور ویسے ہی ایک سپاہی کے گھوڑے پر سوار ہو جان بچا کر نکل بھاگا اور قلعۂ رائچور میں جا کر دم لیا۔ اس طرح بال بال بچ گیا۔ وہ تین دن قلعہ رائچور میں رہ کر دم لیا لیکن دہشت کے مارے وہاں ٹھیر نہ سکا اور محمد نور کرنول میں جا کر قلعہ میں بیٹھ کر اپنا علاج معالجہ کرنے لگا کہ اس وا دوش اور میدان کارزار میں چور چور ہو گیا تھا اور بخار آنے لگا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹۵ - اس تعلقہ میں (۱۲) میل تک دریائے تنگ بھدرا روان ہے اور گوشہ جنوب و مشرق میں سرکار عالی نظام اور برٹش گورنمنٹ میں حد فاصل ہے۔ ۱۲۶۳ف مطابق ۱۲۶۹ھ میں یہ تعلقہ بروئے عہد نامہ ۱۸۵۲ء برٹش گورنمنٹ کے تفویض کیا گیا اور اسی سال سے عمل کمشنری جاری ہوا۔ اُس وقت اس تعلقہ کی دو تقسیمیں تھیں۔ مانوی اور کوتال۔ اُسی زمانے میں بھنّو سے بدل کر اس کا نام مانوی پڑا (۳۰) برس تک مانوی اور کوتال جدا جدا رہے مگر ۱۲۶۶ف میں دونوں ضم ہو کر مانوی مستقر تحصیل ہوا۔ عمل کمشنری (۷) سال رہا اُس زمانے میں موضع باگل واڑ مستقر تحصیل تھا من بعد مانوی مستقر ہوا ۱۲۷۰ف تمام ۱۲۷۰ھ عمل کمشنری برخاست اور ضلع رائچور سرکار عالی کو مسترد ہوا چھے مہینے تک بزمانہ تعلقداری نصرت جنگ بہادر یہ تعلقہ صرف خاص میں رہا۔ ذیحجہ ۱۲۷۰ف میں علاقۂ دیوانی میں شریک ہوا۔ مانوی میں ایک قدیم قلعہ بنا ہوا ہے جو اب بالکل شکستہ ہے مگر فصیل اور برج قایم ہیں۔ فصیل کا ارتفاع (۲۲) فٹ ہے۔ قلعہ کا صدر دروازہ "جلیبی دروازے" کے نام سے مشہور ہے اور (۱۲) کھڑکیاں تھیں یہ دروازہ (۱۶) فٹ بلند اور ۴ - ۶ عریض ہے پہلے زیادہ تر آبادی قلعہ ہی میں تھی اب اندر ویرانہ ہے اور اب صرف ایک قدیم مسجد اور حجرۂ آثار شریف اور ونکٹیش کا دیول باقی ہیں۔ ایک بزرگ پیر غیب کا مزار بھی ہے جن کے حالات کچھ معلوم نہیں ہوتے اسی طرح قلعہ کے اندر جلیبی دروازے سے ملا ہوا حضرت مستان شاہ مجذوب کا مزار ہے جن کا حال بھی معلوم نہیں۔

مسجد پر کتبہ ذیل ہے:۔

علی عادل شاہ کا قلعۂ رایچور کو فتح کرنا

بھنؤسے پادشاہ قلعۂ رایچور پر پونچا- وہاں کا قلعہ دار سدّی جوہر کا متوسل تھا غالبًا سدّی جوہر کچھ پٹی پڑھا گیا ہوگا پادشاہ کے مقابلے کی طیاری کرنے لگا لیکن جمعیت احشام پادشاہ کا نمک کھائی ہوئی تھی ایک دم قلعدار سے منحرف ہوگئی اور قلعہ دار کو قید کرکے پادشاہ کے حضور میں قلعہ کی کنجیاں گزران دیں- پادشاہ اُن کی فرماں برداری اور اطاعت سے بہت خوش ہوا اور آقا خسرو ایک کم سن شخص کو جو پادشاہ کا معتمد علیہ تھا قلعہ دار مقرر کیا اور پھر جوہر کے تعاقب میں کنار دریاے تنگ بھدرا پر مقام کیا اور موسیٰ خاں اور جھجّاراؤ وغیرہ کو دریا کے پار جوہر کی گرفتاری کو روانہ کیا-

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹۶-

هو العلام

بحمد اللہ از حکم پروردگار	ز بتخانہ شد مسجد دیں شعار
بہ عصر شہنشاے کشور کشاے	شہ دیں پناہ خسرو تاجدار
جواں ملک فیروز شہ بہمنی	بیک ع۰م در فتح کرد ایں حصار
پس از فتح شاہنشہ ایں قلعہ یافت	بسر سروراں صفدر روزگار
بنا ساز ایں سجدہ گاہ شریف	محمد ظہیر اوجی دیں ملار
بہ فصد بنا داز ہجرت مصطفیٰ سنہ ۸۰۹ھ	بنا کرد چوں کعبہ ایں یادگار

بالاے کوہ مانوی حضرت شاہ سبز علی صاحب قدس سرہ العزیز کا مزار ہے آپ بغداد شریف سے تشریف لائے تھے- آپ کے ہمراہ چار فقرا تھے جن میں تین صاحبوں کا انتقال یہیں ہوا- تینوں کی قبریں حضرت کے مزار کے متصل ہیں- حضرت کے پاس ایک طوطا تھا اُس کی بھی قبر ہے- پہاڑ کی چوٹی پر حضرت کا چلّا ہے جہاں حضرت معتکف ہوتے تھے چلے کے پاس ہی ایک باؤلی ہے جو دودھ باؤلی کہلاتی ہے- اس کی خصوصیت یہ ہے کہ یہاں بیٹھ کر تھوڑی دیر درود شریف پڑھا جائے تو باؤلی سے خوشبو آنے لگتی ہے- حضرت کی تاریخ وصال "دو تالاب لبریز" ہے سنہ ۷۳۸ھ یعنی آپ کو انتقال فرمائے پورے ساڑھے چھ سو برس ہوئے-

اس پہاڑ کے دامن میں جانب مغرب حضرت تاج الدین علیہ الرحمتہ کا مزار ہے- مزار کے قریب ایک درخت نیم کا ہے جس کی ایک ڈالی حضرت کے مزار مبارک پر سایہ فگن ہے- اِس ڈالی کے پتے میٹھے ہیں اور باقی کے کڑوے اور یہ بھی عجیب بات ہے کہ وہیں مزار پر بیٹھ کر پتہ چباؤ تو تلخی محسوس نہیں ہوتی اگر آبادی میں لاکر کھاؤ تو وہی کڑواہٹ ہوتی ہے جو نیم کے پتے میں ہونی چاہیے ۱۲

سدّی مسعود کا لشکر عادل شاہی سے شکست پانا اور جوہر صلابت خاں کی وفات

سدّی مسعود جو جوہر کا داماد تھا اُس نے جب سنا کہ تھوڑی سی فوج دریائے تنگ بھدرا کے اس طرف اُتر آئی ہے تو اپنے غرور میں کچھ خاطر تلے نہ لایا اور تین ہزار سوار لے کر موسیٰ خاں اور جھجھار راؤ پر شبخون مارا لیکن بہت سے لوگ مارے گئے اور لشکر اُدھیا گیا ناچار سدّی مسعود بچا کھچا لشکر لے کر بھاگا - پہلے ہی شکست سے جوہر ایسا بدحواس ہو گیا تھا کہ بیمار پڑ گیا اب اس دوسری شکست کے سنتے ہی رہی سہی ہمت بھی جاتی رہی اور مرض میں زیادتی ہو کر مر گیا - جوہر کا بیٹا عبدالعزیز اور داماد سدّی مسعود دونوں بے سہارے رہ گئے بچھڑا کودتا ہے کھونٹے کے بل - ان دونوں نے عبدالمحمد اور سدی بہلول کو اپنی عفو تقصیر کے لئے معذرت نامے لکھے یہ دونوں موقع مناسب کے متلاشی تھے ایک دن پادشاہ کا مزاج بہت بشاش تھا بہت کچھ سعی و سفارش کی جوہر نے جیسا کیا ویسا پایا جزاءُ سیّئۃٍ لیکن اُس کے بیٹے اور داماد دونوں متوقع مراحم خسروانہ اور عفو تقصیر کے ہیں ؎

گنہ بود مردِ ستمگار را — چہ تاوان زن و طفل بیچارہ را

پادشاہ نے ان دونوں سے درگزر کی اور حضوری دربار کی اجازت دی اور خلعت سرفراز کر کے منصب و جاگیر آبائی بحال کر کے پادشاہ بیجاپور کو واپس آیا - جوہر جس نے پادشاہ کو اس قدر دق کیا اصل میں وہ ملک عبدالوہاب بن ملک ریحان ثانی کا غلام تھا - ملک عبدالوہاب کی وفات کے بعد جوہر نے ملک ریحان کو قید کر دیا اور کرنول میں رہنے لگا اور خود امیر بن بیٹھا - سدّی مسعود بھی ملک عبدالوہاب کا غلام تھا اُس سے اپنی بیٹی بیاہ دی سدّی جوہر کو آگے چل کر خطاب صلابت خاں کا ملا اور سدی مسعود کو خانی کا -

ملیبار[۵۱] اور بدنور[۵۲]

ملیبار کا زمیندار راجہ بھدرپا نایک ایک بہت بڑا رئیس تھا

---

۵۱ - ہندوستان کا مغربی کنارہ جو اب ساحل ملیبار کے نام سے مشہور ہے جس میں بندر بنھاور - کنڈاپور - منگلور - کنانور - بے پور - کالی کوٹ وغیرہ مقامات شامل ہیں -

۵۲ یہ بھی ساحل ملیبار سے ملا ہوا ہے اب میسور کے علاقہ میں ہے اور عموماً نگر کے نام سے مشہور ہے یہ

سونڈے[۵۱] علی عادل شاہ کی چڑھائی سنہ ۹۸۳ھ

جو بدنور میں رہا کرتا تھا علی عادل شاہ نے پہلے اُسے مطیع کرنے کا ارادہ کیا تھا کہ صلابت خاں کی مہم پیش آئی لہٰذا یہ ارادہ ملتوی رہا اب صلابت خاں کی طرف سے اطمینان خاطر ہوا تو کچھ دنوں رائچور میں رونق بخش رہ کر چند سے بیجاپور میں دم لیا اور جشن فتح و نصرت کے بعد کیا ہرپا نایک کی طرف رُخ کیا کہ اُس نے خراج دبا رکھا تھا اور علاوہ اس کے چند متصلہ قلعوں پر بھی ناجائز قبضہ کر لیا تھا - ملا خرم کو اُس کی افہام و تفہیم کو روانہ کیا لیکن لات کا بھوت بات سے کہاں مانتا ہے اس کو نشۂ دولت چڑھا ہوا تھا راستی کی بات اُس کی سمجھ میں نہ آئی - ملا خرم ناکام واپس آیا - جب یہاں تک نوبت پہنچ گئی تو بادشاہ نے شرزہ خاں کو آگے بھیجا اور خود بھی غرۂ شعبان سنہ ۹۸۴ھ میں بہت بڑا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹۸ - حصہ کالادی کے نایک واڑیوں کا ملک تھا - کالادی میسور کے شمال و مغرب میں ایک چھوٹا سا گاؤں ہے سنہ ۱۵۵۰ء میں یہاں دو بھائی رہا کرتے تھے جن کے ہاتھ بہت سا خزانہ لگ گیا تھا اور راجگان بیجانگر نے بھی اُن کو کچھ ملک دے رکھا تھا - اِن دونوں بھائیوں نے خزانہ ملنے کی خوشی میں اُس زمانے کے رسم و رواج کے موافق ایک انسان کو بل چڑھا دیا تھا - نایک واڑیوں کی اولاد نے یہاں سے نقل مقام کر کے دس میل جانب جنوب پرے ہٹ کر اکیری میں سکونت اختیار کی تھی - جس کا ذکر پیٹرو ڈولا والی اٹیلین سیاح نے سنہ ۱۶۲۳ء میں اپنے سفرنامہ میں کیا ہے کہ یہاں کا راجہ وِنکٹپا نایک قوم لنگایت سے تھا - اکیری میں ایک مندر دیکھنے کے قابل ہے جس میں عجیب و غریب مورتیں بنی ہوئی ہیں چنانچہ ایک نایک کا بت ایسا بنایا ہے جس کے ہاتھ پاؤں ہتکڑی اور بیڑیوں سے جکڑے ہوئے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ وہ نایک مجنون تھا - نواب حیدر علی خاں بہادر والی میسور نے پہلے بدنور کو اپنی دار السلطنت مقرر کرنے کا ارادہ کیا تھا اور اسی وجہ سے حیدر نگر نام بھی رکھ دیا تھا اور شاہی محل - سلاح خانہ - دار الضرب اور جہازوں کی گودی بنانے کی سب کچھ طیاری کر لی تھی مگر کچھ نواب کی بیماری اور کچھ وہاں کے لوگوں کی گہری سازش کی وجہ سے سارے منصوبے اینڈ رہ گئے - ۱۲

[۵۱] - بدنور کے شمال رُخ ایک چھوٹی سی ریاست تھی - ۱۲

لشکر نے کر روانہ ہوا اور قلعہ بنکا پور پر پونہچ کر ملک ناٹک سے نواب عبدالرحیم بہلول خاں کو طلب کیا کو طلب فرمایا - بہلول خاں مع شاہ جی بھونسلے کے کنار دریاے تنگ بھدرا حاضر ہو کر بادشاہ کے قدم بوس ہوا - بادشاہ نے بہلول خاں - شاہ جی - عبدالمحمد - ملّا احمد - شرزہ خاں کو آگے روانہ کیا اور بعد خود بھی جا پونہچا - شرزہ خان بڑا بہادر اور نامور سردار تھا راستے میں لڑتا بھڑتا قلعوں کو فتح کرتا ہوا قلعہ سونڈہ تک پونہچا جو ایک بہت زرخیز ملک ہی اور فتح کرلیا - بادشاہ کو اس مقام کی آب وہوا پسند آئی چند دن مقام کیا لشکر نے دم لیا اور پھر بدلنور کی طرف قدم بڑہایا - بھدر پانایک فوج شاہی کے آنے کی خبر سن کر بھاگا اور قلعہ کویل درگ میں پناہ لی لشکر اسلام نے قلعۂ بدنور بھی فتح کرلیا اور چند روز ٹھیرے رہے بعد قلعۂ کویل درگ پر پونہچے - بھدر پانایک نے دیکھا کہ ان لوگوں نے بُری طرح پیچھا لیا ہی ناچار نواب بہلول خاں کی خدمت میں اطاعت و فرماں برداری اور عفو تقصیرات کا معروضہ لکھا اور خراج ادا کرنے کا وعدہ کیا - بہلول خاں نے بارگاہ خسروی میں سفارش کی جس پر سے قصور معاف ہوا اور اُس کا ملک اُسے سپرد کر دیا گیا اور خراج وغیرہ کی ادائی کا پکّا وعدہ لے کر غرۂ جمادی الاول ۱۰۴۷ھ میں مظفر و منصور بیجاپور کو واپس رونق افروز ہوئے -

اسباب زوال سلطنت عادل شاہی و تسلط سلاطین مغلیہ

آل تیمور کو ہمیشہ سے ملک دکن کی تمنا تھی خصوصاً اکبر[٥١] بادشاہ اور اُس کی اولاد نے متواتر کوششیں ملک دکن کو مسخر کرنے کی کیں اور بہ تدریج ملک خاندیس اور برار پر قابض ہوگئے - ولایت نظام شاہی کو ملیا میٹ کر دیا - اور نصفا نصف شاہ جہاں اور

[٥١] - ۴ شعبان ۹۴۹ھ شب شنبہ مطابق ۲۳ نومبر ۱۵۴۲ء کو لاہور کے مضافات امرکوٹ میں پیدا ہوا - ۲ ربیع الثانی ۹۶۳ھ کو چودہ سال کی عمر میں بمقام عیدگاہ کلانو صوبۂ لاہور جلوس فرمایا ۱۵۵۶ء تا ۱۶۰۵ء سلطنت کی -

تاریخ جلوس

از خطبۂ شاہ رفعت منبر شد   وز سکہ حال کار ہا چوں زر شد

بنشست بہ تخت سلطنت اکبر شاہ   تاریخ جلوس نصرت اکبر شد

(۵۱) برس - دو مہینے (۱۱) دن حکم رانی فرما کر ۱۳ جمادی الثانیہ ۱۰۱۴ھ اکتوبر ۱۶۰۵ء یوم چہارشنبہ بمقام اکبر آباد (آگرہ)

اور سلطان محمد نے تقسیم کرلی جس کا صلح نامہ لوح طلا پر منقش کیا گیا اور کچھ دنوں طرفین سے اسی پر عمل درآمد رہا لیکن سیواجی بھونسلے کی آئے دن کی لوٹ مار اور تمرّدی نے ایک ہلچل مچادی۔ اگرچہ اس کا باپ شاہ جی بھی بڑا لڑاکو تھا لیکن پھر بھی مرد جہاں دیدہ تھا فی الجملہ اُس کے مزاج میں سلامت روی بھی تھی کبھی لڑتا تھا تو کبھی آن کر مل بھی جاتا تھا لیکن سیواجی کسی طرح قابو میں نہ آتا تھا پہاڑی قلعوں میں بجلی کی طرح کوندتا رہتا تھا آج یہاں تو کل وہاں اودھر عادل شاہیوں کے ملک کو لوٹتا تھا اُدھر مغلوں کو دونوں کا ناک میں دم کر رکھا تھا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰۰۔ میں وفات پائی۔

تاریخ وفات۔ فوت اکبر شہ از قضائے اله گشت تاریخ فوت اکبر شاہ

یہ بادشاہ نہایت نامور اور دلیر اور عادل تھا۔ اس کے عہد میں سلطنت مغلیہ معراج الکمال پر پونہچی۔ اس نے ممالک ذیل فتح کئے مالوہ۔ کشمیر۔ گجرات۔ اڑیسہ۔ ٹھٹہ۔ بھکّر۔ قندہار۔ برہان پور۔ بنگالہ۔ خاندیس براڑ۔ احمدنگر۔ عمر شریف (۶۴) برس۔ (۱۱) مہینے (۸) روز تھی۔

تاریخ ولادت و وفات

آں جلال الدین اکبر بادشاہ — سرور عالم شہ برنا و پیر
سال تولیدش چو جستم از خرد — شد عیاں منصور حق اکبر کبیر ۹۴۹
حامی فیض آمدہ تولید او ۹۴۹ — باز شاہنشاہ دیں اکبر کبیر ۹۴۹
میر دیں رستم بخواں ترحیل او ۱۰۱۴ — فضل عدل آمد عیاں باز از ضمیر ۱۰۱۴

چو اکبر شہ اعظم ملک ہند — ز دنیا بہ عقبیٰ شدہ جائے گیر
بہ تاریخ ترحیل آں شاہ دہر — بخواں تاج اجلال مہر منیر ۱۰۱۴
چوں جلال الدین اکبر شاہ ہند — رفت از دنیا بہ عقبیٰ جست راہ
زینت تاج و لوا اہل جلال ۱۰۱۴ — گو وصال آں شہ عالم پناہ
پس شہنشاہ مکمل اکبر است ۱۰۱۴ — ہم جلال تاج اکبر بادشاہ ۱۰۱۴

اسی کی وجہ سے خاندان عادل شاہیہ اور مغلیہ میں اَن بن ہو گئی جس کا آخری نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ تمام ملک دکن مغلوں کے قبضے میں آگیا اور سلاطین عادل شاہیہ کا نام صفحۂ دنیا سے مٹ گیا۔

سیواجی کا صلح نامہ عادل شاہ سے ۱۶۶۲ء

عادل شاہیوں نے آئے دن کے جھگڑوں سے بےزار ہو کر ۱۶۶۲ء میں سیواجی سے صلح کر لی اور ایک عہدنامہ پر دستخط ہو گئے جس کی رو سے کوکن کا تمام ملک اور ملک دکن کی ایک لمبی پٹی سیواجی کو دینی پڑی۔ سیواجی کی چلبلی طبیعت بھلا اسے نچلا کب بیٹھنے دے سکتی تھی۔ بیجاپور کی طرف اب وہ رخ نہ کر سکتا تھا کہ عہدنامے نے اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دئے تھے مجبور تھا اس نے کہا خالی بے کار بیٹھنے سے کیا فائدہ لاؤ مغلوں ہی کی خبر کیوں نہ لوں یہ مفت میں ملک دبا بیٹھے ہیں۔ جہاں تک بن سکے ان سے چھین جھپٹ لوں

سیواجی کا شائستہ خاں کو ۱۶۶۳ء قید کر لینا اور پھر اورنگ زیب کا راجہ جسونت سنگھ کو بھیجنا ۱۶۶۵ء

جب کہ علی عادل شاہ تھوڑے دن قلعہ پنالہ میں گھیر کر کرناٹک کے ملک میں مختلف لڑائیاں کر رہا تھا اور سارا لشکر اُدھر گھُسا ہوا تھا سیواجی کو میدان خالی ملا اور نکلا پہلا شکار اُسے شائستہ خاں ملا جو سپہ سالار مغلیہ تھا اور اورنگ زیب کے عہد میں دکن کا قلعہ دار تھا جو بڑھتے بڑھتے سیواجی کی سرحد پر آگیا تھا۔ سیواجی اچانک اُن پر شبخون جا پڑا اور لشکر کا ستھراؤ کر دیا اور جتنا مال و اسباب تھا لوٹ لیا۔ شائستہ خاں بھی زخمی ہو کر سیواجی کی قید میں آگیا۔ یہ خبر اورنگ زیب کو پہنچی۔ سیواجی کی اس درجہ بیباکی سن کر آگ بگولا ہو گیا اور فوراً راجہ جسونت سنگھ کو لشکر دے کر بھیجا کہ اس لٹیرے کا قلع قمع کیا جائے۔ جسونت سنگھ نے آتے ہی سیواجی کو ایک قلعہ میں گھیر لیا۔ سیواجی غضب کا منچلا آدمی تھا اس نے کیا چالاکی کی کہ اپنی فوج میں سے چند قزاقوں کو سامنے کر دیا اور خود باقی لشکر

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰۱ - اکبر آں اہل دولت اکبر ــ شد ز دار الفنا بحسرت و آہ
سال تاریخ رحلتش سرور ــ گو شہنشاہ شاہ والا جاہ
۱۰۱۴

لشکر لے کر بندر سورت پر دوڑ گیا اور آناً فاناً میں بھرے پُرے شہر کو لوٹ لاٹ کر جیسا گیا تھا ویسے ہی واپس آگیا کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہوئی کہ کب گیا اور کب آیا لیکن واپس آنے کے بعد جب لوگوں نے سنا تو سخت تعجب کیا کہ یہ انسان ہی یا چھلاوا۔ سیواجی نے واپس آکر اسی طرح راجہ جسونت سنگھ کو روز کی لوٹ مار سے دق کر دیا اور نگ زیب کو جب سیواجی کے کرتوتوں کی خبر ملی تو وہ بھی دیر تک غوطہ میں گیا اور آخر کار یہ فیصلہ کیا کہ سیواجی اکیلے ہمارے بس کا نہیں ہی بہتر یہ ہی کہ ہم علی عادل شاہ سے مدد لیں۔

سیواجی کے مقابلہ میں علی عادل شاہ کا مغلوں کو مدد دینا

اورنگ زیب نے اپنے ایلچی علی عادل شاہ کے پاس بھیجے کہ سیواجی نے چو طرف لوٹ مار مچا رکھی ہی ہمارا اور آپ کا کھلا دشمن ہی اس کے سبب سے تمام ملک دکن میں بد امنی پھیلی ہوئی ہی جب تک اس کا قلع قمع نہ کیا جائے گا کبھی ہم کو چین سے بیٹھنے نہ دے گا لہذا از بس بہتر و ضروری ہی کہ آپ اپنی فوج طیار کریں میں بھی لشکر بھیجتا ہوں ہم دونوں مل کر اس کا خاتمہ کر دیں اس کے بعد پھر ہم آپ اطمینان خاطر سے رہیں گے۔ علی عادل شاہ نے اس رائے سے اتفاق کیا اور ایلچیوں کو جواب شافی اور خلعت ہائے فاخرہ دے کر رخصت کیا اور نگ زیب نے جواب ملتے ہی راجہ جسونت سنگھ کو مغلوں اور افغانوں کا بے شمار لشکر دے کر سیواجی کے مقابلے پر روانہ کیا اور ادھر عادل شاہ نے سب امرا کو جمع کیا اور حکم دیا کہ کون ایسا بہادر ہی جو اس معرکہ میں جائے اور نہ صرف سیواجی کو پامال کرے بلکہ اپنی بہادری کے جوہر لشکر مغلیہ کو بھی بتلا دے اور ہمارا نام رکھ لے۔ خواص خاں نے اٹھ کر بیڑا اٹھا لیا اور کہا کہ یہ خدمت خاص اس جاں نثار کی ہی اور آمادہ سفر ہو کر دوبارہ حضور میں حاضر ہو کر عرض کی کہ بادشاہ دہلی کے لشکر کے آنے کا انتظار بے سود ہی ؎

حقا کہ با عقوبت دوزخ برابر است　　　رفتن بپائے مردی ہمسایہ در بہشت

دوسروں کے بل پر لڑنا بہادروں کا شیوہ نہیں ہی۔ یہ فدوی صغر سن سے اب تک آپ کی زیر پرورش رہا ہی رگ و ریشہ میں حضور کا نمک پیوست ہو گیا ہی اس وقت اگر میں کام نہ آؤں گا تو کس دن کے لئے پیدا ہوا بادشاہ بہت خوش ہوا اور شمشیر خاص سے سرفراز فرما کر مہم پر

جانے کی اجازت دی۔

خواص خاں اور سیواجی کی لڑائی اور سیواجی کی شکست

خواص خاں کوچ مقام کرتا ہوا ندی کے گھاٹ پر پونہچا جو بہت دشوار گزار تھا اور دوسری طرف ندی کے صرف کوہستان ہی کوہستان تھا لہٰذا خواص خاں نے اپنی فوج کو جھٹ پٹ پار اُتار دیا سیواجی کو دیر سے خبر ملی اور ایسے وقت ملی کہ مسلمانوں کا لشکر عبور کرچکا تھا اس خبر کے سنتے ہی کف حسرت وافسوس ملنے لگا۔ لیکن اپنے دل کو اس امر سے تسلّی دی کہ بجائے دو کے ایک سے مقابلہ رہا مغلوں کے لشکر کے آنے میں تو ابھی دیر ہے لاؤ پہلے ان کا تو لڑا کر لوں دہلی کا لشکر جب آئے گا تب تک اُن کی خبر لینے کو بھی درست ہوجاؤں گا۔ سیواجی نے (جو مغلوں کے مقابلے کے لئے پہلے ہی سے طیاری کرچکا تھا) ایسا اچانک خواص خاں پر شب خوں مارا کہ وہ سدھرنے نہ پایا۔ خواص خاں کو خبر نہ تھی کہ آتے ہی یہہ معاملہ پیش آئیگا ابھی تو وہ سیواجی کی ٹوہ لے رہا تھا لیکن صحیح پتہ نہ ملا تھا کہ وہ اس وقت ہی کہاں کہ یکایک سیواجی کی فوج نے پہاڑیوں کے درمیان گھیرا ڈال دیا اور خواص خاں کا لشکر ایک تنگ مقام میں بے طور پھنس گیا اُن کو صفیں جمانے اور لشکر کو باہر نکالنے کی جگہہ نہ تھی یہہ لوگ لاکھ بہادر ہوں مگر ایسے قابب مقام پر کر کیا سکتے تھے۔ خواص خاں کی فوج گھبرا گئی لیکن خواص خاں نے بہت کچھ اُن کی ہمت بندہائی اور اُن کو دم دلاسہ دے کر مقابلہ کے لئے آمادہ کر ہی رہا تھا کہ یکایک گولے برسنے لگے اور عین وسط لشکر میں گر گر کر سنتھراؤ کرنے لگے اور بہت سے لوگ مارے گئے چنانچہ سدّی درگاہ اور شیخ میراں جیسے نامور سردار کام آئے قریب تھا کہ خواص خاں کے لشکر کے پاؤں اُکھڑ جائیں کہ یکایک خواص خاں خود تلوار لے کر میدان جنگ میں کود اس کا پونہچنا تھا کہ لشکر میں جان پڑگئی۔ سب نے سمٹ کر حملہ کیا اور مرہٹوں کے ہزارہا آدمی آن واحد میں دریائے خون میں لوٹنے لگے اور گھبرا کر سب چھوڑ چھاڑ بھاگے اور اس طرح خواص خاں کی کھلی فتح ہوئی۔

جے سنگھ اور سیواجی کی ملی بھگت

جے سنگھ ابھی راستہ میں ہی تھا کہ سیواجی کی اور خواص خاں کی مٹ بھیڑ ہوگئی جس میں سیواجی کو شکست ہوئی اور اُس کی

کمر ہمت ٹوٹ گئی۔ سیواجی پونے کے قلعہ میں جس کو اُس نے ہر طرح مستحکم کر لیا تھا جا بیٹھا جے سنگھ وہیں پونچا معلوم ہوا کہ قلعہ ایک کونے میں الگ تھلگ ہے کہیں باہر سے مدد نہیں پونچ سکتی۔ ایک دم محاصرہ کر لیا اور اگرچہ سیواجی اُس وقت قلعہ میں نہ تھا لیکن جو لوگ قلعہ میں تھے اُن کو گولہ باری سے تنگ کر دیا۔ سیواجی کو صلابت خان نے ایسا جھکولا دیا تھا کہ وہ اب اتنے بڑے مقابلے سے پس وپیش کرتا تھا۔ سیواجی کا منہ نہ تھا کہ عادل شاہ سے عذر خواہی کرتا۔ مغل بھی اُس سے بھرے بیٹھے تھے اور اب تو اس کے گھر پر ہی چڑھ آئے تھے دیر سویر پونے کا قلعہ لیں گے پر لیں گے اور نہ صرف قلعہ لے کر بس کریں گے بلکہ میری جان کے بھی درپے ہو جائیں گے اب کوئی تدبیر ایسی کرنی چاہیئے کہ بلا سے قلعہ جائے تو جائے مگر جان تو بچے۔ جان بچی لاکھوں پائے۔ سر سلامت رہے پگڑیاں بہت۔ یہ سوچ کر جے سنگھ سے صلح کا پیغام دیا کہ آپ کو معلوم ہے کہ آج تک ملک دکن پر کئی حملے ہوئے مگر سب میں سوائے ناکامیابی کے کچھ ثمرہ نہ ملا اب اگر آپ میرے سر پر ہاتھ دھریں اور میری تقصیرات کو معاف فرمائیں تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ سارے ملک دکن پر اورنگ زیب پادشاہ کا قبضہ کرا دینے کا میرا ذمہ ہے اور جتنے بڑے بڑے قلعے ملک دکن کے اس وقت میرے قبضے میں ہیں وہ تو میں ابھی آپ کو دیئے دیتا ہوں اور یہ کہہ قلعوں کی کنجیاں بھی جے سنگھ کے پاس بھیج دیں۔ جے سنگھ کو خوب سبز باغ دکھلایا۔ جے سنگھ سمجھا کہ واقعی ملک دکن اگر فتح ہوگا تو اسی کی مدد سے ہوگا کہ اس سے بہتر ذی اثر اور مقامی حالات سے واقف کون ہے۔ سارے مرہٹے اس کے ساتھ ہیں ٹھٹھیرے ٹھٹھیرے بدلائی تھی دونوں گھل مل گئے اور سلطنت عادل شاہیہ کی بربادی کا بیڑا اُٹھایا۔

جے سنگھ اور سیواجی کے یک دل ہو جانے کی خبر پا کر عادل شاہ کا قصد مصالحت

جب علی عادل شاہ کو معلوم ہوا کہ جے سنگھ اور سیواجی دونوں نے ہماری بربادی کا بیڑا اُٹھا لیا ہے تو بادشاہ کو از حد فکر ہوئی کہ دشمن بغلی اور دشمن بیرونی دونوں ہم پر ٹوٹ پڑے ہیں تو بڑی مشکل کا سامنا ہے۔ کسی اکیلے ایک کو تو میں بھی بہت تھا مگر سیواجی گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے اس کا ہمراز ہو جانا البتہ تشویش ناک ہے۔ عادل شاہ کا دلی منشا یہ تھا کہ جب ہماری اور پادشاہ دہلی کے صلح نامہ ہو چکا ہے تو بلا وجہ یہ لڑائی کیوں؟ پہلے ملا اللہ خرم

اور ملّا احمد دونوں کو عنایت نامے لکھے کہ تم دونوں جا کر جی سنگھ کو سمجھاؤ کہ ناحق کی خون ریزی کا وبال کیوں لیتے ہو۔ ان دونوں نے جا کر جی سنگھ کو بہت کچھ سمجھایا مگر اُس نے مطلق پروا نہ کی اُس کو اپنے اسّی ہزار سواروں کا غرور تھا وہ ایسی زبانی باتوں کو کیا ماننے والا تھا۔ ٹرّے پن کی باتیں کرنے لگا۔ ناچار ملّا خرم اور ملّا احمد نے عرضی پیش کی کہ لات کا بھوت باتوں سے نہیں مانتا اب سوائے اس کے علاج نہیں کہ اس سے جی توڑ کر لڑا جائے۔ بادشاہ کو اور زیادہ فکر ہو گئی۔ عبد المحمد کو خلوت میں طلب فرما کر عرضی دکھلائی اور کہا کہ کہو اب کیا کرنا چاہیے میں نے بہت کچھ لڑائی کو ٹالنا چاہا مگر اب میں کیا کروں۔ عبد المحمد نے عرض کی کہ آخر الدواء الکی[۵۱] ہم کو ان سے دبنے کی کچھ ضرورت نہیں فوراً ان پر لشکر کشی کرنی چاہیے۔

جی سنگھ کے مقابلے کے لئے عادل شاہ کی طیاری۔۔

علی عادل شاہ نے اپنے تمامی امرا اور جاگیرداروں اور قلعہ داروں کو چوطرف احکام بھیج دئے کہ فوراً اپنی اپنی جمعیت لے کر حاضر ہو جائیں۔ اور یہ بھی بندش بندی کی کہ مرزا یوسف نے بیجاپور کے اطراف دور دور چوپٹ میدان کر دیا۔ گھانس اور چارے کا نام نہ رکھا۔ پانی کا پتہ نہیں۔ شہر میں جتنے حوض تھے سب تڑوا دئے کنوؤں میں زہر ملوا دیا۔ اب فرمایئے کہ مغلوں کا ٹڈی دل لشکر بلا آب و دانہ کے کیسے ٹھیر سکتا تھا۔ خواص خاں نے قلعہ کی فصیلوں اور مورچوں کو از سر نو درست کر کے توپیں چڑھا دیں اور قلعہ میں کافی ذخیرہ گولی بارود کا مہیا کیا۔ غرض ہر طرح مغلوں کے مقابلے کے لئے طیار ہو بیٹھے۔

سرفراز خاں سردار مغلیہ اور شرزہ خاں سردار عادل شاہیہ کی لڑائی قلعہ منگل بیڑے پر

وزرا و امرائے نامدار سلطنت مملکت مدار عبد المحمد نواب عبد الکریم خاں۔ نواب بہلول خاں۔ محمد اخلاص خاں۔ شرزہ خاں اور بہت سے زمیندار ناگواڑی اور میواڑی بے شمار لشکر لے کر جی سنگھ کے مقابلے کو بڑھے۔ جی سنگھ کو سیواجی کا بڑا بھروسہ تھا جب یہ ساتھ تھا تو اُس کو کسی اور کی کیا پروا تھی اُنھوں نے بھی مملکت عادل شاہیہ پر دست درازی اور لوٹ مار شروع کر دی اور حد بہ قابو بڑا ملک دبا لیا

---

۵۱ سب سے آخری علاج داغ دینا ہے۔۱۲

جن میں ایک مقام منگل پیڑہ تھا - جہاں سرفراز خاں نے مع پانچ ہزار سواروں کے آن کر قلعہ پر قبضہ کر کے اپنے قدم جما لئے تھے - شرزہ خاں نے جب یہہ خبر سنی تو پونچا اور کہا کہ چہ خوش کیا پادشاہ کے مکان کو خالہ جی کا گھر سمجھا کہ آئے اور دبا بیٹھے - غرض دکھنیوں اور دہلویوں میں بڑی کٹا چھنی ہوئی - سرفراز خاں مع اپنے بیٹے اور داماد کے مارا گیا اور شرزہ خاں نے قلعہ پر قبضہ کیا - اسی وقت عبدالمحمد اور اخلاص خاں کا حکم پونچا کہ غنیم چڑھ آیا ہے دو تین دن میں جنگ برپا ہونے والی ہے تم فوراً چلے آو - شرزہ خاں راتوں رات چل کر یلغار پونچا اور لشکر عادل شاہی میں جا ملا -

جے سنگہ اور اخلاص خاں کی لڑائی اور اخلاص خاں کی فتح -

راجہ جے سنگہ بہہ جہت جنگ کے لئے طیار ہو گیا پہل اسی کی طرف سے ہوئی اور بڑی زور شور کی لڑائی ہوئی - راجہ جے سنگہ کے دانت کھٹے ہو گئے اور پیچھے ہٹنا پڑا - سپاہ عادل شاہی نے کہا چلو آج اتنا ہی بس ہے آیندہ دیکھا جائے گا لیکن راجہ جے سنگہ پھر تازہ دم ہو کر آیا - ہر چند لوگوں نے منع بھی کیا مگر اس نے ایک نہ مانی اور پھر بہت سخت لڑائی ہوئی دونوں طرف کے بہت سے لوگ مارے گئے شمشیر زنی اور نیزہ بازی اور تیر اندازی کی کوئی حد نہ رہی میدان جنگ میں کشتوں کے پشتے لگ گئے - خواص خاں پانچ ہزار سوار خاصۂ فیل کے لے کر خود میدان جنگ میں اترا اور اس قدر جی توڑ کر یہ لوگ لڑے کہ غنیم کو ناک سے چنے چبوا دئے آخر کار جے سنگہ کو شکست فاش ہوئی -

شرزہ خاں عادل شاہی اور صلابت مغلیہ کی جنگ اور اول الذکر کی فتح -

جاسوسوں نے آکر خبر دی کہ ہندوستان سے ایک بڑا بہادر و شجیع پانچ ہزار چیدہ سواروں کا لشکر لئے ہوئے بڑے کرو فر سے جھپٹا چلا آرہا ہے اور صرف یہاں سے پانچ منزل رہ گیا ہے اگر وہ راجہ جے سنگہ سے آن ملا تو بس خیر نہیں بہتر یہ ہے کہ راستے ہی میں اسے روک لیں - سید الیاس المخاطب بہ شرزہ خاں اس مہم پر آگے بڑہا اور پانچ روز کی راہ دو دن میں طے کر کے پونچا اور لڑائی شروع ہو گئی - اس لڑائی کا کیا دیکھنا تھا دونوں طرف کے بہادر معروف کارزار تھے ان میں سے اکثر قادر تیر انداز تھے پہلے تو تیروں کا مینہ برسا اور ہزاروں ہی آدمی

مارے گئے تب صلابت خاں گھوڑے پر سے اُتر پڑا اور تیر و کمان ہاتھ میں لے کر اپنے جوہر دکھانے لگا اُس کے ساتھ ہی سارا لشکر پا پیادہ ہو گیا اِدھر شرزہ خاں بھی گھوڑے پر سے کود پڑا اور طرفین سے تیر چلنے لگے۔ صلابت خاں نے دیکھا کہ تیر کمان سے اب کچھ کام نہیں چلتا تو تلوار نکال لی اور دست بدست تلوار چلنے لگی اس کے بعد خنجر و کٹار پر نوبت آئی آخر کار پنجہ کشی اور مکّہ زنی ہونے لگی۔ شرزہ خاں اور صلابت خاں کے پنجہ گُتھا لیکن شرزہ خاں بازی لے گیا۔ پھر کیا تھا مغلوں کا لشکر چین بول گیا اور بھاگا۔ شرزہ خاں کے ہاتھ بے شمار دولت مال و اسباب لگا اور بڑی معرکۃ الآرا فتح ہوئی جس سے جامے میں نہ سما سکا۔ دہلی میں جب صلابت خاں کی شکست کی خبر پونہچی تو ایک زلزلہ پڑ گیا۔

عادل شاہ کی امداد کے لئے عبد اللہ قطب شاہ کا بسر کردگی نیک نام خاں لشکر بھیجنا

سلطان عبد اللہ قطب شاہ نے علی عادل شاہ کو اخلاص نامہ لکھا کہ ہمارے آپ کے درمیان بزرگوں کے وقت سے قدیم دوستی و اتحاد ہے میں نہایت افسوس سے سنتا ہوں کہ آپ پر مغلوں اور مرہٹوں نے مل کر چڑھائی کی ہے پھر ہمارا وجود کس دن کے لئے ہے اگر اجازت ہو تو میں بھی آپ کی رفاقت کے لئے جو کچھ لشکر میرے پاس ہے بھیجوں۔ پادشاہ نے شکریہ ادا کیا اور لکھا کہ ہمارے امراء اور ہمارا لشکر خود ایسا بہادر اور جاں نثار ہے کہ مجھے اُن کی وفاداری سے قوی امید ہے کہ فتح ہو گی اور کسی قسم کی امداد کی مجھے ضرورت نہیں لیکن آپ ہم جدا نہیں ہیں اتحاد دوستانہ اور یک جہتی کے لحاظ سے آپ نے پیش قدمی کی ہے تو بسم اللہ لشکر بھجوا دیجئے۔ عبد اللہ قطب شاہ نے فوراً بارہ ہزار سوار اور چالیس ہزار پیدل بہ سر کردگی نیک نام خاں کے جو ایک مشہور بہادر تھا روانہ کئے۔ جب یہ لوگ قریب بیجا پور کے پونہچے تو پادشاہ نے عبد المحمد کو حکم دیا کہ جاؤ بہت عزت و احترام سے استقبال کر کے لاؤ۔ عبد المحمد نے اپنی تمام فوج آراستہ کی اور دونوں لشکر بیرون شہر ملاقی ہوئے۔ عبد المحمد نے نیک نام خاں اور دوسرے امراء کو خلعت ہائے فاخرہ دئے اور بڑے تزک و احتشام سے عساکر قطب شاہیہ کو شہر میں لایا۔ پادشاہ خود دونوں لشکروں کا تماشہ دیکھنے کے لئے علی برج پر بر آمد تھا دونوں لشکر بطور مارچ پاسٹ کے پادشاہ ذی جاہ کے سامنے سے گزرے امرا مجرئی و آداب بجا لائے

پادشاہ نے عبدالمحمد کو حکم دیا کہ نیک نام خاں کو دربار میں حاضر کیا جائے اور بہت کچھ خلعت وانعامات دے کر سرفراز فرمایا۔

شرزہ خاں اور خواص خاں کا مقابلہ جے سنگھ سے ۱۶۶۶ء

اب دونوں لشکر راجہ جے سنگھ کے مقابلے پر چلے دو لشکر کیا تھے گویا دو بحر زخار تھے جنھوں نے غنیم کی کشتی طوفان زدہ کو گرداب بلا میں گھیر لیا تھا۔ عادل شاہ کی طرف عبدالمحمد۔ خواص خاں۔ شرزہ خاں۔ بہلول خاں۔ راجہ ایکوجی وغیرہ نام آور دلاور تھے۔ جے سنگھ کے پاس بھی کچھ کم فوج نہ تھی۔ ایک لاکھ اسّی ہزار مغل۔ افغان۔ قزلباش۔ راجپوت اور مرہٹے تھے یہاں تو یہ کچھ طیاریاں ہو رہی تھیں اُدھر اورنگ زیب مثل ماہی بے آب تڑپ رہا تھا۔ جے سنگھ کو بار بار لکھتا تھا کہ تم کیا کر رہے ہو تم نے اب تک کچھ بھی نہ کیا جب سنتا ہوں شکست کی ہی خبر سنتا ہوں کیا میں نے تم کو اس بھروسے پر بھیجا تھا کیا تم کو خیال نہیں کہ ضَرْبُ الْغُلَامِ اِهَانَةُ الْمَوْلیٰ[1] تمھارے آثار سے مجھے اچھے نہیں معلوم ہوتے مجھے کیا منہ دکھاؤ گے۔ الغرض شاہ جی لشکر جرار لے کر سرحد عادل شاہی پر آن پونہچا۔ ادھر بھی فوج کا میمنہ۔ میسرہ تقسیم ہو گیا ایک طرف شرزہ خاں اور خواص خاں اور دوسری جانب بہلول خاں اور دوسرے امرائے نامدار۔ جب مغلوں کا لشکر عین شہر بیجاپور کے نزدیک آ گیا تو ان کو خبر ملی کہ قطب شاہیوں کا ایک بڑا لشکر بھی آن پونہچا ہے دانہ چارہ کی قلت پانی کی کشمکش سے فوج جاں بلب تھی ان کے ہوش وحواس پہلے ہی گم تھے کچھ کرتے دھرتے بن نہ پڑتی تھی آنے کو تو مقابلے پر آ گئے مگر ہمت آگے بڑھنے کی نہ پڑی گو کہ لشکر عادل شاہی سامنے آکر ڈٹ گیا تھا مگر اُدھر سے کوئی میدان میں نہ آتا تھا کئی روز بالکل خاموشی ہی خاموشی رہی شرزہ خاں اور خواص خاں نے کہا کہ یہ لوگ تو بالکل گھنی سا دھ گئے ہیں کسی نہ کسی طرح ان کو کھدیڑ کے میدان جنگ میں باہر لانا چاہیے دونوں سوار ہو کر نکلے دیکھا تو پہاڑوں کی آڑ میں ان کا لشکر پڑا ہوا ہے جاسوسوں نے خبر دی کہ دانہ اور چارہ اور پانی کی قلت سے بارہ ہزار سواروں کا لشکر پہلے ہی جے سنگھ نے واپس کر دیا ہے اور وہ ابھی یہاں سے قریب ہی ہیں دور نہیں گئے ہیں کہ دونوں بہادر کچھ لشکر لے کر ان کے تعاقب کو پونا اور جنیر کی

---

[1] غلام کی مار عین مالک کی تذلیل ہے۔ ۱۲

کی طرف چلے ناگاہ راستہ میں ایک گھاٹی میں اُن کا نشان دکھائی دیا - دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا گوسے اور بان چلنے لگے اُدھر سے بھی مقابلہ ہوا اور بڑا کشت وخون ہوا - سارا میدان نعشوں سے پٹ گیا - اب تلوار چلنے لگی ہزاروں سوار گھوڑوں پر سے گر گر کر زمین میں خاک وخون میں لوٹنے لگے سن بعد دست بدست کی نوبت آئی مغلوں کا جب فیصلہ ہوگیا تو مرہٹوں اور راجپوتوں سے مقابلہ ہوا - جادوراؤ اور کیسر سنگ مارے گئے - مغلوں کے لشکر تاب مقاومت نہ لاسکا اور بے طور بھاگا - علی عادل شاہ کو جب اس فتح کی خبر پہونچی سجدۂ شکر بارگاہ ایزدی میں ادا کیا -

نواب بہلول خاں اور راجہ جے سنگھ کا مقابلہ شرزہ خاں کی مرگ مفاجات

جے سنگھ ناکامیاب ہوکر اپنی سرحد میں جا بیٹھا - عادل شاہی امرا متردد تھے کہ کس طور پر اسے میدان میں لائیں مگر اُس نے کروٹ نہ لی - لیکن اس مہلت میں لشکر عادل شاہی اور قطب شاہی دونوں نے جنگ کی طیاریاں اچھی طرح کیں - سید الیاس المخاطب بہ شرزہ خاں - خواص خاں ایک طرف اور بہلول خاں اور دوسرے امرا دوسری طرف - نیک نام خاں الگ بہلول خاں جو قلب لشکر میں تھا پہلے اُس نے غنیم سے مقابلہ کیا - اور فتح پائی - بعد شرزہ خاں اور خواص خاں میدان میں آیا مگر جے سنگھ کا لشکر نہ نکلا پر نہ نکلا آخر کار دونوں سردار گھوڑوں پر سوار برابر چلے آتے تھے راستے میں جہاں جھاڑی واڑی آجاتی تھی کھٹ جاتے تھے اتفاقاً ایک جگہ تنگ راستہ آگیا اور دونوں لشکر الگ الگ ہوگئے اور شرزہ خاں ایک طرف جارہا تھا کہ اتفاقاً ایک چھوٹی سی ٹکڑی غنیم کی نظر پڑی - شرزہ خاں کا چھوٹا لڑکا اُن پر جا پڑا اور تلوار چلنے لگی لیکن غنیم کی ٹکڑی نے کم سن بچے کو گھیر لیا وہ وہاں سے چلّایا شرزہ خاں بیٹے کی چیخ پکار سنتے ہی بے قابو ہوگیا اور گھوڑے کو ڈپٹا کر پونہچا اور آناً فاناً میں اُن کو بھگا دیا اور اپنے کیمپ کو شاداں وفرحاں چلا آرہا تھا کہ ناگاہ گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور شرزہ خاں زمین پر آرہا اور گرتے ہی مرگیا - ہر شخص عالم تحیر میں رہ گیا - چلے روزی بہانے موت - دنیا میں موت ہی ایک ایسی چیز ہے جس کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں ہے ؎

نہ زخم ظاہر ونے قاتلش ہویدا شد اجل چگونہ رسید از کجاش پیدا شد

خواص خاں نے جب شرزہ خاں کے دفعتہً انتقال کی خبر سنی تو ایک کہرام مچ گیا - اور سارے لشکر میں سنسنی پھیل گئی کہ ایسے وقت میں ایسے نامور بہادر کی موت ایک صدمۂ عظیم اور ناقابل تلافی نقصان تھا - شرزہ خاں کی تجہیز و تکفین کے بعد اس کے دونوں لڑکے سید مخدوم اور سید حبیب جو مصداق ۵۷ الولد سرٌّ لابیہٖ تھے پادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے - پادشاہ کو شرزہ خاں جیسے وفادار اور بہادر امیر کی وفات کا سخت صدمہ ہوا دونوں لڑکوں کو خطاب شرزہ خانی اور مناصب آبائی سرفراز ہوئے اور پادشاہ اُن کی پرورش باپ سے بہتر کرنے لگا -

جے سنگہ کی عادل شاہیوں سے اخیر لڑائی ۱۰۷۶ھ

جے سنگہ اس قدر دل شکستہ ہو گیا کہ کبھی کا دہلی کو چلا گیا ہوتا مگر ڈر یہ تھا کہ کیا منہ لے کر جاؤں ناچار ایک کونے میں جا بیٹھا تھا - جے سنگہ کی بڑی خوش نصیبی تھی کہ اُس کا بڑا حریف شرزہ خاں چل بسا جس سے جے سنگہ کے قالب مردہ میں جان تازہ آگئی اور مصمم ارادہ از سر نو جنگ کا کر لیا لیکن امرا نے مخالفت کی اور کہا کہ کس خواب خرگوش میں ہو ایک شرزہ خاں مر گیا تو مر گیا وہاں ایسے بیس موجود ہیں - اب تک جو ہماری ذلت ہوئی ہے کیا وہ کافی نہیں ہے، ہم آگے قدم کس طرح بڑھا سکتے ہیں نہ چارہ ہے نہ پانی کیا وہاں جا کر جان دیں ہم اسی کو غنیمت سمجھتے ہیں کہ اُن لوگوں نے ہمارا پیچھا نہ کیا اور ہم یہاں ٹھکانے سے بیٹھے تو ہیں ورنہ خدا جانے کیا گت بنتی لیکن جے سنگہ نے نہ مانا اور چند لوگوں کو انعام و اکرام دے کر اپنا ہم خیال کر لیا - ادھر عبدالمحمد بھی اپنی فوج طیار کرنے لگا نصف لشکر بہلول خاں کے سپرد ہوا - اور نصف خواص خاں کے جے سنگہ کے لشکر کا پہلے بہلول خاں سے مقابلہ ہوا - جے سنگہ نے توپ خانہ لگا دیا اور ایسی گھمسان لڑائی ہوئی کہ ہزاروں آدمی طرفین کے مارے گئے - مغل - قزلباش - راجپوت مرہٹے ایسے رہاسے تھے کہ کچھ اٹھا نہ رکھا - مگر مقابلہ بھی زبردست سے تھا اِدھر بھی شجاعت اور دلیری کی کچھ کمی نہ تھی ایک ایک رستم دوراں تھا ہنوز کچھ تصفیہ نہ ہوا تھا کہ خواص خاں اپنی فوج لے کر پہنچا اور رہا سہا کام تمام کر دیا - مغلوں کے لشکر میں بھاگڑ پڑ گئی - خواص خاں نے کہا کہ اس سے کیا فائدہ اصل کو ہی لو - جے سنگہ کے خیام گاہ کی طرف رخ کیا - جے سنگہ نے

۵۷ باپ پوت پتا پر گھوڑا بہت نہیں تو تھوڑا تھوڑا یعنی جیسا باپ ہوتا ہے ویسا ہی بیٹا بھی ہوتا ہے - ۱۲

جب سُنا کہ خواص خاں اُس کے خون کا پیاسا جھپٹا چلا آرہا ہے تو لشکر چھوڑ چھاڑ بیک بینی و دو گوش جان بچا کر نکل بھاگا اُس کا نکلنا تھا کہ ہو کا میدان ہوگیا۔ اگر رہ گئے تو مردوں کی نعشیں اور مال و اسباب بے شمار۔ اب فتح کے متعلق کیا اس کہنے کی ضرورت ہے کہ کس کی ہوئی۔ خلاصہ یہ کہ راجہ جے سنگھ بہادر ۱۰۷۵ھ میں دکن میں تشریف لائے اور ۱۰۷۷ھ میں اس ذلت و خواری سے ہندوستان کو واپس تشریف لے گئے۔

سیواجی کا اورنگ زیب کے پاس جانا اور پھر دکن میں آکر از سرِ نو شورش بپا کرنا ۔ ۱۶۷۴ء

سیواجی کے شر و فتن کا مفصل حال ہم لکھ چکے ہیں۔ اِن ہی کے دم قدم کی برکت تھی جو پادشاہ دہلی اور عادل شاہیوں کو لڑا کر آپ تماشہ دیکھتا تھا۔ دو کی لڑائی میں تیسرے کا فائدہ۔ جے سنگھ نے وعدہ کیا تھا کہ پادشاہ دہلی سے منصب پنج ہزاری دلواؤں گا اس بھرّے میں آگیا اور عادل شاہ کو تنا دق کیا کہ در حقیقت سلطنت عادل شاہیہ کو بیخ و بنیاد سے ہلا دیا۔ جے سنگھ نے اورنگ زیب کو لکھا کہ سیواجی ملک دکن کی کنجی ہے اگر وہ ہمارے قابو میں آجائے تو یہ سمجھنا چاہیئے کہ ہم نے یقیناً ملک دکن لے لیا اورنگ زیب نے جے سنگھ کی سفارش قبول کی اور سیواجی کو طلب فرمایا۔ سیواجی ایسا کم عقل نہ تھا کہ معرض ہلاکت میں جاتا مگر بے طور پھنس گیا تھا۔ نہ پائے رفتن و نہ جائے ماندن۔ باول ناخواستہ پادشاہ کی دعوت قبول کرنی پڑی۔ اپنے بیٹے سنبھا جی سمیت دہلی گیا اور پادشاہ نے اگرچہ دربار میں اس کی بڑی عزت اور احترام کیا اور بہت کچھ تشفی خاطر اور دلجوئی کی اور منصب پنج ہزاری باپ بیٹے دونوں کو سرفراز فرمایا۔ لیکن پھر بھی پادشاہ کے دل میں غبار تھا رُکا رُکا رہا۔ سیواجی بڑا عالی دماغ شخص تھا پہلے ہی دربار میں کھٹک گیا اور اُس کو اورنگ زیب کا یہ طرز سخت ناگوار گزرا کہ بیٹھنے تک کی اجازت نہ دی اس غصے میں پھر دوبارہ دربار میں نہ گیا۔ اورنگ زیب بھی سیواجی سے کسی طرح کم نہ تھا۔ سانپ اور نیولے کی لڑائی تھی۔ دونوں اپنی اپنی جگہ ہوشیار۔ سیواجی کے دوبارہ دربار میں نہ آنے سے اورنگ زیب تاڑ گیا کہ دال میں کچھ کالا ہے۔ سیواجی کی نقل و حرکت پر خفیہ نگرانی کرنے لگا۔ سیواجی نے جے سنگھ کو پادشاہ کے طرز عمل کی شکایت لکھی جس کا اُلٹا اثر یہ ہوا کہ باپ بیٹے نظر بند کر دیے گئے

سیواجی سمجھ گیا کہ ہماری جان کی خیر نہیں ہے۔ سیواجی کا قید کر لینا کچھ آسان کام نہ تھا۔ اور قید سے نکل جانا سیواجی کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ کیسی نظر بندی اور کہاں کی قید خدا جانے کہ کس بلا کا آدمی تھا اپنے بیٹے کو ساتھ لے تنہا دہلی سے بیک بینی دو گوش نکل کھڑا ہوا اور معمولی راستے سے کترا کر ٹیڑھی میڑھی راہ سے دکن پہنچ گیا۔ جیسی کچھ توقعات اورنگ زیب کو جے سنگھ سے تھیں وہ سب غلط نکلیں۔ بادشاہ نے دہلی کے ایک مشہور نامی گرامی امیر بہادر خاں کو کلتاش کو دکن کا صوبہ دار مقرر کر کے بھیجا اور جے سنگھ کو واپس طلب کر لیا۔ جے سنگھ شکست خوردہ سخت ندامت و انفعال سے کشاں کشاں دہلی آرہا تھا کہ ادھر سے جاتا ہوا سیواجی رستے میں ملا۔ بہادر خاں دکن میں پہنچ کر اپنے قدم ابھی جمانے بھی نہ پایا تھا کہ سیواجی نے سرزمین دکن پر قدم دھرتے ہی ایک زلزلہ ڈال دیا۔ نہ صرف چند دنوں میں اپنے قلعوں کو پھر لے لیا بلکہ مغلوں کے مقبوضہ قلعوں کو بھی داب لیا۔

علی عادل شاہ کی اورنگ زیب اور سیواجی دونوں سے مصالحت

علی عادل شاہ اس آئے دن کی لڑائیوں ملک کی تباہی اور بربادی سے تنگ آگیا ناچار اُس نے مصلحت اسی میں دیکھی کہ بادشاہ دہلی سے صلح کی جائے کہ کسی طرح جھگڑا تو مٹے۔ خراج کی رقم بروقت ادا نہ ہو سکی اور بقایا بڑھتا چلا جا رہا تھا اور اسی عذر پر اورنگ زیب کو بار بار چڑھائی کرنے کا موقع ملتا تھا۔ پھر دوبارہ دونوں میں ایک صلح نامہ ہوا۔ جس کی رو سے سلطنت بیجاپور کا بہت بڑا ملک جو شمال میں واقع تھا نکل گیا اور اُسی کے ساتھ قلعہ شولاپور بھی گیا۔ سیواجی سے بھی صلح ہو گئی۔ سیواجی سختی سے چوتھ کا مطالبہ کر رہا تھا مرتا کیا نہ کرتا تین لاکھ روپیہ دے کر اُس کی جابرانہ لوٹ مار کا سد باب کیا گیا۔

علی عادل شاہ کے ذاتی حالات

علی عادل شاہ بادشاہ دادگستر منصف مزاج رعیت پرور اور سپاہ نواز تھا۔ علماء۔ فضلاء اور اہل کمال کی بڑی قدر کرتا تھا۔ نصیب یاور تھا ہمیشہ مظفر و منصور رہتا تھا چنانچہ راجہ جے سنگھ جیسے مشہور جنرل کے مقابلے میں فتح یاب رہا۔ شجاعت اور سخاوت کی صفات حسنہ کا منبع تھا۔ نہایت خوش مزاج اور رنگین طبع تھا لطیفہ گو اور بذلہ سنج اور خوش گفتار تھا۔ شعر شاعری کا بھی مذاق سلیم رکھتا تھا۔ اس کے

زمانے میں چند سخن دان پارسی بھی موجود تھے۔ دکھنی زبان میں اکثر کلام کہتا تھا۔ بمصداق اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِہِمْ گھر گھر شاعری کا چرچا تھا۔ خاکِ بیجاپور سے بھی بہت سے شاعر پیدا ہوئے ہیں۔ جن میں سے ایک ملا نصرتی ہیں جو ملک الشعراء کے بلند پایہ پر پہونچ گئے تھے۔ گلشن عشق داستان تعشق مظہر کنور با مدمالتی اسی کی طبع رسا کی جودت کا نمونہ ہے علی نامہ جو فتوحات زمان عہد علی عادل شاہ کا کارنامہ ہے وہ بھی اسی کا لکھا ہوا ہے اس کے علاوہ قصائد اور ایک دیوان بھی ہے۔ اگرچہ اُس زمانے کی اُردو پر آج لوگ ہنستے ہیں لیکن جو زبان جس وقت میں مروج تھی اُس کے لحاظ سے دیکھنا چاہیئے اور جو لوگ قدر شناس سخن ہیں وہ اِن کی معرکہ بندی۔ طرز بیان کے معترف ہوں گے۔ یہ شخص خاقانی مشہور شاعر زبان فارسی کا ہم پلہ تھا۔ چہ شد کہ بعضے دشمناں حاسد خود فراموشاں عیب جوے ایں عصر کہ در ضیق زنداں قفشہ و صورت محبوس اند طعن رکاکت زبان و دناءت لغت برا و ثابت کردہ نا مقبول گردانیدہ اند و او خود بیشتر ازیں حال بے انصافی و ہنر پوشی ایں قوم خبر دادہ و جواب تخطیۂ ایشاں باز گفتہ است در جائے کہ گفتہ است ؎[1]

خریدار کون خوب سودے سے کام
اچھے کو

نہ دکاں کا دیکھنا سقف و بام

ولہ

مضامین سوں جا بجا بات بول
سے

دکھایا سکت فیض کا حق کے کھول
طاقت

یکک فن میں کی سحر کی بہت چھند
ایک ایک / بات

خبیثاں کی جیباں کو کینا ہوں بند
خبیثوں / جیبوں / کیا

کہا ہوں سخن مختصر بے گماں

کہ یو شاہ نامہ دکن کا تو جان
یہ

حقیقت میں جو ہووین کوتہ نظر

زباں پر رکھیں عیب سٹ سب ہنر
ہٹا

کہ ہر اک زباں حضرتِ غیب داں

سکھایا سب آدم کو تھے سو نہاں

---

[1] ساری خدائی اپنے بادشاہ کی روش پر چلنے لگتی ہے حتی کہ ع
ہر عیب کہ سلطاں بپسندد ہنر است

ہوے تس پہ جو نسل آدم کی اصل ‏ ‏ کلاماں انھیں کے ہوئی فصل فصل

کلام ان کے جدا جدا

انوہیں جو تھے شہر کے اوستاد ‏ ‏ گیا وہ زمانہ رہے شعر یاد

ان

سخن بن نزاکت کے نادیکھ بھول ‏ ‏ کہ خوش باس سوں قدر پاتا ہی پھول

خوشبو سے

نہ کہتا ہوں میں بے وقوفوں کی بات ‏ ‏ نہ کم ہو مثالیں تو حاسد نے ہات

وسے جو سخنداں ہیں صاحب تمیز ‏ ‏ کہ ریجھ اس ہنر کو رکھیں نت عزیز

پسند یدگی ‏ ‏ ہمیشہ

نظارے میں عارف نظر باز کوں ‏ ‏ وسیں ہر طرف تیری قدرت کا موں

کو ‏ ‏ دکھلائی دے ‏ ‏ منہ

سکت تجھ ہی دریا کوئی ماٹی میں داب ‏ ‏ یوں وہ پر نہ پایا کلکن[۵] کا حباب

سبھوں کا سجھ تھک رہا ہی بیاں ‏ ‏ کہ یک بڑ بڑے میں بسایا جہاں

بلبلے

دیکھت مکھ پہ حضرت کے اَت آب و تاب ‏ ‏ لکھا اس نے چشمۂ آفتاب

مسیحا کے گھر کا چراغ اس پچھان ‏ ‏ پھر اس کا اسی پر رکھا بادبان

اس کو پہچان

نقل ہی کہ ایک دن بادشاہ محل خاص میں سیر کر رہا تھا فوارہ مثل درخت کے جھوٹ رہا تھا اور پانی کے قطرے موتی معلوم دیتے تھے بادشاہ نے یہہ مصرعہ ارشاد کیا ع۔

---

[۵] - اس لفظ کے معنے سمجھ میں نہیں آتے ۔ بعض اشعار ناموزوں بھی ہیں جس کو میں شاعر کی طرف منسوب نہیں کر سکتا بلکہ ناقل کی طرف کیوں کہ کتابت کی غلطی زیادہ تر قرین قیاس ہی -۱۲-

اُپرا سو یو فوارہ پانی پے کیا چھل ہے
اُبھرا یہ صاف

ملّا نصرتی نے فی البدیہ کہا ع تجھ شہ اُپر اُڑا نے کا ایک مورچھل ہے۔ ملا نصرتی کے اشعار ذیل اسپ برق رفتار کی شان میں کہے ہیں ؎

نہ ہو رخش کا نقش سنگ میں بحال | اگر من میں چابک کا گزرے خیال
وصل کا کی ہے سوں لک الف | کرے طی زمیں تام جانے میں جھال
دل

ایک اور شاعر ہندی ہاشمی تھے۔ جن کو حضرت سید ہاشم قدس سرّہ سے حسن عقیدت تھی اور اُن کے ہی فیض سے زبان شیریں اور کلام برجستہ کی برکت ملی تھی۔ اِسی نے یوسف زلیخا کا قصہ اُردو میں نظم کیا ہے اور دیوان بھی ہے۔ اگرچہ مادر زاد نابینا تھا مگر چشم بصیرت وا تھی۔ ایک روز پادشاہ محل میں براجمان تھا۔ ہاشمی کو بلوایا۔ ہاشمی نے جاتے ہی اشعار آبدار شکل و شمائل محلات اور رنگ و لباس کے ایسے برجستہ پڑھے کہ بیگمات نے سمجھا کہ یہ اندھا نہیں ہے بلکہ ہم کو دیکھ رہا ہے اور بیگمات فوراً پردے میں ہٹ گئیں۔ یہ بات شعراء سے کچھ بعید نہیں کہ اُن کی قوت تخیل بہت قوی ہوتی ہے اور بعض وقت غیب کی باتیں بے ساختہ اُن کے مُنہ سے نکل جاتی ہیں اور پھر نابینا کی قوائے عقلی اور ادراکی بہت زبردست ہوتی ہیں۔ بصارت گم کرنے سے دوسری قوی اس نقصان کا بدل ہو جاتا ہے۔ نابیناؤں کی قوائے سماعت و شامہ و ادراک ازبس قوی ہوتی ہیں چنانچہ حیدر آباد ہی میں حکیم عبدالوہاب صاحب نابینا علاوہ ایک بڑے عالم و فاضل محدث و فقیہ ہونے کے طبیب حاذق بھی ہیں اور اُن کا ملکہ اس درجے بڑھا ہوا ہے کہ بیشتر نبض دیکھ کر مریض کے من و عن حالات بیان کر دیتے ہیں اور نہ صرف یہ بلکہ راقم کو خود تجربہ ہوا ہے کہ ایک عرصہ کے بعد میں گیا میری نبض دیکھی اور میرا ہاتھ دیکھتے ہی صرف نبض سے مجھے پہچان لیا۔ جو ایک غیر معمولی ملکہ قوت ادراک کا ہے۔ ایک مشہور شاعر مرزا نامی تھے جو سوائے نعت و مراثی کے کبھی کسی دوسرے قسم کا شعر نہ کہتے تھے۔ ایک دن عادل شاہ نے ان کی یاد کی اور فرمائش کی کہ مدح پادشاہ میں کچھ کہیں آپ نے کہا زبان میری حمد و نعت کے لئے مخصوص ہو چکی ہے اب میرے حکم میں نہیں رہی۔ پادشاہ نے بہت اصرار کیا تو دو ایک مرثیہ پادشاہ کی طرف سے

کہے اور تخلص پادشاہ کا ڈال دیا۔ مرزا کی حالت یہ تھی کہ مجلس میں بیٹھے بیٹھے مرثیہ کہہ دیتے تھے اور وہیں پڑھ بھی دیتے تھے۔ لوگ ازبس ان کے کلام کو پسند کرتے اور سننے کے مشتاق رہتے تھے۔ مجالس میں ان مرثیوں پر شور شیون و بکا برپا ہوتا تھا۔ ایک دن کسی مجلس میں میرزا کی زبان سے یہ مصرعہ بے اختیار نکلا ع

ولاں پھانکاں اناراں کر رکھو سینہ طبق میانے

لیکن مصرعۂ ثانی باوجود کوشش کے بھی بن نہ پڑا۔ اُسی دن عالم استغراق میں دیکھا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے مصرعۂ ثانی ارشاد فرمایا۔ ع

نبی آویں گے محشر کوں یو تحفہ کرے جاناں ہی

مرزا عاشق صادق رسول مقبول اور اہل بیت تھے آپ کی مقبولیت ہی کی وجہ تھی کہ آپ شب شہادت میں شہید ہوئے۔ کسی نابکار دشمن نے آپ کو جب آپ سحر کے وقت وضو کرنے گئے خنجر سے ہلاک کیا۔ بادشاہ نے حکم خاص دیا کہ تمام تعزیئے اور علم ابراہیم پور دروازے سے (جو اب فتح دروازے کے نام سے مشہور ہے) باہر جائیں اور اُسی کے ساتھ مرزا صاحب کی میت بھی رہے آپ حضرت مرتضیٰ قادری کی درگاہ میں مدفون ہوئے۔ علاوہ ان شعراء کے ابوالمعانی۔ ملاّ عبدالرزاق۔ رفعت۔ عبدالقادر۔ عبداللطیف۔ اویس۔ عبدالغنی اور بہت سے شعرائے ہندی اور نیز اہل ایران اور عجم کے بھی کئی شاعر موجود تھے۔

علی عادل شاہ ثانی کی وفات ۱۰۸۳ھ ۱۶۷۲ء

علی عادل شاہ بہت عیاش تھا اس لئے کچھ ادویۂ مقوی استعمال کرتا تھا جس کے سبب سے مزاج میں ایسی غیر معمولی حدّت ہو گئی تھی کہ کسی طرح پیاس نہ بجھتی تھی۔ بار بار ٹھنڈا پانی پیتا رہتا تھا۔ ۴ ربیع الاول کو مظفر خاں کے لئے جو بدنور کی مہم سے مظفر و منصور آ رہا تھا پادشاہ خدیجہ پور تک استقبال کو گیا راستے میں سر دھوا گئی طبیعت کسل مند ہو گئی واپس آ کر بے ہوش ہو گیا دوسرے دن ذرا ہوش آیا اور نصف جسم پر فالج گر کر بے حس و حرکت ہو گیا۔ عبدالمجید اور خواص خاں خبر سن کر دوڑے آئے اور دفعتہً یہ حالت دیکھ کر نہایت مغموم ہوئے اور دیکھ بھال کر گھر چلے گئے۔ مظفر خاں مرزا علی۔ محب علی۔ دھرماجی پنڈت جو ملازم خاص خلوت سرا کے تھے حاضر باش رہے۔ دروازے

شہر کے بند کر دئے گئے صرف چند کھڑکیاں کھلی رہیں حکیم شمس الدین خاں معالج تھے۔ تین چار دن کے بعد پادشاہ کو ہوش آیا۔ اگرچہ طبیعت درست نہ تھی مگر عبد المحمد اور خواص خاں آکر روزانہ حکم احکام لے جاتے تھے اور بعض حضوری لوگ باریاب بھی ہوتے تھے۔ امرا میں آپس میں کھلبلی مچی ہوئی تھی دیانت راؤ عبد المحمد سے ملا ہوا تھا اور مرزا یوسف خاں خواص خاں کا طرف دار تھا اور دھرماجی پنڈت اپنی گھس پیٹ کی فکر میں تھا۔ پادشاہ جانتا تھا کہ عبد المحمد کے مقابلے میں کوئی ایک شخص بھی نہ تھا متواتر بارہ سال پہلے وہ کاروبار سلطنت کا بلا شرکت کرتا تھا سیواجی۔ بہلول خاں۔ عبد الکریم سب اُس کے پارٹی کے لوگ تھے۔ پادشاہ کو معلوم تھا کہ وہ اس مرض سے جاں بر نہ ہوگا اُس نے عبد المحمد سے کہا مغل اور سیواجی دونوں میرے بغلی دشمن تاک میں لگے بیٹھے ہیں خدا جانے میری بعد کیا کچھ خرابی پڑے اس لئے مناسب یہہ ہے کہ میری حیات ہی میں شاہزادہ کو تخت پر بیٹھلا دو اور تم مہام سلطنت بدستور انجام دیتے رہو لیکن عبد المحمد کو یہ منظور نہ تھا وہ ٹالتا رہا جب بادشاہ نے بہت اصرار کیا تو خواص خاں کو حکم دیا کہ شاہزادے کو تخت پر بیٹھلا کر تم خود کام کرو اور قلعۂ شاہ ورگ۔ گلبرگہ اور سگرے کر مغلوں کی روک تھام کا انتظام کرو۔ اور اسی طرح عبد الکریم خاں اور بہلول خاں کو مرج اور پنالہ میں متعین کیا اور سیواجی کے پیچھے لگا دیا اور مظفر خاں کو بدنور دیا اور اپنے واسطے یہ تجویز کی خواص خاں کو امور اہم میں صلاح مشورہ دیا کروں گا۔ پادشاہ کا مزاج روز بروز بگڑنے لگا اور مرنے سے پیشتر برابر پندرہ دن سے پادشاہ بے ہوش رہا۔ مرزا یوسف خاں نے پادشاہ کے پلنگ کی پٹی نہ چھوڑی۔ رات دن وہیں رہتا تھا خواص خاں کام چلا رہا تھا کہ تیرھویں شعبان ۱۰۸۳ھ اتوار کے دن پانچ بجے صبح کے پادشاہ دنیا سے رخصت ہوا۔ قاضی نور اللہ۔ شاہ ابراہیم۔ علی محب خاں۔ میر نعمت اللہ۔ ملک مسعود ملک اکبر وغیرہ۔ میر علی رضا وغیرہ فضلاء نے تجہیز و تکفین کی اور شاہ پیٹ کے اُسی مقبرے میں جو پادشاہ بنوا رہا تھا اور ناتمام رہا دفن کیا جہاں پادشاہ کی بی بی اور خاندان شاہی کے اور چند لوگوں کی قبریں بھی ہیں۔ عمر شریف پینتیس سال۔ مدت سلطنت سولھا برس سات مہینے تھی۔ قطعۂ تاریخ وفات یہہ ہے

پادشہ دیں پناہ خسرو عادل علی | تخت نشین جہاں گشت ز تخت جہاں
جان و دل سوستاں ز آتش ہجرش بسوخت | در دہن مرد و زن شعلہ صفت شد زباں
سال وفاتش بگفت از سر الہام غیب | پادشہ دیں علی کرد وطن بر جناں

مشہور تاریخی واقعات و عمارات

حسینی محل اور مسجد سنہ ۱۰۶۶ھ - بنائے علی محل سنہ ۱۰۸۲ھ - فتح قلعہ جنجی بسعی ملا احمد سنہ ۱۰۶۹ھ فتح قلعہ پنالہ - قلعہ پریندہ پر مغلوں کا قبضہ - والدہ پادشاہ حضرت بڑی صاحبہ کا سفر حجاز سنہ ۱۰۷۱ھ فتح قلعہ جات رائچور - ادھونی - کرنول - وفات سدّی جوہر صلابت خاں - بنائے عرش محل سنہ ۱۰۷۲ھ - بنائے تین پیٹ - راجہ ملیبار سے جنگ سنہ ۱۰۷۳ھ - تولد شاہزادہ حسین و وفات عبدالرحیم بہلول خاں سنہ ۱۰۷۵ھ تولد شاہزادہ سکندر و وفات اخلاص خاں سنہ ۱۰۸۰ھ - وفات ابراہیم خاں سنہ ۱۰۸۱ھ -

نواں باب

سلطان سکندر ۱۶۷۲ء تا ۱۶۸۶ء

زہے شہ سکندر ز فضل خدا	خداوند دیہیم و افسر شدہ
ہمائے ہمایوں بروز سعید	فرید جہاں سایہ گستر شدہ
بر اورنگ شاہی چو بنشست شاہ	صدائے کرم از فلک بر شدہ
ہمیں گفت سال جلوسش او ہمیں	جہاں گیر سلطان سکندر شدہ

۱۰۸۳ھ

تخت نشینی ۱۰۸۳ھ / ۱۶۷۲ء

خواص خاں نے شاہزادہ سکندر کو جس کی عمر کا پانچواں سال شروع تھا ۱۳ شعبان ۱۰۸۳ھ کو تخت پر بٹھلایا۔ شخصی سلطنتوں میں جب کبھی ملک کی بدنصیبی سے پادشاہ کمسن ہوا اور حکومت کی باگ ناتجربہ کار اور خود غرض لوگوں کے ہاتھ میں رہے تو سخت جھگڑے پڑ جاتے ہیں۔ عبدالمحمد جیسے دیرینہ تجربہ کار کا وزارت سے الگ ہو جانا ہی ایک بڑی بدبختی تھی۔ تاریخ بیجاپور میں یہ زمانہ نہایت پرخطر اور بڑا نازک تھا اِدھر بادشاہ کمسن اُدھر ایک طرف اورنگ زیب کا دہانا بیٹھا ہوا اور دوسری طرف سیواجی جیسا بغلی دشمن تاک میں لگا ہوا چوطرف ملک کو لوٹ مار سے تہ و بالا کر رہا تھا۔ سلطنت کا سارا کاروبار خواص خاں کے ہاتھ میں تھا جو اُسی دغاباز خان محمد کا بیٹا تھا جو مکہ دروازہ پر مارا گیا۔ خواص خاں کا ریجنٹ ہونا تھا کہ سارے شہر میں ایک کھلبلی مچ گئی اور امراء اور ارکین سلطنت کی باہمی خانہ جنگیوں نے سارے ملک میں تزلزل ڈال دیا اور تھوڑا تھوڑا کر کے ملک ہاتھ سے نکلتا گیا۔ سیواجی کو اچھا موقع ملا اُس نے قلعہ پنالہ پر قبضہ کر لیا اور چاروں طرف یورش کرنے لگا۔

سیواجی سے پہلی لڑائی زمیران پر سنہ ۱۰۸۳ھ ۱۶۷۲ء

خواص خاں نے سیواجی کے مقابلے کے لئے بہلول خاں کو روانہ کیا کہ پنالہ کے قریب جاکر مقابلہ کرے۔ بہلول خاں جب قریب پونہچا تو سیواجی دس ہزار سواروں کو لے کر مقابلے پر آیا اور زور شور سے لڑائی ہونے لگی دونوں طرف کے لوگ کثرت سے مارے گئے ادھر کے ملّا عثمان اور ملّا منصور دونوں قتل ہوئے لیکن غلبہ عادل شاہیوں کو رہا۔ سیواجی کا لشکر منتشر ہوگیا۔ بہلول خاں پلٹ کر تیکوٹہ آیا وہاں سے اور امداد لے کر پھر غنیم کی طرف بڑھا۔ سیواجی اپنے سرداروں سے سخت برہم ہوا کہ تمھاری غفلت سے مسلمان بازی لے گئے جب اُن کا بچا کھچا لشکر چلا تو تم تو بہت لوگ تھے کیوں اُن کا تعاقب نہیں کیا اس عرصہ میں سیواجی نے آن کر بہت مجروح اور نیم جانوں کو ایک ویران احاطے میں ڈال کر زندہ جلادیا۔

سیواجی کا مہاراجہ کا خطاب لینا اور صاحبان انگریز کو بمبئی فیکٹری بنانے کی اجازت دینا سنہ ۱۶۷۴ء

سیواجی کے قدم اب ہر طرح جم گئے تھے ایسی چھوٹی موٹی جھڑپ کی وہ پروا بھی نہ کرتا تھا۔ سنہ ۱۶۷۴ء میں اس نے "مہاراجہ" کا خطاب لیا اور انگریزوں سے بمبئی کی فیکٹری (کارخانہ) کے متعلق اُس نے اپنے نام سے عہد نامہ کیا اور صاحبان انگریز نے بھی اُسے مہاراجہ تسلیم کیا۔

خواص خاں کا مغلوں سے از سر نو صلح کرنا

ناظرین پر مخفی نہیں ہے کہ بادشاہان مغلیہ مدت سے ملک دکن کی تسخیر کا بیڑا اُٹھائے ہوئے تھے کتنے سردار اور کتنے شاہزادے اسی میں مر کھپ گئے لیکن فضل خدا شامل حال تھا کہ ایسے زبردست غنیم سے بھی آج تک یہ ملکت سر برہوتی چلی آئی اور بڑی بڑی معرکۃ الآرا لڑائیوں میں مغلوں کو نیچا دکھایا سکندر بادشاہ بالکل بچہ تھا وہ بے چارہ دنیا کی اونچ نیچ کو کیا جانے اُس کو دوست دشمن میں تمیز نہ تھی۔ پچھلے کار آزمودہ لوگ ایک ایک کر کے چھنٹ گئے تھے اُدھر مغلوں کے پاس ایک سے ایک بڑھ کر عقیل و فہیم موجود تھے جنھوں نے ساری عمر میدان جنگ میں کاٹی تھی اورنگ زیب نے مرزا راجہ جے سنگھ کو دکن سے بلاکر "خان جہاں" کا خطاب دے کر دوبارہ ملک دکن پر متعین کیا تھا اِن وجوہ سے سلطنت عادل شاہی ایسی نظروں سے گر گئی کہ بار بار

راجہ کے نام حکم آتا تھا کہ بلدۂ بیجاپور پر قبضہ کرو۔ اورنگ زیب کے بار بار کے تقاضوں سے
مجبور ہو کر راجہ جے سنگھ دولت آباد سے چل کر بہادر گڑھ عرف پیڑگاؤں میں پہنچ گیا اور
جنگ کی طیاریاں کرنے لگا اور بیجاپور کے پاس ہی نورس پور میں مع ملک برخوردار نامی مغلوں
کے ایک مشہور سردار کے آکر بیٹھ گیا۔ بیجاپور کے لوگ گھبرا گئے اور خواص خاں نے سب کی
صلاح سے حکیم شمس الدین کو جو اندھوں میں کانا راجہ تھا بیچ میں ڈالا کہ کسی طرح صلح کرلی جائے
حکیم جی سے خواجہ محمد امین کشمیری سے دوستی تھی جو نواب بہادر خاں کا خانساماں اور معتمد
علیہ تھا اسی کے ذریعے سے خواص خاں کے روابط نواب بہادر خاں سے بڑھ گئے۔ خواص خاں
درپردہ مغلوں سے مل گیا اور شہر بیجاپور حوالہ کردینے کا وعدہ کرلیا اور اس پر یہ طرہ مزید براں
ہوا کہ علی عادل شاہ کی بہن شہربانو بیگم عرف پادشاہ بی بی کو اورنگ زیب کے صاحبزادے
سے منسوب کرنے کا بھی قول قرار کرلیا مگر جے سنگھ نے خواص خاں کے ذمے سیواجی کے
مستاصل کرنے کی بڑی شرط لگادی۔ اورنگ زیب نے سکندر کے ساتھ یہ بڑی رعایت کی کہ
پیشکش سالانہ معاف کردیا اور سکندر کو سلطان کا خطاب بھی دے دیا۔ جب یہ شرائط طے
ہوگئے اور قول و قرار پکے ہوگئے تو بہادر خاں نے عالمگیر کے سب شرائط منظور کرلیے
اور اورنگ زیب نے خواص خاں کو خطاب نوازش خانی اور خلعت سے سرفراز کیا اور کچھ دنوں کے
لئے یہ فساد دب گیا اور کاروبار مملکت کا درستی سے چلنے لگے۔

صلح میں کھنڈت حکیم شمس الدین کی سعی سے مصالحت تو ہوگئی لیکن لوگوں نے
کہا کہ اس صلح کا سہرا حکیم جی کے سر رہے گا لہذا رخنہ اندازی شروع کی۔ حکیم جی کے بھائی میر باقر
کو بھڑکایا اس نے خواص خاں کو اُلٹی سیدھی پٹی پڑھا کر برہم کردیا جس کے سبب سے خواص خاں
نے حکیم شمس الدین میر باقر اور جعفر خاں تینوں کو معزول کردیا اور شام راؤ کے ذریعہ سے بات
چیت ہونے لگی۔ افغانوں نے اپنی تنخواہ کے لئے بلوہ مچا رکھا تھا خواص خاں نے شام راؤ
کے ذریعہ سے بہادر خاں کو کہلا بھیجا۔ بہادر خاں نے دیکھا کہ خواص خاں عجیب متلون المزاج
ہے کہ حکیم شمس الدین جیسے تجربہ کار شخص کو بلاوجہ ہٹا کر ایک معمولی برہمن کو اس اہم کام پر
مقرر کیا۔ بہادر خاں ناراض ہوگیا اور شام راؤ کی جانب بالکل ملتفت نہ ہوا۔

سیواجی کا بہادر خاں کو دھوکا دینا ۱۰۸۶ھ

سیواجی نے پانچ محل کی تسخیر کے لئے لشکر بھیج دیا تھا اور خود پھونڈہ کا محاصرہ کر لیا تھا۔ سیواجی کو تردد ہوا مبادا بہادر خاں کہیں ان فتوحات کی خبر پاکر ادھر نہ اُلٹ پڑے حکمت عملی سے اُس کے ہموار کرنے کی سلسلہ جنبانی کرنے لگا کہ اگر میرا قصور معاف کر دیا جائے اور مجھے دکن کی مہم سپرد کی جائے اور میرے لڑکے کا منصب برقرار رکھا جائے تو جو قلعے میرے قبضے میں ہیں اور جو جے سنگھ کو میں دے چکا ہوں سب کے سب آپ کے تفویض کر دیتا ہوں بہادر خاں اس پیغام سے خوش ہو گیا اور دہلی کو لکھ کر فرمان خوشنودی منگا دیا اور پادشاہ بھی بہادر خاں کی کارگزاری سے خوش ہوا اور ظفر جنگ کوکلتاش کا خطاب برقرار کیا اور بہادر خاں اور سعید خاں دو شخصوں کو بھیج دیا۔ سیواجی مطمئن ہو گیا اور پھونڈہ اور اُس طرف کے دیگر مقامات فتح کر لئے اور پندرہ بیس ہزار ہن کے مقدار میں رسد بھی جمع کر لی اور جب ہر طرح مطمئن ہو گیا تو سعید خاں کے سر چڑھ کر جا کر کہا کہ بہادر خاں کو میں کیا سمجھتا ہوں مجھے کیا ضرورت کہ اُس کے توسط سے صلح کروں اگر بہادر خاں کا ایسا خیال ہے تو خیال خام ہے۔ بہادر خاں نے جب سیواجی کی یہ ہرزہ درائی سنی تو حیران رہ گیا کہ یا بہ آن شورا شوری یا بہ این بے نمکی اور ڈرا کہ اگر پادشاہ کے کان تک یہ بات پہنچی تو پادشاہ سمجھے گا کہ میں نے اپنی طرف سے سعی و سفارش کی تھی اور دھوکا دیا پھر میرا کیا انجام ہو گا اب تدبیر صرف یہی ہے کہ خواص خاں کو ملا کر کسی طرح سیواجی کا زور توڑنا چاہیئے۔

نواب بہادر خاں اور خواص خاں کی ملاقات دریائے بھنورے کے کنارے ۱۰۸۶ھ

پہلے دن تو شام راؤ کو بہادر خاں نے دھتکار دیا تھا پھر دوبارہ بلوایا اور خواص خاں سے مصالحت کی بات چیت کرنے لگا۔ شام راؤ نے افغانوں کی تمردی اور سرکشی کی شکایت کی اور بہادر خاں کو آمادہ کیا خضر خاں جو بانی مبانی اس فساد کا ہے اُس کو جھڑک دیا جائے اور ان کی پشتی نہ لی جائے اور ساتھ ہی اس کے خواص خاں کی لڑکی کی نسبت بھی بہادر خاں کے بیٹے سے ٹھہرا دی۔ یہ خبر سن کر خواص خاں کی جان میں جان آئی اور دریائے بھنورہ کے کنارے ملاقات کی ٹھہری۔ نواب بہادر خاں نے پہلے ہی اپنے آنے کی اطلاع کے لئے خواجہ محمد امین کو بھیجا اور خود پیر گاؤں سے چل کھڑا ہوا۔ خواجہ محمد امین کے آنے

سے پہلے ہی خواص خاں ۱۰ رجب ۱۰۸۶ھ منگل کے دن بیجاپور سے نکل چکا تھا۔ خواجہ امین راستہ میں خواص خاں سے ملا اور نواب بہادر خاں کا خط پونہچایا۔ ۹ شعبان کو دونوں کی ملاقات ہوئی اور ۲۰ کو خواص خاں بیجاپور واپس آگیا۔

خواص خاں کا قلعۂ بنکاپور میں مقید اور قتل کیا جانا ۱۰۸۶ھ

نواب عبدالکریم بہلول خاں سپہ سالار بہت طاقت ور شخص تھا۔ خواص خاں سے اس سے پہلے ہی سے ان بن تھی بہلول خاں خواص خاں کی کاٹ پر تھا اب جبکہ بہادر خاں کی دوستی سے خواص خاں کا پلّہ بھاری ہو گیا تو خواص خاں بہلول خاں کے درپے ہو گیا لیکن بہلول خاں بڑا گہرا آدمی تھا بظاہر اُس نے خواص خاں سے کچھ مخالفت نہیں کی تھی۔ خواص خاں کو دعوت کے لئے ۳ رمضان کو بلایا۔ خواص خاں خالی الذہن بہلول خاں کے مکان پر چلا گیا۔ بہلول خاں نے پہلے ہی سے پوشیدہ طور پر گھر میں فوج بٹھا رکھی تھی راستے میں بھی جابجا ناکہ بندی کر دی تھی آتے ہی خواص خاں کو قید کر لیا اور ۴ رمضان کو بنکاپور کے قلعہ میں بھیج دیا اور خود مختار بن بیٹھا اکھاڑ پچھاڑ شروع کر دی اور چن چن کر خواص خاں کے لوگوں کو نکالا۔ خضر خاں کو مدار المہام مقرر کیا۔ شہر میں گڑبڑ مچ گئی ہر شخص اپنی اپنی جگہ خائف ہو گیا۔ خواص خاں نے صرف تین سال حکومت کی لیکن اُس کی کم زوری اور ناتجربہ کاری سے کبھی اُس کا عروج نہ ہوا وہ خود بے کار محض تھا جو کچھ کرتی دھرتی تھی اس کی بیوی حبیبہ سلطان کرتی تھی مگر آخر عورت ذات تھی ایسی حالت کب تک سنبھال سکتی تھی۔ خواص خاں کو عیاشی سے فرصت نہ تھی نوکر چاکر سب پہلے ہی فرنٹ ہو گئے تھے۔ اس بے خبری کا نتیجہ یہی ہوتا تھا جو ہوا۔ خضر خاں جو اب مدار المہام ہو گیا تھا بیجاپور سے نکل کر شاہ درگ پر آگیا اور وہاں کا عمدہ قلعہ دیکھ کر اپنے اہل وعیال کو وہیں چھوڑ کر بلگاؤں کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں سانکولہ اور کھیڑی کے درمیان شیخ منہاج چند دل جلے دکھنیوں کے ملا۔ دکھنیوں کو خواص خاں کے ساتھ جو سلوک کیا گیا اس کا بہت غصہ تھا۔ خواص خاں کے قید ہو جانے سے مغلوں نے سر اٹھا رکھا تھا اور دکھنیوں کا پوچھنے والا کوئی نہ رہا تھا سب نے مل کر صلاح کی کہ کسی طرح خضر خاں کا کام تمام کر دیا جائے تو سارا ٹنٹا مٹ جاتا ہی۔ خضر خاں کو اس درپردہ کدورت کی خبر نہ تھی اُس نے خیال کیا کہ ان کی دل جوئی کی جائے

تو بہتر ہی فتح جنگ خاں کو بھیج کر شیخ منہاج اور اس کے ساتھیوں کو دعوت کے لئے بلا لیا شیخ منہاج چند آزمودہ کار دکھنیوں کو لے کر گیا خضر خاں پیشوائی کو آیا مصافحہ کو ہاتھ بڑھایا۔ شیخ منہاج نے دونوں ہاتھ ایک ہاتھ میں داب کر دوسرے ہاتھ سے خنجر اُس کے پیٹ میں بھونک دیا فوراً انتڑیاں نکل پڑیں اور دم کے دم میں خضر خاں کا کام تمام ہوگیا۔ وہیں تلوار چلی جس میں سو افغان مارے گئے۔ اگرچہ چھ ہزار افغان خضر خاں کے لشکر میں تھے مگر یہ حالت دیکھ کر سب بھاگے۔ عبدالمجید خاں جو خضر خاں کا سوار تھا فوراً سانڈنی پر سوار ہو کر بھاگا اور بہلول خاں کو اس واقعہ کی خبر دی۔ بہلول خاں نے اپنا سر پیٹ لیا۔ لوگوں نے کہا کہ جزع و فزع سے کیا فائدہ آیندہ کی خبر لیجئے ایسا نہ ہو کہ دکھنی آگے بڑھ کر خواص خاں کو قید سے چھوڑا لیں تو پھر کچھ کرتے دھرتے بن نہ پڑے گی بہتر یہی ہے کہ جہاں تک جلد ممکن ہو خواص خاں کا کام تمام کیا جائے۔ بہلول خاں نے فوراً قلعہ دار بنکاپور کو حکم بھیجا۔ شیخ منہاج نے ۶ ذیقعدہ ۱۰۸۶ھ کو خواص خاں کو قتل کیا اور بیسویں تاریخ جنازہ بیجاپور پہنچا۔

امرا کی پھوٹ اور اُس کے نتائج

خواص خاں کے مارے جانے کے بعد عبدالکریم خاں عرف نواب بہلول خاں ریجنٹ ہوگیا اور جیسا کہ امرا کی عادت ہوتی ہے اپنے ہم قوم افغانوں کو بھرتی کرنے لگا اور بارہ ہزار افغان جمع کر لیے اور دکھنیوں کو کونے میں ڈال دیا۔ اُن کا کوئی پرسان حال ہی نہ رہا۔ سید مخدوم شرزہ خاں بھی بددل ہوگیا تھا ۱۶ محرم کو دونوں کی مٹ بھیڑ ہوگئی اور بہت سے لوگ افغان اور دکھنی مارے گئے۔ سید اشرف اور کارساز کنور اسی جنگ میں مارے گئے۔ شرزہ خاں نے جب دیکھا کہ یہاں اُسے کوئی پوچھتا ہی نہیں سارا لشکر بددل ہو کر نکلا چلا جا رہا ہے تو سدلاپور میں جا کر نواب بہادر خاں سے ملا اور پندرہ ہزار نقد انعام دیا اور تجویز کی بہلول خاں حکومت و مختاری بیجاپور سے سبکدوش کیا جائے اور دکھنیوں کے ہاتھ میں حکومت دے کر خود مثل دوسرے امرا کے رہے۔ بھلا بہلول خاں اس بات کو کب چلنے دیتا تھا اس پر نواب بہادر خاں اور نواب بہلول خاں میں ۸ ربیع الاول کو ایک بڑی جنگ ہوئی۔ نواب بہادر خاں نے قطب الدین خاں ایک دہلی کے امیر اور اسلام خاں رومی کی سرکردگی میں لشکر بھیج کر شہر بیجاپور کا محاصرہ کر لیا۔ بہلول خاں بھی ان کی

مدافعت کو نکلا اور علی آباد پر بڑی بھاری جنگ ہوئی - ہزاروں آدمی طرفین کے مارے گئے اسلام خاں مع اپنے بیٹے کے ہاتھی پر سوار تھا - اتفاقاً ہاتھی بے قابو ہو کر بھاگا اور بہلول خاں کے لشکر میں دونوں کو بشل قضائے مبرم کھینچ لایا - بہلول خاں کے لشکریوں نے عماری کی رسیاں کاٹ کر نیچے گرادیا اور دونوں کو قتل کر ڈالا - یہ اسلام خاں سلطان روم کی طرف سے برسوں بصرہ کا حاکم رہا - جب حوادث زمانہ سے ہندوستان آگیا تو عالمگیر نے اسے چھ ہزاری منصب دے کر بہادر خاں کی مدد کو ملک دکن میں بھیج دیا تھا - الغرض امرائے عادل شاہیہ میں ایسی ابتری اور بدنظمی پھیل گئی تھی کہ چاروں طرف فتنہ و فساد برپا ہو گیا اور مغلوں نے من مانے جابجا اپنا قبضہ کر لیا - حسین خاں میانہ جو سرحد پر متعین تھا اُسے دغا سے مغلوں نے پکڑ کر قید کر لیا - بہادر خاں کو دکنیوں سے کچھ ایسی مخالفت نہ تھی مگر وہ بہلول خاں کو ضرور معزول کرنا چاہتا تھا لیکن دلیر خاں جو دہلی کا ایک بڑا امیر تھا بہلول خاں کا طرفدار تھا اُس نے بہلول خاں سے سیواجی کی بیخ کنی کا وعدہ لے کر پادشاہ عالمگیر کو معروضہ لکھا کہ بہلول خاں خواہانِ عفو تقصیر ہے اُس کا قصور معاف فرمایا جائے تو سیواجی کا استیصال بھی بہ آسانی ممکن ہے پادشاہ نے اس سفارش کو منظور کیا لیکن بہلول خاں کو کسی طرح یہ بات منظور نہ تھی - اس حیص بیص میں ہی بہت سے مقامات مغلوں اور سیواجی کے قبضے میں چلے گئے اور قلعہ حسن آباد (۱۶ جمادی الاول ۱۰۸۸ھ) قلعہ شاہ درگ (۱۲ جمادی الآخری ۱۰۸۸ھ) جیسے دو بڑے بڑے قلعے بھی نکل گئے - ماہ رجب میں بہادر خاں بادشاہ کی حسب الطلب دہلی روانہ ہوا اور اُس کے جاتے ہی ضلع داری پر بغرض تسخیر ملک دکن بہلول خاں مقرر ہوا -

سیواجی کا گنجی اور ویلور پر قبضہ ۱۶۷۷ء[۱]

۱۶۷۷ء میں سیواجی نے اپنا رخ جنوبی ہندوستان کی طرف کیا اور لوٹ مار کرنے لگا اور قلعہ جات گنجی اور ویلور پر جن پر بیجاپور کی افواج متعین تھیں اپنا قبضہ کر لیا اور وہاں سے گولکنڈہ کی طرف بڑھا اور ابوالحسن قطب شاہ عرف تاناشاہ سے صلحنامہ کر لیا کہ ہم تم دونوں مل کر مملکت بیجاپور کے جنوبی حصے کو آدھوں آدھ بانٹ لیں گے - اس خبر کے سنتے ہی عبدالکریم خاں اور دلیر خاں دونوں نے مل کر گولکنڈہ پر

۱۔ دیکھو ضمیمہ - ۱۲

چڑھائی کرنے کا منصوبہ گانٹھ لیا۔ لیکن مہادونا پنت وزیر قطب شاہی نے ان دونوں کو آگے بڑھنے نہ دیا اور شکست دی اور ان دونوں کو ناکام واپس آنا پڑا۔

فوج کی تنخواہ چڑھ جانے سے تبدیل وزارت

خزانے میں کافی روپیہ نہ ہونے سے لشکر کی تنخواہیں ایک عرصہ سے نہیں ملی تھیں ہر شخص پریشان تھا جس کی وجہ سے عام بد دلی اور ناراضی پھیل گئی تھی اور ایک عام بدنظمی ہو رہی تھی جب موجودہ لشکر ہی کی تنخواہیں چڑھ گئی تھیں تو ایسی حالت میں جدید فوج بھرتی کرنے کی کیا توقع کی جاسکتی تھی سوء اتفاق سے ایسے نازک اور پرخطر زمانے میں بہلول خاں ایسا سخت بیمار پڑا کہ اس کے بچنے کی امید نہ رہی اور لامحالہ وزارت تبدیل کرنی پڑی۔

سدی مسعود خاں قلعہ دار ادھونی کا نائب السلطنت مقرر ہونا

سدی مسعود خاں قلعہ دار ادھونی جو جوہر صلابت خاں کا داماد اور قدیم نمک پروردہ خاندان عادل شاہی کا تھا اس نے سیواجی اور مغلوں کی اس قدر شورش اور سکندر کا یوں بے یار و مددگار رہ جانا جب دیکھا تو بہت ہی دل گیر ہوا اور بہ صلاح سید مخدوم شرزہ خاں وغیرہ قطب شاہ ابوالحسن تانا شاہ سے امداد چاہی خاندان قطب شاہیہ خود عادل شاہیوں کا ہمیشہ سے ممنون احسان چلا آتا تھا۔ تانا شاہ نے کہا کہ جب تک مسعود خاں جیسا خیرخواہ قدیم وزیر نہ ہوگا اس گھرانے کی سنبھال مشکل ہے۔ تانا شاہ نے ایک خط لکھ کر بہلول خاں کو بلوایا۔ بہلول خاں بیجاپور میں جمشید خاں کو چھوڑ کر فوراً حیدر آباد پہنچا۔ تانا شاہ نے بہت کچھ بہلول خاں کو سمجھایا کہ دیکھو یہ وقت آپس کے لڑائی جھگڑوں کا نہیں ہے کہ مغل سر پر چڑھے بیٹھے ہیں بہتر یہ ہے کہ بہ اتفاق و یک جہتی کام کیا جائے اگر خدا نخواستہ مغل قابض ہو گئے تو تم سب کا کیا حشر ہوگا بہتر یہ ہے کہ سردست تم علیحدہ ہو کر زمام سلطنت مسعود خاں کے سپرد کر دو مگر ہر طرح اس کو امداد دیتے رہو۔ بہلول خاں نے تانا شاہ کے ارشاد کو بسر و چشم قبول کیا لیکن عذر یہ کیا کہ جمعیت کی چڑھی ہوئی تنخواہ کی ادائی کی کیا سبیل ہوگی خزانے میں تو پیسہ ہی نہیں تانا شاہ نے خود چھ لاکھ ہن دینے کا وعدہ کیا جس میں اس کی ذاتی غرض بھی مضمر تھی کہ بہلول خاں کے اور دلیر خاں کے بہت گاڑھی

دوستی بھی آگے چل کر ہمارے اور مغلوں کے معاملات بھی سلجھ جائیں گے - تاناشاہ نے اپنے وکیل السلطنت اکنّا برادر مادنّا کو جو بڑا زیرک اور تجربہ کار تھا اپنی طرف سے ساتھ کر دیا تاکہ دربار میں حاضر رہ کر امورِ سترگ میں ہر طرح امداد دیتا رہے اور نیز سیواجی کی مداخلت کا انسداد کرے چنانچہ اسی قسم کا معاہدہ قلم بند ہو کر طرفین کے دستخط اور مہریں ہو گئیں بہلول خاں اور مسعود خاں دونوں روانہ ہوئے اور گلبرگہ مقام پر دلیر خاں سے بھی ملاقات ہو گئی - اور بہت سی باتیں خاطر خواہ طے ہو گئیں -

بہلول خاں کا انتقال اور مسعود خاں کا داخلہ بیجاپور میں ۱۰۸۸ھ

گلبرگہ سے چل کر ہیرا پور[۵۱] مقام ہوا کہ یکایک بہلول خاں کا مزاج نادرست ہوا اور باوجود علاج و معالجہ کے ۸ ذی قعدہ ۱۰۸۸ھ کو وہیں انتقال کیا مسعود خاں دو تین دن وہاں اور ٹھیر کر اہل و عیال و فرزندان مرحوم کو ساتھ لے بیجاپور روانہ ہوا کہ راستے میں جمشید خاں کا خط ملا کہ بہلول خاں کا تو انتقال ہو گیا ہے اور تم بیجاپور پر قبضہ کرنے کے لئے آ رہے ہو لیکن پہلے چھ لاکھ ہن داخل کرو بعد شہر میں قدم دھرو ورنہ یاد رہے کہ میں تم کو گھسنے نہ دوں گا اور ناحق کی جنگ بپا ہوگی - مسعود خاں بڑے شش و پنج میں پڑ گیا کہ اب کیا کیا جائے آخر کار قطب شاہ کو من و عن حالات لکھے اور اکنّا کو جمشید خاں کے پاس بھیجا تاکہ جس طرح بھی ہو سکے اُس کی فہمائش کرے - اکنّا نے جا کر افغانوں کی ادائی کا خود ذمہ لیا کچھ اُن کو دیا اور کچھ ساہوکاروں کا حوالہ دیا اور بہ ہزار دقت و خرابی جمشید خاں کو راضی کیا - جب تک یہ معاملہ طے ہو مسعود خاں موضع تانبا میں جو بھی[۵۲]تھورہ ندی کے کنارے پر واقع ہے پڑا رہا - جب یہاں سے اطلاع پہنچی تو ۹ محرم ۱۰۸۹ھ یوم پنجشنبہ کو مسعود خاں بیجاپور میں داخل ہوا لیکن تاناشاہ نے باوجود حتمی وعدہ کے بھی کچھ نہ دیا جس کے سبب سے مسعود خاں اور تاناشاہ میں سخت برہمی پیدا ہو گئی -

---

۵۱ - یہ موضع گلبرگہ سے صرف دو میل ہے جہاں اب محبوب شاہی ملز (پارچہ بافی کی دخانی گھرنی ہے) اور جو بمبئی جاتے ہوئے ریل پر سے سیدھے ہاتھ پر نظر آتی ہے ۱۲ -

۵۲ - یہ ندی دودھنی اسٹیشن جی - آئی - پی - ریلوے کے پاس ہے ۱۲

جمعیت کی چڑھی ہوئی تنخواہ نہ ملنے سے بیجاپور میں شورش اور سخت بدامنی پھیلنا

روپیہ کا کام روپیہ ہی سے نکل سکتا ہے مسعود خاں اکیلا کر کیا سکتا تھا فوج کی یہ حالت تھی کہ بہت سے تو چلے گئے اور جہاں سینگ سمائے جا گھسے۔ مغلوں اور مرہٹوں کے ہاں جہاں معقول تنخواہیں ملتی تھیں بھرتی ہو گئے جو رہ گئے وہ طرح طرح کے مظالم کرنے لگے۔ کبھی مسعود خاں کو گھیر لیتے تھے تو کبھی جمشید خاں اور بہلول خاں کے لڑکوں کو دباتے اور سخت بے حرمتی کرتے تھے۔ بہلول خاں کے گھر بار کو لوٹ لیا یہاں تک کہ باورچی خانے کے ظروف تک اُٹھائے گئے اور گھر کی ایک ایک اینٹ بکھیر دی اور جمشید خاں کے فرزند اور بہلول خاں کے بیٹوں اور متعلقین کو پکڑ کر بٹھلا لیا اور روز پانی میں ڈبوتے اور گرم چٹانوں پر بٹھلاتے اور طرح طرح کی ناگفتہ بہ اذیتیں اور تکلیفیں دیتے تھے اور کچھ اسی پر بس نہ کرتے تھے بلکہ ساہوکار اور سوداگر غرض جو چار پیسے رکھتا تھا من مانے اُسے پکڑ لیتے تھے اور مار پیٹ کر استحصال بالجبر کرتے تھے اور دن دہاڑے لوگوں کے گھروں میں گھس کر دنگا فساد اور لوٹ مار کرتے لوگ اِن کے ڈر سے اپنے اپنے گھر چھوڑ کر بھاگ گئے تھے انھوں نے خالی مکان بھی نہ چھوڑا خانہ خالی را دیو می گیرد ایسے مکانوں کو گرا کر اُن کا عملہ کوڑیوں کے مول بیچ ڈالتے تھے۔ ایک دن حکیم شمس الدین خاں جو ایک رئیس اور ذی وجاہت شخص تھے ملک برخوردار صاحب مغل کے گھر سے آ رہے تھے کہ افغان اُن پر دوڑ پڑے اور پالکی میں سے اُن کو گھسیٹ کر اُتار لیا "گچی" دروازے تک اُن کو کشاں کشاں لائے۔ اُن کے داماد کو دیکھتے دیکھتے جان سے مار ڈالا اور اُن کے بیٹوں اور ہمراہیوں کو لے جا کر بہلول خاں کی حویلی میں قید کر دیا۔ مسعود خاں یہ شور و غوغا سُن کر شاہ پور برج پر آیا اور کہلا بھیجا کہ یہ کیا مظالم ہیں تمہاری سرکوبی کو لشکر بھیجتا ہوں افغانوں نے کہا کہ تم نے اگر لشکر بھیجا تو سب سے پہلے ہم حکیم صاحب اور اُن کے ساتھیوں کو تہ تیغ کریں گے اور پھر ہم اپنے آپ کو مار لیں گے۔ ملک برخوردار نے بھی بہت کچھ سعی و سفارش کی لیکن اِن مردودوں پر کچھ اثر نہ ہوا ہر روز حکیم صاحب اُن کے فرزندوں اور دوسرے دامادوں کو ٹھنڈے پانی میں ڈبوتے تھے اور روپیہ طلب کرتے تھے۔ ایک دن افغانوں نے بہلول خاں کے بیٹے کو پکڑ لیا اور تختہ پر کیلے گاڑ کر اُس پر بٹھلاتے تھے اور بے حد تکلیف دیتے تھے مسعود خاں ساہو دروازے پر

برآمد ہوا اور ملھاری پنڈت حسن خاں روہیلہ اور عبدالکریم داود زی کو ان لوگوں سے بازپرس
کرنے کے لئے بہلول خاں کی حویلی میں بھیجا - افغانوں نے اُلٹا ملھاری پنڈت کو مار پیٹ
کرکے پکڑ لیا باقی دونوں حکمت عملی سے نکل بھاگے اور مسعود خاں کو اس حال کی خبر دی مسعود خاں
نے ونکنّا اور شرزہ خاں کو لشکر دے کر بھیج دیا جنہوں نے بہلول خاں کی حویلی کا محاصرہ کر لیا اور
۲ ربیع الاول کے ۷ بجے دن سے ۳ ربیع الاول کے نو بجے دن تک خوب لڑائی ہوئی جس
میں پندرہ سولھا افغان اور بائیس شخص اس طرف کے مارے گئے اور بہت سے زخمی ہوئے
سوا الگ تب کہیں افغان دبے اور صلح پر آمادہ ہوئے اور طے یہ پایا کہ افغانوں کا مطالبہ
ایک لاکھ ساٹھ ہزار ہن کا بروے حساب نکلتا ہی جس میں سے تیس ہزار ہن تو دلیر خاں
دے چکا ہی باقی مسعود خاں دے کر رؤف خاں اور حکیم جی وغیرہ کو چھوڑا لیں لیکن ونکنّا اس پر
راضی نہ ہوا شدہ شدہ فی صد چالیس ہن پر ٹھہری اُس کو بھی ونکنا نے نہ مانا بالآخر فی صد
پچاس ہن پر تصفیہ ہوا اور محبوسین کو چھوڑا کر خضر خاں کی حویلی میں لاکر چھوڑ دیا - مسعود خاں کو اس
زمانے میں سوائے اندرون شہر کے باہر کا کچھ اختیار نہ تھا - بے چارہ مجبوراً شہر کے دروازے
بند کئے ہوئے بیٹھا ہوا تھا - بیجاپور کے لوگ افغانوں کے مظالم سے نالاں تھے ہی اور
مسعود خاں سے کچھ کرتے دھرتے بن نہ پڑتی تھی کہ ونکنّا سے مل ملا کر جینتو جمنّا نامی ایک
برہمن نے تحصیل وصول کا ذمہ لیا اور پرلے درجے کے مظالم کرنے لگا اور لوگوں کو قتل کرنا
شروع کر دیا - پہلے حسن خاں پلنگ دار - نعمت اللہ و میر ابوالقاسم ولد خواجہ محمد بیدری اور
دھرماجی پنڈت اور بھوانی بزاز کے فرزندوں کو پکڑ کر ایسے ناگفتہ مظالم کئے کہ الٰہی توبہ پھر
شاہ پیٹ کے ایک تیلی کو جو بڑا مال دار تھا اور متولی کے نام سے مشہور تھا اُس پر بہت سا
مطالبہ قایم کر دیا اور اسی طرح تمام تاجر مسلمان اور ہندو اور ذی اثر آدمیوں کی عزت ریزی
کرنے لگا نوبت بایں جا رسید کہ بازار میں جس سفید پوش کو دیکھا دھر لیا اور اُس سے بے
لئے چھوڑتے نہ تھے لوگوں کا گھر سے نکلنا مشکل ہو گیا حکیم شمس الدین کو ایسی سخت تکلیف
دی کہ بلا بچھتر ہزار ہن دینے کے کسی طرح جان نہ بچی - ایک شخص بازار سے کچھ آم خریدے جا رہا
تھا اُسے پکڑ لیا کہ تیرے پاس اتنے دام کہاں سے آئے جو اتنے آم خریدے بے چارے کو

پچاس ہن لیئے تک آگے بڑھنے نہ دیا ایک شخص ایک پلہ[۵۱] جوار لے جارہا تھا اُسے پکڑ لیا
کہ تیرے گھر میں تو دو سیر کا بھی خرچ نہیں تو نے اتنی جوار کیوں لی اور چھ ہن اُس سے جرمانہ
لے کر چھوڑ دیا۔ چلنتو جمنّا کے لوگوں کا یہ ظلم اُدھر لشکریوں کا وہ اندھیر لوگ ازحد بیزار
ہوگئے اور اپنے جورو بچے لے کر نکل گئے اس طرح آدھا شہر ویران ہوگیا۔ سنہ ۱۱۔۱۲ھ میں ایک
شخص کرناٹک سے بطور سیر کے بیجاپور آیا تھا وہ کہتا تھا کہ اُس کا دادا اس زمانہ شہر آشوب
میں بیجاپور میں تھا جس کا کارخانہ زردوزی کا تھا اور اس طرح کے سات سو کارخانے صرف
زردوزی کے شہر میں تھے۔ اُسی کا بیان تھا کہ اُن دنوں اس قدر ظلم لوگوں پر ہوتا تھا کہ جو کچھ
تھا سب لٹ گیا نوبت بہ ایں جا رسید کہ ایک دن میں سات سات مرتبے ڈھونڈ وصول کیا
گیا اِن مظالم کی تاب نہ لاکر ناچار بہت سارے لوگ جلاوطن ہوگئے۔

مسعود خاں اور شرزہ خاں کی اَن بن اور مسعود خاں کے قتل کی سازش

بیجاپور کی تقدیر کی خوبی دیکھئے کہ ایک طرف سے نجات نہ ملی تھی کہ مسعود خاں اور سید مخدوم شرزہ خاں کے تناتنی ہوگئی اور مفسدوں نے آتش فساد کو اور بھڑکا
دیا۔ شرزہ خاں کھلے خزانے مسعود خاں کے درپئے آزار ہوگیا اور فوج جمع کرکے دریائے بھیوراکے
اُس طرف کے مُلک کو دبا بیٹھا سیواجی کو بھی مع چند امراے شہر کے ہموار کرلیا اور بیجاپور پر
چڑھ آیا اور جو طرف لوٹ مار شروع کردی اور ونکنا اور مراری کو قید کرنے یا ممکن ہو تو مار ڈالنے
کی کوشش کرنے لگا شرزہ خاں کا ایک مصاحب بیٹھے شاہ تھا اس نے دونوں کو ملا دینے کی کوشش کی لیکن کچھ
نیک نتیجہ نہ نکلا۔ ملک رائچور دوآبہ کے لوگ شرزہ خاں کے علاقہ کے تھے بگڑ کھڑے ہوئے اس طرح کئی بار بات
دب دبا گئی لیکن پھر بگاڑ ہوگیا اور چاروں طرف فتنہ وفساد کھڑا ہوگیا مسعود خاں کی جان عجب غضب میں تھی
ایک طرف کا کچھ فتنہ فرو ہوتا تھا تو دوسری طرف فساد کھڑا ہوجاتا تھا۔ عزیز عنبر خاں دو تین ہزار
سوار جمع کرکے سرسنور میں اُٹھ کھڑا ہوا اور اطراف وجوانب کے ملک پر قابض ہوگیا۔ بلکہ
مسعود خاں کے علاقہ جات میں بھی اودھم مچادی۔ سیواجی نے الگ بلگی اور جمکھنڈی کے
اطراف جبریہ تحصیل وصول شروع کردی اور رادھونی پر جدا فوج کشی کرکے لوٹ ڈالا۔ غرض

[۵۱] - ایک سو بیس سیر کا ایک پلہ ہوتا ہے۔

سلطنت عادل شاہیہ کا کوئی خطہ امن میں نہ تھا۔ شہر بیجاپور میں چند برہمن جانو انند اور دھرماجی جو تھے اُنھوں نے مسعود خاں اور ونکنا کے قتل کی سازش کی جس کی خبر ونکنا کو لگی اُس نے مسعود خاں کو مطلع کیا مسعود خاں نے فوراً اُن لوگوں کو قید کر دیا اور یہ فساد دب گیا۔

مسعود خاں کے بال بچوں کا آقا خسرو قلعہ دار رایچور کی قید میں گھر جانا اور پادشاہ بی بی کی سفارش سے رستگاری پانا

سنہ ۱۰۸۸ھ نصرت الملک سندر مسعود خاں کے بال بچوں کو ادھونی سے لے کر بیجاپور کو آ رہا تھا راستے میں جب رایچور پونچا تو آقا خسرو قلعہ دار نے سدی نصرت کو مار کر سب کو گرفتار کر لیا۔ مسعود خاں اپنے بال بچوں کے اس طرح بے موقع پھنس جانے کی خبر سن کر سخت پریشان ہوا اور کوئی تدبیر اس مصیبت سے اُن کو نجات دلانے کی سمجھ میں نہ آتی تھی جب سب طرف سے ناامیدی ہوئی تو مسعود خاں مجبور ہو کر پادشاہ کی محل سرا میں سکندر پادشاہ کی بہن شہر بانو عرف پادشاہ بی بی کی ڈیوڑھی پر حاضر ہوا جو نہایت صاحب عقل و ہوش تھی اور بہت سے امورات اہم دسترگ میں رائے صائب دیتی تھی۔ مسعود خاں نے عرض کی کہ غلام جب سے خدمت اقدس میں حاضر ہوا آپ پر مخفی نہیں ہے کہ ہمیشہ انواع و اقسام کے تردد اور مصائب میں ایسا پھنسا رہا کہ سر کھجانے کی فرصت نہ ملی بریں ہمہ جہاں تک ممکن تھا خیر خواہی اور نمک حلالی سے اپنے فرائض کو انجام دیتا رہا لیکن اب نوبت بایں جا رسید کہ آب و خور حرام ہو گیا دن کا چین اور رات کی نیند اُڑ گئی۔ نہ تو میرے پاس خزانہ ہی ہے کہ میں جمعیت کی تنخواہ دے کر اپنے گلے کی پھانسی نکال لوں گا نہ کوئی میرا یار و مددگار ہے کہ جن کے بل پر کچھ کام کر سکوں تن تنہا کیا کروں کیا نہ کروں عجیب کشمکش میں ہوں مغلوں کا یہ حال ہے کہ ایک دم چین نہیں لینے دیتے جدھر دیکھو لوٹ مار سارے ملک میں زلزلہ ڈال دیا ہے اور تمامی امرا میں ایسا نفاق ڈالا ہے کہ ایک ایک کے خون کا ایک پیاسا ہے میرے لئے ہر روز ایک تازہ بلا موجود ہے ؎

ہر بلائے کز آسماں آید   خانۂ انوری کجا باشد

سب نے مجھے نکو بنا دیا ہے اور اس پر بھی صبر نہ آیا یہاں تک میرے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے ہیں کہ

میرے بال بچوں کو ادھونی سے آتے ہوئے قلعۂ رائچور میں بلا وجہ آقا خسرو نے قید کر دیا اور سدّی نصرت الملک کو قتل کر ڈالا - اب میری تذلیل میں کیا باقی رہا ہی بس میرے لئے مرجانے کی جگہ ہے اب ایسے نازک وقت میں بجز ذات والا کے میرے سر پر ہاتھ دھرنے والا کون ہی آپ کوئی تدبیر فرمائیں اور کسی اپنے معتمد خاص کو بھیج کر میرے اہل وعیال کو اس قید سے نجات دلاویں تو خانہ زاد مدت العمر رہین منت رہے گا اور آپ کے حق میں بقیۃ العمر دست بدعا رہ کر بہ اطمینان خاطر خدمت گزاری میں مصروف رہے گا - بادشاہ بی بی مسعود خاں کے مصائب کی داستان سن کر بہت متاثر ہوئی اور فوراً اپنی ایک نہایت معتبر اور سمجھ دار دایہ طاؤس ماما کو جو سب سے زیادہ عقل مند اور معاملہ فہم تھی ایک خط قلعہ دار رائچور کو دے کر بھیجا اور مردوں میں سے افضل خاں کے داماد سید عالم - سدّی یاقوت سرپردہ دار اور سید عیدروس کو اس کے ساتھ کر دیا اور ماما کو خوب سمجھا دیا کہ جس طرح بھی ہو سکے تو یہ کام کر اور اگر دیکھے کہ کسی طرح قلعہ دار راہ راست پر نہیں آتا تو بدرجۂ آخر ہم اس پر بھی راضی ہیں کہ رائچور کا ملک سوائے رائچور خاص - لنگسگور[۵۱] - الپور[۵۲] (عالم پور) کے باقی سب اُس کے سپرد کر دیا جائے مگر کسی نہ کسی طرح مسعود خاں کے اہل وعیال کو قید سے چھوڑ نا ضرور ہی - علاوہ اس کے بادشاہ بی بی نے اُن حکام کو جو قرب وجوار میں تھے اور نیز شرزہ خاں اور سرفراز خاں کرنولی کو بھی خطوط لکھ دئے اور ایک خط قطب شاہ کو بھی لکھ دیا - ماما طاؤس رائچور پہنچی اور اُس کے پیچھے ہی شرزہ خاں کی طرف سے میٹھے شاہ اور قطب شاہ کی جانب سے انند راؤ اور سرفراز خاں دھرماجی پنڈت سرینواس راؤ بھی جا پہونچے - غرض بہ ہزار مشکل اونچ نیچ سمجھا بجھا کر ان لوگوں نے مسعود خاں کے بال بچوں کو قید سے چھوڑ دا کر بیجاپور روانہ کر دیا - طاؤس ماما خوشی خوشی آکر مراری باغ میں اُتری دوسرے دن مسعود خاں جلوس کے ساتھ اپنے بال بچوں کو قلعہ میں لایا - جب جان میں جان آئی -

۵۱ - رائچور سے (۵۵) میل مستقر ڈویژن وتحصیل ہی -

۵۲ - رائچور سے تیس کوس اسی ضلع کی ایک تحصیل ہی جس کا نام الپور تھا لیکن اب عالم پور ہو گیا ہی - یہ مقام کرنول سے نو میل ہی اور دریائے تنگ بھدرا پر واقع ہی - ۱۲

مسعود خاں کی سیواجی سے ساخت باخت اور مغلوں سے پھر لگاڑ

سیواجی کی لوٹ مار کی شورش روز بروز بڑھتی چلی جارہی تھی ساری خلقت اُس کے مظالم سے تنگ تھی مسعود خاں کی مشکلات کا حال ہم پہلے ہی لکھ آئے ہیں جن کے سبب سے مسعود خاں کا ناک میں دم تھا۔ جب مسعود خاں نے دیکھا کہ اب کچھ کرتے دھرتے بن نہیں پڑتی تو مجبوراً مغلوں کی طرف سے رخ موڑا اور سیواجی سے میل ملاپ کی فکریں کرنے لگا۔ دلیر خاں کو بھی اس بات کی خبر لگ گئی اُس نے بہت کچھ تھُو تھُو کی اور سیواجی سے ملنے کی سخت مخالفت کی کہ دیکھو خبردار اس کا انجام بہت ہی بُرا ہوگا لیکن مسعود خاں نے ایک نہ سنی اور سیواجی کو لکھ بھیجا کہ ہم تم ایک ہی ملک کے ہیں مغلوں نے ناحق دست درازی کی ہے تم کو چاہیئے کہ میرا ساتھ دو اور میری مدد کرو اور جس طرح بن پڑے ان آفاقیوں کو نکال باہر کرو۔ سیواجی کے مُنہ میں پانی بھر آیا اور دونوں میں قسما قسمی ہوئی لیکن ساتھ ہی اس کے دلیر خاں بگڑ بیٹھا جو اُب تک مصالحت یا صلح کی بنا پر الگ تھلگ بیٹھا تھا اب جو دیکھا کہ مسعود خاں ہی کی طرف سے عہد شکنی ہوئی ہے تو وہ بھی بیجاپور پر ہاتھ ڈالنے کے لئے طیار ہو گیا بیجاپور کے لوگوں کا ناک میں دم تھا طلب تنخواہ ندارد اور اُس پر آئے دن کے مظالم ایک ایک کرکے سب دلیر خاں سے جا ملے۔ سنبھاجی کے اور اُس کے باپ سیواجی کے سخت مخالفت ہوگئی تھی سنبھاجی شرح نویس کی لڑکی پر عاشق ہو گیا تھا جس سے سیواجی بہت ناراض تھا اور یہاں تک برافروختہ ہو گیا تھا کہ کسی طور سے یا تو اُسے قید کرلے یا مار ڈالے۔ وہ باپ کے ڈر سے بھاگ کر دلیر خاں سے مل جانے کو طیار رہا۔ سیواجی کو خبر لگی اُس نے سنبھاجی کو پکڑ لانے کے لئے ایک لشکر دوڑایا اُدھر مسعود خاں نے جب سنا کہ سنبھاجی آرہا ہے تو بہت خوش ہوا اور سنبھاجی کے لانے کے لئے اخلاص خاں کو تین چار ہزار سوار دے کر روانہ کیا۔ اخلاص خاں راستے میں سنبھاجی سے جا ملا اُس کے ساتھ صرف تین سو سوار تھے اخلاص خاں کا لشکر دیکھ کر اُس کی جان میں جان آئی سیواجی کا لشکر ناکامیاب واپس گیا۔ دلیر خاں سنبھاجی کی پیشوائی کو گیا اور بڑی آؤ بھگت سے اُسے لایا اور عالمگیر پادشاہ نے اُسے ایک ہاتھی تین گھوڑے اور خلعت شمشیر و کٹار و نقارہ اور فرمان منصب ہفت ہزاری سے سرفراز فرمایا۔

بغرض امداد سیواجی کے لشکر کا بیجاپور پر آنا اور مسعود خاں سے بگڑ کر واپس چلا جانا

مسعود خاں بالکل تنہا تھا۔ شرزہ خاں کی مخالفت سے اور بھی بے بس تھا۔ اب دیکھا کہ مغلوں کے لشکر میں ٹوٹ کر سب لوگ مل گئے تو ناچار سیواجی سے خواہاں امداد ہوا اُس نے بیجاپور کی حفاظت کے لئے چھ سات ہزار سوار فوراً بھیج دیئے۔ مسعود خاں نے ان لوگوں کو موضع اٹھنگی میں اُترنے کا حکم دیا لیکن وہ لوگ شہر کے قریب خاناپور اور خسرپور میں خیمہ زن ہوئے اور کہلا بھیجا کہ ہم کو قلعہ کا ایک دروازہ اور ایک برج دے دو کہ ہم وہاں جا کر بہ اطمینان خاطر ٹھیر جائیں لیکن مسعود خاں ان کا اس قدر قریب آنا پسند نہ کرتا تھا اُدھر وہ لوگ مسعود خاں کی بدظنی سے کشیدہ تھے الغرض اور آگے بڑھ کر قلعے کے قریب زہرہ پور میں آن کر ٹک گئے اور قلعہ کے اندر آنے کا اصرار کرنے لگے کہ بار بار ہم کو بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونے کی ضرورت ہوتی ہے اور دروازوں پر آپ کے دربان مانع و مزاحم ہوتے ہیں ہم کو اس قلعہ کے اندر کوئی جگہ بتلاؤ۔ جب دیکھا کہ کسی طرح دال نہیں گلتی تو ایک دن سیواجی کے لشکریوں نے ایک ٹانڈے کی صورت بنا کر غلہ فروخت کرنے کے بہانے سے اندر گھسنا چاہا مگر دروازے پر جب اُن کی گونیاں کھولی گئیں تو اُن میں ہتھیار پوشیدہ نکلے اور راز کھل گیا وہیں سے سب باہر نکالے گئے اب تو سیواجی کے لشکر سے اور مسعود خاں سے کھلی مخالفت ہوگئی کہ ہم کو خود ہی تو مدد کو بلایا اور اب قلعہ میں گھسنے نہیں دیتا تو کیا ہم باہر پڑے پڑے مفت میں اپنی جان دیں اگر مغلوں نے ہم پر حملہ کر دیا تو ہم کدھر کے رہے۔ ناچار ان لوگوں نے دولت پور، خسرو پور اور زہرہ پور کو لوٹ ڈالا اور شیخ احمد کے روضے تک پہنچ کر علی رضا خواص خانی کو مار ڈالا اور یاقوت حیرت خانی کو زخمی کیا اور بڑھتے بڑھتے ابراہیم روضہ تک آن پہنچے جو قلعہ سے ملا ہوا ہے۔ قلعہ سے بھی توپیں چل رہی تھیں ایک گولہ سیواجی کے سر لشکر پر گرا جس کے چیتھڑے اُڑ گئے۔ جب سردار ہی نہ رہا تو لشکر کس کا سیواجی کا لشکر جیسا آیا تھا لوٹ مار کرتا ہوا واپس چلا گیا۔

مسعود خاں کا پھر مغلوں سے مل جانا اور شرزہ خاں سے بگاڑ

مسعود خاں بالکل موم کی ناک تھا کبھی سیواجی کا دم بھرنے لگتا تھا کبھی دلیر خاں سے مل جاتا تھا

اس کی دورخی چال سے سلطنت عادل شاہیہ کو سخت نقصان پونہچایا - اب سیواجی سے کھٹک گئی تو پھر دلیرخاں کی طرف جھکا اور اُسی گلبرگہ کے صلحنامہ کی شرائط کی تجدید کی - دلیرخاں کی طرف سے تین چار سردار جو شرائط صلح مستحکم کرنے گئے تھے اُن کی پیشوائی کرکے مسعودخاں قلعہ میں لے گیا اور ایک ہفتہ تک ٹھیرایا - پادشاہ کے حضور میں بھی باریاب کرکے خلعت وغیرہ دے کر رخصت کیا اور ونکٹا اور چند دوسرے امرا کو مع لشکر ساتھ دیا تاکہ غنیم کی مدافعت کریں - یہ لوگ موضع تکوٹہ میں جاکر ٹھیرے وہاں خبر ملی کہ سیواجی سات آٹھ ہزار سوار لئے ہوئے سانگولہ میں اس ارادے سے پڑا ہوا ہی کہ مغل ہوں یا بیجاپوری جس کسی کا لشکر پہلے آئے اُسی پر شب خون ماروں مسعودخاں نے شرزہ خاں کو عجالۃً طلب کیا کہ اپنی فوج لے کر ہماری مدد کو جلد پونہچو - شرزہ خاں شرزہ برج پر ٹھیرا ہوا تھا صاف جواب دے دیا کہ پندرہ ہزار ہن دینے کا وعدہ کرکے صرف چار ہزار دے کر ٹال گئے سپاہ کے پاس دمڑی خرچ کو نہیں دلیرخاں سے بھی لشکر کے نام سے رقم لے کر تم کھا گئے ایسی حالت میں میں کیسے آسکتا ہوں کچھ روپیہ بھیجو تو پہلے لشکر میں تقسیم کردوں جب قدم آگے بڑہاؤں مسعودخاں نے کہلا بھیجا کہ سبحان اللہ کیا اچھا موقع آپ نے عذرات کا نکالا ہی میں نے جو کچھ کہا تھا سو کر بھی دیا جاگیرات اور محلات آپ کو دے چکا یہ عذرات آپ کے محض ٹالنے کے ہیں پھر شرزہ خاں نے کہا کہ تم تو ایمان نگلتے ہو اور میں خاموش بیٹھا تمھاری چال بازیاں خوب دیکھ رہا ہوں - پہلے تو قلعہ یادگیر مجھے دینے کا وعدہ کیا پھر پلٹ گئے اور میرے آدمیوں کو بہکا کر مجھ سے توڑ لیا دلاورخاں جھنڈے والے کو جو میرا آدمی تھا نوکر رکھ لیا خیر مضائقہ نہیں آیندہ دیکھا جاے گا - غرض شرزہ خاں کو نہ جانا تھا نہ گیا - ایک معاملہ ناچاقی کا اور پیش آیا کہ عبداللہ خاں قلعہ دار ویلور سے اور سیواجی سے بڑی جنگ رہی - سیواجی سات آٹھ مہینے تک قلعہ کا محاصرہ کئے پڑا رہا آخرکار عبداللہ خاں سیواجی سے مل گیا اور پچاس ہزار ہن لے کر قلعہ اُس کے حوالے کر دیا اور خود بیجاپور آکر زہرہ پور میں ٹھیر گیا - جن دنوں سیواجی کا لشکر بیجاپور کے باہر پڑا ہوا لوٹ مار کر رہا تھا مسعودخاں نے عبداللہ خاں کو قلعہ کے اندر بلا لیا تھا اور لعن طعن کر رہا تھا کہ تو نے پچاس ہزار ہن لے کر قلعہ سیواجی کو دے دیا بہتر یہ ہی کہ وہ رقم داخل کرو ورنہ تیری خیر نہیں - عبداللہ خاں

نے جب دیکھا کہ اب کسی طرح جان نہیں بچتی تو ہزار ہن شرزہ خاں کو دے جھٹ اُس کی پناہ میں چلا گیا اور باوجودیکہ مسعود خاں شرزہ خاں سے کہتا رہا کہ یہ پناہ دہی اچھی نہیں مگر شرزہ خاں نے کچھ پروانہ کی اس بات پر اور زیادہ بگاڑ ہوگیا۔

سیواجی کے قلعۂ بھوپال گڑھ کو دلیر خاں کا مسمار کرڈالنا

سیواجی نے ماجرا ندی کے کنارے پہاڑوں میں ایک نہایت مستحکم قلعہ بنالیا تھا جس کا نام "بھوپال گڑھ" رکھا تھا اور اب جب کہ سیواجی کو مغلوں سے مقابلہ کرنا تھا تو ہر طرح قلعہ کی مضبوطی کرلی۔ رسد بھی خوب بھرلی اور فوج بھی بھرتی کی۔ دلیر خاں نے جو سیواجی کی طیاری کا حال سنا تو فوراً قلعہ پر دھاوا کیا اور بڑی بھاری لڑائی صبح سے دوپہر تک ہونے کے بعد آخر قلعہ کو فتح کرلیا اور سارا مال و متاع اپنے قبضہ میں کرکے سیواجی کے ساتھ سات سو آدمیوں کو قید کرلیا اور سب کا ایک ایک ہاتھ کٹوا کر ناکارہ کردیا سیواجی نہ تھا ورنہ اس آسانی سے قلعہ کبھی فتح نہ ہوتا اس نے سولھا ہزار سوار قلعہ کی حفاظت کے لئے بھیجے تھے ابھی وہ راستے میں ہی تھے کہ یہاں یہ معاملہ پیش آیا سیواجی کے سواروں نے چوطرف سے مغلوں کے لشکر کو گھیر لیا۔ اُن کو خبر ملی کہ ایرج خاں اور باجی راؤ قلعہ پرینڈہ سے مغلوں کے لئے رسد لئے چلے آرہے ہیں۔ سیواجی کے لشکر نے ان کو روک لیا۔ دلیر خاں نے اخلاص خاں کو پندرہ سو سوار دے کر ایرج خاں کی مدد کو روانہ کیا اور قلعہ سے چھ کوس کے فاصلے پر دونوں کی مٹ بھیڑ ہوئی اور ایک ہزار آدمی سیواجی کے مارے گئے۔ دلیر خاں نے سرفراز خاں اور لطیف خاں کو اور لشکر دے کر مدد کو بھیجا آخر کار سیواجی کے لشکر کو شکست ہوئی اور بھاگنا پڑا۔ دلیر خاں نے کوس دو کوس تعاقب کیا پھر پلٹ کر بھوپال گڑھ آیا اور قلعہ کو ڈھاکر زمین کے برابر کردیا۔

دلیر خاں کا مسعود خاں کو دھمکی دینا

دلیر خاں نے مسعود خاں کو کہلا بھیجا کہ تم بڑے دوغلے آدمی ہو تمھارے قول فعل کا اعتبار نہیں ہے دراصل تمھارا منشاء سیواجی کی طرف داری کا ہے اور ناحق ہم کو جُل دے رکھا ہے ورنہ کیا وجہ ہے کہ تم نے آج تک اپنی ایک شرط پوری نہ کی۔ اس پیغام کے دو تین دن بعد دلیر خاں خود بڑھا اور بیجاپور سے دس کوس ادھر موضع ہلسنگی میں قیام کیا۔ مسعود خاں دلیر خاں کے اچانک آجانے پر گھبرایا اور کہلا بھیجا کہ میں ہرگز اپنے قول قرار سے نہیں پلٹا ان شاء اللہ عن قریب اُن شرائط کو پورا کرتا ہوں

اور پادشاہ بی بی کو رخصت کرتا ہوں اور اپنے بیٹے کے ساتھ فوج بھی امداد کو بھیجتا ہوں جو تعویق ہوئی وہ محض شرزہ خاں کی سرکشی سے ہوئی - اب ایسا ہرگز نہ ہوگا آپ بھوُنرہ ندی کے اس طرف اپنا لشکر نہ لائیں کہ ملک تباہ ہوتا ہے - دلیر خاں فوراً واپس چلا گیا اور بھوُنرہ ندی کے اُس طرف موضع ٹاکلی میں جا ٹھیرا -

دلیر خاں کا مسعود خاں اور شرزہ خاں کا بیچ بچاؤ کرنے کے بہانے سے بیجاپور کے لشکریوں اور امراء کو توڑ کر اپنی طرف کر لینا

مسعود خاں اور شرزہ خاں کی عداوت روز بروز بڑھتی چلی جاتی تھی - شرزہ خاں تو اب کھلے خزانے لڑنے مرنے پر طیار ہو گیا تھا اور بہلول پورہ اور مہدی واڑے کے بازار میں ہر روز اپنی جمعیت لئے کر طیار بیٹھا رہتا تھا مسعود خاں میں خود کچھ دم نہ تھا دلیر خاں سے امداد چاہی - دلیر خاں ایسے ہی موقع کا متلاشی تھا کہ اندرونی معاملات میں دخل دہی کا بہانہ ہاتھ آئے جھٹ دو تین ہزار سوار شرزہ خاں کے مقابلے کے لئے بھیج دئے جو رنگریزوں کے حوض پر آکر ٹکے اور ادھر ونکٹا دری لشکر لئے کر مکہ دروازے سے باہر نکل کر ابراہیم روضہ کے پاس جا پڑا اور قلعہ کی توپوں کا رخ شرزہ خاں کی حویلی کی طرف کر دیا اور عام حکم دے دیا کہ لوٹ لو آج لوٹنا معاف ہے - شرزہ خاں خود اپنا لشکر لئے ہوئے شرزہ پور میں بیٹھا ہوا تھا لشکریوں نے شرزہ خاں کے گھر پر یورش کر دی اور اُس کے ہمراہیوں میں سے جو ملا اُس کی ناک کاٹ لی اور خوب لوٹا ونکٹا دری اور مغل دونوں منتظر تھے کہ شرزہ خاں سامنے آئے تو ہم دونوں اُسے گھیر لیں لیکن ابھی اِس کا موقع نہیں آیا - شرزہ خاں نے جب دیکھا کہ دلیر خاں اور ونکٹا دری دونوں کا وار مجھ پر ہے تو دلیر خاں سے خواہش کی کہ میں آپ کے پاس آتا ہوں آپ ہی میرے اور مسعود خاں کے قضیہ کو چکا دیجئے - دلیر خاں کے وکیل عاشق محمد نے کہا کہ تم کو اگر دلیر خاں سے ملنا ہے تو بسم اللہ پہلے اپنے حرم اور لڑکوں کو ہمارے سپرد کر دو تاکہ ہم کو اطمینان ہو اور پھر شوق سے چلو شرزہ خاں دلیر خاں کے قریب میں آگیا اور آدھی رات کو اپنے حرم اور لڑکوں کو مغلوں کے سپرد کر دیا - مسعود خاں کو اب مصالحت کے لئے جانا ہی پڑا اور مغلوں کے لشکر کے ساتھ دھوُلگیر کو گیا - شرزہ خاں کے آنے کی خبر سن کر دلیر خاں خود پیشوائی کے لئے جا کر اُسے بھوُنرہ

ندی کے اس طرف بڑے اعزاز و اکرام سے اپنے لشکر میں لایا۔ شرزہ خاں کے آتے ہی دلیر خاں نے اُس کے حرم اور لڑکوں کو مالا پور بھیج دیا اِس بات سے شرزہ خاں کھٹکا کہ دال میں کچھ کالا ہی مگر اب کر کیا سکتا تھا۔ دلیر خاں سے کہلا بھیجا کہ میں تو آپ کے پاس محض اِس غرض سے حاضر ہوا کہ آپ مسعود خاں سے میری صفائی کرا دیں گے اور آپ کی طمانیت کے لیئے میں نے اپنے لڑکوں کو بھی بھیج دیا ایسی حالت میں آپ کو کسی قسم کا شر و فساد کرنا لازم نہیں ہی اور اگر آپ کا ارادہ کچھ اور ہی تو جھگڑے لڑائی سے کچھ فائدہ نہیں میں خود بیجا پور سے مکہ شریف چلا جاتا ہوں نہ میں رہوں گا نہ یہ جھگڑے بکھیڑے ہوں گے دلیر خاں کو جب شرزہ خاں کی ناراضگی کا حال معلوم ہوا تو خود شرزہ خاں کے خیمہ میں چلا گیا اور چکنی چپڑی باتیں کرکے اُسے شیشہ میں اُتار لیا اور سید احمد عرف غالب خاں پسر شرزہ خاں کو شش ہزاری منصب دیا اور چند دن کے بعد شرزہ خاں کے حرم کو حسب الحکم شہزادۂ معظم کے اورنگ آباد بھجوا دیا مسعود خاں کے پیٹ میں چوہے دوڑنے لگے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ دلیر خاں شرزہ خاں کی طرف ہو جائے تو میں کہیں کا بھی نہ رہوں گا۔ دلیر خاں کے خوش کرنے کو مسعود خاں نے چھ ہزار سوار درویش خاں اپنے لڑکے اور ونکٹا دری کے ساتھ دلیر خاں کے پاس دھولگیر میں بھیج دئے۔ دلیر خاں جیسا چال باز تھا اُس کی کرتوتوں سے ظاہر ہی دکھنی بھولے تھے جو اُس کی ہر بات کا یقین کر لیتے تھے۔ بیجا پور کا اتنا بڑا لشکر جب دلیر خاں کے پاس پہنچ گیا تو اُس کے دیدے ہی بدل گئے۔ جب اُس نے دیکھا کہ بہت سے امرائے بیجا پور بھی میرے پاس آ گئے اور بیجا پور خالی رہ گیا تو اب اِس سے بہتر اور کون سا موقع قلعہ پر قبضہ کرنے کا ہاتھ آئے گا اور دل ہی دل میں منصوبے گانٹھنے لگا۔ ابھی یہہ بات پختہ نہیں ہونے پائی تھی کہ دکھنیوں کو بھی بھنبھی مل گئی۔ ایک دن شرزہ خاں مع اپنے چند ہمراہیوں کے بغرض شکار باہر نکلا تھا کہ دلیر خاں نے اُس کے پیچھے اپنا بھی ایک گارڈ لگا دیا۔ شرزہ خاں کو اتنی تاب کہاں تھی شکار چھوڑ راستے ہی سے پلٹا جنگ کا نقارہ بجا دیا اور آمادۂ جنگ ہو گیا اور دلیر خاں سے کہلا بھیجا کہ آپ کو یہ کیا سوجھی تھی کہ میرے پیچھے اپنی چوکی لگا دی میں کیا چور چکار تھا یا بھاگ جاتا تھا ایسی بزدلی کے حرکات سے

کیا فائدہ اگر دل میں کچھ شوق ہو تو بسم اللہ اپنا تمام لشکر مغلوں اور دکھنیوں کا لے کر مرد وں کی طرح میدان میں آیئے تاکہ ہماری آپ کی تلوار کے جوہر کھل جائیں اور آپ کے دل میں بھی کوئی ارمان نہ رہ جائے اور میں بھی آپ کو بتلادوں لڑنا کس کو کہتے ہیں اور بہادر کیسے ہوتے ہیں۔ دلیر خاں جب کبھی اپنی بات گرتی دیکھتا تھا فوراً نرم پڑ جاتا تھا شرزہ خاں کے تیور بدلے ہوئے دیکھ کر فوراً عذر معذرت کرنے لگا کہ میرا منشا یہ نہ تھا اور وہ نہ تھا ہم آپ تو ایک ہی ہیں اور سمجھ گیا کہ دکھنی اُس کی گہری چال سے باخبر ہو گئے ہیں اب موقع بے ڈھب ہی ہے ؎

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن — کہ جاہا سپر باید انداختن

فوراً اپنی پالیسی کو نرم کر دیا اور خوشامد در آمد کرنے لگا۔ شرزہ خاں جب کبھی دلیر خاں کے پاس جاتا تو وہ بچھ جاتا اور اس قدر خاطر مدارات کرتا کہ شرزہ خاں کو لب کشائی کا موقع نہ دیتا اس طرح مسعود خاں کے مدار المہام ونکٹا دری کو روغن قاز مل کر اپنا گرویدہ کر لیا تھا جب کبھی خرچ کی تنگی سنتا تھا داد دہش میں دریغ نہ کرتا تھا قریب ایک لاکھ روپیہ کے تو اب تک دے چکا تھا اور یوں روزانہ ہزار روپیہ ونکٹا دری کو دیا کرتا تھا سو الگ ع

زر بر سر فولاد نہی نرم شود

روزانہ امرائے بیجاپور کی دعوتیں کرتا رہتا تھا۔ ہنود کے پاس فواکہ اور جنس بھیجتا رہتا تھا ونکٹا دری کو تو ایسا گانٹھا کہ اپنا غلام بنا لیا۔ اُس کے بیٹے کو پرگنہ بالا پور جاگیر دے دی۔ شرزہ خاں کی ایسی آؤ بھگت تھی کہ جب وہ آتا دلیر خاں اپنی مسند چھوڑ کر اُس کے سامنے مودب بیٹھ جاتا اور کبھی بلا کھانے کھلائے کے جانے نہ دیتا اور دوسرے امرا کو تلواریں اور کٹاریں اور مناصب دیتا اور نقدی امداد بھی دیتا۔ شرزہ خاں کو بھی ہزار روپیہ یومیہ کے علاوہ بہت کچھ دیتا رہتا تھا اور اس طرح سارے دکھنی دلیر خاں کے حسن سلوک سے رام ہو گئے تھے جو لوگ بیجاپور کی لوٹ مار سے گھبرا کر نکل کھڑے ہوتے تھے دلیر خاں کے پاس آ کر امن میں آ جاتے تھے اس طرح رفتہ رفتہ دلیر خاں نے سب کو سمیٹ لیا اور سب سے ایسا گھل مل گیا کہ جب دیکھو دلیر خاں کو بیجاپور کے لوگ صبح سے شام تک گھیرے رہتے تھے۔ بیجاپور میں

صرف حیرت خاں رہ گیا تھا اُسے بھی روزانہ مصارف کے لئے پرگنہ بارسی[5] پہلے ہی دے دیا تھا اور پنج ہزاری منصب دلانے کا وعدہ الگ تھا وہ بھی دلیر خاں کے دامن سے لگا ہوا تھا۔ اس طرح بیجاپور کے لوگوں میں سے دکھنی اور افغان اور مرہٹہ سب ملا کر دس ہزار لوگ دلیر خاں کے ہاں ملازم ہو گئے اور جو تین چار ہزار بھکڑ مسعود خاں کے پاس بیجاپور میں رہ گئے تھے اُن کا یہ حال تھا کہ مغلوں کی فوج میں بھرتی ہونے کے مزے سن سن کر روزانہ کھسکے چلے آتے تھے معدودے چند جو ابھی نہیں آ سکے تھے وہ درپردہ دلیر خاں سے ملے ہوئے تھے اور قول قرار کر چکے تھے غرض اس طرح دلیر خاں نے بیجاپور کے سارے لوگوں کے دل اپنی مٹھی میں لے رکھے تھے اور وہاں صرف خالی میدان رہ گیا تھا۔

پادشاہ بی بی کی دہلی کی روانگی اور شاہزادہ محمد اعظم سے ۱۰۹۰ھ میں نکاح

عادل شاہ سے جو وعدے اور شرائط ہوئی تھیں اُن کی تعمیل میں برسوں لگ گئے عالمگیر نے دلیر خاں پر پابندی عہود کے لئے سختی کی۔ دلیر خاں پادشاہ بی بی کی شادی کے متعلق ونکٹا دری کو دباتا تھا آخرکار ونکٹا دری تقاضوں سے بیزار ہو گیا اور بیجاپور کو روانہ ہوا۔ دلیر خاں نے ملک زیرک خواجہ سرا اور ماما۔ اصیلوں اُڑدا بیگنیوں کا ایک جم غفیر اُس کے ساتھ کر دیا۔ ونکٹا دری نے مسعود خاں سے کہا کہ یہ کیا معاملہ ہے دیر کیوں لگا رکھی ہے۔ مسعود خاں خود دو مرتبہ بات پکی کر چکا تھا لیکن مشکل یہ تھی کہ یہ بات اُس کے بس کی نہ تھی۔ پادشاہ بی بی کی عمر پندرہ سولھا سال کی تھی وہ خود عاقلہ بالغہ تھی اور بڑی صاحب عقل و ہوش امورات ملکی سے بخوبی واقف تھی سارے محل کے لوگ اُس کے تابع فرمان تھے۔ مسعود خاں نے دبی زبان سے بہت کچھ کہا مگر پادشاہ بی بی کی کسی طرح مرضی نہ تھی۔ مسعود خاں نے اُن ماماؤں اور دایہ کو جو مقربان شاہزادی تھیں اور ماماطاؤں کو جو سب محلات کی عورتوں کی سرغَل اور شاہزادی کی خاص دایہ تھی اور چند بیگمات تجربہ کار اور معاملہ فہم کو بیچ میں ڈالا اور نشیب و فراز سمجھایا کہ جو زبان سے نکل گیا ہے اور دو پادشاہوں میں طے پا چکا ہے بھلا کہیں وہ بات پلٹ سکتی ہے اس میں بڑا تجربہ ہو گا آپ کے بھائی کی سلطنت چھن جائے گی لوگ تباہ ہو جائیں گے۔ بے چاری شاہزادی نے جب دیکھا کہ میرے

[5] ضلع شولاپور کا ایک تعلقہ ہے جو بارسی لیٹ ریلوے کا مشہور تجارت گاہ ہے۔ ۱۲

سبب سے خواہ مخواہ کشت وخوں ہوگا - اور بھائی کی عزت اور ملک دونوں معرض خطر میں ہیں تو اوس نے بڑا ایثار نفس کیا اور بادل ناخواستہ ایفائے وعدے پر اپنی رضامندی کا اظہار کردیا جوں جوں دیر ہوتی جاتی تھی دلیر خاں بھڑکتا جاتا تھا - مسعود خاں نے اس بہانے سے روانگی کے لئے خرچ درکار ہے بہت سا روپیہ بھی اینٹھ لیا - بالآخر بہ مشکل تمام ۲ جمادی الثانیہ سنہ ۱۰۹۰ھ کو پادشاہ بی بی محل سے برآمد ہوکر مکہ دروازے کے باہر مقیم ہوئیں اور مامائیں اصیلیں خواجہ سرا وغیرہ سب کو ساتھ لے کر ۵ تاریخ بہ ہمراہی ونکٹادری روانہ ہوکر ۲۰ کو دھول کھیڑ میں پہنچیں - دلیر خاں استقبال کو آیا اور بڑی دھوم دھام سے سواری کو لے گیا - ۲۲ کو بھنورہ ندی پار ہوکر لشکر کے قیام گاہ پر ٹاکلی پونچے - دلیر خاں نے ہزار روپیہ پیش کش اور نذر گزرانی پھر باقی امراء نے نذریں پیش کیں اور بڑی بھاری شاہانہ دعوت ہوئی - نو دن تک اسی طرح جشن شاہانہ رہا اور ۴ رجب کو دہلی کی طرف روانہ کیا - تمام قلعہ داروں ضلع داروں اور فوج داروں کے نام احکام جاری کئے کہ جن جن کی حدود میں سے پالکی مبارک کا گزر ہو شاہانہ استقبال کرکے نذریں پیش کریں اور ضیافت کا پورا اہتمام کرکے اپنی سرحد تک پا بہ رکاب رہیں - جب سواری شاہ گڑھ کو پونچی تو شاہزادہ سلطان معظم اورنگ آباد سے پیشوائی کے لئے آیا اور سات روز وہاں ٹھیر کر جشن شاہی کیا اور اسی طرح منزل بہ منزل ٹھیرتے ہوئے تین مہینے میں دہلی پونچے - شاہزادہ محمد اعظم ابھی تعلیم پا رہا تھا اور پادشاہ بھی مہمات میں مصروف تھا شادی میں چندے توقف ہوا تھوڑے ہی عرصے میں سب طیار کرلی گئی اور سامان جشن کا بہمہ جہت مہیا کرکے بڑی دھوم دھام سے شادی ہوگئی -

مسعود خاں اور دلیر خاں کے پھر ناچاقی مسعود خاں کا ونکٹادری کو قید کرلینا دلیر خاں کی بیجاپور کے محاصرے کی طیاری

پادشاہ بی بی کا دلی پونچ جانا دلیر خاں کی ایک بڑی کارگزاری تھی اب دلیر خاں کو دوسری بات یہ سوجھی کہ ونکٹادری کو ملا کر کسی طرح مسعود خاں ادھونی واپس کیا جائے اور حکیم شمس الدین خاں کو تا زمان بلوغ سلطان سکندر کے ریجنٹ مقرر کیا جائے اپنے اس ارادے میں کامیاب ہونے کے لئے تین ہزار سواران بندیلہ حکیم جی کی مدد کو دئے اور اخلاص خاں کو تین ہزار سوار دے کر

شہر بیجاپور میں بھیج کر بہلول خاں کی حویلی میں اتروا دیا اور دس بارہ ہزار کا لشکر جو خود جمع کرلیا تھا
وہ سیواجی کے مقابلے کو طیار کیا۔ مسعود خاں کو جب یہ معلوم ہوا کہ ونکٹا دری اور حکیم جی دلیر خاں
کے ہم زبان ہو گئے ہیں تو لوگوں نے مسعود خاں کو سمجھایا کہ تم ہرگز قلعہ نہ چھوڑنا اگر قلعہ چھوڑا تو
یاد رکھو کہ سلطنت گئی۔ مسعود خاں نے ونکٹا دری کو بلا بھیجا۔ ونکٹا دری نے دلیر خاں سے
یہ کہا کہ مجھے مسعود خاں نے بلا بھیجا ہے میں جاتا ہوں دو چار دن میں کسی نہ کسی طرح مسعود خاں
کو قلعہ سے باہر لاکر حکیم جی کو ریجنٹ بنا دیتا ہوں اور اس حیلہ سے دلیر خاں سے بہت کچھ روپیہ
اینٹھا۔ دلیر خاں دو چار دن تک ایفائے وعدہ کا منتظر رہا اور یہ طرح اپنی بخت ویز کرلی تھی مگر وہاں
کچھ اور ہی گل کھلا مسعود خاں کی نیت میں پہلے ہی سے فساد تھا۔ ونکٹا دری کے
آتے ہی اس کو مع ہمراہیان چاکو پنڈت۔ ملھاری۔ بہلول خاں سرنیواس راؤ وغیرہ کے قید کرلیا
اور سید عبد العزیز کو بھیج کر ان سب کا مال و متاع بھی ضبط کرلیا اور اپنے لڑکے سید درویش کو
جو دھول گڑھ میں تھا چپکے سے کہلا بھیجا وہ باپ کے حکم پر مع اپنے لشکر کے فوراً بیجاپور آن
پونہچا۔ یہ سنتے ہی دلیر خاں ایک دم بیجاپور پر لشکر کشی کرنے کو مستعد ہو گیا اور بھنورہ ندی کے
سے اُتر کر دھول گڑھ میں آ پونہچا کہ بیجاپور سے مرزا برادر حکیم جی اور شیخ ایوب آئے اور مسعود خاں
کی طرف سے دلیر خاں سے ونکٹا دری کے قید کرنے کی عذر معذرت کرنے لگے۔ دلیر خاں
نے کہا تم کو شرم نہیں آتی میں نے تم کو ونکٹا دری کی حفاظت کو بھیجا تھا یا اس لئے کہ تم منہ
دیکھتے رہو اور اُسے قید میں پھنسا دو لُطف ہے تم پر کہ تم میرے سامنے کس مُنہ سے آئے تم کو
وہیں مر جانا تھا۔ مسعود خاں اتنا بڑا کام کر تو بیٹھا مگر اپنی جگہ کانپ رہا تھا چند لوگوں کو بیچ میں
ڈال کر پھر دلیر خاں سے مل جانا چاہا اور حکیم جی کو واسطہ قرار دیا۔ حکیم جی نے کہا کہ تمھاری بات
کا کیا بھروسہ پہلے بھی تم نے آثار شریف میں قسم کھائی اور پچیس ہزار ہن دینے کا پختہ وعدہ
کیا اور پلٹ گئے۔ مسعود خاں نے کہا میں نے کیا کیا جو کچھ کیا ونکٹا دری نے کیا اور جیسا کیا اُس
کی سزا بھی بھگت رہا ہے۔ الغرض حکیم جی کی بہت خوشامد کی اور وعدہ کیا کہ آپ ہی کل کاروبار
کیجئے میں آپ کی تابعداری سے باہر نہیں اور آثار شریف میں جاکر دوبارہ قرآن شریف اُٹھا لیا
حکیم جی نے بہت کچھ سعی و سفارش کی لیکن دلیر خاں نے ایک نہ سُنی کہ کئی بار دھوکا کھا چکا تھا

دلیرخاں کبھی کا بیجاپور کا محاصرہ کر لیتا لیکن مشکل یہ آن پڑی کہ روپیہ ختم ہوگیا لشکر کی تنخواہ بانٹنے کو
پیسہ نہ تھا اور شاہزادۂ معظم اس کی کاٹ پر تھا اُس نے قلعہ داران بیدر۔ پرینڈہ۔ شولاپور
شہر سورت کو لکھ دیا تھا کہ دلیرخاں فضول خزانہ لٹا رہا ہے کام تو اُس نے کچھ بھی نہیں کیا
آیندہ سے اُسے ایک حبہ نہ دیں اس مجبوری سے دلیرخاں آگے نہ بڑھ سکا ناچار شاہزادۂ معظم
کی خدمت میں معروضہ لکھا کہ اب خاطر خواہ کام بن گیا ہے اور پوری امید کامیابی کی ہے اس
وقت اگر روپیہ کی امداد نہ ہو تو سارا کیا دھرا اکارت جائے گا۔ شاہزادے نے نہایت مجبوری
سے ساٹھ ہزار اشرفیاں اور دو ہزار برقنداز امداد کو بھیج دیئے اور تاکید کر دی کہ جو کچھ کرنا دھرنا ہے
اسی میں کر لو آیندہ کچھ نہ ملے گا۔

مسعودخاں کا قلعہ کو مستحکم کرنا اور سیواجی سے استمداد

دلیرخاں کو بروقت روپیہ نہ ملنے سے بیجاپور کے محاصرے میں دیر لگی مسعودخاں کو اچھی خاصی
مہلت مل گئی اُس نے قلعہ کی مرمت کرا کر ہر طرح ٹھیک کر لیا اور تورگل۔ ادھونی اور پام ناک
کے قلعہ جات سے فوج طلب کر لی۔ سِدّو[1] (ایک مشہور امیر) کو سیواجی کے پاس بھیجا کہ
دیر کیوں لگا رکھی ہے جلد پہنچو کہ اب موقع تاخیر کا نہیں ہے۔ سیواجی طیار ہی تھا اُس نے دس ہزار
سوار بیجاپور کو بھیج دیئے اور دو ہزار لدو بیل غلے کے ولیاجی نیلکنٹھ کو دے کر بھیج دیئے اور
کہلا بھیجا کہ تم کچھ فکر نہ کرو میں خود آتا ہوں اور دلیرخاں کا سر کاٹ کر ہمیشہ کے لئے اس جھگڑے
کو مٹا دوں گا۔ ولیاجی سیواجی کی طرف سے بادشاہ کے لئے تحفے تحائف اور مسعودخاں
کے لئے خلعت بھی لایا اور عرض کی کہ پانچ ہزار سوار علینا پور اور پانچ ہزار بھوپال گڑھ پر پہنچ
گئے ہیں اور منتظر حکم ہیں اور سیواجی خود بھی پیچھے سے آتا ہے۔ مسعودخاں نے بھی ولیاجی کو خلعت
دیا اور مطمئن ہو کر طیاریاں کرنے لگا۔ حسن خاں روہیلہ جو عبدالکریم کا ملازم تھا یاقوت خاں
اور حیرت خاں سب کو پھر بلا کر ہموار کر لیا اور سِدّی درویش کو صوبہ دار کر دیا۔ مسعودخاں کا
ارادہ تھا کہ شرزہ خاں کی ٹکر کے لئے یاقوت خاں کو پیش پیش رکھوں۔ ادھر یہ ہو رہا تھا
اُدھر مغلوں کے سردار حیرت خاں اور میاں خاں دونوں منگل بیڑہ پر پہنچ کر سعید خاں سے

---

[1] یہ وہی راگو سِدّو ہے جس کا کتبہ قلعۂ مدگل کے گگن محل پر ہے۔ ۱۲

گھُس گئے اور سعید خاں کو نکال باہر کیا سعید خاں بے چارہ اکیلا اِن دونوں کا کیا مقابلہ کر سکتا تھا بھاگ کر بیجاپور آیا اور منگل بیڑے پر مغلوں کا قبضہ ہوگیا اور اسی کے ساتھ مغلوں نے سالون گی اور کاسی گاؤں کو لوٹ ڈالا اور شرزہ خاں کے سوار اِملے پر چڑھ آئے۔

مسعود خاں نے سید شریف اور فرید خاں وغیرہ کو اس لوٹ مار کے فرو کرنے کو بھیجا اور سنبھاجی کھاٹکے کو بھی فوج دے کر دوسری طرف دوڑایا وہاں راستے میں سنبھاجی سے مقابلہ ہوپڑا دونوں طرف کے دس پندرہ ہزار آدمی مارے گئے۔ سنبھاجی تیر سے مجروح ہوا۔ انگلوج سے خبر ملی کہ وہاں بجّاجی چڑھ آیا ہے۔ بہادر خاں سانگولہ سے اُس کے مقابلے کو جھپٹا اور دونوں میں لڑائی ہوئی جس میں بجّاجی مارا گیا۔

بیجاپور پر دلیر خاں کی چڑھائی سیواجی کا عادل شاہیوں کی مدد کو پہنچنا اور مغلوں کے مقبوضات میں لوٹ مار ۱۰۹۰ھ

۱۷ ارشعبان ۱۰۹۰ھ پیر کے دن دلیر خاں خود شرزہ خاں کے خیمہ میں آیا اور بیجاپور پر چڑھائی کرنے کی مشورت کرنے لگا اُسی دن عالمگیر کی طرف سے شرزہ خاں کو خطاب رستم خانی اور خلعت بھی آیا۔ دلیر خاں ہولگیری میں بیٹھا ہوا گڑھی بنوا رہا تھا وہاں سے ۸ شعبان کو کوچ کر کے ہنگی آیا اور بائیس دن وہاں رہ کر ایک گڑھی طیار کرائی - ۱۱ ررمضان کو برہمن ملی پونہچا - ۱۲ ررمضان کو طلابہ پونہچا یہاں بھی ایک وسیع گڑھی کی بنیاد ڈالی - ۱۶ ررمضان کو سید عالم اور یادگار علی دونوں بذریعہ اخلاص خاں کے حاضر ہوئے اور مسعود خاں کو ملا لینے کا وعدہ کر کے بیجاپور گئے - ۵ رشوال کو سیواجی دس بارہ ہزار سوار لے کر ہٹپر سلگہ میں آن پونہچا ۱۰ رشوال کو سیواجی کی فوج جو پہلے سے بیجاپور میں پڑی تھی سیواجی کی پیشوائی کو آئی سیواجی نے خود پانچ ھزار سوار لے کر سلطان سکندر کی ملاقات کے لئے حاضر ہونے کی استیجازت مسعود خاں سے کی مسعود خاں نے صرف پانسو سواروں کے ساتھ آنے کی پروانگی دی لیکن موروجی پنڈت نے سیواجی کو قلعہ میں جانے سے منع کیا کہ جب ہم تمام عادل شاہی حالات پر قابض ہیں تو ہم کو خواہ مخواہ قلعہ میں جانے کی ضرورت ہی کیا ہے - بھگوان جانے وہاں کیا معاملہ پیش آئے مسعود خاں کا کیا بھروسہ اگر وہ دغا کر بیٹھے تو کیا ہوگا - سیواجی اس

بات کو مان گیا اور مسعود خاں کو کہلا بھیجا کہ میں جب تک مغلوں کی مہم سر نہ کر لوں اور دلیر خاں کو نوک دم دہلی تک نہ بھگا دوں جب تک میرا حاضر ہونا بے سود ہے جب میرا مقصد حاصل ہو جائے گا تو بھگوان کی دیا سے سُرخ رو اور بامراد پادشاہ کے حضور میں حاضر ہوں گا۔

۱۰ شوال کو سیواجی نے اپنی فوج کے دو حصے کئے آٹھ نو ہزار خود لے کر موسلا اور راملے کی طرف گیا اور انند راؤ کو دس ہزار سوار دے کر سانگولہ کی طرف بھیجا اور مغلوں کے مقبوضات میں لوٹ مار کرنے لگا۔ دلیر خاں کو تو بیجاپور کی لو لگی ہوئی تھی سنی کی ان سنی کر دی کہ یہ تو ہر سال کا جھگڑا ہے اگر ہم بیجاپور لے لیں تو پھر سیواجی کو ملک بدر کرنا کون سا مشکل کام ہے الغرض دلیر خاں بیجاپور کی سرحد سے نہ کھسکا۔ شاہزادۂ معظم ہمیشہ دلیر خاں کی کاٹ پر رہتا اور بار بار اپنے باپ کو شکایت لکھتا تھا وہاں خان جہاں کوکلتاش جڑ تا رہتا تھا لیکن ادھر سے ملک برخوردار اور حکیم شمس الدین برابر خبریں دیتے رہتے تھے کہ بیجاپور کا تمام کارخانہ ابتر ہے مسعود خاں لاشے محض ہے اب کوئی دم میں بیجاپور لیا۔ لیکن جب عالمگیر کو خبر ملی کہ مسعود خاں نے ونکٹا دری کو قید کر لیا تو ایک دم بھڑک اٹھا اور سمجھ گیا کہ یہ سب ڈھونگ ہے اتنے میں مسعود خاں نے سیواجی کو بلوا لیا تب پھر شاہزادے نے عالمگیر کو لکھا کہ دلیر خاں سارا کام بگاڑ رہا ہے لاکھوں روپیہ اُس نے خزانہ کا لٹا دیا اور رادھی کا فائدہ نہ ہوا چپہ بھر زمین فتح نہ کی۔ پادشاہ نے دلیر خاں کو بہت سختی سے لکھا اور ملک برخوردار اور حکیم جی کو حکم دیا کہ یہ دونوں فوراً ہمارے پاس حاضر ہوں یہ حکم آنا ہی تھا کہ دلیر خاں سے اور ان دونوں سے چل پڑی۔ دلیر خاں نے ملک برخوردار سے کہا کہ تو نے ہی مجھے جُل دیا اب تو تو صاف نکل گیا اور ساری بلا میرے سر ڈال دی ملک برخوردار نے کہا کہ چہ خوش نہ کریں آپ اور الزام مجھ پر۔ میں تو برابر کہے چلا جا رہا ہوں کہ مسعود خاں کے لئے ونکٹا دری اور بہت سے امرا کو آپ کے پاس لاتا ہوں آپ اُن کو قید کریں اور بیجاپور پر دھاوا بول دیں لیکن آپ کسی کی سنتے بھی ہیں آپ کی مت ہی اُلٹی ہے جب میرے کہے پر آپ نے عمل نہ کیا تو اب مجھ سے گلہ شکایت بے سود۔ پادشاہ کا حکم بھلا کب ٹل سکتا تھا ۱۱ رمضان کو حکیم جی دلی سدھارے ملک برخوردار حیلے حوالے کرنے لگا دلیر خاں نے اُسکو بھی پکڑ کر ۱۰ شوال کو بھجوا دیا۔ ۱۸ شوال کو خواجہ عبدالرزاق اور سید عالم مسعود خاں کی طرف سے

صلح کا پیغام لائے دلیر خاں نے کہا کہ پہلے مسعود خاں اپنے بیٹے کو ہمارے سپرد کرے اور ہمارا قرض ادا کرے اور سیوا جی سے دوستی قطعاً توڑے جب بات سو بات۔ سید عالم پھر مسعود خاں کے پاس گیا اور یہ سب معاملہ دہرایا۔ مسعود خاں کا دل نہ ٹھکا اور اُس نے اس بات کو وہیں دبا دیا جواب تک نہ دیا۔

دلیر خاں کا صلح سے نا اُمید ہو کر سلطنت بیجاپور کے مختلف مقامات کو لوٹنا اور تباہ کرنا

دلیر خاں جب انتظار کرتے کرتے تھک گیا اور اُدھر سے کوئی جواب نہ آیا تو سمجھ گیا کہ ہنوز آش در کاسہ ہے معاملہ راستی سے طے نہ ہوا ہے نہ ہوگا۔ جنگ کی طیاری شروع کی بڑی بڑی توپوں کو برہمن پلی میں چھوڑ کر ۲ شوال کو مکتا پور۔ ۲۲ کو جال گیری پونہچا۔ لیکن سیوا جی کے خوف سے آگے نہ بڑھ سکا اور سنتا باجی جو نایک واڑیوں کا سرکردہ تھا اور پہلے کئی قلعہ فتح کرچکا تھا اُس کے بھروسے پر یہ صلاح ٹھیری کہ مرج اور پنالہ کی طرف چلنا چاہیے کہ سیوا جی کو جب ہمارے اُدھر جانے کی خبر ملے گی تو لامحالہ بیجاپور چھوڑ کر اُدھر پلٹے گا۔ اور اسی ارادے سے جالگیری سے تگوٹہ گیا جو ایک بڑا آباد اور متمول قصبہ تھا۔ ان بے چاروں کو دلیر خاں کے آنے کی کچھ خبر نہ تھی کہ اخلاص خاں ہراول لشکر پونہچا اور لوٹ مار شروع کردی بہت سے ذی عزت ڈر کے مارے مع اپنے بال بچوں کے سرائے کے پاس ایک کنواں تھا۔ اُس میں گر کر جان دے دی۔ دلیر خاں نے اس بستی کو ایسا تباہ کیا اور لوٹا کہ خدا کی پناہ آخر کار خواجہ عبد الرزاق نے ان غریبوں کی حالت زار پر ترس کھا کر دلیر خاں سے سفارش کی اور پانسو آدمیوں کو چھوڑوا دیا۔ ۲۴ شوال کو ہولوار اور رٹیل سنگہ کو لوٹتے ہوئے اتھنی پونہچے اور ۲۷ کو علینا پور آئے وہاں خبر ملی کہ سنبھا جی لشکر سے بھاگ کر بیجاپور جا چکا ہے یہ سنتے ہی بیجاپور کا راستہ لیا۔

سنبھاجی کا مغلوں کے لشکر سے بھاگ کر عادل شاہیوں سے جا ملنا

سنبھا جی یوں بھاگا کہ عالمگیر نے اُسے بلوایا تھا وہ ایک مرتبہ جاکر خوب مزہ چکھ چکا تھا اب کیا جاتا سیوا جی آخر باپ تھا بیٹے کی پریشانی سن کر اُسے بلوایا۔ سنبھا اپنی بیوی کو مردانہ لباس پہنا کر پانچ ہزار سوار سمیت اپنے باپ کے پاس سے

چل دیا ۸۔ ۲۴ شوال کو سیدھا بیجاپور پہنچا۔ مسعود خاں نے بہت خوشی سے سنبھاجی کو لیا۔ دلیر خاں سنبھاجی کی آؤ بھگت سن کر سخت برہم ہوا اور فوراً خواجہ عبدالرزاق کو بھیجا کہ جاؤ مسعود خاں سے کہو کہ یہ تم کیا کر رہے ہو الٹی اپنے پاؤں میں کلھاڑی مار رہے ہو ۵ ذی قعدہ کو عبدالرزاق بیجاپور پہنچا۔ سنبھاجی نے جب عبدالرزاق کے آنے کی خبر سُنی تو سمجھ گیا کہ یہ جو آیا ہے تو کچھ گڑبڑ مچائے گا مصلحت اسی میں سمجھا کہ خود چل دے چنانچہ ۷ ذی قعدہ کو بلا اطلاع پنالہ چلا گیا۔

دلیر خاں کی بیجاپور پر چڑھائی اور شکست ۱۰۹۰ھ

دلیر خاں عینا پور سے پلٹ کر سالوٹگی۔ کا کھنڈ کی[1] اوکھلی۔ ہنگولی وغیرہ دیہات کی زراعت اور باغات تلف کرتا ہوا اور لوٹتا مارتا لوگوں کو قید کرتا ہوا ۱۰ ذی قعدہ کو علی آباد پہنچ کر خیمہ زن ہوا اور وہاں سے توپ خانہ لے کر رسول پور اور مراری باغ پر آ کر گولہ باری کرنے لگا۔ ادھر قلعہ سے بھی توپیں چلنے لگیں اور تمام دن گھمسان لڑائی رہی اور قلعہ کی بندوقوں کی باڑ سے بہت سے لوگ مغلوں کے ضائع ہوئے اور اسی طرح روزانہ لڑائی ہوتی رہی دونوں طرف کے لوگ مرنے لگے۔ ۱۷ ذی قعدہ کو مغل اور آگے بڑھ کر بیگم حوض کے پاس آ گئے۔ ۲۴ کو افضل خاں کے محلّات کے پاس روضہ باغ میں پہنچ کر افضل پورا اور شاہ پور کو لوٹ لاٹ کر جلا دیا۔ ۲۹ کو اللہ پور دروازے کے سامنے آ گئے اور بڑی بھاری لڑائی ہوئی جس میں ہزاروں آدمی طرفین کے مارے گئے لیکن فتح دکھنیوں ہی کی رہی ۹ ذی الحجہ کو پھر دلیر خاں ہٹ کر بیگم حوض پر آ گیا مگر کوئی دن ایسا نہ تھا جو لڑائی نہ ہو اس زمانے میں بیجاپور میں خود فوج کی قلت تھی صرف چند امرا اور پانچ ہزار فوج رہ گئی تھی وہ بھی بالکل تنگ حال۔ مسعود خاں کے ہزار سوار خاصہ کے قلعہ کو سنبھالے ہوئے تھے۔ ادھونی سے جو دو ہزار کا لشکر آیا تھا وہ اور رام نائک کی فوج برجوں اور خندق وغیرہ متفرق مقامات مکہ دروازہ شاہ پور دروازہ ابراہیم پور اور ابراہیم روضہ پر متعین تھی اور روز حسب حوصلہ مغلوں سے لڑ لیتے تھے سیواجی کے طرف سے غلّہ برابر چلا آتا تھا لیکن مغلوں کے لشکر میں رسد کا سخت توڑا تھا۔

[1] متعلقہ انڈی ضلع بیجاپور میں ہے۔ ہنگولی ضلع پربھنی میں حیدر آباد گوداوری ویلی ریلوے کا اسٹیشن ہے۔ ۱۲

مسعود خاں کا صلح سے انکار کرنا

شاہزادہ معظم برابر دلیرخاں کو تاکید کرتا جاتا تھا کہ خدا کے واسطے بیجاپور چھوڑ دو اور اپنے ملک کی خبر لو کہ سیواجی نے تباہ کر دیا ہے لیکن دلیرخاں کے کان پر جوں نہ چلتی تھی وہ اسی فکر میں تھا کہ مسعود خاں سے صلح کر لوں تو بہتوں اور مسعود خاں سیواجی کے بھروسے پر مگن تھا اور یہ بھی جانتا تھا کہ شاہزادہ معظم کے ہاں دلیرخاں کی کچھ وقعت باقی نہ رہی تھی پھر کیوں جھکتا۔

سیواجی کا بھونرہ ندی سے نربدا تک مغلوں کی سلطنت کو لوٹنا اور ہلچل مچا دینا عالم گیر کا دلیرخاں پر عتاب

سیواجی کا لشکر روز بروز بڑھتا جاتا تھا اب وہ پینتیس ہزار سوار لے کر سارے ملک میں پھیل گیا تھا سرحد بھنورہ سے نربدا تک لوٹ رہا تھا اور براڑ۔ خاندیس۔ ماہور۔ ایلکلانہ کو بھی لوٹ لاٹ کر خاک سیاہ کر دیا تھا اور کروڑہا روپیہ کی دولت سمیٹ لی تھی۔

عالم گیر کو سب خبریں پونہچتی رہتی تھیں اور شاہزادہ معظم نے الگ واویلا مچا رکھی تھی۔ خان جہاں نے عالم گیر کو باور کرا دیا تھا کہ دلیرخاں محض لوٹنے کی غرض سے بیجاپور پر اڑا ہوا ہے اور ناحق و ناروا لاکھوں روپیہ سرکاری خزانے کے اُس نے اپنی ضد میں برباد کر دیئے اور کسی کی سنتا نہیں۔ عالم گیر نے دلیرخاں کو لکھا کہ تو یہ کیا اُلٹی چال چل رہا ہے پہلے اپنے ملک میں امن قایم کرنا تھا جب بیجاپور کا قصد کرتے تو ایک بات تھی خیر اب بھی کچھ نہیں گیا فوراً بیجاپور کا محاصرہ چھوڑ کر اپنے ملک کا انتظام کرو ورنہ یاد رکھو کہ تمھاری خیر نہیں۔ شاہزادہ معظم نے بھی صوبہ داران ۔ مہتمم خزانہ اور توپ خانے پر حکم بھیج دیا کہ ہرگز دلیرخاں کا حکم نہ مانو اور محمد امنیف کو بھیج کر دلاورخاں کو کہلا بھیجا کہ مسعود خاں سے آکر صلح کرنی ہوگی تو میں کروں گا تم کون لہندا تم فوراً واپس آؤ۔

دلیرخاں کا بحکم بادشاہ بیجاپور کا محاصرہ چھوڑنا اور مرہٹوں کا مختلف مقامات کو لوٹنا اور جلانا اور اسی حالت میں مرجانا ۱۰۹۱ھ

اب دلیرخاں کے ہاتھ پاؤں بندھ گئے ناچار غرہ محرم ۱۰۹۱ھ کو شرزہ خاں اور حسین خاں میانہ کو توپ خانہ دے کر دھونی پر بھیج دیا جو مسعود خاں کی جاگیر تھی کہ شاید اس دباؤ سے مسعود خاں

صلح کرے مگر اُسے نہ ماننا تھا نہ مانا ناچار، محرم کو بیگم حوض سے کوچ کرکے کاکھنڈکی کو گیا اور قریب دو مہینے کے وہاں خاموش بیٹھا رہا بعد زیناپور[51] گیا وہاں کے وسپائی نے مقابلہ کیا اُس دن دلیر خاں کا ہاتھی زخمی ہوا اور ساٹھ ستر آدمی مارے گئے لیکن آخر میں پھر ہلا کیا تو چالیس پچاس آدمی وسپائی کے بھی مارے گئے اور وہ خود بھی مارا گیا پھر کیا تھا گاؤں کو لوٹ لیا دوسرے دن غرۂ محرم کو بھی وہیں رہا - ۱۱ کو تان[52] گیری کو گیا - منوتی[53] کے مقدم نے دو ہزار ہن اس شرط پر دینے کا وعدہ کیا کہ لوٹ مار نہ کریں لیکن دلیر خاں کے سر پر جن سوار نہ تھا نامنظور کیا - مقدم بیچارے کے پاس دس بیس مذکوری جو تھے اُن کو لے کر مقابلہ کرنے لگا مگر کیا تاب لا سکتا تھا وہ سب کے سب مع مقدم[54] کے مارے گئے دو تین ہزار مرد اور عورت قید کر لیئے اور تین ہزار مویشی پکڑ کر تان گیری کو لے گئے - اخلاص خاں ہراول دریائے کشنا کی طرف دیہات پرگنہ مدگل کو لوٹ رہا تھا اُس نے خبر بھیجی کہ یہاں بہت سے لوگ جمع ہیں دلیر خاں خود اُدھر چلا اور گرداھی میں پہنچا وہاں کے مقدم[54] نے تو ہزار ہن کا وعدہ کرکے پانچ ہزار نقد دیئے اور چار ہزار دینے کا وعدہ کیا جس کے وصول کے لیئے اخلاص خاں کو وہیں چھوڑ کر نالت[55] واڑ کو آیا وہاں کے وسپائی[56] سے بھی حسب معمول وصول کیا اور ایک دن مقام کیا دوسرے دن اخلاص خاں نقد سونا زیور بہت سا لے کر دلیر خاں سے نالت واڑ پر آن ملا - نالت واڑ کے وسپائی کے اشارے سے

اور ۵۲ و ۵۳ یہ تینوں مقامات تعلقۂ باگلکوٹ ضلع بیجاپور میں ہیں - ۱۲

۵۴ ہر گاؤں میں ایک پٹواری اور ایک ایک مالی اور پولیس پٹیل ہوتے ہیں اور یہی سرکار کی طرف سے گاؤں کا کل کاروبار کرتے ہیں - پٹواری گویا محاسب دیہی ہے اور پٹیل مالی موضع کی وصول و اصلات اور دیگر امور مالی کا ذمہ دار ہے علیٰ ہذا پولیس پٹیل دیہی پولیس کا افسر ہے پٹیل ہی کو مقدم گوڑا اور پٹواری کو کلکرنی بھی کہتے ہیں -

۵۵ - ضلع بیجاپور تعلقۂ ملّے بہال کا ایک بڑا موضع ہے جو دریائے کشنا سے چار میل ہے -

۵۶ - ایک ایک پرگنہ میں ایک ایک دیسکھ اور دیسپانڈ یہ بطور زمیندار کے رہا کرتے ہیں پچھلے زمانے میں اِن لوگوں کی کچھ خدمات مقرر تھیں اب محض معاش دار ہیں ۵۷ وسپائی اور ناگوڑا بھی مثل زمیندار کے ہوتے ہیں - نالت واڑ کا وسپائی اب بھی بہت عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور اس نواح کا ایک معزز اور مشہور زمیندار ہے مجھ سے بھی ایک دفعہ ملاقات ہوئی تھی - ۱۲ -

دلیر خاں کوڑ نیکل[۵۱] پونچا نالت واڑ کا ویسائی جسے نصرت آباد کی دیسمکھی دینے کا وعدہ کیا تھا ساتھ ہی ساتھ تھا اور وہاں سے کوس بھر پالا[۵۲] ہی جہاں پیڈ نایک اپنا لشکر لئے پڑا ہوا تھا پونچا اور محاصرہ کرلیا اور پہاڑ پر جو مٹھ ہی پونچ کر چالیس پچاس پیادوں کو قتل کیا اور پالے کے دو ہزار آدمی قید کر کے سارا مال واسباب و مویشی لوٹ ڈالے اور اس قدر مال ملا کہ دوسرے دن بھی ٹھیر کر گڑھی کے حصار کو توڑ کر بستی کو جلا کر تالیکوٹہ کو روانہ ہوا اس کے آگے ہی عبدالکریم خاں داؤد زئی کا بیٹا نظام خاں ستر سوار لے کر شکار کے بہانے سے پونچ گیا تھا اُس کو دیکھ کر گاؤں کا مقدم بے چارہ حاضر ہو گیا مگر گڑھی میں کچھ جمعیت تھی ۔ نظام خاں نے جاتے ہی توپ لگادی ۔ گڑھی میں سے تین سوار دلیر خاں کے پاس مصالحت کے لئے آئے اُن کو دلیر خاں نے فوراً گرفتار کرلیا اور گڑھی کو گھیر کر گرادیا اور تمام مال واسباب لوٹ لیا اسی معرکہ میں عبدالکریم خاں کا بھتیجا بھی مارا گیا اور قریب ہزار آدمیوں کے قید کر لئے جن کو مقدموں نے ڈہائی ہزار ہن دے کر چھوڑا لیا ۔ ایک دن دلیر خاں نے یہاں مقام کیا پھر بینائی پونچا اور پام نایک کو حکم دیا کہ ہم سے آکر ملو اُس نے اپنے بیٹے اور وکیل کے ذریعہ سے کہلا بھیجا کہ میں تو نہیں آسکتا البتہ دس ہزار ہُن نذر کرتا ہوں کہ آپ لوٹ مار نہ کریں ۔ دلیر خاں نے محمد افضل دیوان گلبرگہ کو بھیجا کہ تو ہی کس گھمنڈ میں تین لاکھ ہن تجھ سے لئے تک میں کب چھوڑتا ہوں ورنہ جنگ کے لئے نکل اور میں بیجاپور جا رہا ہوں تیری جتنی فوج ہی وہ بھی ہمارے مدد کو دے ناچار اُس نے تین لاکھ ہن دیئے اور فوج بھیجنے کا بھی وعدہ کیا ۔ وہاں سے مُرکی گیا وہاں کے سب لوگ پہلے ہی گاؤں چھوڑ کر بھاگ گئے تھے سارے گاؤں کو جلا کر ورتنا پور[۵۳] پونچا وہاں پام نایک کا بیٹا دو تین سو سوار لے کر حاضر ہو گیا ۔ وہاں سے گوگی آیا سارا گاؤں خالی پڑا تھا لوگ بھاگ گئے لیکن صرف چند پیرزادے روضہ میں اور بعض گرے پڑے لوگ بستی میں باقی رہ گئے تھے اُن سے دلیر خاں کچھ متعرض نہ ہوا اپنے خیمے ڈال کچھ اپنے آدمی حفاظت کے لئے چھوڑ خود سگر چلا گیا ۔

---

۵۱ تعلقہ شاہ پور ضلع گلبرگہ میں ہی ۱۲

۵۲ ۔ ضلع گلبرگہ تعلقہ شاہ پور میں ہی ۔ ۱۲

۵۳ ۔ تعلقہ شاہ پور ضلع گلبرگہ میں ہی ۱۲

وہاں پونہچ کر تھوڑی فوج عبدالغفور کو دے کر سید محمد کے باغ کے پاس کھڑا کیا اور باقی فوج اخلاص خاں کے ساتھ ملگیری کے باغ کے پاس چھوڑ کر خود شاہ پور کے حوض کے نزدیک جاکر بندوقیں اور بان چلانے لگا۔ صبح چاشت کے وقت سے شام تک یہی حال رہا۔ عصر کے وقت پام نایک کے لوگوں سے عبدالغفور کی کچھ چل گئی عبدالغفور وہاں سے بھاگ کر حوض کے پاس آکر چھپا۔ غرض شام کو دلیر خاں گوگی واپس آیا اور ناراض ہو کر پام نایک کی فوج کو واپس کر دیا دوسرے دن سلخ محرم کو شاہ پور پونہچا دروازوں کو توپ کے گولوں سے توڑ کر قلعہ میں داخل ہونا چاہا مگر فیل بان رو کے کھڑے ہوئے تھے راستہ نہ دیا۔ فتح معمور قلعہ کی چاوڑی میں بیٹھا ہوا تھا۔ اخلاص خاں پیٹ (بازار) میں گھس گیا۔ پام نایک مخالف ہو گیا اور پہاڑوں پر چڑھا ہوا توپیں مار رہا تھا جس نے مغلوں کے بہت سے لوگوں کو تمام کیا۔ دلیر خاں کی طرف سے گیارہ وکیل آئے ہوئے تھے دو کو رکھ کر نو کو دار پر چڑھا دیا۔ صبح سے شام تک لڑائی رہی مگر قلعہ فتح نہ ہوا۔ دلیر خاں گوگی اور شنکا پور کے میدان میں تھا کہ بیڈروں[۵۱] کے لشکر نے آکر گھیر لیا اور ایسا لڑے کہ مغلوں کا ستھراؤ کر دیا اور ستر سو آدمی اِن کے اُس دن مارے گئے۔ دلیر خاں شکست پا کر گوگی واپس آیا اور بخشی الملک سے کہا کہ خزانہ میں روپیہ نہیں ہے تو نہ ہو تیس ہزار ہن میں اپنی ذات سے دیتا ہوں لیکن کسی نہ کسی طرح اِن بیڈروں سے بدلا لینا چاہیئے شاہزادۂ معظم کی طرف احدی اور گرز بردار زینا پور میں آگئے تھے اور دلیر خاں کو ایسا تنگ کیا کہ اُس کے ڈیروں کی رسیاں کاٹ دیں اور باورچی خانہ وغیرہ گرا دیا ناچار دلیر خاں کو ہٹنا پڑا مگر یہاں شاہ پور پر بھی وہی مسلّط تھے اور دلیر خاں کو چین نہ لینے دیتے تھے۔ بخشی اور متصدیوں نے دلیر خاں کی رفاقت نہ دی اور کہا کہ ہم تو جاتے ہیں تمھارا دل چاہے تو اپنے خاصہ کی فوج لے کر پڑے رہو۔ اِن لوگوں نے جب دیکھ لیا کہ دلیر خاں معزول ہو گیا تو ہر شخص اُس سے بدل گیا کوئی اُس کی سنتا نہ تھا۔ دلیر خاں کو سب نے بوکھلا دیا تھا اور طعن تشنیع کرنے لگے ناچار گوگی سے درشنا پور کو چلا گیا راستے میں جو گاؤں ملے سب کو جلاتا

---

[۵۱] ملک دکن ایک لڑنے بھڑنے والی جری قوم ہے (اِن ہی کے نام سے بیڈر شورا پور مشہور ہے) جیسے بھیل اور گونڈ وغیرہ ۱۲۔

ہوا اُر کی پونہچا وہاں الملہ سے پونہچ کر توپیں لگا دیں اور بہت سے لوگوں کو قید کر لیا - الملہ شرزہ خاں کی جاگیر تھی الملے کے ویسائی نے آٹھ ہزار ہن دے کر قیدیوں کو چھوڑایا دلیر خاں ایک دن وہاں رہ کر سنگی پونہچا اُس بستی کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا - وہاں سے مسلہ کی گڑھی کو توڑ پھوڑ لوٹ کر ہیرؔ گہ پونہچا دو تین دن یہاں رہا اور دلیر ہمت اور اخلاص خاں کو کرن ہلی سے توپیں اور سامان جو خود چھوڑ آیا تھا لانے کو بھیج کر آپ مینال کو چلا گیا - دلیر ہمت اور اخلاص خاں کرن ہلی کی گڑھی کو برباد کر کے بستی کو لوٹ لاٹ کر سب اسباب لے آئے - سکندر عادل شاہ نے جب سنا کہ پام نایک اور بیڈروں نے مغلوں کو ایسی بھاری شکست دی تو بہت خوش ہوا اور پام نایک کو سبز چتر اور علم اور ماہی مراتب سرفراز کئے عالمگیر نے جب سنا کہ دلیر خاں کو بیڈروں نے مار کر بھگا دیا تو بے اختیار اُس کی زبان سے نکلا "صد آفریں بر بیڈراں وہزار نفریں بر بہادراں" الغرض دلیر خاں نے قزاقی کا پیشہ اختیار کیا اور جہاں گیا لوٹ مار کے سوائے اس کا اور کچھ کام نہ تھا - عالمگیر ہمیشہ اُس پر اپنی ناخوشی کا اظہار کرتا تھا شاہزادہ معظم جُدا اُس کا دشمن تھا - جدھر دیکھو زمین آسمان مخالف تھا - آخر کار کب تک تاب لا سکتا تھا - ایک تو اپنی ناکامی کا افسوس دوسرے عالمگیر کے مواخذہ کا خوف تیسرے چاروں طرف سے نفرین و ملامت - گھُل گھُل کر بیمار ہو گیا اور گرتا پڑتا اورنگ آباد پونہچا اور وہاں مر گیا -

سیواجی کے مختصر حالات اور وفات سنہ ۱۰۹۱ھ / ۱۶۸۰ع

شاہ جی کے بیٹے سیواجی کے حالات جو ناظرین اب تک پڑھ چکے ہیں وہ خود سیواجی کی نسبت رای قایم کرنے کے لئے کافی مواد ہی کہ وہ کس بلا کا آدمی تھا - وہ بڑا بہادر بڑا صاحب تدبیر تھا - مآل اندیشی - دور بینی - بلند حوصلگی - مردانگی - جرأت - ہمت - استقلال سب باتیں اس میں کوٹ کوٹ کر فطرت نے بھر دی تھیں - اگرچہ لوگ اُسے لٹیرا اور قزاق فریبی اور دھوکا باز کہتے ہیں لیکن اُس کے کارنامے کچھ اور ہی کہتے ہیں - اُس زمانے میں بستیوں کو لوٹ لینا اور جلا دینا ایک معمولی بات تھی پھر سیواجی ہی کی خصوصیت کیا تھی وہ بھی زمانہ کی روش پر چلتا تھا - رہا فریب اور دھوکا سو معرکۂ جنگ میں اس سے کون بچا ہی اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ مشہور ہی اور مہذب پیرایہ میں اسی کو ڈپلومیسی کہتے ہیں - صد آفریں ہی اُس کی شجاعت پر کہ ایک معمولی اتن پڑھ

آدمی نے مغلوں اور عادل شاہیوں جیسے اولوالعزم دو پادشاہوں کا ناک میں دم کر رکھا تھا کبھی عادل شاہیوں کا ساتھ دے کر مغلوں کے ملک کو لوٹتا تھا اور کبھی مغلوں میں مل کر عادل شاہیوں کی خبر لیتا تھا۔ غرض جس طرف جھک جاتا تھا کوئی اُس کی مقاومت کی تاب نہ لا سکتا تھا۔ پچیس برس برابر وہ تن تنہا مغلوں اور عادل شاہیوں سے لڑتا رہا آخر کار ۱۰۹۱ھ ۱۶۸۰ء میں یہ بے نظیر شخص بھی اُن بہت سے بہادروں میں جا ملا۔ جہاں سے

چو آہنگ مردن کند روح پاک　　چہ بر تخت مردن چہ بر روے خاک

اُس کا بیٹا سبنھاجی گو باپ کے برابر نہ ہو مگر پھر بھی باپ پوت پتا پر گھوڑا۔ بہت نہیں تو تھوڑا ہی تھوڑا دس سال تک اپنے باپ کی ڈالی ہوئی داغ بیل پر چلتا رہا اور آخر کار ۱۱۰۱ھ ۱۶۸۹ء میں وہ بھی اپنے باپ سے جا ملا۔

شاہزادۂ معظم کا سکندر عادل شاہ کو نشان اور خلعت بھیجنا مسعود خاں اور شرزہ خاں کا ملاپ ۱۰۹۱ھ

شہزادۂ معظم نے ۷ ربیع الاول کو ایک نشان سکندر عادل شاہ کے لئے بھیجا جسے پادشاہ اور مسعود خاں دونوں شاہ پور استقبال جا کر لائے۔ پھر ۱۱ کو محمد منیف دوسرا خلعت لایا جو شاہ پور دروازے کے حوض پہ جا کر لیا۔ ۲۲ کو مولود کی تقریب تھی پادشاہ مسعود خاں کے مکان ہی میں شب باش رہا۔ ۲۳ کو ایک ایک گھوڑا خلعت کا سکندر شاہ اور مسعود خاں کے واسطے آیا۔ ۴ ربیع الثانی کو ونکٹا دری کو قید سے رہا کر کے شرزہ خاں کی طرف جانے کے لئے زمرہ میں مقرر کیا۔

۲ جمادی الاول کو ونکٹا دری ادھونی کی طرف جانے کے لئے خسرو پور میں ٹھیرا۔ کلکوٹے مقام پر شرزہ خاں سے ملاقات ہوئی ونکٹا دری نے بہت کچھ کہہ سن کر شرزہ خاں کو مسعود خاں کی طرف سے صاف کر دیا۔ مگر کب جب کہ سب کچھ غارت ہو چکا۔

مسعود خاں کا مستعفی ہو کر ادھونی چلا جانا۔ آقا خسرو کی چند روزہ مدار المہامی اور آخر کار شرزہ خاں کا مدار المہام ہونا ۱۰۹۴ و ۱۰۹۵ھ

جب مسعود خاں نے ونکٹا دری کو قید سے چھوڑ دیا اور شرزہ خاں کے پاس بھیج دیا تو شرزہ خاں بھی مغلوں کا تعلق چھوڑ کر ادھونی سے بیجاپور چلا آیا۔ مسعود خاں جوگی مٹھ تک

پیشوائی جاکر شرزہ خاں کو بیجاپور لایا اُس وقت سکندر عادل شاہ زہرہ پور کے برج پر برآمد تھا
وہیں شرزہ خاں باریاب ہوا اور خلعت سرفراز ہوا۔ مسعود خاں دل سے سلطنت کا خیر خواہ
تھا۔ غمخوار اور دلسوز بھی تھا مگر تقدیر اُلٹی تھی جو کرتا تھا خلاف نتیجہ نکلتا تھا۔ اسی حالت اضطراب
میں پانچ چھ برس کاٹے مگر صورت فلاح کی نظر نہ آئی مجبور ہوکر مدارالمہامی سے مستعفی ہوکر ادھونی
چلے جانے ہی میں اپنی سلامتی دیکھی۔ سکندر اس بات پر کسی طرح راضی نہ ہوتا تھا۔ بہت عذر
کد کے بعد اس اقرار پر کہ ادھونی جاکر واپس آجاؤں گا ۱۷ رمضان ۱۰۹۴ھ کو اجازت ملی۔
۱۲ ربیع الثانی ۱۰۹۵ھ کو خلعت کار ملکی و مدارالمہامی مع چار راس اسپ اور ایک زنجیر فیل کے
آقا خسرو کو سرفراز ہوا مگر اُس سے کچھ چلی نہیں اور ۱۲ ذیقعدہ کو مستعفی ہوگیا اور مر بھی گیا۔ پھر شرزہ خاں
مدارالمہام ہوا۔

مسعود خاں کے مختصر حالات

مسعود خاں حبشی ملک عبدالوہاب بن ملک ریحان کا غلام
تھا۔ ملک عبدالوہاب کی وفات کے بعد سدی جوہر جو خود
بھی اُسی کا غلام تھا ملک ریحان ثانی فرزند عبدالوہاب کو قید کرکے بمقام کرنول خود مختار بن بیٹھا
اور سدی مسعود کو اپنی دامادی میں لیا اور تعلیم و تربیت کرنے لگا۔ جب سدی جوہر کو خطاب
صلابت خاں کا ملا اور وہ قلعہ پنالہ کا محاصرہ کرکے سیواجی سے لڑا اُسی معرکہ میں سدی مسعود
کو خطاب خانی اور امارت ملی۔ سدی جوہر کی وفات کے بعد اُس کا بیٹا سدی عبدالعزیز
بااختیار ہوا تو مسعود خاں سے برسر خلاف ہوا اور اُس کے قید کرنے کی تدابیر کرنے لگا مسعود خاں
یہ خبر سنتے ہی کرنول سے بھاگا اور شیخ عنایت اللہ عادل آبادی قلعہ دار ادھونی کے پاس
پونہچا۔ شیخ عنایت اللہ نے مسعود خاں کی آؤ بھگت کی اور قلعہ میں جگہ دی۔ بعد چندے
مسعود خاں کچھ ایسا جادو چلا کہ عنایت اللہ کو مٹھی میں لے لیا اور عنایت اللہ نے اپنی
رضا سندی سے مسعود خاں کو قلعہ دے دیا وہاں سے بڑھتے بڑھتے عادل شاہیوں کا وزیر
ہوگیا جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ مسعود خاں بظاہر نہایت خلیق اور متواضع اور چرب
زبان آدمی تھا اور جدال و قتال و تعمیر و حفاظت قلعہ کا بھی کچھ تجربہ رکھتا تھا لیکن بڑا ناحق
شناس اور سفلہ پرور دنی الحرکات تھا۔ وہمی ایسا تھا کہ کسی پر اعتماد نہ تھا حتیٰ کہ اپنی بیوی

بچوں سے بھی بدظن تھا رعیت پروری اور سپاہ داری کیا چیز ہے اس کو معلوم نہ تھا۔ اس کے عہد میں کسی شریف یا اہل ہنر کی کبھی قدر نہ ہوئی۔ اہل سیف پر بھروسہ نہ تھا۔ جو منہ چڑھے تھے سب چھٹ بھیئے تھے۔ ایک تو عنبر تھا جو مسعود خاں کا غلام تھا اور جس کو ادھونی کا قلعہ سپرد کر کے یہ بیجاپور آیا تھا دوسرے ونکٹا دری جو یک چشم اور موضع گارل دنی[۵۱] کا پٹواری تھا۔ پہلے وہ فارسی نویس تھا جو بڑھتے بڑھتے مدار المہام ہو گیا تھا اور فی الجملہ دیانت داری اور راست بازی میں مسعود خاں سے سیدھا ہاتھ تھا۔ تیسرے سدی عالم جو بڑا خود غرض اور طامع تھا۔ چوں کہ یہ مسعود خاں کا ہم زلف تھا پیش پیش تھا۔ چوتھے محمد جی سقہ جو اُن کا لنگوٹیا یار تھا اور آگے چل کر محمد خاں مشہور ہوا۔ ع

چوں غلہ ارزاں می شود امسال سید می شوم

پانچویں ہیرا جی بہلی بان جو بڑھتے بڑھتے جامہ دار ہو گیا تھا ناک کا بال تھا اس کے ذریعہ سے لوگوں کے بہت سے کام نکلتے تھے۔ چھٹے بڑے ذات شریف لونو نداف ساکن سرگپہ[۵۲] جو اپنی چغل خوری اور لگائی بجھائی کی بدولت مقرب تھا۔ اس مردود نے ہزاروں ہی کے گلے کٹوائے اور سوائے بُرائی کرنے کے اس کا کچھ کام نہ تھا۔ ؎

نیش عقرب نہ ازپی کین ست　　مقتضائے طبیعتش این ست

جس امیر کے ایسے مصاحب رہیں پھر اُس کا کیا پوچھنا ہے۔

اورنگ زیب کی پیش قدمی سیواجی کی موت نے اورنگ زیب کے لئے دکن کا راستہ کھول دیا۔ اورنگ زیب بڑا اولوالعزم پادشاہ تھا اُس کو سخت ندامت تھی کہ بار بار لشکر کشی کرنے اور باوجود بڑے بڑے نامور امراء کے بھیجنے کے بھی ملک دکن قابو میں نہ آیا۔ یہ ساری کم ہمتی اور بزدلی ہمارے امراء کی تھی ورنہ کیا معنی کہ یہ مہم سر نہ ہوئی اور اب جب تک ما بدولت بہ نفس نفیس اس مہم پر نہ جائیں کبھی یہ بیل منڈھے چڑھنے والی نہیں۔ چنانچہ حسب ذیل فرمان شہزادہ خاں کے نام زیب فرمایا اور اُسی کے ساتھ شہر بانو بیگم عرف پادشاہ بی بی نے

[۵۱] - تعلقہ رائچور میں ہے۔ مدراس ریلوے کے اسٹیشن مٹری سے (۴) میل مغرب کی طرف ہے۔

[۵۲] - ضلع بلاری میں ایک تعلقہ ہے جو بالکل دریائے تنگ بھدرا کے کنارے ہے۔ ۱۲

بھی ایک پروانہ بھیجا - جن کی نقول ہم بجنسہ ذیل میں کرتے ہیں -

نقل فرمان

سیادت و شجاعت پناہ شہامت و بسالت دستگاہ مورد مراحم بیکراں رستم دوراں بعنایات
بادشاہی مباہی بودہ بدانند کہ چوں دریں ایام فیروزی آغاز نصرت انجام وہمگی ہمت والا
مصروف تنبیہ رانا بود ولشکر ظفر اثر از اطراف وجوانب بملک او در آمدہ اورا درمیان
گرفتہ بودند اکثر بے خبر از راہ بغاوت وسفاہت باغوای نادولت خواہان تیرہ رای چشم از
صلاح خویش پوشیدہ بہ تہیہ اسباب بغی وطغیان پرداخت ومصدر کردار ہائے ناہنجار
شدہ آخر الامر گرفتار اعمال ناشائستہ وافعال قبیحہ خود گشت وطاقت مقاومت از حوصلہ
خود فراتر دیدہ فرار گردید چندیں از نوکران راجہ جیونت سنگھ متوفی ہمراہ گرفتہ بکمال خواری و
سراسیمگی دست ناکامی وادبار بیہودہ بولاے رانا میرفت وازیں جہت کہ او بجانہ خرابی خود راضی
شدہ آن راندہ درگاہ جہاں پناہ را در سرزمین خویش جا بداد - قرین خیریت ورخت
عزیمت جانب دکن کردہ باسیر جہنمی نمک حرام خلق گشتہ وازانجا کہ فرزند برخوردار نامدار
عالی تبار غرّہ ناصیہ عظمت قرۂ باصرۂ خلافت فروغ دودمان ابہت وبختیاری چراغ خاندان
شوکت وتاجداری اختر برج حشمت گوہر درج سلطنت نہال بوستان جاہ وجلال بہار چمن
عز واقبال والا نسبت سعادت توام بادشاہ زادۂ جہاں وجہاں بانیان محمد اعظم مرةً بعد
اُخریٰ بر سر رانا رفت بمقتضاے دور بینی ومآل اندیشی طریق عجز وانکسارش بملاقات فرزند
اقبال مند آمد جمیع احکام پیشگاہ خلافت از جزیہ وجرمانہ قبول نمودہ تعہد نمود کہ باغی ونوکران
راجہ متوفی را در تعلقہ خود راہ ندہد تقصیرات او بعفو وصفح مقرون گردید خاطر اولیاے دولت
ابد مدت ازیں طرف بالکل جمع شدہ آن نامدار کامگار با فوج گراں وتوپخانۂ فراواں براے
استیصال آں خسراں مآل دستوری یافت انشاء اللہ المستعان اوایل شعبان رایات
عالیات نیز بآں سمت نہضت خواہد نمود حکم جہاں مطاع عالم مطیع شرف نفاذ می یابد کہ چوں
براے استخلاص وتسخیر قلاع وبقاع متعلقہ بیجاپور کہ بتصرف کافر حربی رفتہ وقابوے بہتر ازیں
دست بہم نخواہد داد خاطر خود را بہمہ جہت جمیع ومطمئن داشتہ باتفاق سیادت وثقاہت پناہ

شجاعت و شہامت دستگاہ خلاصۂ فدویان باخلاص زبدہ دولتخواہان خاص عمدہ پیش
قدمان ہر کہ رزم و پرخاش خان جہاں بہادر ظفر جنگ کوکلتاش شروع درین کار نماید و کمر
خدمت و اجتہاد بر میان جاں بستہ در تقدیم این خدمت دقیقہ از دقایق دولتخواہی و دل سوزی
مہمل و نامرعی نگذاشتہ این معنی موجب مجرای عظیم خود شناسید و فراخور فدویت و جان فشانی
سیدانید مزید مراحم بادشاہانہ باشد ہفتم رجب سال بست و چہارم از جلوس والا نوشتہ
شد سنہ ۱۰۹۳ھ۔

نقل پروانۂ شہر بانو بیگم عرف بادشاہ بی

سیادت پناہ و شجاعت دستگاہ عمدہ مبارزان رستم نشان سید شرزہ خان مشمول
مراحم بودہ بدانند کہ شکر مراحم بے منتہائی پیشگاہ خلافت کہ بمحض تفضل شامل حال این بیکس
غریب از دار و دیار دور افتادہ شدہ کہ سالہا بگوید یکے از ہزار نمی تواند گفت ازیں وجہ خاطر
آن لیسالت رتبت جمع باشد۔ درینولا کہ رانا مغلوب عساکر گردون مآثر گشتہ بقدم عجز و زاری
آمدہ ملازمت بادشاہ زادہ جہاں و جہان بانیاں نور ناصیۂ دولت ابد اقتراں فروغ جبہ ملک
و ملت قرۃ العین خلافت و دولت محمد اعظم کرد و جزیہ و جرمانہ و سائر احکام قدسی قبول
نمود درین طرف کارے نماند حکم جہان مطاع صادر شد کہ بادشاہزادہ مذکور متوجہ سمت دکن
شوند و غیر ہمت والا مصمم شد کہ مرکب جہان کشا نیز در اوائل ید الصوب نہضت فرماید تا بسزا
دادن آن باغی را در ملک خود در کنار شقی نہادہ آید باید کہ این وقت را کہ بادشاہ روے
زمین بنفس نفیس خود متوجہ دفع کافر شدہ اند غنیمت دانستہ و مراسم خدمت و لیاعظمت
مقتنم انگاشتہ مراعات نمکخوارگی خانۂ عادل شاہیہ نمودہ و مراسم اخلاص کہ از آں شہامت
و عقیدت دستگاہ توقع است بعمل آوردہ براے کار ولی نعمت زادۂ خود بہ ہر طریق کہ ممکن
و مقدور باشد برفاقت سیدی مسعود خاں و دیگر امراد و خواتین از صمیم قلب بتقدیم رسانیدہ
نہجے بکوشند کہ کرناٹک و دیگر جاہا کہ از دست رفتہ باز بتصرف دودمان عادل شاہ
درآید کہ این معنی پیش خلایق سبب ذکر جمیل و نزد خالق موجب اجر جزیل خواہد شد و

باعث خوشنودی خاطر بادشاہ جمجاہ کہ بادلی توجہ ذات مقدسش کشورہا کشودہ می آید و وثوق براخلاص ایں خاندان ہم خواہد رسید و ماجرائے آن خواہد شد کہ التماس امداد و عنایات توانیم کرد و توجہات برطرف خواہد شد و بالتفات خدیو صورت و معنی باز بیجاپور قرین امن و رفاہ خواہد شد مجملاً بتقاضائے نعمت پروردگی آنست کہ دریں ہنگام کہ کافر نجود خواہد درماند کوتاہی نورزیدہ جاہائے موروثی را بگیرند بہ تعلل و تغافل نگذارند و کوشش بفسوں و افسانہ باغی خسر الدنیا والآخرۃ و کافر فاجر نشنیدا ختہ یازی آنہا را نخورند و داد مردی و مردانگی لبتانند کہ الوقت سیف والفوت ضیف دوازدہم رجب سہ بیت و چہار جلوس سنہ ۔ (سنہ ۹۳ھ)

عالم گیر کا سکندر کو ایک اور خریطہ بھیجنا اور سکندر کا جواب ۱۰۹۵ھ

سکندر کو جب خبر ملی کہ عالم گیر بادشاہ کی طرف سے ایک اور خریطہ آیا تو وہ شاہ پور کے حوض تک پیشوائی جاکر ۱۵ جمادی الثانیہ ۱۰۹۵ھ کو لایا اس فرمان میں حسب ذیل احکام تھے جن کے محاذی ہم نے سکندر عادل شاہ کے جواب بھی لکھ دیئے ہیں ۔

احکام	جواب
(۱) ۔ ہماری فوج کو بلا کسی قسم کے پس و پیش کے کافی رسد بہم پونہچائی جائے ۔	(۱) زر پیش کش اور دست گرداں جو زمان سابق میں دلیر خاں وغیرہ سے لیا گیا ہی معاف فرما دیا جائے ۔
(۲) ہمارے لشکر کی آمد و رفت کے لئے کسی قسم کی روک ٹوک نہ ہو جو راستے مسدود ہیں کھول دئے جائیں ۔	(۲) شرزہ خاں کو اگر میں آپ کے حکم کے موافق نکال دوں تو مجھے اندیشہ ہی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ سنبھاجی سے مل جائے اور تازہ فتنہ و فساد برپا کرے اس لئے متوقع ہوں کہ اُس کے قصورات پر قلم عفو پھیر دیا جائے تاکہ اُس کی مدد سے میں لشکر درست کرکے غنیم کا مقابلہ کرسکوں ۔

(۳) وقت ضرورت ہمارے لشکر کی امداد میں پہلو تہی نہ کی جائے۔

(۴) شاہزادگان بلند اقبال (محمد معظم و محمد اعظم) کی ہمراہی میں پانچ چھ ہزار کا لشکر دیا جائے۔

(۵) سنبھاجی سے رابطۂ اتحاد فوراً منقطع کیا جائے اور اُس کے قلع قمع میں کوشش کی جائے۔

(۶) شرزہ خاں کو فوراً اپنی ولایت سے نکال دو۔

(۳) شرزہ خاں کی جاگیرات منگل بیڑہ اور سانگولہ جس پر نواب عمدہ خاں نے قبضہ کرلیا ہی حسب دستور قدیم واگزاشت کی جائیں۔

(۴) حضور کے علاقہ کی افواج اور امرا میرے ملک میں آکر تھانہ بندی اور لوٹ مار نہ کریں۔

(۵) جو ملک میرا آپ نے لے لیا ہی مجھے واپس دیا جائے۔

(۶) آپ کا لشکر پونہ اور چاکنہ کی طرف سے غنیم پر یورش کرے اور میری فوج مرج اور لگدک کی طرف سے اُس کا مقابلہ کرے۔

(۷) مجھے جب ضرورت امداد کی پڑے آپ مدد دیں۔

(۸) میرا جو ملک سنبھاجی کے قبضہ میں ہی خواہ وہ آپ کے لشکر کے ذریعہ سے مفتوح ہو یا میرے - میرے قبضہ میں دیا جائے۔

(۹) اگر سنبھاجی مغلوب ہوکر خواہان صلح ہو تو پہلے میرا ملک اُس سے چھوڑا کر میرے قبضہ میں دے کر بعد صلح کی جائے۔

(۱۰) سنبھاجی کی مہم کے طے ہونے کے بعد میرے ملک پر کسی قسم کی چڑھائی نہ کی جائے۔

المرقوم ۱۶ جمادی الثانیہ ۱۰۹۵ھ

اورنگ زیب کا بیجاپور فتح کرنا ۱۰۹۷ھ ۱۶۸۶ء

اورنگ زیب نے شاہزادہ محمد اعظم کی شادی شاہزادی بادشاہ بی سے کر کے ۱۲ رجب ۱۰۹۲ھ کو فارغ ہوگیا اور ابھی چالے بھی ختم نہ ہونے پائے تھے کہ ۲۵ ماہ مذکور کو شاہزادہ کو ملک دکن کی طرف روانہ کردیا اور ۵ رمضان المبارک کو خود اجمیر شریف گیا اور وہیں وہ فرمان شرزہ خاں کے نام بھیجا جس کی ہم اوپر نقل کر آئے ہیں۔ بادشاہ بی بی نے بھی ایک پروانہ اسی مضمون کا لکھ دیا کہ سنبھاجی نے شرارت اور فساد سے چوطرف ملک میں خرابی ڈال رکھی ہے اور رعایا تباہ ہو رہی ہے جس سے سلطنت بیجاپور خود متزلزل ہوگئی ہے لہذا شاہزادہ محمد اعظم کو اس کی گوش مالی کو پہلے بھیجا جاتا ہے اور عن قریب بادشاہ سلامت بھی تشریف لائیں گے چاہیئے کہ ہرطرح شاہی لشکر کی امداد کر کے سنبھاجی کا قلع قمع کیا جائے اور جو ملک اُس کے قبضے میں چلا گیا ہے فوراً چھوڑا لیا جائے۔ لیکن عالم گیر کو معلوم ہوگیا کہ لکھا پڑھی سے کچھ ہوتا ہوا تا نہیں وہاں کے امرا کو آپس کی لڑائی سے کب فرصت ہے جو غنیم کی خبر رکھیں اب سوائے اس کے اور کوئی صورت نہیں ہے کہ ایک بڑا لشکر لے کر میں ذات سے ملک دکن کی طرف متوجہ ہوں لہذا ایک ٹڈی دل لشکر لے کر ۱۲ ذیقعدہ ۱۰۹۴ھ ۱۶۸۳ء کو جانب اورنگ آباد روانہ ہوا۔ راہ میں چار مہینے تک برہان پور میں رونق افروز رہا اور وہاں سے اپنے دونوں بیٹوں شاہزادگان معظم و اعظم کو جدا جدا لشکر دے کر ملک دکن کے شمال و مغرب اُن قلعوں پر جو اب تک سر نہیں ہوئے تھے فتح کرنے کو بھیج کر خود اورنگ آباد میں تشریف فرما ہوا۔ اورنگ آباد میں سات آٹھ مہینہ مقیم رہا اسی سال کے شروع میں مغلوں کے لشکر سے سنبھاجی نے سخت مقابلہ کیا جس میں بہت سے لوگ مارے گئے حسن علی خاں عالم گیر شاہی زخمی ہوا اور فتح سنبھاجی کی ہوئی۔ ۳ شوال کو شاہزادہ اعظم سنبھاجی کی خبر لینے کو ملک کوکن کی طرف چلا اور بہت سی مہمیں پیش آئیں۔ بندر گوآ تک پونہچا لیکن سنبھاجی نے ناک میں دم کر رکھا تھا۔ رسد وقت پر پونہچنے نہ دیتا تھا بہت سے لوگ مارے گئے دانہ چارہ کی سخت وقت

ہونے لگی پلٹتے ہوئے قلعہ دہاروار فتح کرکے واپس آئے اور ۱۰۹۵ھ میں قلعہ شولاپور کا محاصرہ کرکے فتح کرنے کے بعد بیجاپور کی طرف رخ کیا۔ بیجاپور والوں کا ہمیشہ سے یہ طریقہ رہا ہی کہ یوں تو آپس ہی میں کٹے مرتے تھے مگر جب کوئی غنیم آجاتا تھا تو سب اپنی اپنی خانہ جنگیوں کو بند کرکے ایک دل ہوکر دشمن کے مقابلے پر تل جاتے تھے اسی طرح اب بھی شہزادہ خاں نے کچھ دنوں تک مغلیہ فوج کو روکا اور مقابلہ کرتا رہا۔ اورنگ زیب سات آٹھ مہینے اورنگ آباد میں مقیم رہا وہاں سے احمدنگر آیا اور احمدنگر سے غرہ رجب کو شولاپور ختم سال کے قریب شاہزادۂ اعظم پھر آگے بڑھا اور اس مرتبہ لشکر بیجاپور پسپا ہوتے ہوتے شہر بیجاپور کے پاس آن لگا۔ اس وقت بادشاہ اورنگ زیب شولاپور میں مقیم تھا جہاں سے برابر مغلیہ لشکر کو رسد پہنچتی رہتی تھی مگر اکثر اوقات بیجاپور کی افواج جنھوں نے چوطرف ناکہ بندی کر رکھی تھی راستہ ہی میں لوٹ مار کر رسد چھین لیتے تھے جب رسد ہی بروقت نہ پہنچ سکے تو لشکر کیا کرسکتا تھا اس آئے دن کی مصیبت سے مغلیہ لشکر نہایت درجہ حیران و پریشان ہوکر بھوکوں مرنے لگا اور قریب تھا کہ تباہ ہوجائے کہ عین وقت پر بہت بڑی زبردست فوج کے ساتھ ایک وافر مقدار رسد کی احمدنگر سے بیجاپور پہنچ گئی۔ اورنگ زیب بذات خود اس وقت قطب شاہیوں پر لشکرکشی کی طیاری میں مصروف تھا لیکن جب اُس نے دیکھا کہ وقت واحد میں دو طرف لشکرکشی کرنا ناممکن ہی کہ آدھا لشکر اِدھر جائے اور آدھا بیجاپور کی طرف تو قطب شاہیوں سے صلح کرلی اور تمام لشکر کو ایک جگہ سمیٹ کر سب کا سب بیجاپور کی طرف روانہ کیا اور خود گیا۔ بیجاپور پہنچ کر دیکھا تو شاہزادۂ اعظم بیجاپور کا محاصرہ کرچکا تھا اور خود بادشاہ کے ساتھ ایک عظیم الشان لشکر اور پہنچ گیا اس طرح تمام شہر کا پورا محاصرہ کرلیا گیا۔ بیجاپور والوں نے بھی شجاعت اور دلیری کے جوہر دکھلائے اور اس بڑے بھاری لشکر کا نہایت جرأت و استقلال سے مقابلہ کیا۔ اگرچہ مغلیہ لشکر کے توپ خانوں نے جابجا فصیل کو مسمار کردیا تھا لیکن شاہنشاہ اورنگ زیب نے پیش قدمی مناسب نہ سمجھی اور یہ جان کر خاموش بیٹھا رہا کہ وہ وقت بہت قریب ہی کہ بیجاپوری مجبوراً خود بخود قلعہ حوالہ کردیں گے اور اورنگ زیب کا یہ خیال نہایت دوراندیشی پر مبنی تھا جو آگے چل کر بالکل صحیح ثابت ہوا۔ بے چارے قلعہ والوں نے گو بڑی مردانگی سے ہر قسم کی تکلیف

کو برداشت کیا مگر آخر کب تک - اس مدید محاصرے کی تاب نہ لا سکے اور آخر کار جب دیکھا کہ کسی طرح اس مصیبت سے چھٹکارے کی صورت نظر نہیں آتی تو سخت مجبور ہو کر ۲ ذلقیعدہ کو شرزہ خاں خود میر شہاب الدین خاں المخاطب بہ غازی الدین خاں داروغۂ توپ خانے کے پاس گیا اور مصالحت کی بات چیت کر کے واپس ہوا اور سکندر پادشاہ سے قلعہ کے حوالہ کر دینے کی گفتگو طے کر کے ۳ ذلقیعدہ کو پھر گیا اور غازی الدین خاں کے ذریعہ سے پادشاہ عالم پناہ عالمگیر کے حضور اقدس میں پیش ہوا - پادشاہ بہت خاطر تواضع سے ملا - ۴ ذلقیعدہ ۱۰۹۷ھ مطابق ۱۵ اکتوبر ۱۶۸۶ء کو دس بجے دن کے سکندر پادشاہ قلعہ سے برآمد ہوا اور عالمگیر کے حضور میں جا کر مجری بجا لایا اور قلعہ کی کنجیاں سپرد کر دیں - عالمگیر بڑی کشادہ پیشانی اور بہت عزت و احترام سے ملا اور کلمات شفقت و تسلی آمیز ارشاد فرمائے اور وہیں اپنے خیمے کے پاس سکندر کا خیمہ لگا کر مع اہل و عیال کے اتارا اور ایک لاکھ روپیہ سالانہ سکندر کے مصارف کے لئے مقرر کیا اور شرزہ خاں کو منصب ہفت ہزاری دے کر رستم خاں کا خطاب دیا اس کے بعد شاہنشاہ اورنگ زیب بڑے جلوس کے ساتھ شہر بیجاپور میں داخل ہوا اور قلعہ میں دربار عام کیا جس میں تمامی امراء نے نذریں گزرانیں اور کہا جاتا ہے کہ اُس وقت سکندر عادل شاہ کو بھی نقرئی زنجیریں ڈال کر سر دربار حاضر لایا گیا تھا -

سکندر عادل شاہ اور عالمگیر کے مابین المناقشہ حجت

بعد فتح بیجاپور کے چند شخصوں نے سکندر عادل شاہ کو صلاح دی کہ عالمگیر ایک دین دار اور متشرع پادشاہ ہے اتمامًا للحجۃ مناسب ہے کہ اُس سے اتنا تو پوچھا جائے کہ وہ کون سا حکم شرع شریف کا ہے کہ مسلمان کا ملک اس طرح ہزاروں آدمی مار کر چھین لینا روا ہے چنانچہ ایک مولویوں کا ڈیپوٹیشن عالمگیر کے پاس گیا اور یوں معاملے کو پیش کیا کہ الحمد للہ کہ آپ عادل و منصف - دلیر و شجاع خلیق و شفیق - عالم باعمل - عابد - زاہد - پارسا - متقی - متدین اور متشرع ہیں کہ آپ کے عہد معدلت مہد میں شیر بکری ایک گھاٹ پانی پیتے ہیں - جبر و تعدی - ظلم و ستم کافور ہو گیا لیکن اس کا کیا سبب ہے کہ یہاں کا پادشاہ موحد مسلمان - کلمہ گو - مسجدوں میں اذان و نماز - مدارس میں تعلیم شعائر اسلام جاری - بریں ہمہ آپ نے مسلمانوں پر چڑھائی کر دی - ہزاروں بے گناہ

مارے گئے۔ حالاں کہ یہ امر شرعاً ممنوع و مکروہ ہی۔ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی بلاد کفار پر تشریف فرما ہوتے تھے تو ارشاد فرماتے تھے کہ دیکھو اگر کہیں سے اذان کی آواز سنو تو ہرگز لوٹ مار نہ کرنا اور نہ مسلم کو کسی قسم کی ایذا دینا۔ ایسی صورت میں آپ جیسے پابند شرع مسلمان سے یہ امر جو ظہور پذیر ہوا بالکل بعید ہی۔ عالم گیر نے جواب دیا کہ جو کچھ تم کہتے ہو بالکل صحیح ہی مجھے تم سے یا تمھارے ملک یا تمھارے شہر سے کچھ سروکار نہیں نہ تم مسلمانوں سے کوئی لڑائی ہی بلکہ مجھے سنبھاجی کافر سے مقابلہ ہی جس کو تم نے اپنی بغل میں بٹھا رکھا ہی اور تمھاری پناہ دہی کی بدولت سارے ملک کو تا بہ دہلی لوٹ رہا ہی اور مسلمانوں کو اس کے پنجۂ ظلم سے نجات دلانا میرا فرض عین تھا۔ چوں کہ وہ تمھاری پناہ میں ہی تم سے میں مانگتا ہوں جس دن وہ میرے ہاتھ لگا اُسی دن میں اپنا راستہ لوں گا اور تمھارا ملک تم کو مبارک رہے۔ علماے بیجاپور عالم گیر کی زبان سے یہ جواب سن کر ساکت ہو گئے اور اپنا سا منہ لے کر واپس چلے آئے۔

سکندر عادل شاہ کا مختصر حال اور وفات ۱۱۱۱ھ

بیجاپور اورنگ زیب کے قبضے میں چلے جانے کے بعد سکندر عادل شاہ بطور ایک پنشن خوار کے زندگی کے دن کاٹنے لگا۔ ہم کو نوجوان سکندر کے حال پر سخت افسوس آتا ہی کچھ ایسی گھڑی کا پیدا ہوا کہ جب تک جیا ایک دن چین نصیب نہ ہوا بادشاہت کا کچھ لطف نہ ملا۔ صرف نام کا "سلطان" تھا ورنہ درحقیقت جب سے تخت پر پاؤں دھرا چاروں طرف جنگ و جدال ہی رہی۔ بیجاپور کے امرا کی باہمی ناچاقیوں نے ناک میں دم کر دیا۔ باہر کے حملوں کی کیا روک تھام کر سکتا تھا جب کہ گھر میں ہی یہ پھوٹ تھی۔ تخت پر بیٹھنے کے بعد برابر چودہ سال تک امرا اور وزرا نے اُس کو مسلوب الاختیار رکھا اس کے بعد عالم گیر کی قید میں آ گیا اور چودہ سال اسی حال میں اور کاٹے اس طرح تینتیس سال کی عمر میں ۱۱۱۱ھ میں دنیا کے تمام جھگڑوں سے ابدی نجات پائی۔ تاریخ وفات یہ ہی۔

رباعی

ز دنیا چوں سکندر کرد رحلت	غریو از سینۂ غربت برآمد

معما[۵۱] طور گفتم سال رحلت — سکندر زین کہن ظلمت بر آمد

عالم گیر نے گو بیجاپور فتح کر لیا تھا مگر پھر بھی ہر طرف سے سرکشی اور بغاوت چلی جاتی تھی چنانچہ ایک چھوٹی سی گڑھی میں ایک شخص رہتا تھا۔ عالم گیر کے لشکر نے گڑھی کو گھیر لیا گڑھی والوں نے بھی گولیاں چلانی شروع کیں اور آسانی سے راہ راست پر نہ آئے عالم گیر کے سردار فوج نے گڑھی کے حاکم سے کہا کہ تو بھی عجب اوندھی سمجھ کا ہے۔ دارالسلطنت گیا پادشاہ تمھارا قید ہو گیا اب باقی کیا رہا جس برتے پر تم کودتے ہو۔ قلعہ دار نے کہا کہ ہم سوائے اپنے پادشاہ کے کسی آئے گئے کو نہیں جانتے جب تک دم میں دم ہے وہی ہمارا پادشاہ ہے۔ جب یہ خبر عالم گیر تک پہنچی تو اُس نے سوچا کہ سکندر کے قید رکھنے سے کچھ فائدہ نہیں جب تک وہ زندہ رہے گا آئے دن ہی فساد برپا رہے گا کچھ ایسی تدبیر کرنی چاہیئے کہ سکندر دنیا ہی میں نہ رہے۔ کہتے ہیں کہ عالم گیر نے ایک خواجہ سرا کے ذریعہ سے سکندر کو ایک خربزہ زہر آلود بھیجا جس کو سکندر نے کھا لیا اور کھاتے ہی تڑپنے لگا۔ عالم گیر نے پھر خواجہ سرا کو بھجوایا اور پچھوایا کہ کہو اب تمھاری آخری آرزو کیا ہے؟ سکندر نے جواب دیا کہ آپ کے ظل عاطفت میں آجانے کے بعد اب سوائے اس کے کچھ آرزو نہ رہی کہ اس جسم خاکی کو پیر و مرشد کے قدموں میں دفن کر دیا جائے اُسی دن سکندر کا خاتمہ ہوا اور حضرت شاہ نعیم اللہ قدس سرہٗ کے مزار کے پائین میں دفن کیا گیا۔ آپ شاہ برہان کے خلیفہ تھے جو حضرت شاہ ہاشم علوی کے جانشین تھے سکندر کی قبر مٹی کی ہے جس پر کوئی عمارت نہیں ہے۔ کہتے ہیں کہ جس وقت سکندر کا جنازہ شہر میں لایا گیا شہر میں ایک کہرام تھا زن و مرد سب نوحہ کناں تھے ہزاروں عورتوں نے اپنی چوڑیاں توڑ ڈالیں۔ وہ دن بیجاپور والوں کے واسطے قیامت کا دن تھا۔ سکندر کا مرنا کیا تھا گویا صفحہ دنیا سے سلطنت عادل شاہیہ کا نام ہمیشہ کے لئے مٹ گیا[۵۲] اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن اس خاندان کے پادشاہوں نے تقریباً دو سو سال تک نہایت الوالعزمی اور نام آوری سے سلطنت کی

۵۱۔ کہن = ۷۵۔ ظلمت = ۱۳۷۰ = ۱۴۴۵۔ اس میں سے سکندر کے اعداد ۳۳۴ خارج کرنے سے ۱۱۱۱ باقی رہتے ہیں اور یہی سکندر عادل شاہ کا سال وفات ہے ۱۲۔

۵۲۔ ہم تو اللہ ہی کے ہیں اور بے شک اُسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں ۱۲۔

سن بعد یہ سلطنت شاہانہ مغلیہ دہلی میں ضم ہو گئی -

سکندر کی بیویاں اور اولاد

سکندر کی پہلی بیویاں کون تھیں ہم کو پتہ نہ چلا مگر اورنگ زیب نے بعد فتح بیجاپور ابوالحسن تاناشاہ کی ایک لڑکی سے سکندر کی شادی کر دی تھی - جو لامحالہ ۱۰۹۷ھ کے بعد ہوئی - لیکن سکندر کو ۶ ذی قعدہ ۱۰۹۵ھ میں ایک شاہزادی اور اسی سال غرہ ذی حجہ کو ایک شاہزادہ جس کا نام سلطان محمد رکھا گیا پیدا ہو چکا تھا - بعد ان بچوں کا کیا حشر ہوا تاریخ سے کچھ پتہ نہیں چلتا - جب باپ ہی مٹ گیا تو ان چینچلوں کو کون پوچھتا ہے -

اورنگ زیب کا قلعہ گولکنڈہ وغیرہ دیگر مقامات کو فتح کرنا

بلدہ بیجاپور کی فتح کے بعد اورنگ زیب ڈیڑھ مہینے تک وہیں رہا - ۲ ذی حجہ ۱۰۹۷ھ کو بیجاپور سے برآمد ہو کر ۲۸ کو شولاپور پونہچا - شولاپور میں ایک مہینا رہ کر ۲۹ محرم ۱۰۹۸ھ کو گلبرگہ پونہچا اور گلبرگہ سے بیدر ہوتا ہوا ۴ ربیع الاول کو گولکنڈہ کے قلعہ کا محاصرہ کیا اور آٹھ مہینے سے کچھ اوپر میں قلعہ گولکنڈہ ۴ ذی قعدہ ۱۰۹۸ھ کو فتح ہوا اور ابوالحسن تاناشاہ کو قید کر کے دولت آباد بھیج دیا[۵] - ۲ صفر کو پام نایک سے قلعہ سکر فتح کیا جو قوم کا بیڈر تھا اور بارہ ہزار سوار اور ایک لاکھ پیادے رکھتا تھا اور قلعہ کا نام "نصرت گڑھ" رکھا - ۱۴ ربیع الاول کو بیدر پونہچا اور ۳ جمادی الثانیہ کو گلبرگہ اور ۲۲ کو پھر بیجاپور میں آگیا - شاہزادۂ اعظم نے انہیں ایام میں بلگاؤں کا قلعہ فتح کر لیا تھا جس کا نام "اعظم نگر" رکھا گیا - ۱۸ شوال کو غازی الدین خاں نے قلعہ ادھونی فتح کر لیا - مسعود خاں پہلے تو لڑا مگر آخر کار صلح کر لی اور قلعہ حوالے کر دیا جس کے صلے میں اسے خطاب خانی اور منصب ہفت ہزاری سرفراز ہوا اور قلعہ ادھونی کا نام "امتیاز گڑھ" رکھا -

---

۵ - اس واقعہ کی ایک بے نظیر تاریخ نعمت خان عالی نے کہی ہے -

بوالحسن داشت جا بہ چار محل — بدرش کرد ازاں مکاں تقدیر
چوں بدر رفت او بجائش نشست — شاہ اورنگ زیب عالم گیر

چار محل سے ابوالحسن کو بدر کیا یعنی نکالا ۲۸۲ - ۱۵۷ = ۱۲۵ باقی رہے - اس کی جگہ شاہ اورنگ زیب عالم گیر
(۲۸۲ — ۱۵۷ — ۹۷۳)
۹۷۳ کو بٹھا دیا یعنی جمع کر دیا تو ۱۲۵ + ۹۷۳ = ۱۰۹۸ھ ہوئے -

بیجاپور میں سخت طاعون سنہ ۱۱۰۰ھ

کہتے ہیں کہ جب مصیبت آتی ہے تو کبھی تنہا نہیں آتی - اہالیان بیجاپور کے لئے اورنگ زیب کی لڑائی ہی کیا کم تھی کہ سنہ ۱۱۰۰ھ محرم مہینے کے نصف آخری حصہ میں اس غضب کا طاعون شروع ہوا کہ ڈیڑھ لاکھ آدمی مرے جس میں بہت سے امرا بھی تھے لعض لوگ اندھے بہرے اور گونگے ہو کے بچ گئے - خود عالمگیر کی حرم محترم جو اورنگ آبادی محل کے نام سے مشہور تھیں طاعون میں مبتلا ہو کر دنیا سے رخصت ہوئیں جو نوباغ کے بیگم روضہ میں آسودہ ہیں - فاضل خاں محمد راج پسر راجہ جسونت سنگھ وغیرہ بڑے بڑے لوگ مرے - مرض کا وہ اشتداد تھا کہ الامان - خواص خاں کی بیوی کا جنازہ لے جاتے ہوئے سولہا آدمی گر پڑے اور مر گئے - اموات کی وہ کثرت تھی کہ تجہیز و تکفین سے لوگ عاجز آ گئے تھے - صرف ایک دن میں اللہ پور دروازے سے سات سو ستر مردے نکلے - اکثر مکان خالی ہو گئے - لوگ بھاگ گئے - حالت یہ تھی کہ رات کو گھر کے سارے لوگ سوئے کے سوئے رہ جاتے تھے صبح کو دروازہ کھولنے والا کوئی نہ رہتا تھا ہمسایوں کو اپنی اپنی پڑی تھی - دوسرے کی کیا خبر لیتے - وہ وقت خدا دشمن کو بھی نہ دکھائے میدان حشر کا نمونہ تھا ہر شخص نفسی نفسی پکارتا تھا - جو لوگ بیمار پڑے تھے اُن کی تیمارداری کرنے والا کوئی نہ تھا - جو مر جاتے تھے اُن کا دفنانے والا کوئی نہ تھا اس قیامت صغریٰ کی یہ تاریخ ہے - ع

قیامت بود یا شور و با بود

اورنگ زیب کا پھر بیجاپور سے نکلنا سنبھاجی کی گرفتاری اور قتل سنہ ۱۱۰۰ھ ۱۶۸۹ء

طاعون کی شورش روز بروز بڑھنے لگی - محلات شاہی میں سے کئی بیگمات اور بہت سی خواصین لونڈیاں باندیاں ملازمان بہت سے مرے - عالمگیر کا مقولہ تھا کہ موت سے بھاگ کر کہاں جائیں گے ایسی حالت میں شہر چھوڑ کر جانا منع ہے لیکن مفتیوں نے فتویٰ دیا کہ شہر خالی کر دیا جائے چنانچہ غرہ ربیع الاول کو بادشاہ آکلوج کی طرف چلا گیا ہفتہ عشرہ کے بعد اموات میں کچھ تخفیف ہوئی لیکن سلسلہ برابر ایک برس تک جاری رہا - ہزاروں مکان اُجڑ گئے بیسیوں محلے برباد ہو گئے - اندرون حصار جو قبریں اور مزارات اب نظر آتے ہیں وہ اسی زمانے کے ہیں - ۱۶ ربیع الاول کو بادشاہ کورگاؤں سے کوچ کر کے بیجاپور کی طرف آیا -

۱۰ جمادی الاول کو پھر کشنا کے کنارے موضع بدری میں دو مہینے مقام کیا - ۱۹ شعبان کو موضع "گلا" پونہچے - اسی مہینے میں شیخ نظام دکھنی جو پہلے عادل شاہیوں کا اور پھر قطب شاہیوں کا ملازم تھا اور اب عالمگیر کا - عالمگیر نے اُسے مقرب خاں کا خطاب دے کر قلعہ پنالہ کی فتح کے لئے بھیج دیا - سنبھاجی موضع راہیری تعلقہ کھلینہ سے سنگمیر میں باغ اور حویلی بنا کر مزے سے رہنے لگا تھا - قبل ازیں خان فیروز جنگ سنبھاجی کے قلع قمع کو بھیجا گیا تھا لیکن طاعون میں اندھا ہوگیا جس کے بعد محمد اعظم شاہزادہ اس مہم پر مقرر ہوا وہ سنبھاجی کی تلاش میں تھا مگر کہیں ٹھیک پتہ نہ چلتا تھا کہ شیخ نظام کو پتہ ملا اور وہ چار ہزار سوار سے کر یلغار پونہچا اور ایک بڑی لڑائی کے بعد بہ ہزار مشکل سنبھاجی کو مع قبائل کے گرفتار کرکے ۵ جمادی الاول کو پادشاہ کے حضور میں اسی حال سے حاضر کیا عالمگیر نے اُسے قلعہ بہادر گڑھ میں قید کیا جو آخر کار ۲۹ جمادی الاول سنہ ۱۱۰۰ھ / ۱۶۸۹ع کو موضع کورگاؤں (جس کا نام فتح آباد رکھا گیا تھا) قتل کیا گیا "در جہنمی رفت" تاریخ وفات ہے -

شیخ مقرب خاں کو اس صلے میں خطاب خان زماں فتح جنگ اور منصب ہفت ہزاری سرفراز ہوا اور اخلاص خاں اور شیخ میراں کے بیٹوں کو خان عالم اور منور خاں کے خطاب ملے

سنتاجی برادر سنبھاجی کا سر اُٹھانا اور بالآخر مارا جانا مع دیگر فتوح سنہ ۱۱۰۰ھ / ۱۶۸۹ع تا سنہ ۱۱۱۷ھ / ۱۷۰۶ع

اس کے بعد سنبھاجی کے بھائی راما عرف سنتا نے سر اُٹھایا - اعتقاد خاں اُس کی سرکوبی کو مقرر ہوا اور قلعہ راہیری کا محاصرہ کیا لیکن سنتا جی اور جوگی کا بھیس بدل کر ملک ملیبار کی طرف نکل گیا اور ہاتھ نہ لگا - عبداللہ خاں صوبہ دار بیجاپور نے اُس کا پتہ اُٹھایا اور دریائے تنگ بھدرا کے کنارے رانی بدنور پر پونہچ کر اُس کے ہمراہی قریب سو آدمی کے گرفتار کئے مگر سنتا وہاں سے بھی کھسک گیا اس میں اورنگ زیب کو عبداللہ خاں کی سازش معلوم ہوئی لہذا اُسے صوبہ داری سے معزول کر دیا اور اُس کی جگہ لشکر خاں صوبہ دار ہوا مگر وہ بھی چند مرہٹے قیدیوں کو بیجاپور سے بھگا دینے کے الزام میں معتوب ہوا - عبداللہ خاں نے دوبارہ کوشش کی اور ۵ محرم سنہ ۱۱۰۱ھ کو قلعہ راہیری کو فتح کیا اور سنتا کے متعلقین کو گرفتار کیا مگر سنتا جب بھی نہ ملا اور مع اپنے چند رفقا کے بیراگیوں کا

بھیس بدل کر نکل بھاگا - آخر کار ۷ محرم کو عبداللہ خاں پادشاہ کے حضور میں مع اشخاص گرفتار شدہ کے حاضر ہوا اس جلدو میں پادشاہ نے خطاب ذوالفقار خاں بہادر کا دیا - سنتا کے بیٹے ساہو عمر (۹) سال کو منصب ہفت ہزاری اور نو ہزار سوار اور نوبت اور راجہ کا خطاب ملا اور سب کو وہیں ڈیروں میں نظر بند رکھا - ۲ صفر ۱۱۰۲ھ ۱۶۹۱ء کو روح اللہ خاں نے راچور کا قلعہ فتح کیا اور "فیروز گڑھ" نام رکھا گیا اس کے بعد عالم گیر بیجاپور واپس آیا - یہ چوتھا پھیرا تھا - ۹ رمضان محمد کام بخش کو قلعۂ جنجی کی فتح کو بھیجا اور یکم محرم ۱۱۰۳ھ ۱۶۹۲ء کو جملۃ الملک کو ملک کرناٹک کے انتظام کو بھیجا - اسی سال دہلی سے نواب بیگم والدہ شاہ عالم کے انتقال کی خبر آئی - عالم گیر مع زیب النسا بیگم کے تعزیت کے لئے شاہ عالم کے ڈیرے میں گیا اور ۴ ذی قعدہ کو شاہ عالم کو جو نظر بند تھا حکم ہوا کہ نماز ظہر ہمارے ساتھ پڑھو اور قید سے آزاد کیا - بہادر شاہ مع اُس کے دونوں بیٹوں کے برابر چھ سال سے خیمہ میں نظر بند تھا ایک حافظ قاری خوش الحان پادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اُس کی قرأت سُن کر پادشاہ کو بہادر شاہ کی قرأت یاد آئی آپ آبدیدہ ہوئے اور فوراً سب کو رہا کر دیا -

۶ شعبان ۱۱۰۳ھ کو پھر بیجاپور سے کوچ کر کے گلاگلا[۱] عرف قطب آباد میں مقام فرمایا وہیں روح اللہ خاں نے وفات پائی پادشاہ خود ان کی عیادت کو گیا تھا - ۲۰ شوال کو شاہزادۂ معظم کو استسقاء ہو گیا جو بہ مشکل روبہ صحت ہوا - شفایابی کی تاریخ ع -

شفائے شب دعائے پادشاہ بود

ہے - وہاں سے ۲۶ شعبان کو پانچویں مرتبہ بیجاپور کو سواری آئی - شاہزادۂ اعظم بہادر گڑھ گیا اور شاہزادۂ محمد معظم ۱۲ ذی الحجہ ۱۱۰۶ھ کو ملتان گیا - ۱۱۰۷ھ میں قلیچ خاں فیروز جنگ اپنے باپ سے ناراض ہو کر نکل کھڑا ہوا اور ہمت خاں پسر خان جہاں بہادر جو صوبہ پٹن میں تھا جا پڑا جہاں بڑا بھاری کشت و خون ہوا - دسویں محرم ۱۱۰۸ھ میں اودبھیما کو اس قدر طغیانی ہوئی کہ تمام اطراف کے گاؤں اور ہزارہا آدمی بہ گئے جو امیر تھے وہ بہ مشکل کشتیوں میں سوار ہو کر بچ گئے تیسرے دن دریا کی طغیانی کم ہوئی - ۸ شعبان ۱۱۰۸ھ

---

[۱] یہ مقام باگلکوٹ ضلع بیجاپور کے پاس ہے -

ہیں ذوالفقار خاں نے قلعۂ جنجی فتح کیا اور اس طرح تمام ملک کرناٹک پر قبضہ ہوگیا۔ سنتا کے اہل و عیال کو قید کرلینے سے چند روز کے لئے چاروں طرف شورش رفع ہوگئی تھی مگر پھر سنتا نے اپنے باپ اور بھائی کا طرز شروع کیا بعض ایسے پہاڑی قلعوں کو جو قلب مقام پر تھے وہاں بیٹھا اور بہت سی فوج جمع کرکے چوطرف لوٹ مار کرنے لگا سنتا خود بھی ان ہی قلعوں میں سے کسی نہ کسی ایک میں چھپا رہتا تھا۔ اس دفعہ پادشاہ نے خانہ زاد خاں۔ مراد خاں اور قاسم خاں تین شخصوں کو سنتاجی کی گرفتاری کے لئے مامور کیا۔ ہر چند ان لوگوں نے دو ا دوش کی مقابلے ہوئے مگر وہ ہاتھ نہ لگا۔ پادشاہ نے ناچار ہوکر فقرا اور مشایخین سے استمداد کی بہت سے عمل پڑھے گئے بہت سے چلے کھینچے گئے مگر کچھ نہ ہوا۔ پادشاہ سخت پریشان تھا کہ ایک ذرا سا لٹیرا ہاتھ نہیں آتا کیسی شرم کی بات ہے۔ اس زمانے میں پادشاہ کے لشکر میں ایک ایسا بزرگ سید حسن خدانواز ولد قاضی برہان تھے وہ بھی ایک مشہور عامل تھے پادشاہ نے اُن کو کہلا بھیجا آپ نے فرمایا کہ "بہت سے لوگ دعا کرچکے اب فقیر کی کیا ضرورت باقی رہی اگر پادشاہ کے حکم کی تعمیل میں کچھ کروں بھی تو نتیجہ کیا۔ یک در گیر محکم گیر۔ اگر مجھے حکم ہوتا ہے تو میں حاضر ہوں مگر پہلے آپ اُن سب علماء اور فقراء کو منع فرماویں جو عملیات کررہے ہیں جب مجھ سے جو کچھ بن پڑے گا میں بھی کروں گا" پادشاہ نے کہا کہ وہ لوگ جو کچھ کرتے ہیں اُن کو کرنے دیجئے اس میں قباحت ہی کیا ہے آپ اپنا کام شروع کیجئے آج سے جو نتائج ظاہر ہوں گے وہ آپ ہی کی دعا کی برکت سے ہوں گے۔ آپ نے منظور فرمایا اور کچھ پڑھنے لگے۔ پادشاہ نے پھر کہلا بھیجا کہ عملیات کے لئے عود وگل و بخورات وغیرہ جو سامان ارشاد ہو حاضر کیا جاے آپ نے فرمایا کہ آہ سوزان سحری و اشک غلطان جگری بس کافی ہے مجھے اور کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ عالمگیر کو یہ جواب باصواب بہت پسند آیا چند ہی روز میں خدا کا کرنا ایسا ہے کہ چلہ پورا نہ ہونے پایا تھا کہ ۲۹ ذی حجہ سنہ ۱۱۱۰ھ کہ خان فیروز جنگ کے آدمیوں کی سعی سے سنتا کا سر کٹ کر سامنے آگیا۔ پادشاہ نے اُس دن سے آپ کو "سید حسن خدانواز سنتا کش" کا لقب دیا ذیل کے قلعہ جات اسی اثناء میں فتح ہوئے۔

قلعہ دیوگڑھ ۔ خان فیروز جنگ نے فتح کیا اور اسلام گڑھ نام رکھا گیا۔

قلعۂ بسنت گڑھ۔ جورود کشنا سے ایک کوس کے فاصلے پر ہے تربیت خاں نے ایک ہفتہ محاصرہ کرکے ۱۲ جمادی الآخر ۱۱۱۵ھ میں فتح کیا "کوہ شکست" تاریخ فتح ہوا اور "کلید فتح" نام رکھا گیا۔

قلعۂ ستارا۔ ۲۵ جمادی الثانی سے ۱۳ ذیقعدہ ۱۱۱۱ھ چار ماہ اٹھارہ دن کے محاصرے کے بعد قلعہ ستارا کو شاہزادہ محمد اعظم نے فتح کیا اور قلعہ "اعظم تارہ" سے موسوم کیا۔ ہنگام محاصرے میں انواع و اقسام کے مصائب پیش آئے۔ ۵ ذی قعدہ کو ایک سرنگ اڑائی گئی جس سے ساری فصیل اڑ کر قلعہ کے اندر جا پڑی بہت سے آدمی جل کر اور دب کر مر گئے ایک دوسری سرنگ میں بھی بتی دی اس خیال سے کہ وہ بھی پہلی سرنگ کی طرح قلعہ کے اندر جا پڑے گی لیکن قضائے کردگار ساری دیوار کی دیوار باہر کے رخ گری اور دو ہزار آدمی مغلوں کے دب کر مر گئے۔ آخر کار راجہ ستارا جس کا نام سوبھا تھا عالمگیر کے حضور میں حاضر ہوا اور منصب پنج ہزاری سے سرفراز ہوا اس فتح کی تاریخ سید عبدالجلیل بلگرامی نے بہ صنعت نادر و لاجواب کہی ہے:۔

چو شہ ابہام زیر خنصر آورد	بہ ورد اسم اعظم در شمارہ
قلاع کفر شد مفتوح فی الحال	ز تیغ او عدو شد پارہ پارہ
ز انگشتان شہ از مد ابہام	برابر چار زلف کردم نظارہ
بعینہ بود شکل سال ہجری	پئے تاریخ تسخیر ستارہ
چنیں تاریخ گفتن اختراعیست	شد از عبدالجلیل ایں آشکارہ

۱۱۱۱ھ

قلعۂ موگی۔ قلعۂ موگی کا محاصرہ ۲۲ ذی قعدہ ۱۱۱۱ھ کو شروع ہوا عین موسم بارش میں محاصرہ ہونے سے ندی نالے چڑھے ہوئے تھے رسد بند ہو گئی اور قحط پڑ گیا ۳ محرم ۱۱۱۲ھ کو شاہزادہ محمد اعظم نے فتح کیا اور ابراہیم عادل شاہ کی رعایت سے "نورس تارہ" نام رکھا اس کی

فتح کی تاریخ "ہذا نصر اللہ خاں" ہے

قلعۂ پنالہ - ۲ محرم ۱۱۱۳ھ کو فتح ہوا -

قلعۂ وردہان گڑھ - جو موضع کھان سے دو کوس ہے ۱۰ محرم ۱۱۱۳ھ کو محاصرہ کیا ۱۸ ربیع الثانی کو ایسا موسلا دھار پانی برسا کہ دروازہ باون گڑھ پر بادشاہ کے خیام تھے سب بہہ گئے - آخر کار ۱۶ جمادی الثانیہ کو فتح اللہ خاں نے فتح کیا جس کا اصلی نام محمد صادق تھا اسی پر سے "صادق گڑھ" نام رکھا گیا -

قلعۂ کھیلنا - ۱۶ رجب ۱۱۱۳ھ کو شاہزادۂ بیدار بخت جی سنگھ اور منعم خاں نے محاصرہ کیا اور ۲۲ ذیحجہ کو فتح ہوا "قلعۂ کھیلنا" تاریخ ہے - بادشاہ نے قرآن مجید میں فال نکالی تو "الحمد للہ الذی سخر لنا" نکلا اور اسی پر سے "سخر لنا" نام رکھا - یہ قلعہ بالا گھاٹ اور پایان گھاٹ کے پاس واقع ہے -

اسی اثنا میں دہلی سے زینت النساء بیگم کے انتقال کی خبر آئی - ۷ محرم ۱۱۱۴ھ کو بادشاہ نے قلعۂ کھیلنا سے کوچ کیا مگر بارش کی وجہ سے راستے بند تھے ندی نالے چڑھے ہوئے تھے - باربرداری کی بنڈیاں ملتی نہ تھیں غلہ اور دانہ چارہ کی دشواری عجیب مصیبت تھی بہت سے آدمی بھیگ کر بیمار پڑ گئے اور مر گئے - نوبت بایں جا رسید کہ ۱۲ ربیع الاول کو یعنی ایک مہینا سترہ دن میں صرف چودہ کوس کی منزل طے کر کے قلعۂ برنالہ کے پاس پہنچے جب کہیں آفتاب کی شکل دکھلائی دی - ۱۰ جمادی الاولی کو دریائے کشنا پر پہنچے اُس کا پاٹ آسمان سے جا ملا تھا جنگلوں جنگلوں پانی ہی پانی نظر آتا تھا جل تھل بھر گیا تھا کہیں ٹھکانا نہ تھا بیس دن اس کنارے پڑے رہے اور بیس دن بعد دریا پار ہو کر اُس کنارے بھی رُکے رہے - ریگڑ کی زمین میں بیلوں کے پاؤں دھنستے تھے بنڈیاں چل نہ سکتی تھیں - اسعد نگر پہنچے وہاں سے بہادر گڑھ اور پھر قلعۂ کھنڈالہ کی تسخیر کا ارادہ کیا ۱۸ شعبان کو وہاں

---

[1] شکر اُس خدا کا جس نے ہمارے لئے (اس قلعہ کو) مسخر کر دیا - ۱۲

پونچے اور ۱۷ ذی الحجہ کو بعد فتح واپس ہوئے - ۲۵ ذی الحجہ ۱۱۱۵ھ محی آباد (پونہ) میں ٹھیرے ۱۲ شوال ۱۱۱۵ھ کو فتح اللہ خاں نے قلعہ راج گڑھ فتح کیا اور "بنی شاہ گڑھ" نام رکھا - ۱۵ محرم ۱۱۱۶ھ کو فتح اللہ خاں کا انتقال ہوا اُس کی جگہ میر صدر الدین صدر بخشی مقرر ہوا جس نے موضع کھیر میں ساڑھے سات مہینے رہ کر ۲۳ ذی قعدہ ۱۱۱۶ھ کو فتح کیا جس کا نام مسعود آباد رکھا گیا - ۲ ذی الحجہ ۱۱۱۶ھ کو تربیت خاں نے قلعہ کھنڈالہ فتح کیا جس کا نام "فتوح الغیب" رکھا - جنیر کے اطراف کے قلعہ جات فتح کر کے کھیر سے واکن گیرہ کی طرف آئے جو دریائے کشنا کے کنارے واقع ہے جس پر نایک پام نایک کے بھتیجے کا قبضہ تھا - قلیچ خاں اور محمد امین پہلے ہی سے وہاں متعین تھے مگر پیشکش برابر دیتا تھا لہٰذا خاموش رہے اب نصرت جنگ نے پونچ کر دسویں محرم ۱۱۱۷ھ کو فتح کر لیا اور "رحمن بخش" نام رکھا - واکن گیرہ سے تین کوس پر دیوا پور وہاں پادشاہ کا مزاج ناساز ہوگیا جس سے بہت تشویش مگر جلد صحت ہوگئی - ۱۶ رجب کو بہادر گڑھ کی طرف کوچ کر کے غرہ شعبان کو پونچے -

اورنگ زیب کی وفات ۱۱۱۸ھ ۱۶ شوال ۱۱۱۷ھ کو اورنگ زیب احمد نگر پونچا - پادشاہ کا مزاج ناساز ہوگیا مگر پھر چند سے طبیعت ٹھیر گئی - اوائل ذی قعدہ میں پھر مرض کا اشتداد ہوا اور پادشاہ بار بار یہی کہتا تھا "احمد نگر آخر سفر" - روز جمعہ ۲۸ ذی قعدہ روز یکشنبہ ۱۱۱۸ھ ایک بجے دن کے اکیاونویں سال جلوس میں پورے پچاس برس دو مہینے اٹھائیس دن سلطنت کر کے احمد نگر میں عالمگیر پادشاہ نے نوّے سال سترہ روز کی عمر میں انتقال کیا - وفات کی تاریخ

ؔ ابو المظفر اورنگ زیب پادشاہ غازی ۱۱ ذی قعدہ ۱۰۲۸ھ میں بمقام گجرات پیدا ہوا - بہ تعلق سپہ سالاری دکن شاہزادگی کی حالت میں برہان پور اور خاندیس میں بہت رہا ہی خوش رو اور وجیہ ہوشیار و عقیل - شجاع - فن سپہ گری میں مشاق - مدبر اور بیدار مغز - محتاط - پابند مذہب - عالم باعمل عامل جید - ہمیشہ تلاوت کلام مجید میں مصروف رہتا تھا - خود کلام مجید بنایت خوش قلم لکھتا تھا چنانچہ خلد آباد میں پادشاہ کا قلمی نسخہ موجود ہے - مذہب اسلام کی ترویج و استحکام میں ہمیشہ سرگرم رہتا تھا - محتاط اتنا بڑا کہ ٹوپیاں کاڑھ کاڑھ کر اپنا ذاتی خرچ چلاتا تھا - بیت المال سے لینے کا روادار نہ تھا محنتی جفاکش بہت تھا - مسلمان پادشاہوں میں ایسا اولوالعزم کوئی پادشاہ نہیں گزرا - چوں کہ مذہب کا

تاریخی مادے یہ ہیں "حکم عالم گیر رفت" "عالم گیر از جہاں رفت" "روح و ریحان و جنت نعیم" "آفتاب عالم تاب من" "برفت از جہاں پادشاہ ولی" کسی دل جلے ہندو نے "مغلا موا" بھی تاریخ کہی ہے۔ قطعہ تاریخ وفات :-

عاقل و عادل خبر گیر اسے خلق ۔۔۔ شاہِ عالم گیر اہل عزو جاہ

فضل حسن و نیز مہتاب شرف ۔۔۔ سال تولیدش عیاں شد مثل ماہ

۱۰۲۸ ۔۔۔ ۱۰۲۸

رحلت او ہست غازی اہل دیں ۔۔۔ ہم امیر تاج سلطاں بادشاہ

۱۱۱۸ ۔۔۔ ۱۱۱۸

باز خواں سال وصال آں جناب ۔۔۔ شاہ با اسلام عالم گیر شاہ

۱۱۱۸

ذو الفقار آمد گر و صباش عیاں ۔۔۔ از دل مسرور الصبد افسوس و آہ

۱۱۱۸

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۷۲ سختی سے پابند تھا اس لئے لوگ متعصب کہتے ہیں۔ باپ کو قید میں رکھا تھا یہ بھی الزام ہے جس کی مولینا شبلی اور دوسرے مورخین نے باحسن الوجوہ تردید کی ہے۔ اس میں خصوصیت اورنگ زیب ہی کی کیا ہے پولیٹیکل مصلحتوں سے اس سے بڑھ بڑھ کر کام کر لیتے ہیں۔ اب رہا یہ کہ قید میں باپ پر سختی کرتا تھا یہ کو اہتا ناہے۔ اس وقت نہ شاہ جہاں ہے جو اپنی بیتی کہہ سکے نہ اورنگ زیب ہی ہے جو قائل معقول کر سکے جس کے دل میں جو آئے لسو کہہ لے زبان پکڑنے والا کون ہے۔ یکم ذی قعدہ ۱۰۶۸ھ میں چالیس سال کی عمر میں تخت نشین ہوا جس کی تاریخ "وکل حق" اور "اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ" ہے۔ احمد نگر میں وفات پائی مگر خلد آباد ضلع اورنگ آباد میں ۱۱۱۸ھ حضرت شاہ زین الحق والدین کے مزار مبارک کے پائیں میں آسودہ ہوا جو احمد نگر سے (۳۵) کوس ہے درمیان میں موضع کاسے گاؤں ٹوکے پرگو داوری ندی ہے اور یہی ندی سلطنت سرکار عالی نظام اور برٹش گورنمنٹ میں حد فاصل ہے مشہور ہے کہ شاہزادہ اعظم نے اپنے باپ کے کئی عرس خود کئے اور کئی سال تک نواب حمید الدین خاں قبر پر جاروب کشی کرتے رہے۔ گورنمنٹ نظام عالی مقام کی جانب سے کئی مواضع اخراجات عرس وغیرہ کے لئے وقف ہیں اور کثرت سے خدام اور چوب دار اب تک موجود ہیں۔ علاوہ اس کے لنگر بھی برابر جاری ہے جس پر ایک عہدہ دار امین بلغور کے نام سے معہ عملہ مامور ہے۔ قبر بالکل خام ہے مگر اس کچی قبر میں وہ کشش ہے کہ لاکھوں پکی قبریں اور مرتفع گنبد صدقے کئے جاتے ہیں اس سادگی میں جو بناؤ ہے وہ ظاہری

اورنگ زیب کا وصیت نامہ اورنگ زیب نے وصیت نامہ لکھا تھا جس کا اقتباس یہ ہی کہ "بے کس آمدیم و بے کس رفتیم - سر برہنہ آمدیم و رفتیم - ہمرہ تابوت نشان و مورچال و غیرہ لوازمہ شاہانہ نمانند - حمید الدین خاں کہ صادق الاعتقاد است تابو را بدرگاہ شاہ برہان رسانند و جاے قبر بدستور درویشان دفن کنند - اس کے بعد اپنے فرزندوں کو کچھ نصائح ہیں اور آخر میں یہ ہے کہ اس وقت جیب خاص میں ۔۔۔۔ ہیں اُس میں سے پانچ ہزار تابوت پر خیرات کر دینا -

اورنگ زیب کی ہوس ملک گیری کی تصویر کا دوسرا رُخ عالمگیر جیسا جلیل القدر بادشاہ جس کے ہاتھ ساری اقلیم ہند تھی مگر تسخیر دکن کی ہوس ایسی دامن گیر تھی کہ عالم شاہزادگی میں ہی خاندیس براڑ اور احمد نگر کو فتح کر لیا تھا ای کاش اسی پر اکتفا کرتا اور سکندر را اور ابوالحسن ان دو مظلوموں کو اگر تابع فرمان بنا کر اپنے حال پر چھوڑ دیتا تو کیا قباحت تھی اور کون سی کمی ہو جاتی - سنبھاجی کے بیٹے ساہو کے ساتھ تو وہ رعایت کی منصب ہفت ہزاری اور نوہزار سوار اور نوبت اور راجہ کا خطاب دیا حالاں کہ اُس کے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۷۴ - ٹیم ٹام میں کب ہوتا ہی ؎

نہیں محتاج زیور کا جسے خوبی خدا نے دی ۔۔۔ کہ جیسے خوش نما لگتا ہی دیکھو چاند بن گہنے

قبر کے اطراف ایک چوبی جالی بنی ہوئی ہی اور ایک تخم ریحاں کا درخت سرہانے ہی - والیسرائے تک جا کر وہاں اب بھی ادب سے ٹوپی اُتار لیتے ہیں - کوئی بڑا آدمی آتا ہی تو قبر پر غلاف چڑھا دیا جاتا ہی اور چوبدار "نگاہ روبرو ادب سے آداب بجا لاؤ" حسب دستور پکارتے ہیں - مجھے خود اس بات کا تجربہ ہی کہ قبر پر جا کر دل پر ہیبت طاری ہو جاتی ہی - اورنگ زیب کی کچی قبر کی اس وقت تک جو عزت و توقیر ہی ہند کے کسی بادشاہ کو حاصل نہیں - ہمایوں کی قبر کو دلی میں دیکھئے اور اکبر کی قبر سکندرے میں - معلوم بھی نہیں ہوتا کہ کون تھے سرکار عالی نظام کی طرف سے بزرگان دین کی درگاہوں کے لئے بیش قرار معاشیں مقرر ہیں - عرس ہوتے ہیں یہ تو بادشاہ کا مزار ہے جو نہ ہو کم ہے - خداوند کریم اس سلطنت کو ابدالآباد تک قایم و دایم رکھے جو پچھلوں کے نام کو زندہ کر رکھا ہی - اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ -

باپ دادا نے ناک چنے چبوا دیئے تھے لیکن ان دو غریب مسلمانوں کے ساتھ ذرا بھی اخوتِ اسلامی نہ برتی اور ان کو جڑ پیڑ سے ایسا اکھاڑ کر پھینکا کہ صفحۂ دنیا پر ان کا کوئی نام لیوا باقی نہ رہا پھر بھی طمع ملک گیری باقی رہی اور اپنے وطن مالوف کو نہ گیا پر نہ گیا اور عزیز و اقارب کو نہ اپنی صورت دکھائی نہ اُن کا دیدار دیکھا بلکہ دو ایک قلعوں کے سر کرنے میں سرگرم رہا اور آخر میں پردیس میں جان دی - یہ حقیقت نفس الامر ہے اس کو شکایت پر محمول نہ کیا جائے بلکہ جان لینا چاہیئے کہ اورنگ زیب سلاطین مغلیہ کی ناک تھا اور اپنے زہد و تقویٰ کے لحاظ سے درویش منش اور صاحب دل تھا - صرف ہم کو یہ جتلانا مقصود تھا کہ طمع دنیاوی سے کوئی خالی نہیں - اب چاہے اسے اولوالعزمی کہو یا ہوس ملک گیری یا طمع جاہ مرتبت اور حرص کیا خوب کسی نے کہا ہے "بے عیب ذات خدا کی" وَللہِ درُّ مَنْ قَالَ

قِیْلَ اِنَّ الْاِلٰہَ ذُوْوَلَدٍ — قِیْلَ اِنَّ الرَّسُوْلَ قَدْ کَھَنَا

مَا نَجَی اللہُ وَالرَّسُوْلُ مَعاً — مِنْ لِسَانِ الْوَرٰی فَکَیْفَ اَنَا

اورنگ زیب کا سوال اور اُس کی بیٹی زیب النساء کا برجستہ جواب

اورنگ زیب جب قطب شاہی اور عادل شاہی دونوں گھرانوں کا کھوج کھو چکا تو بہت ہی مسرور ہوا کہ پشتہا پشت سے ملک دکن پر دانت تھا اور خود بھی بارہا اپنی سعی میں ناکام رہا تھا - اب خدا نے یہ دن دکھایا جس کی خوشی میں بڑا بھاری جشن کیا - امرا و ارکان سلطنت کو سرفرازیاں ہوئیں - داد و دہش کا دروازہ کھل گیا سب امرا نے مبارک باد کی نذریں دیں لیکن زیب النساء بیگم نے جو بادشاہ کی صاحبزادی تھی نذر نہیں دی - بادشاہ نے پوچھوایا کہ آخر کیا سبب جو زیب النساء نے نذر نہ دی - تھی تو وہ عورت ذات مگر مردانہ وار جواب دیا کہ "کون سی خوشی کی بات تھی جو میں نذر دیتی - آپ نے ایسا کون سا بڑا کام کیا ہے جو سزاوار شاہنشہی ہو - حضرت پہلے شاہنشاہ تھے کہ آپ کے تابع فرمان کئی بادشاہ

۵؎ اور کہنے والے نے کیا ہی خوب کہا ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ خدا صاحب اولاد ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ رسول کاہن تھے - لوگوں کی زبان نے خدا اور رسول دونوں کو نہ چھوڑا تو بھلا میں (بیچارہ) کس شمار قطار میں ہوں ۱۲

مثل ابوالحسن تاناشاہ اور سکندر عادل شاہ کے تھے وہ آپ کے مطیع ومنقاد اور باج گزار تھے۔ لقب شاہنشاہی آپ پر سجتا تھا اور اب دیکھیئے کہ آپ نے سب کو دودھ کی مکھی کی طرح نکال باہر کیا اور اب صرف حضرت کی ذات مقدس تن تنہا رہ گئی پس مرتبت شاہنشہی سے گھٹ کر پادشاہ رہ گئے۔ ملک الملوک کے رتبہ سے اُتر کر ملک رہ گئے۔ پس یہ کون سی بات مبارک باد دینے کی ہے جہاں پناہ خود غور فرمائیں" پادشاہ یہ معقول جواب سن کر بہت متاثر ہوا اور کہا کہ فی الواقع زیب النساء جو کچھ کہتی ہے درست کہتی ہے ؎

چو رای زن از رای مرد اکمل است　　تواں گفت زن راکہ او اکمل است

بیجاپور کیا تھا اور کیا ہو گیا ایک زمانہ وہ تھا کہ شہر بیجاپور اس قدر آباد تھا کہ تل دھرنے کو جگہ باقی نہ تھی۔ بازاروں میں کھوے سے کھوا چھلتا تھا۔ کچھ عجیب چہل پہل تھی۔ امراء کی ڈیوڑھیاں سر بہ فلک کھڑی تھیں جن کے دروازوں پر ہاتھی جھومتے اور نوبتیں جھڑتی تھیں۔ رعایا خوشحال اور فارغ البال تھی۔ جابجا باغات جن میں آب شیریں کی نہریں دوڑتی تھیں۔ سارے شہر میں جابجا حوض اور فوارے چھوٹتے تھے آب وہوا خوش آیند۔ لکھ پتی اور کروڑپتی تاجر تھے ہر قسم کے بے شمار پیشہ ور جمع تھے۔ غلہ کی ارزانی۔ علماء و فضلاء اور مشائخین کی کثرت۔ افواج مسلح کے جھنڈ کے جھنڈ غرض ایک زندہ شہر معلوم دیتا تھا جو ہر طرح سے مالا مال سرسبز و شاداب اور دولت سے پھٹا پڑتا تھا چنانچہ پچھلی کتب تواریخ میں یہ حالات دیکھ کر اب ایک افسانہ معلوم ہوتا ہے۔ جس طرح یہ شہر مینوسواد معراج الکمال پر پہنچا تھا ویسے ہی ورطۂ انحطاط میں گرا۔ ہر کمالے را زوالے۔ ڈیڑھ سو سال تک یہ شہر یومًا فیومًا ترقی کرتا گیا۔ اسباب زوال سکندر عادل شاہ آخری پادشاہ کا خورد سالی میں تخت نشین ہونا ایسی حالت میں کہ کوئی سلطنت کا چلانے والا نہ تھا اور جو تھے اُن میں آپس میں شکر رنجیاں اُن کو آپس کی لڑائی ہی سے کب فرصت تھی جو غنیم بیرونی کی طرف رُخ کرتے چنانچہ برابر چودہ سال یہی طوفان بے تمیزی برپا رہا جدھر دیکھو لوٹ مار کوئی شخص اپنے گھر میں چین سے بیٹھ نہ سکتا تھا۔ فوج کی تنخواہیں مہینوں کی چڑھ گئیں۔ جس کا جدھر مُنہ اُٹھا نکل بھاگا۔ اس طرح بستی چھیجنے لگی۔ آبادی میں گھن لگ گیا۔ سنہ ۱۱۱۱ھ کے طاعون نے اور جھاڑو پھیر دی غضب خدا کا کہ گھر کے گھر بند ہو گئے بازاروں میں ہو کا عالم تھا۔ گھر خالی

بڑے بڑے بھائیں بھائیں کرتے تھے ایک ایک دن میں سات سات سو مردے نکلے ۔ جدھر دیکھو اُدھر سناٹا ہی سناٹا تھا ۔ اس کے بعد ۱۱۳۰ھ میں ایسا سخت قحط پڑا کہ الامان الامان جو چھ برس مسلسل ۱۱۳۶ھ تک رہا ۔ غرض چالیس پچاس برس تک لگاتار یہ شہر اُجڑتا ہی رہا قحط اس بلا کا تھا کہ لوگوں کے گھروں میں ایک دانہ غلہ کا نہ رہا جانوروں کا کیا ٹھکانا ۔ آدمی درختوں کے پتے کھاتے تھے ۔ کتے بلی تک نہ چھوڑے ۔ پیٹ بری بلا ہے بعض اپنے بچے کاٹ کاٹ کر کھا گئے اور اس طرح لاکھوں آدمی ضائع ہوئے ۔ ہزاروں آدمی بے گور و کفن پڑے ہوئے زاغ و زغن کی خوراک تھے تمام شہر میں عفونت پھیل گئی تھی ۔ جدھر دیکھو سوائے مردوں کی ہڈیوں اور کھوپریوں کے کچھ نظر نہ آتا تھا کوسوں تک میدان انسانی ہڈیوں سے پٹا پڑا تھا ۔ جہاں تک نظر جاتی تھی ایک سفید تختہ ہڈیوں کا نظر آتا تھا ۔ جہاں ہزاروں بیل غلہ کے روزانہ آتے تھے وہاں ایک دانہ نظر آتا تھا ۔ ریل اُس زمانے میں تھی نہیں جو باہر سے غلہ آجاتا ۔ برابر چھ برس تو یہ حال رہا ابھی یہ قحط ختم نہ ہوا تھا کہ دوسرا قحط ۱۱۷۱ھ میں پڑا یہ وہ زمانہ ہے کہ بیجاپور حیدرآباد کے صوبہ دار کے تحت تھا ۔ پہلے قحط میں تو خیر کچھ بچا کھچا اناج کچھ دنوں کسی نہ کسی طرح مہنگا ہی سہی مگر مل گیا اب تو ذخیرے بھی ختم ہو چکے تھے اب کیا دھرا تھا رہے سہے لوگ اس قحط میں مر گئے ۔ غرض میدان صاف ہو گیا اور ایسا صاف ہوا کہ پھر آج تک پنپنا نصیب نہ ہوا ہر چند عالمگیر نے کوشش کی کہ اس شہر کو پھر آباد کرے مگر کچھ نہ چلی ۔ عالمگیر نے اس ملک میں آن کر کوئی سختی نہیں کی بلکہ تمامی امراء کے منصب اور جاگیریں بحال رکھیں بلکہ اور زیادہ کیں اور لشکر اور فوج بھی بدستور قایم رکھی ۔ مشائخ اور فقراء اور اہل علم کی معاشیں اور وظائف اور یومیہ جوں کے توں برقرار رکھے چنانچہ اب بھی صدہا فرمان عالمگیر کے عطیات اہل معاش کے پاس موجود ہیں لیکن جف القلم بما ھو کائن خدا کی مرضی میں کس کو دخل جو گھن لگا تھا وہ اندر ہی اندر بڑھتا چلا ۔ ۱۱۷۰ھ میں بیجاپور اورنگ زیب کے صوبہ دار کے تحت میں تھا جس کا مستقر حیدرآباد تھا ۔ نواب آصف جاہ کی جب تک حکومت رہی شہر کی آبادی کی کوشش کی گئی اور جو عامل مقرر ہوتا تھا پہلا حکم اُس کو یہی دیا جاتا تھا کہ شہر کو آباد کرو مگر بیجاپور کی ایسی کل بگڑی تھی کہ کسی کے سنوارے نہ سنوری ۔

شجرۂ خاندان آصفیہ حیدرآباد دکن

خواجہ عابد قلیچ خان صوبہ دار ...

میر شہاب الدین الم...

بیجاپور سرکار عالی نظام کے قبضہ میں ۱۱۳۷ھ ؁۱۷۲۴ء

۱۱۳۷ھ ؁۱۷۲۴ء میں جب نظام الملک نے اپنی خودمختاری کا اعلان کیا تو بیجاپور سلطنت نظام مین داخل ہوگیا اور مرہٹوں سے صلح ہوگئی اور ساٹھ لاکھ رو[illegible] معاوضہ میں بیجاپور ؁۱۷۶۰ء میں پیشواؤں کے قبضہ میں دے دیا گیا جس زما[illegible]یں بیجاپور پیشواؤں کی حکومت میں رہا تو سوائے بربادی اور تباہی کے اور کچھ نہ ہوا۔ ان کو سوائے اپنے ٹکے سیدھے کرنے کے اور کچھ کام نہ تھا اول ہی رعایا بے دم تھی مرتے کو مارے شاہ مدار اور ان کو دھر کر نچوڑ لیا۔ مرہٹوں نے دیکھا کہ بڑی بڑی عالی شان عمارات اور محلات میں بیش قیمت مال مسالا موجود ہے مکانوں کو توڑ پھوڑ کر زمین کے برابر کردیا اور مال مسالا جس کے ہاتھ لگا لے کر چلتا ہوا۔ محلات کا چوبینہ بالکل نکال لیا گیا۔ شہتیریں۔ دروازے اور کھڑکیاں نکال کر چھکڑوں پر لاد کر لے گئے۔ اور یہی وجہ ہے کہ جب ہم ان اُجڑی ہوئی عمارتوں کو آج دیکھتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ کس ارمان اور کس شوق سے کروڑوں روپیہ لگا کر یہ دلکش اور پرفضا عمارات طیار ہوئے تھے اور کس بے دردی سے آن واحد میں اُن کو یوں تباہ کیا تو ممکن نہیں ہے کہ ہمارا دل قابو میں رہ سکے اور ہم اُن پر ایک دو آنسو نہ بہائیں۔ ایک انسان وہ تھے جنھوں نے زمین پر نمونہ بہشت بنایا اور ایک انسان یہ تھے جنھوں نے اسے خاک میں ملایا اور لوٹا ٹایا ورنہ صدیاں گزر جاتیں کہ یہ یادگاریں اپنے اولوالعزم بانیوں کی دائمی یادگار صفحۂ دنیا پر قایم رہتیں۔ یہ وہی شہر تھا کہ جب عالمگیر کے قبضے میں آیا تو صرف قلعہ میں نو لاکھ چوراسی ہزار مکان تھے اور یہ اُس زمانے کی حالت ہے جب شہر اُجڑ چکا تھا ورنہ محمد عادل شاہ کے عہد میں صرف ایک شاہ پور محلے میں نو لاکھ مکان تھے خاص شہر بیجاپور اور دوسرے پورہ جات وغیرہ کا تو کچھ شمار نہ تھا۔ ادھر شہر پر یہ غضب نازل ہوا کہ جہاں نوبت جھڑتی تھی وہاں اُلّو بولتا تھا ادھر طاعون اور بار بار کے قحط نے شہر کو اور تباہ کردیا۔ بستی ہر طرح اُجڑنے لگی پہلے جو شہر نہایت درجہ آباد تھا اب وہ ویران ہونے لگا لوگ بیجاپور چھوڑ چھوڑ کر دوسرے مقامات میں جہاں اُن کے عزیز و اقارب رہتے تھے جا بسے اب اِس ویرانہ میں دھرا ہی کیا تھا جو وہ رہتے اور کن آنکھوں سے بیجاپور کی ایسی بڑی گت دیکھتے اور کس کا پتھر کا کلیجا تھا جو اس کی تاب لاسکتا۔ سب جا جو کے بڑے بڑے لوگوں ہیا

سے معدودے چند کہیں نہ جاسکے اور جہاں سینگ سمائے رہ پڑے جن کی آل اولاد آج نان شبینہ کو محتاج ہے۔ ۱۸۱۸ء میں بیجاپور پر راجہ ستارا کا قبضہ ہوا اور اس کے بعد ۱۸۴۸ء میں بیجاپور مملکت ستارا [illegible] برٹش گورنمنٹ کے قبضہ میں آگیا۔ چند سال تک بیجاپور ستارے کے کلکٹر کے حدود ارضی میں رہا پھر شولاپور کے ضلع میں شامل ہوا اور ایسے نصیب پھوٹے کہ دارالسلطنت سے جاکر ضلع کلادگی کا ایک تعلقہ بن گیا۔ آگے چل کر کلادگی سے مستقر ضلع اُٹھا دیا گیا اور بیجاپور مستقر ضلع بنا اور جب سے صوبہ بمبئی کا ایک ضلع ہے اور دوسرے ضلعوں کی طرح یہاں بھی کلکٹر جج اور دوسرے عہدہ دار اس ضلع رہتے ہیں۔

حصہ اول تمام ہوا

غلط نامہ حصہ اول واقعات مملکت بیجاپور

کتاب پڑھنے سے پہلے ذیل کی غلطیوں کو درست کرلینا چاہیئے خاص کر سنہ کی غلطی جس سے واقعہ تاریخی پر اثر پڑتا ہے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۵	پر	پیر	۲۰	۱۷	پیشتر	بیشتر
〃	۸	دوشالہ	دوشالا	۲۲	۵	بھ	بھر
۴	۷	عناں	عنان	۲۴	۷	سے	سئے
〃	۱۴	لئے	سپے	〃	۱۵	غوطہ	غوط
۷	۱۷	م سنہ ۹۷۲ھ	سنہ ۹۷۲ھ م	۲۷	۶	سنہ ۶۹۰ھ	سنہ ۸۹۰ھ
۹	۱۸	سنیا پتی	سینا پتی	۲۸	۸	وہی	وہیں
〃	۷	جو	×	〃	۹	کے	کہ
۱۳	۶	میکند	میکنند	〃	〃	زین	قرین
۱۴	۱۲	تل	نل	۳۱	۲	سنہ ۱۵۱۵ء	سنہ ۱۵۱۰ء
۱۵	۱۴	اُن	جن	〃	۳	خواستت	خواستست
〃	۱۶	کمین	مکین	۳۳	۱	شوخی	شوخی و
〃	۱۷	کے	کی	〃	۲۳	نا	تا
〃	۱۹	دیکھو	دیکھ	۳۵	۷	تو	نو
۱۶	۱۱	تجھے	تجھسے	〃	۱۹	کبیار	کمبار
۱۸	۹	زندا ست	زندہ ست	۳۷	۳	سنہ ۹۲۵ھ	سنہ ۹۱۵ھ
۲۰	۴	یُورنگ	بیورنگ	۳۸	۳	آن	ای آں
〃	۹	جگر	جگہہ	〃	۱۱	راہم	رہم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۸	۱۸	بگزاشت	نگزاشت	۷۲	۹	بھیجوایا	بھجوایا
۳۹	۱۷	گا	گاہ	〃	۱۴	عیانی	علّاتی
۴۵	۱	رار	راز	〃	۱۲	ملیار	ملیبار
۴۶	۲	موزیوں	موذیوں	۷۶	〃	کاروان	کاروان
〃	۱۹	بہادروں	بہادرو	۷۹	۶	اس لئے	×
〃	آخر	چیڑہ	چڑھ	۸۰	〃	۱۵۱۱ھ	۱۵۱۱ء
۴۷	۹	گھساں	گھمسان	〃	۱۰	تزک	تزک
۵۱	۲۰	تو	نو	۸۵	۱۴	کاسٹر	کاسٹرو
۵۴	۱۴	ہیڈ	ہیڈرا	۸۹	۱۵	کر	×
۵۵	۱۵	۱۳۲۰ھ	۱۳۲۰ء	۹۰	۱۹	بھجا	بھیجا
۵۶	۱۲	اگھٹی	اکھٹی	۹۲	۸	یارڈس	بارڈس
۵۷	۳	بہ	با	〃	〃	۹۵۳ھ ۱۵۴۸ء	۹۵۶ھ ۱۵۴۹ء
〃	۹	اسوال	الوال	۹۳	۹	بہ	یا
۵۹	۱	ئ	×	۹۴	۱۲	تیر	ٹھیر
۶۴	۱۴	مُل	رل	۹۵	۱۸	مبارک باد	مبارک آباد
〃	۱۸	کہ	×	〃	〃	مرتضی باد	مرتضی آباد
۶۵	۱۵	خون	خون کے	۹۹	۱۲	سٹر	سٹا
۶۶	۱۰	جھکوں	جھکووں	〃	۱۶	بادشا	بادشاہ
۶۷	۱۹	کی	×	۱۰۱	۱۵	منتظر	منظر
۷۱	۱	شاہ	شاہ کا	۱۱۶	۱۰	ملبان	لمبان
〃	۴	سرو	سرد	۱۲۲	۱۴	گو	کو
〃	۸	گزن	گز	〃	۱۲	چچٹر	چچیٹر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۳۹	۱۴	فرماتے ہیں	فرمتے ہیں
۱۴۰	۲۱	سنہ ۱۰۲۷ء	سنہ ۱۸۲۴ء
۱۴۴	۲۳	ویڑ	ویڈر
〃	〃	کاچرکوسٹ	کاچرلہ کوٹ
〃	آخر	بچواڑہ	بجواڑہ
۱۴۸	۱۷	آسمان وزمین	تھوڑا
۱۵۱	۱۹	مجھے	اُسے
۱۵۵	۱۷	طرابلیس	طرابلس
۱۶۰	آخر	دوور	دود
۱۶۱	۴	سنہ ۱۶۲۶ تا ۱۶۸۰ء	سنہ ۱۵۸۰ء تا سنہ ۱۶۲۶ء
۱۶۷	۱۰	وقوع	وقوع باید کرد
۱۶۸	۵	محرمہ	محترمہ
۱۶۹	۲۱	سیٹی ٹریم	سینٹی ٹریم ہی
۱۷۵	〃	متحسن	متحصن
۱۷۸	۱۷	نیچے	پنچے
۱۹۱	〃	گھسان	گھمسان
۱۹۳	۲۰	پر	×
۲۰۱	۱۵	سنہ ۱۰۰۴ء	سنہ ۱۰۰۴ھ
۲۰۶	۱۴	لگا	لگا
۲۰۷	۱۵	ممسک بہا	ممسک کہا
۲۰۸	۲	کو	×
۲۰۹	۱۰	خط	خطہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۰۹	۱۵	جس دن	جب
۲۱۰	۱۶	کے	×
۲۱۳	۱۷	اکبر	اکبر نے
۲۱۴	۱۰	Tavenier	Tavernier
۲۱۶	۸	مرتجبط	مرحبہ
〃	آخر	بعدخود	بعد
۲۲۳	۱۴	توقیر	توفیر
۲۳۰	۵	پوٹنیکل	بوٹنیکل
〃	۱۶	پونے	پونے سے
〃	۲۰	پورندہ	پورندھر
۲۳۱	۵	جنیرّ سے	جلنیرّ اور
۲۳۳	۲۱	اُتحکیم	التحکیم
۲۳۹	۲	چھین گی	چھین لی
〃	۱۹	تھلک	تھلگ
۲۴۰	۱۷	اوس	اُس
۲۴۱	۸	لئے	آئے
۲۴۴	۱۲	اورے	اورا
۲۴۵	۱۵	خیراً	خیر
۲۴۸	۱۳	پوچھنا	پوچھتا تھا
۲۵۲	۱۲	سنہ ۱۰۴۵ء	سنہ ۱۰۴۵ھ
۲۵۴	۱۸	سرگردگی	سرکردگی
〃	〃	اگیری	ایکیری

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۶۲	۳	سب	سب چیز نسبت				کے ساتھ نیکی
۲۶۹	۱۵	وہی	وہ				کرنے والوں کو
〃	۱۷	بحل	محل				دوست رکھتا ہے
۲۷۰	۱	برہموں	برہمنوں	۲۹۶	۳	ساقہ	ساقہ پہ
〃	۱۶	نگن	گگن	〃	۴	گرے	×
۲۷۲	۱	در	وار	〃	۷	نور	نگر
〃	۶	سوری	کوری	۲۹۷	۱۴	بہ فضف تزناد	بہ فصد نہاد
〃	〃	الــہ	ماــہ	۲۹۸	۱۱	حجرا عمر	حجرا عمر سقیفۂ
〃	۹	رابود	رابہ بود	۲۹۹	۱	سونڈے	سونڈے پر
〃	〃	زاہد	زہد	۳۰۰	۱	ناٹاک	کرناٹک
۲۷۳	۱۶	استغاثوں	استغاثوں	〃	۲	طلب کو	×
۲۷۴	۹	نہ ڈالیں	ڈالیں	۳۰۲	۱۳	سنہ ۱۶۶۵ھ	سنہ ۱۶۶۵ء
〃	۲۰	و	×	۳۰۴	۱۶	برستے	برسنے
۱۷۵	۱	خلاف	غلاف	۳۰۵	۲	ٹھلاک	ٹھلاگ
۲۸۰	۱۹	کیا	لیا	۳۰۷	۱۵	فیل	خیل
۲۸۲	۴	سنہ ۱۰۶۷ء	سنہ ۱۰۶۷ھ	〃	۱۸	صلابت	صلابت خاں
۲۸۵	۸	اُڑا	آٹر	۳۱۴	۲	ڈیٹ	ڈیٹن
۲۸۷	۱۳	الو	اولو	۳۱۵	۱	انھیں	انھوں
۲۹۱	۱۶	سے	×	〃	〃	ہوئی	ہوئے
۲۹۴	۱۱	میں	میں جان	〃	۷	کوئی	کوں
〃	۱۲	چپلکہ	چپلکہ	〃	۱۱	جھوٹ	چھوٹا
〃	آخر	ہیں	ہیں اور اللہ لوگوں	۳۱۶	۱۵	قوئی	قوی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۱۷	۱۷	سنہ ۱۰۸۳ء ۱۶۷۲ھ	سنہ ۱۰۸۳ھ ۱۶۷۲ء
۳۱۸	۹	میری	میرے
〃	۱۵	کی	کی کہ
۳۱۹	۱	جہاں	جناں
۳۲۱	۱۸	ملک	مملکت
۳۲۳	۱۴	خیام	خیال
۳۳۱	۹	ھنذار	ہزار
۳۳۵	۳	پگڑ	بگڑ
۳۳۷	۹	ساتھ	×
〃	۲۱	شرط	شرط بھی
۳۴۰	۳	بتلادوں	بتلادوں کہ
〃	۱۱	اِس	اِسی
۳۴۲	۱۸	کے	کی
۳۴۵	۳	سالون گی	سالونگی
۳۴۷	۱۴	عورت	عورتوں نے
۳۵۰	۱۱	مقدم	مقادم
〃	۱۲	نالت واڑ	نالت واڑ
〃	〃	دلیپائی	دلیپائی
〃	۱۳	معمول	معمول زرنقد
〃	۲۱	شہ	×
۳۵۳	۷	السبی	البہی
۳۵۷	۲۲	اسخلاص	استخلاص
۳۵۸	۶	سنہ ۱۰۵۳ء	سنہ ۱۰۹۳ھ
〃	۸	میارزاں	مبارزاں
〃	۱۵	وغیرہ	×
〃	۲۰	برقاقت	برفاقت
۳۵۹	۷	سنہ بیت	سنہ لبست
۳۶۱	۴	سے	×
۳۶۲	۱۵	ادبا	آدہا
۳۶۶	۲۲	بجائش	بجاباش
〃	آخر	۱۳۵	۱۲۵
۳۶۸	۴	سنگمیر	سنگمنیر
〃	۱۶	اور	×
۳۶۹	۵	فیرور گاڑھ	فیروزگڑھ
۳۷۶	۱	سے	نے
۳۷۷	۱۱	باغات	باغات تھے
۳۷۸	۱۵	بلکہ	×
۳۸۹	۱۹	ادھر	اُدھر
〃	۲۲	بڑی	بُری

تمت

اعلان

ولہ

حرز اطفال - نشاط عمر - عصائے پیری - یہ تینوں کتابیں لڑکوں جوانوں معمر لوگوں کے لئے تلقین معاشرت و تعلیم نیک کرداری و اخلاق کی بہترین رہنما ہیں جو ڈاکٹر سٹال کی کتب انگریزی سے ماخوذ ہیں۔ ۱ ۲ ۳

حیات قیصرہ - ملکہ وکٹوریا آں جہانی کی مختصر سوانح عمری -

تاریخ بیجانگر - جس میں راجگان بیجانگر و ہم عصر سلاطین بہمنیہ - بریدیہ - عادل شاہیہ قطب شاہیہ - نظام شاہیہ و گورنران پرتگال کے حیرت خیز کارنامے درج ہیں (با تصویر)

خالق باری انگریزی اردو منظوم - جس میں بچوں کے لئے روزمرہ کے ۱۳۳۹ بکار آمد الفاظ درج ہیں

اقبال دلہن - جس میں مردوں اور عورتوں کی تعلیم - شادی بیاہ وغیرہ کی رسوم زن و شو کے تعلقات تعدد ازدواج کی خرابیاں - سوکنوں کا برتاؤ ایک نہایت دل چسپ پیرایہ میں بیان کیے گئے ہیں - ۱۲

حسن معاشرت - جس میں پھوہڑ اور سلیقہ مند بیویوں کے حالات بالمقابلہ ایک نہایت دل چسپ نتیجہ خیز اور نصیحت آمیز پیرایہ میں دردانگیز طریقہ پر لکھے گئے ہیں - - - ۱۲

واقعات ممالک بیجاپور - - - - - کلدار سکہ عثمانیہ

قیمت ہر سہ حصص مکمل غیر مجلد - - -

" " مجلد طلائی - - -

محصول ڈاک مع خرچ وی پی دونوں صورتوں میں - -

نمبر ۱ - ۴ - ۵ - ۶ کی کتابیں اب سٹاک میں نہیں رہیں ان کے لئے طبع ثانی کا انتظار کرنا پڑیگا باقی کتابیں ذیل کے پتہ پر مل سکتی ہیں :-

بشیر الدین احمد اوّل تعلقدار (دہلوی) ریاست حیدرآباد دکن